تفسیر نور

جلد چہارم

مؤلف

حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ)

مترجم

علامہ محمد حسن جعفری اور مولانا الطاف حسین کلاچی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	تفسیر نور
جلد	چہارم
مصنف	حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ)
مترجم	علامہ محمد حسن جعفری اور مولانا الطاف حسین کلاچی
ڈیزائننگ وسیٹنگ	قلب علی سیال
کمپوزنگ	فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)
سال اشاعت	2015ء
ناشر	مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
ہدیہ	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کےفضل وکرم اورآپ حضرات کی تائیدواعانت کاثمرہ ہے۔

زیرِنظر تفسیری مجموعہ ''تفسیر نور جلد چہارم'' حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ) کی سعیٔ جمیلہ کاثمرِ عظیم ہے۔جس کا اُردو میں ترجمہ علامہ محمد حسن جعفری اور مولانا الطاف حسین کلاچی نے کیا ہے۔تفسیر ہذا میں درج خصوصیات واضح طور پر عیاں ہیں۔

① ۔اس تفسیر میں فنی، ادبی، فقہی، کلامی اور فلسفی اصطلاحات جن کا سمجھنا ایک خاص گروہ کے کیلئے مخصوص ہوتا ہے، پرہیز کیا گیا ہے۔قرآن سے صرف ایسے نکات ذکر کیے گئے ہیں جن کا ترجمہ دنیا کی موجودہ زبانوں میں کرنا آسان ہواوران کے اندر ایک پیغام وراہنمائی پائی جائے۔ بلکہ آیت کی تفاسیر کونکات اور پیغام کے عنوانات میں تقسیم کر کے انتہائی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

② ۔تفسیر بہ رائے سے پرہیز کیا گیا ہے۔لہٰذا صرف آیات یا اہل بیت رسول علیہم السلام کی روایات میں ذکر ہونے والے متن سے استفادہ کیا گیا ہے۔

③ ۔زیادہ تر معتبر شیعہ، سنی تفاسیر سے حامل پیغام اور سبق آموز درس اخذ کیے گئے ہیں۔

قارئین کی خدمت میں اس عظیم تفسیری مجموعہ کی جلد دوم پیشِ خدمت ہے ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اوراس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اورادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے

مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر نور ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔'' www.misbahulqurantrust.com ''۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوانات	صفحات
کچھ اپنے بارے میں (مترجم)	34
مقدمہ	37
سُورَةُ هُودٍ	42
سورۂ ہود پر ایک نظر	42
آیت نمبر ۱۔۲	43
نکات:	43
پیغام:	44
آیت نمبر ۳	45
نکات:	45
پیغام:	45
آیت نمبر ۴۔۵	46
نکات:	47
پیغام:	47
آیت نمبر ۶	48
نکات:	48
پیغام:	49
آیت نمبر ۷	50
نکات:	50
پیغام:	52
آیت نمبر ۸	52
نکات:	53
پیغام:	53
آیت نمبر ۹	54
نکات:	54
پیغام::	54
آیت نمبر ۱۰	55
نکات:	55
پیغام:	56
آیت نمبر ۱۱	56
نکات:	57
پیغام:	57
آیت نمبر ۱۲	58
نکات:	58
پیغام:	59
آیت نمبر ۱۳	59
نکات:	60
پیغام:	61
آیت نمبر ۱۴	61
نکات:	61
پیغام:	62
آیت نمبر ۱۵	62

نکات:	62
پیغام:	63
آیت نمبر ۱۶	63
نکات:	64
پیغام:	64
آیت نمبر ۱۷	64
نکات:	65
پیغام:	66
آیت نمبر ۱۸	66
نکات:	67
پیغام:	68
آیت نمبر ۱۹	69
نکات:	69
پیغام:	69
آیت نمبر ۲۰	70
نکات:	70
پیغام:	70
آیت نمبر ۲۱۔۲۲	71
نکات:	71
پیغام:	72
آیت نمبر ۲۳	72
نکات:	73
پیغام:	73
آیت نمبر ۲۴	73
نکات:	73
پیغام:	74
آیت نمبر ۲۵۔۲۶	74
نکات:	74
پیغام:	75
آیت نمبر ۲۷	75
نکات:	76
پیغام:	76
آیت نمبر ۲۸	77
نکات:	77
پیغام:	78
آیت نمبر ۲۹	78
پیغام:	79
آیت نمبر ۳۰	80
پیغام:	80
آیت نمبر ۳۱	81
نکات:	81
پیغام:	82
آیت نمبر ۳۲	83
نکات:	83
پیغام:	83
آیت نمبر ۳۳۔۳۴	84
نکات:	84
پیغام:	85

آیت نمبر ۳۵	86
نکات:	86
پیغام:	86
آیت نمبر ۳۶	86
نکات:	87
پیغام:	87
آیت نمبر ۳۷	88
پیغام:	88
آیت نمبر ۳۸	89
نکات:	89
پیغام:	89
آیت نمبر ۳۹	90
نکات:	91
پیغام:	91
آیت نمبر ۴۰	91
نکات:	92
پیغام:	92
آیت نمبر ۴۱	93
نکات:	93
پیغام:	94
آیت نمبر ۴۲	94
نکات:	95
پیغام:	95
آیت نمبر ۴۳	96
نکات:	96
پیغام:	97
آیت نمبر ۴۴	97
نکات:	98
پیغام:	98
آیت نمبر ۴۵	98
نکات:	99
پیغام:	99
آیت نمبر ۴۶	100
نکات:	100
پیغام:	101
آیت نمبر ۴۷	101
پیغام:	102
آیت نمبر ۴۸	102
نکات:	103
پیغام:	103
آیت نمبر ۴۹	104
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی شخصیت:	104
پیغام:	106
آیت نمبر ۵۰	106
نکات:	107
پیغام:	107
آیت نمبر ۵۱	108
نکات:	108

پیغام:	108
آیت نمبر ۵۲	108
پیغام:	109
آیت نمبر ۵۳	110
پیغام:	110
آیت نمبر ۵۴-۵۵	111
نکات:	111
پیغام:	112
آیت نمبر ۵۶	112
پیغام:	112
آیت نمبر ۵۷	113
پیغام:	113
آیت نمبر ۵۸	114
پیغام:	114
آیت نمبر ۵۹	115
پیغام:	115
آیت نمبر ۶۰	116
نکات:	116
پیغام:	117
آیت نمبر ۶۱	117
نکات:	117
پیغام:	117
آیت نمبر ۶۲	118
نکات:	119
پیغام:	119
آیت نمبر ۶۳	119
پیغام:	120
آیت نمبر ۶۴	120
نکات:	121
پیغام:	121
آیت نمبر ۶۵	122
نکات:	122
پیغام:	122
آیت نمبر ۶۶	123
نکات:	123
پیغام:	123
آیت نمبر ۶۷-۶۸	124
نکات:	124
پیغام:	125
آیت نمبر ۶۹	125
پیغام:	125
آیت نمبر ۷۰	126
نکات:	127
پیغام:	127
آیت نمبر ۷۱	127
نکات:	128
پیغام:	128
آیت نمبر ۷۲	129

نکات:	129
پیغام:	129
آیت نمبر ۷۳	130
نکات:	130
پیغام:	131
آیت نمبر ۷۴	131
نکات:	132
پیغام:	132
آیت نمبر ۷۵۔۷۶	133
نکات:	133
پیغام:	133
آیت نمبر ۷۷	134
نکات:	134
پیغام:	134
آیت نمبر ۷۸	135
نکات:	135
پیغام:	136
آیت نمبر ۷۹۔۸۰	137
نکات:	138
قرآن وحدیث میں لواطت کا گناہ	138
پیغام:	139
آیت نمبر ۸۱	139
نکات:	140
پیغام:	140
آیت نمبر ۸۲۔۸۳	141
نکات:	141
پیغام:	142
آیت نمبر ۸۴	142
نکات:	143
پیغام:	143
آیت نمبر ۸۵	144
نکات:	144
پیغام:	144
آیت نمبر ۸۶	145
نکات:	145
پیغام:	146
آیت نمبر ۸۷	146
پیغام:	147
آیت نمبر ۸۸	147
نکات:	148
پیغام:	148
آیت نمبر ۸۹	149
پیغام:	150
آیت نمبر ۹۰	150
نکات:	151
پیغام:	151
آیت نمبر ۹۱	151
نکات:	152

پیغام:	152
آیت نمبر ۹۲	153
پیغام:	153
آیت نمبر ۹۳	153
پیغام:	154
آیت نمبر ۹۴	154
پیغام:	155
آیت نمبر ۹۵	155
نکات:	155
پیغام:	156
آیت نمبر ۹۶۔۹۷	156
نکات:	156
پیغام:	157
آیت نمبر ۹۸	157
نکات:	157
پیغام:	158
آیت نمبر ۹۹	158
پیغام:	158
آیت نمبر ۱۰۰	158
نکات:	159
پیغام:	159
آیت نمبر ۱۰۱	160
نکات:	160
پیغام:	160
آیت نمبر ۱۰۲	161
پیغام:	161
آیت نمبر ۱۰۳	161
پیغام:	162
آیت نمبر ۱۰۴۔۱۰۵	162
نکات:	163
پیغام:	163
آیت نمبر ۱۰۶۔۱۰۷	163
نکات:	164
پیغام:	164
آیت نمبر ۱۰۸	164
پیغام:	165
آیت نمبر ۱۰۹	165
پیغام:	166
آیت نمبر ۱۱۰	166
پیغام:	167
آیت نمبر ۱۱۱	167
پیغام:	167
آیت نمبر ۱۱۲	168
نکات:	168
پیغام:	168
آیت نمبر ۱۱۳	169
نکات:	170
پیغام:	170

آیت نمبر ۱۱۴۔۱۱۵	170
نکات:	171
قرآن کی سب سے زیادہ امید افزا آیت	171
پیغام:	172
آیت نمبر ۱۱۶	173
نکات:	174
پیغام:	174
آیت نمبر ۱۱۷	175
نکات:	175
پیغام:	175
آیت نمبر ۱۱۸	175
نکات:	176
پیغام:	176
آیت نمبر ۱۱۹	176
نکات:	177
پیغام:	178
آیت نمبر ۱۲۰	178
پیغام:	179
آیت نمبر ۱۲۱۔۱۲۲	179
پیغام:	180
آیت نمبر ۱۲۳	180
نکات:	181
پیغام:	181
سُورَةُ يُوسُف	182
سورۂ یوسف کی ایک جھلک:	182
آیت نمبر ۱۔۲	184
نکات::	184
عربی زبان کی خصوصیات	184
پیغام:	185
آیت نمبر ۳	186
نکات:	186
قرآنی داستانیں:	187
داستانِ حضرت یوسف احسن القصص ہے:	187
ہر کام احسن:	188
پیغام:	188
آیت نمبر ۴	189
نکات:	189
کچھ خوابوں کے بارے میں:۔	190
پیغام:	192
آیت نمبر ۵	193
نکات:	193
پیغام:	194
آیت نمبر ۶	196
نکات:	196
پیغام:	197
آیت نمبر ۷	198

نکات:	198
پیغام:	199
آیت نمبر ۸	200
نکات:	200
پیغام:	201
آیت نمبر ۹	202
نکات:	202
پیغام:	203
آیت نمبر ۱۰	204
نکات:	205
پیغام:	205
آیت نمبر ۱۱	206
پیغام:	206
آیت نمبر ۱۲	207
نکات:	207
پیغام:	207
آیت نمبر ۱۳	208
پیغام:	208
آیت نمبر ۱۴	209
پیغام:	209
آیت نمبر ۱۵	210
نکات:	210
پیغام:	211
آیت نمبر ۱۶	211
نکات:	212
پیغام:	212
آیت نمبر ۱۷	212
پیغام:	213
آیت نمبر ۱۸	213
نکات:	214
پیغام:	214
آیت نمبر ۱۹	215
نکات:	215
پیغام:	216
آیت نمبر ۲۰	216
پیغام:	216
آیت نمبر ۲۱	217
نکات:	217
پیغام:	218
آیت نمبر ۲۲	219
نکات:	219
پیغام:	220
آیت نمبر ۲۳	220
نکات:	221
پیغام:	222
آیت نمبر ۲۴	224
نکات:	224
پیغام:	225

آیت نمبر ۲۵	226
نکات:	226
پیغام:	226
آیت نمبر ۲۶۔۲۷	227
نکات:	228
پیغام:	229
آیت نمبر ۲۸	230
نکات:	230
پیغام:	231
آیت نمبر ۲۹	231
پیغام:	232
آیت نمبر ۳۰	232
نکات:	233
پیغام:	233
آیت نمبر ۳۱	233
نکات:	234
پیغام:	234
آیت نمبر ۳۲	236
نکات:	236
پیغام:	237
آیت نمبر ۳۳	238
نکات:	238
پیغام:	238
آیت نمبر ۳۴	240
پیغام:	240
آیت نمبر ۳۵	241
پیغام:	241
آیت نمبر ۳۶	242
نکات:	242
آیت نمبر ۳۷	243
نکات:	244
پیغام:	244
آیت نمبر ۳۸	245
نکات:	246
پیغام:	246
آیت نمبر ۳۹	247
نکات:	247
پیغام:	248
آیت نمبر ۴۰	249
پیغام:	249
آیت نمبر ۴۱	250
نکات:	250
پیغام:	250
آیت نمبر ۴۲	251
نکات:	251
پیغام:	252
آیت نمبر ۴۳	252
نکات:	253

پیغام:	253
آیت نمبر ۴۴	254
نکات:	254
پیغام:	254
آیت نمبر ۴۵	255
نکات:	255
پیغام:	255
آیت نمبر ۴۶	256
نکات:	256
پیغام:	257
آیت نمبر ۴۷	257
نکات:	257
پیغام:	258
آیت نمبر ۴۸۔۴۹	259
نکات:	260
پیغام:	260
آیت نمبر ۵۰	261
نکات:	262
پیغام:	262
آیت نمبر ۵۱	263
نکات:	264
پیغام:	264
آیت نمبر ۵۲	265
نکات:	265
پیغام:	265
آیت نمبر ۵۳	266
نکات:	266
پیغام:	267
آیت نمبر ۵۴	268
نکات:	268
پیغام:	269
آیت نمبر ۵۵	270
نکات:	270
پیغام:	273
آیت نمبر ۵۶۔۵۷	274
نکات:	275
پیغام:	276
آیت نمبر ۵۸	277
نکات:	277
پیغام:	278
آیت نمبر ۵۹	278
نکات:	279
پیغام:	279
آیت نمبر ۶۰	280
پیغام:	280
آیت نمبر ۶۱	281
نکات:	281
پیغام:	281

آیت نمبر ۶۲	282
نکات:	282
پیغام:	283
آیت نمبر ۶۳	283
پیغام:	284
آیت نمبر ۶۴	284
نکات:	285
پیغام:	285
آیت نمبر ۶۵	286
نکات:	286
پیغام:	286
آیت نمبر ۶۶	287
نکات:	287
پیغام:	288
آیت نمبر ۶۷	288
نکات:	288
پیغام:	289
آیت نمبر ۶۸	290
نکات:	290
پیغام:	291
آیت نمبر ۶۹	291
نکات:	292
پیغام:	292
آیت نمبر ۷۰	293
نکات:	293
پیغام:	294
آیت نمبر ۷۱۔۷۲	294
نکات:	295
پیغام:	295
آیت نمبر ۷۳	295
نکات:	296
پیغام:	296
آیت نمبر ۷۴	296
نکات:	296
پیغام:	297
آیت نمبر ۷۵	297
پیغام:	297
آیت نمبر ۷۶	298
نکات:	298
پیغام:	299
آیت نمبر ۷۷	299
پیغام:	300
آیت نمبر ۷۸	301
نکات:	301
پیغام:	301
آیت نمبر ۷۹	302
نکات:	302
پیغام:	302

آیت نمبر ۸۰	303
نکات:	303
پیغام:	304
آیت نمبر ۸۱	304
پیغام:	305
آیت نمبر ۸۲	305
نکات:	306
پیغام:	306
آیت نمبر ۸۳	306
نکات:	307
صبر کی کئی قسمیں ہیں:	307
پیغام:	308
آیت نمبر ۸۴	308
نکات:	309
پیغام:	309
آیت نمبر ۸۵	310
نکات:	310
پیغام:	310
آیت نمبر ۸۶	311
نکات:	311
پیغام:	311
آیت نمبر ۸۷	312
نکات:	312
پیغام:	313
آیت نمبر ۸۸	313
نکات:	314
پیغام:	314
آیت نمبر ۸۹	315
نکات:	315
پیغام:	316
آیت نمبر ۹۰	316
نکات:	316
پیغام:	317
آیت نمبر ۹۱	318
نکات:	318
پیغام:	318
آیت نمبر ۹۲	319
نکات:	319
پیغام:	320
آیت نمبر ۹۳	320
نکات:	321
پیغام:	322
آیت نمبر ۹۴	323
نکات:	324
پیغام:	325
آیت نمبر ۹۵	326
نکات:	326
پیغام:	326

آیت نمبر ۹۶	327
نکات:	327
پیغام:	327
آیت نمبر ۹۷۔۹۸	328
نکات:	328
پیغام:	329
آیت نمبر ۹۹	330
نکات:	330
پیغام:	331
آیت نمبر ۱۰۰	331
نکات:	332
پیغام:	332
آیت نمبر ۱۰۱	334
نکات:	335
پیغام:	336
حضرت یوسفؑ کی خصوصیات یا ایک کامیاب رہنما کی خصوصیات:	338
آیت نمبر ۱۰۲	339
پیغام:	339
آیت نمبر ۱۰۳	339
نکات:	340
پیغام:	340
آیت نمبر ۱۰۴	340
نکات:	341
پیغام:	341
آیت نمبر ۱۰۵	342
نکات:	342
پیغام:	343
آیت نمبر ۱۰۶	343
نکات:	344
پیغام:	344
مخلص مومن کی علامات	344
مشرک مومن کی علامات	345
آیت نمبر ۱۰۷	345
نکات:	345
پیغام:	346
آیت نمبر ۱۰۸	346
نکات:	346
پیغام:	346
آیت نمبر ۱۰۹	347
نکات:	348
پیغام:	348
آیت نمبر ۱۱۰	348
نکات:	349
(الف) انبیاء کی مایوسی کے چند نمونے	349
(ب) لوگوں کی بدگمانیاں	349
(ج) نصرت خداوندی کے چند نمونے	350
پیغام:	350

آیت نمبر ۱۱۱	351
نکات:	351
پیغام:	351
سُوْرَةُ الرَّعْدِ	353
آیت نمبر ۱	354
پیغام:	354
آیت نمبر ۲	355
نکات:	355
پیغام:	356
آیت نمبر ۳	356
نکات:	357
پیغام:	357
آیت نمبر ۴	358
نکات:	358
پیغام:	358
آیت نمبر ۵	359
نکات:	359
پیغام:	360
آیت نمبر ۶	360
نکات:	361
پیغام:	362
آیت نمبر ۷	362
نکات:	363
پیغام:	363
آیت نمبر ۸	364
نکات:	364
پیغام:	364
آیت نمبر ۹	365
نکات:	365
پیغام:	365
آیت نمبر ۱۰	365
نکات:	366
پیغام:	366
آیت نمبر ۱۱	366
نکات:	367
پیغام:	368
آیت نمبر ۱۲	369
نکات:	369
پیغام:	369
آیت نمبر ۱۳	369
نکات:	370
پیغام:	371
آیت نمبر ۱۴	371
نکات:	372
پیغام:	373
آیت نمبر ۱۵	373
نکات:	373

پیغام:	374
آیت نمبر ۱۶	374
نکات:	375
پیغام:	375
آیت نمبر ۱۷	375
نکات:	376
پیغام:	377
آیت نمبر ۱۸	378
نکات:	378
دعوت کی اقسام	379
دعوت کا موضوع:	380
(الف) تہمت	380
(ب) دھمکی:۔	380
۴۔دعوت قبول نہ کرنے کی عوامل:۔	381
۵۔دعوت کو قبول کرنے کے ثمرات:	381
پیغام:	381
آیت نمبر ۱۹	381
نکات:	382
قرآن مجید میں صاحبان عقل و خرد کی نشانیاں	382
پیغام:	383
آیت نمبر ۲۰	383
نکات:	384
پیغام:	384
آیت نمبر ۲۱	384
نکات:	385
صلہ رحمی	386
پیغام:	387
آیت نمبر ۲۲	387
نکات:	388
پیغام:	389
آیت نمبر ۲۳	390
نکات:	390
پیغام:	392
آیت نمبر ۲۴	392
نکات:	392
صبر کے بارے میں چند نکات:	393
پیغام:	394
آیت نمبر ۲۵	395
نکات:	395
پیغام:	396
آیت نمبر ۲۶	396
نکات:	397
پیغام:	397
آیت نمبر ۲۷	398
نکات:	398
کچھ ہدایت اور گمراہی کے بارے میں	399
پیغام:	400

آیت نمبر ۲۸	400
نکات:	401
سکون واطمینان کے عوامل	403
بے چینی اور پریشانی کے عوامل	404
پیغام:	405
آیت نمبر ۲۹	405
نکات:	405
پیغام:	406
آیت نمبر ۳۰	406
نکات:	407
پیغام:	407
آیت نمبر ۳۱	408
نکات:	408
پیغام:	409
آیت نمبر ۳۲	410
پیغام:	410
آیت نمبر ۳۳	410
نکات:	411
پیغام:	411
آیت نمبر ۳۴	412
نکات:	412
پیغام:	413
آیت نمبر ۳۵	413
نکات:	413
پیغام:	414
آیت نمبر ۳۶	414
نکات:	415
پیغام:	415
آیت نمبر ۳۷	415
نکات:	416
پیغام:	416
آیت نمبر ۳۸	416
نکات:	417
پیغام:	417
آیت نمبر ۳۹	417
نکات:	418
بداء کیا ہے؟	419
بداء کے نمونے	420
پیغام:	421
آیت نمبر ۴۰	421
پیغام:	421
آیت نمبر ۴۱	422
نکات:	422
پیغام:	422
آیت نمبر ۴۲	423
نکات:	423
پیغام:	423
آیت نمبر ۴۳	424

نکات:	424
پیغام:	425
سُوۡرَۃُ اِبۡرٰاہِیۡم	426
سورۂ ابراہیم کی ایک جھلک	426
آیت نمبر ۱	427
نکات:	427
پیغام:	428
آیت نمبر ۲	428
پیغام:	428
آیت نمبر ۳	429
نکات:	429
پیغام:	429
آیت نمبر ۴	430
نکات:	431
پیغام:	431
آیت نمبر ۵	432
نکات:	432
پیغام:	432
آیت نمبر ۶	433
پیغام:	434
آیت نمبر ۷	434
نکات:	434
پیغام:	436
آیت نمبر ۸	436
پیغام:	437
آیت نمبر ۹	437
نکات:	438
پیغام:	438
آیت نمبر ۱۰	439
نکات:	439
پیغام:	440
آیت نمبر ۱۱	440
نکات:	441
پیغام:	441
آیت نمبر ۱۲	442
نکات:	442
پیغام:	443
آیت نمبر ۱۳	443
نکات:	444
پیغام:	444
آیت نمبر ۱۴	444
نکات:	445
پیغام:	445
آیت نمبر ۱۵۔۱۶	446
نکات:	446
آیت نمبر ۱۷	447
نکات:	448
پیغام:	448

آیت نمبر ۱۸	449
نکات:	449
پیغام:	450
آیت نمبر ۱۹۔۲۰	450
نکات:	450
پیغام:	451
آیت نمبر ۲۱	451
نکات:	452
پیغام:	452
آیت نمبر ۲۲	453
نکات:	453
پیغام:	454
آیت نمبر ۲۳	455
نکات:	455
پیغام:	456
آیت نمبر ۲۴	456
نکات:	457
پیغام:	457
آیت نمبر ۲۵	458
نکات:	458
پیغام:	459
آیت نمبر ۲۶	459
نکات:	460
پیغام:	460
آیت نمبر ۲۷	460
پیغام:	461
آیت نمبر ۲۸۔۲۹	461
نکات:	462
پیغام:	462
آیت نمبر ۳۰	462
نکات:	463
پیغام:	463
آیت نمبر ۳۱	463
نکات:	464
پیغام:	464
آیت نمبر ۳۲	465
نکات:	465
پیغام:	466
آیت نمبر ۳۳	466
نکات:	467
پیغام:	467
آیت نمبر ۳۴	467
نکات:	468
پیغام:	468
آیت نمبر ۳۵	469
نکات:	469
پیغام:	470
آیت نمبر ۳۶	471

نکات:	471
پیغام:	472
آیت نمبر ۳۷	472
نکات:	473
پیغام:	473
آیت نمبر ۳۸	474
نکات:	474
پیغام:	474
آیت نمبر ۳۹	474
نکات:	475
پیغام:	475
آیت نمبر ۴۰۔۴۱	476
نکات:	476
پیغام:	477
آیت نمبر ۴۲	478
نکات:	478
پیغام:	478
آیت نمبر ۴۳	479
نکات:	479
آیت نمبر ۴۴	479
نکات:	480
پیغام:	480
آیت نمبر ۴۵	480
پیغام:	481
آیت نمبر ۴۶	481
نکات:	482
پیغام:	482
آیت نمبر ۴۷	482
نکات:	482
پیغام:	482
آیت نمبر ۴۸	483
نکات:	483
پیغام:	483
آیت نمبر ۴۹۔۵۰	484
نکات:	484
پیغام:	485
آیت نمبر ۵۱	485
پیغام:	485
آیت نمبر ۵۲	486
نکات:	486
پیغام:	486
سُوْرَةُ الْحِجْرِ	488
سورۃ حجر کی ایک جھلک	488
آیت نمبر ۱۔۲	489
نکات:	489
پیغام:	489
آیت نمبر ۳	490

نکات:	490
پیغام:	491
آیت نمبر ۴	491
پیغام:	492
آیت نمبر ۵	492
نکات:	492
پیغام:	492
آیت نمبر ۶۔ ۷	493
نکات:	493
پیغام:	493
آیت نمبر ۸	494
نکات:	494
پیغام:	495
آیت نمبر ۹	495
نکات:	495
پیغام:	496
آیت نمبر ۱۰۔ ۱۱	497
نکات:	497
پیغام:	497
آیت نمبر ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵	498
نکات:	498
پیغام:	499
آیت نمبر ۱۶	499
نکات:	500
پیغام:	500
آیت نمبر ۱۷۔ ۱۸	500
نکات:	501
پیغام:	501
آیت نمبر ۱۹۔ ۲۰	502
نکات:	502
پیغام:	502
آیت نمبر ۲۱	503
نکات:	503
پیغام:	504
آیت نمبر ۲۲	505
نکات:	505
پیغام:	506
آیت نمبر ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵	506
نکات:	507
پیغام:	507
آیت نمبر ۲۶۔ ۲۷	507
نکات:	508
آیت نمبر ۲۸	509
نکات:	509
پیغام:	509
آیت نمبر ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱	509
نکات:	510
پیغام:	510

آیت نمبر ۳۲ تا ۳۵	511
پیغام:	512
آیت نمبر ۳۶۔۳۷۔۳۸	512
نکات:	513
پیغام:	513
آیت نمبر ۳۹۔۴۰	513
نکات:	514
پیغام:	514
آیت نمبر ۴۱۔۴۲	514
نکات:	515
پیغام:	515
آیت نمبر ۴۳۔۴۴	516
نکات:	516
پیغام:	516
آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸	517
نکات:	517
پیغام:	518
آیت نمبر ۴۹۔۵۰	519
نکات:	519
پیغام:	520
آیت نمبر ۵۱ تا ۵۶	520
نکات:	521
پیغام:	521
آیت نمبر ۵۷۔۵۸	522
پیغام:	523
آیت نمبر ۵۹۔۶۰۔۶۱۔۶۲	523
نکات:	524
پیغام:	524
آیت نمبر ۶۳۔۶۴۔۶۵۔۶۶	525
نکات:	526
پیغام:	526
آیت نمبر ۶۷۔۶۸۔۶۹۔۷۰	527
نکات:	527
پیغام:	527
آیت نمبر ۷۱	528
نکات:	528
پیغام:	528
آیت نمبر ۷۲۔۷۳۔۷۴	528
نکات:	529
پیغام:	529
آیت نمبر ۷۵۔۷۶۔۷۷	530
نکات:	530
پیغام:	531
آیت نمبر ۷۸۔۷۹	531
نکات:	531
پیغام:	532
آیت نمبر ۸۰۔۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴	532
نکات:	533

پیغام:	533
آیت نمبر ۸۵۔۸۶	533
نکات:	534
پیغام:	534
آیت نمبر ۸۷	535
نکات:	535
پیغام:	535
آیت نمبر ۸۸	536
نکات:	536
پیغام:	537
آیت نمبر ۸۹	538
پیغام:	538
آیت نمبر ۹۰۔۹۱	538
نکات:	539
پیغام:	539
آیت نمبر ۹۲۔۹۳	539
پیغام:	540
آیت نمبر ۹۴۔۹۵۔۹۶	540
نکات:	541
پیغام:	541
آیت نمبر ۹۷۔۹۸۔۹۹	542
نکات:	542
پیغام:	543
سُوْرَةُ النَّحْلِ	544
سورت نحل کی ایک جھلک	544
آیت نمبر ۱۔۲	545
نکات:	545
پیغام:	546
آیت نمبر ۳۔۴	547
نکات:	547
پیغام:	547
آیت نمبر ۵۔۶	548
نکات:	548
پیغام:	548
آیت نمبر ۷	549
پیغام:	549
آیت نمبر ۸	550
نکات:	550
پیغام:	550
آیت نمبر ۹	551
نکات:	551
پیغام:	552
آیت نمبر ۱۰	552
نکات:	552
پیغام:	552
آیت نمبر ۱۱	553

نکات:	553
پیغام:	553
آیت نمبر ۱۲	554
نکات:	554
پیغام:	554
آیت نمبر ۱۳	554
پیغام:	555
آیت نمبر ۱۴	555
نکات:	556
پیغام:	556
آیت نمبر ۱۵	556
نکات:	557
پیغام:	557
آیت نمبر ۱۶	558
نکات:	558
پیغام:	559
آیت نمبر ۱۷	559
نکات:	559
پیغام	560
آیت نمبر ۱۸	560
نکات:	560
پیغام:	561
آیت نمبر ۱۹	561
پیغام:	562
آیت نمبر ۲۰۔۲۱	562
نکات:	562
پیغام:	563
آیت نمبر ۲۲	563
نکات:	563
پیغام:	564
آیت نمبر ۲۳	564
نکات:	564
آیت نمبر ۲۴	565
نکات:	565
پیغام:	565
آیت نمبر ۲۵	566
نکات:	566
پیغام:	566
آیت نمبر ۲۶	567
نکات:	567
پیغام:	567
آیت نمبر ۲۷	568
نکات:	568
پیغام:	569
آیت نمبر ۲۸۔۲۹	569
نکات:	570
پیغام:	570
آیت نمبر ۳۰	570

نکات:	571
۱۔قرآن اور رسول کے بارے میں فیصلہ:	571
۲۔دنیا میں انجام	572
۳۔اُخروی عذاب	572
۴۔ہنگام مرگ	572
پیغام:	572
آیت نمبر ۳۱	573
پیغام:	573
آیت نمبر ۳۲	573
نکات:	574
پیغام:	574
آیت نمبر ۳۳	575
نکات:	575
پیغام:	575
آیت نمبر ۳۴	576
نکات:	576
پیغام:	576
آیت نمبر ۳۵	577
نکات:	577
پیغام:	577
آیت نمبر ۳۶	578
نکات:	579
پیغام:	579
آیت نمبر ۳۷	580
نکات:	580
پیغام:	581
آیت نمبر ۳۸	581
نکات:	581
پیغام:	582
آیت نمبر ۳۹	582
نکات:	582
پیغام:	582
آیت نمبر ۴۰	583
نکات:	583
پیغام:	583
آیت نمبر ۴۱۔۴۲	584
نکات:	584
پیغام:	584
آیت نمبر ۴۳	585
نکات:	585
پیغام:	586
آیت نمبر ۴۴	586
نکات:	587
پیغام:	587
آیت نمبر ۴۵۔۴۶۔۴۷	588
نکات:	588
پیغام:	589
آیت نمبر ۴۸	589

نکات:	590
پیغام:	590
آیت نمبر ۴۹۔۵۰	590
نکات:	591
پیغام:	591
آیت نمبر ۵۱	592
نکات:	592
پیغام:	593
آیت نمبر ۵۲	593
نکات:	593
پیغام:	594
آیت نمبر ۵۳۔۵۴	594
نکات:	595
پیغام:	595
آیت نمبر ۵۵	596
نکات:	596
پیغام:	596
آیت نمبر ۵۶۔۵۷	597
نکات:	597
پیغام:	598
آیت نمبر ۵۸۔۵۹	598
نکات:	599
پیغام:	599
آیت نمبر ۶۰	600
نکات:	600
پیغام:	600
آیت نمبر ۶۱	601
نکات:	601
پیغام:	602
آیت نمبر ۶۲	602
نکات:	603
پیغام:	603
آیت نمبر ۶۳	603
نکات:	603
پیغام:	604
آیت نمبر ۶۴	604
پیغام:	604
آیت نمبر ۶۵	605
نکات:	605
پیغام:	605
آیت نمبر ۶۶	606
نکات:	606
پیغام:	608
آیت نمبر ۶۷	608
نکات:	608
پیغام:	609
آیت نمبر ۶۸	609
نکات:	609

پیغام:	609
آیت نمبر ۶۹	610
نکات:	610
پیغام:	611
آیت نمبر ۷۰	612
نکات:	612
پیغام:	612
آیت نمبر ۷۱	613
نکات:	613
پیغام:	614
آیت نمبر ۷۲	615
نکات:	615
پیغام:	616
آیت نمبر ۷۳۔ ۷۴	616
نکات:	617
پیغام:	617
آیت نمبر ۷۵۔۷۶	618
پیغام:	619
آیت نمبر ۷۷	619
نکات:	620
پیغام:	620
آیت نمبر ۷۸	621
نکات:	621
پیغام:	621
آیت نمبر ۷۹	622
نکات:	622
پیغام:	622
آیت نمبر ۸۰	623
نکات:	623
پیغام:	624
آیت نمبر ۸۱	624
نکات:	625
پیغام:	625
آیت نمبر ۸۲	626
پیغام:	626
آیت نمبر ۸۳	626
نکات:	627
پیغام:	627
آیت نمبر ۸۴	627
نکات:	628
پیغام:	629
آیت نمبر ۸۵	629
نکات:	630
پیغام:	630
آیت نمبر ۸۶	630
نکات:	630
پیغام:	631
آیت نمبر ۸۷	631

پیغام:	632
آیت نمبر ۸۸	632
نکات:	632
مثبت ردعمل	632
منفی ردعمل	633
پیغام:	633
آیت نمبر ۸۹	634
نکات:	634
پیغام:	635
آیت نمبر ۹۰	636
نکات:	636
پیغام:	637
آیت نمبر ۹۱	638
نکات:	638
پیغام:	638
آیت نمبر ۹۲	639
نکات:	639
پیغام:	640
آیت نمبر ۹۳	640
نکات:	641
پیغام:	641
آیت نمبر ۹۴	641
نکات:	642
پیغام:	642
آیت نمبر ۹۵	642
نکات:	643
پیغام:	643
آیت نمبر ۹۶	643
پیغام:	644
آیت نمبر ۹۷	644
نکات:	644
پیغام:	644
آیت نمبر ۹۸۔۹۹	645
نکات:	645
پیغام:	646
آیت نمبر ۱۰۰	646
نکات:	647
افراد کی اقسام	647
پیغام:	647
آیت نمبر ۱۰۱	647
نکات:	648
پیغام:	648
آیت نمبر ۱۰۲	649
نکات:	649
پیغام:	649
آیت نمبر ۱۰۳	650
نکات:	650
پیغام:	651

آیت نمبر ۱۰۴	651
نکات:	651
پیغام:	652
آیت نمبر ۱۰۵	652
نکات:	652
آیت نمبر ۱۰۶	653
نکات:	653
پیغام:	654
آیت نمبر ۱۰۷	654
پیغام:	655
آیت نمبر ۱۰۸	655
پیغام:	655
آیت نمبر ۱۰۹	656
پیغام:	656
آیت نمبر ۱۱۰	656
نکات:	656
پیغام:	657
آیت نمبر ۱۱۱	657
نکات:	658
پیغام:	658
آیت نمبر ۱۱۲	658
نکات:	659
پیغام:	659
آیت نمبر ۱۱۳	660
نکات:	660
پیغام:	660
آیت نمبر ۱۱۴	660
نکات:	661
پیغام:	661
آیت نمبر ۱۱۵	662
نکات:	662
پیغام:	663
آیت نمبر ۱۱۶۔۱۱۷	663
نکات:	664
پیغام:	664
آیت نمبر ۱۱۸	664
نکات:	664
پیغام:	665
آیت نمبر ۱۱۹	665
نکات:	665
پیغام:	666
آیت نمبر ۱۲۰	666
نکات:	667
پیغام:	667
آیت نمبر ۱۲۱۔۱۲۲	668
نکات:	668
پیغام:	669
آیت نمبر ۱۲۳	669

پیغام:	669
آیت نمبر ۱۲۴	670
نکات:	670
پیغام:	670
آیت نمبر ۱۲۵	671
نکات:	671
پیغام:	671
آیت نمبر ۱۲۶	672
نکات:	672
پیغام:	673
آیت نمبر ۱۲۷۔۱۲۸	673
نکات:	674
تذکرہ نعمات خداوندی:	674
پیغام:	676

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کچھ اپنے بارے میں (مترجم)

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۷﴾

(سورہ واقعہ۔ ۷۵ تا ۷۷)

میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے مقامات کی۔ اگر تمہارے پاس (ستاروں کے مقامات) کا علم ہوتا (توتم جان لیتے) یقیناً یہ بہت ہی عظیم قسم ہے۔ یہ قران یقیناً بڑی تکریم و تعظیم والا ہے۔

جی ہاں خداوند متعال نے ستاروں کی منازل اور بروج و مقامات کی قسم کھائی ہے۔

اور قسم کھانے کے بعد اس قسم کی عظمت کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ یہ قسم اتنی عظیم کیوں ہے؟ قسم اس لئے عظیم ہے کہ جس کی قسم کھائی جارہی ہے وہ اس سے بھی عظیم ہے۔ وہ چیز کیا ہے وہ ہے اربوں کھربوں ستاروں کا علم جو ہمارے خالق کے پاس ہے ہمارے پاس نہیں ہے۔ جب ہمارے پاس یہ علم نہیں تو اس قسم کی عظمت تک ہمیں کہاں رسائی حاصل ہوسکتی ہے جب قسم کی عظمت کو نہیں جانتے تو پھر قرآن کریم کی عظمت کا اندازہ کس طرح کرسکتے ہیں علم فلکیات کا پیغام: یہ ہے کہ اس کائنات کی اربوں کہکشاؤں ہیں صرف ہماری یہ کہکشاں جس میں ہمارا نظام شمسی واقع ہے کئی ملین ستاروں پر مشتمل ہے۔ ہمارا خالق ان اربوں کہکشاؤں کا خالق بھی ہے اُن کی حرکت کو بھی جانتا ہے کہ وہ کہاں سے اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں اور کہاں منزل و مقام کرتے ہیں۔ یہ علم بشر کے حصے میں کہاں ہیں جی ہاں جب اس کے پاس یہ علم آجائے گا تو اس وقت قرآن کی عظمت بھی اس پر واضح ہوجائے گی۔

قرآن! عالم بشریت کے لئے آفاقی پیغام ہے۔

قرآن! اہل اسلام کے لئے دستور زندگی ہے۔

قرآن! اہل ایمان کے لئے نجات کی ضمانت ہے۔

سورہ عبس کے اندر ہے۔

(کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿۱۱﴾) ہرگز نہیں یہ آیات یقینا نصیحت ہیں (فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿۱۲﴾) پس جو چاہے! انھیں یادرکھے (فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿۱۳﴾) یہ محترم ومکرم صحیفوں میں ہیں (مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍ ﴿۱۴﴾) جو بلند وبالا بھی ہیں اور پاک وپاکیزہ بھی (بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ﴿۱۵﴾) یہ ایسے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں (کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ﴿۱۶﴾) جو بزرگوار بھی ہیں۔ (عبس۔ ۱۱۔ تا ۱۶)

قرآن مجید وہ کلام الٰہی ہے جسے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا گیا یہ ابدی سعادت کا

پیامبر و بشیر ہے پوری انسانیت کو اس کا حقیقی مقام دلانے کے لئے درس انقلاب ہے۔

قرآن مجید کے لا تعداد پہلو ہیں اور ہر پہلو ایک ابدی معجزہ ہے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا فرمان ہے ۔قرآن حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے وہ ایسا دریا ہے جس کے چشمے کبھی خشک نہیں ہوتے وہ ایسی منزل ہے جس کا راھی کبھی نہیں بھٹکتا اللہ تعالی نے اسے علماء کی تشنگی کے لئے سیرابی فقہاء کے دلوں کی بہار اور نیکیوں کی راہ گزر کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۶)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے لے کر انٹرنیٹ دور تک ہزاروں مفسرین نے قران مجید کی تفسیر پر کام کیا ہر مفسر نے اپنی وسعت علمی کے مطابق بے پناہ کام کیا ہر مفسر کی کوشش و کاوش تعریف و ستائش کے لائق ہے۔انشاء اللہ ان کی یہ کوشش ان کے لئے زاد آخرت بنے گی لیکن ان تمام تفاسیر میں زیادہ تر مختلف علوم مثلاً ادبیات اور اس کے شعبہ جات، علم کلام، فقہی مباحث پر زور دیا گیا ہے ہر صاحب فن نے اپنے فن کے دائرہ اور اس میں مروّج اصطلاحات پر بحث کی اور یہ بحثیں اس قدر طویل ہو گئیں کہ قاری پر ان تمام کا عبور مشکل ہو گیا۔اس مصروف ترین انٹرنیٹ (inter net) دور میں ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جو صرف اور صرف قرآنی مطالب اور قرآن فہمی پر مشتمل ہو جس میں آسان اور مختصر طریقے کے ساتھ قرآنی پیغام کو واضح کیا گیا ہو جس سے ایک قاری آسانی کے ساتھ اور مختصر وقت میں قرآنی مطالب کو درک کر سکے اس عظیم عالیشان کام کے لئے حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی محسن قرائتی نے قدم اٹھایا انھوں نے عالم اسلام کو ایک عظیم الشان ملکوتی قرآنی تحفہ پیش کیا ہے جس کا نام انہوں نے تفسیر نور رکھا ہے آپ کی یہ عظیم الشان تفسیر تمام تفاسیر میں ایک شان امتیازی رکھتی ہے آپ نے آیات قرآنی کا نتیجہ آیات کے ذریعے نکالا اگر ایک آیت میں پانچ الفاظ ہیں تو آپ نے اس آیت سے تقریباً دس نکات پیدا کئے دس پیام پیدا کئے۔ہر آیت کو ٹکڑوں میں منقسم کر کے قاری کے لئے قرآن فہمی کی راہیں کھول دیں آپ نے میدان تفسیر میں ایک جدت پیدا کی ہے ایسی روش باقی تفاسیر میں نظر نہیں آتی آپ اپنے فن کے موجد ہیں۔آپ اس وقت پورے ایران میں اپنے اس قرآنی کام کے حوالے سے چھائے ہوئے ہیں۔ایرانی TV پر آپ نے بے پناہ کام کیا ہے خداوند عالم سے دعا ہے کہ کتاب اللہ کے اس عظیم الیشان عالم کا سایہ امت مسلمہ پر قائم و دائم رکھے اور ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اکثر سننے میں آیا ہے کہ جب آپ اپنی بچیوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے ہوں تو خیال کرنا سارے قرآن کی تعلیم دینا ان کے مطالب سمجھانا لیکن سورہ یوسف کی تعلیم نہ دینا شاید یہ وجہ ہو کہ اس داستان میں زلیخا کے عشق کا بیان ہے۔یہ موقف اپنی جگہ پر درست ہے کہ بچیوں کو عشقیہ داستانیں نہ پڑھائی جائیں یہ حکم صرف بچیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ بچوں کے لئے بھی ہے۔لیکن جب بات قرآن کی ہو جو خالق کا کلام ہے اس میں کسی قسم کا اشکال کرنا جرم ہے۔لیکن سارا قصور اُن لوگوں کا نہیں جو کہتے ہیں کہ سورہ یوسف بچیوں کو نہ پڑھائی جائے کیونکہ بعض مفسرین نے اس داستان کو کچھ اس طرح پیش کیا کہ واقعی وہ ایک عشقیہ داستان بن گئی اس لئے عوام نے کہنا شروع کر دیا کہ سورہ یوسف لڑکیوں کو نہ پڑھائی جائے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ سورۃ یوسف کی تعلیم دینا چاہے لڑکے ہوں لڑکیاں ہوں دونوں کو واجب ہے لیکن اس کے لئے استاد محسن قرائتی کی تفسیر سورہ یوسف چاہیئے جس انداز میں انہوں نے سورۃ یوسف کا پیغام: واضح کیا ہے ایسا انداز آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔ آپ نے نہایت ہی حسین وجمیل انداز میں یہ پیش کیا کہ ایک نیک و پارسا انسان کا انجام کیا ہوتا ہے ایک بدکار اور خطا کار انسان کا انجام کیا ہوتا ہے ایک سازشی اور مکار وعیار کا مقام کیا ہے اور ایک مظلوم کا انجام کیا ہوتا ہے

مصباح القرآن پبلیکیشنز لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا تا کہ اردو دان طبقہ تفسیر نور سے استفادہ کرتے ہوئے قرآنی پیام کی منزل تک رسائی حاصل کر سکے اس ادارہ کے شیخ محمد امین صاحب نے پانچویں جلد کا کام حجۃ الاسلام آقائی محمد حسن جعفری صاحب کے ذمہ لگایا اور چھٹی جلد کا کام اس احقر کے ذمہ لگایا خداوند تعالیٰ ان کی سعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

آقائی محمد حسن قبلہ کی ذات محتاج تعارف نہیں ان کا کام پورے ملک میں مختلف کتب کی صورت میں پھیلا ہوا ہے آپ ہمہ صفات کے حامل ہیں جہاں آپ ایک توانا خطیب ہیں وہاں ایک اچھے اور منجھے ہوئے ادیب ہیں اس وقت آپ کی ساٹھ سے اوپر کتب ملک کی مارکیٹوں میں موجود ہیں۔

الطاف حسین کلاچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاہِرِیۡنَ

مقدمہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِہٰذَا ۟ وَمَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ ۚ

قرآن کریم عزت وعظمت پروردگار کا جلوہ ہے زندہ جاوید معجزہ ہے ایسی دلیل ہے جو روشن ومنور ہے ایسی پیشن گوئی ہے جو صادق ولاریب ہے ایسی تاریخ ہے جو حق حقیقت پر مبنی ہے جس کا نطق محکم ہے جس کی شہادت روشن ہے جس کے ذکر کی بیکرانیاں لامحدود ہیں جس کے نعمات کے سمندر ناپیدا کنار ہیں۔ خود ہی طور طریقے دیتا ہے نمونے بھی خود پیش کرتا ہے ترغیب وتشویق کی دعوت بھی دیتا ہے ہوش حواس کے انداز بھی سکھلاتا ہے ماضی کی داستانیں بھی سناتا ہے مستقبل کے مناظر بھی پیش کرتا ہے جہاں عوام کے مطالب کا سامان کرتا ہے وہاں خواص کی جھولیوں میں دُرہائے بے بہا کی بارش کرتا ہے جہاں غیب سے پردے اٹھاتا ہے وہاں شہود کی منازل کو طے کرنے کے ڈھنگ ورنگ سکھلاتا ہے جہاں عزت وعظمت کے آسمانوں کی رفعتیں دکھاتا ہے وہاں ذلت ورسوائیوں کے مرگھٹ کی نشاندہی بھی کرتا ہے جہاں فکر کو منور وروشن کرتا ہے وہاں نطق وبیان کو قوت وتاثیر عطا کرتا ہے اس دنیا میں بھی مونس وغمخوار ہے اور قبر ومحشر میں بھی دلدار ہے قابل توجہ امر یہ ہے حدیث میں آیا ہے کہ وجوب نماز کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم مجوریت سے باہر آجائے کیونکہ ہر نمازی پر واجب ہے کہ شبانہ روز دس بار سورہ حمد اور کوئی سورہ اپنی نماز میں پڑھے۔ جنگ احد میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے تھے جب ان شہداء کے جنازے پڑھنے کا وقت آیا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم سب سے پہلے اس کا جنازہ پڑھیں گے جسے قرآن زیادہ حفظ تھا ایک دفعہ کسی جنگ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرچم اسلام ایک صحابی کو دیا پھر اس سے لے کر دوسرے کو دیا اور فرمایا پہلے سے لے کر دوسرے کو پرچم اس لئے دیا کیونکہ وہ قرآن کا اس سے زیادہ عالم ہے حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں جو کچھ ہم سے سنو تو ہم سے قرآنی دلیل مانگو ہم اس کا جواب دیں گے کہ ہم نے اپنی اس بات کے لئے قرآن مجید کی کس آیت سے استفادہ کیا ہے قرآن مجید نے انسان کو ایک سخت ترین لقب سے خطاب فرمایا ہے وہ ہے عقل سے عاری ہونا اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا اگر قرآن کریم پر عمل نہیں کروگے تو عقل سے عاری ہوجاؤ گے۔

فرمایا: قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ حَتّٰی تُقِیۡمُوا التَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ (اے اہل کتاب تمہاری کوئی مذہبی بنیاد ہی نہیں جب تک کہ تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے اس کو قائم نہ رکھو) فرمایا: ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا'' (کیا وہ قرآن میں غور وفکر سے کام نہیں لیتے

یا اُن کے دلوں پر قُفل لگے ہوئے ہیں) قرآن میزانِ شناسائی ہے اور اولیاء اللہ کی ملکوتی و نورانی گفتگو ہے معصومؑ نے فرمایا : جب ہماری طرف سے منسوب بات سنو تو اسے قرآن کی روشنی میں دیکھو اگر وہ مخالف قرآن ہو تو اُسے دیوار پر پھینکو قرآن ثقل اکبر ہے اور اھل بیت پیغمبر صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثقل اصغر ہیں رسول اللہ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے کئی مرتبہ فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں وہ ایک دوسرے سے ہرگز ہزگز جدا نہیں ہوں گے قیامت کے دن حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے اُن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری اہلبیتؑ ہیں

قرآن اور اہلبیتؑ کے جدا نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہمارے اِس دور میں حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن کی تفسیر معتبر روایات کے بغیر کرنا گمراہی ہے اس لئے پیغمبر اکرم صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا اِن دونوں سے تمسّک رکھنا جب ان دونوں سے تمسّک رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے جی ہاں اگر ان میں سے ایک سے تمسک رکھا دوسرے کو چھوڑ دیا تو پھر گمراہی ہی گمراہی ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی رفعت و بلندیوں تک پہنچنا تو ممکن ہی نہیں جی ہاں! ان کی کنیز حضرت فضہؑ کا مقام تو حاصل کیا جا سکتا ہے جب ہم تاریخ پڑھتے ہیں تو اِس بانو کے بارے میں موجود ہے کہ اس نے بیس سال مسلسل قرآن مجید سے تکلُّم کیا جس زمانے میں یہ سطور لکھ رہا تھا تو میری ملاقات ایک پانچ سالہ بچے سے ہوئی اس بچے نے تمام حوزہ جات اور یونیورسٹیوں کے افاضل اساتیذ کو حیران کر دیا انہوں نے اس بچے سے ہر موضوع پر سوال کیا اس نے ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیا جمہوری اسلامی ایران کے اس بچے کو تمام عرب دنیا نے دعوت دی یورپی ممالک نے بلایا حتیٰ کہ بعض ممالک کے ٹیلی ویژنوں نے اپنے معمول کے پروگرام روک کر اس کو تاریخی معجزے کا نام دے کر دنیا کو دکھایا میں اس بچے کے پاس تین گھنٹے رہا اُس پر ستر سوال کئے اس نے ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیا اس بچے کی ملاقات نے میرے ذہن کے دریچے کھول دیئے جب یہ بچہ اس مقام تک پہنچ سکتا ہے تو فرزند رسول امام مہدی (ع) اپنی تین سال کی عمر میں اور امام تقی علیہ السلام نو سال کی عمر میں منصبِ امامت پر کیوں نہیں پہنچ سکتے اس عظیم فرزند کا نام سید محمد حسین طباطبائی ہے جنھیں حکومت برطانیہ نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری پیش کی ہے۔

قرآن مجید تمام علوم و معارف کا عظیم الشان سرچشمہ ہے اور وہ آسمانی کتاب ہے جو تحریف سے محفوظ ہے جوں جوں سائنس کائنات کے سربستہ رازوں سے پردے اُٹھاتی جائے گی اسی طرح قرآن کے رموز دنیا کے سامنے آتے جائیں گے قرآنی تشبیہات اور اس کی روشن مثالیں نہ کبھی پرانی تھیں اور نہ ہوں گی جہاں تکرار ہے وہاں بھی قرآنی اسرار کے خزانوں کے انبار ہیں اس جلد میں سورہ یوسف، سورہ رعد، سورہ ابراہیم، سورہ حج، اور سورہ نحل کی تفسیر ہے ویسے تو سورہ یوسف کو ایک خصوصیت حاصل رہی ہے کہ اس کے قارئین زیادہ ہیں اور اکثر مفسرین نے اس سورہ کی جداگانہ تفاسیر لکھی ہیں اس سورہ کی تفسیر کا مطالعہ دوسری سورتوں کی تفاسیر کے مطالعہ کے لئے مانوسیت کے سامان پیدا کرسکتا ہے لہٰذا اس سورہ کی تفسیر کو ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں چھاپا جائیگا

تا کہ ان لوگوں کا فائدہ ہو جو قرآن کی مکمل تفسیر کا مطالعہ نہیں کر سکتے کم از کم اِس سورہ کی تفسیر سے آشنائی تو حاصل کر سکیں گے۔

یہ کہنا بھی لازمی ہے قرآن مجید کے قصوں کی اساس نہ تو خیالات وتصورات پر ہے اور نہ یہ کوئی تاریخی داستانیں ہیں بلکہ تاریخی حقائق ہیں جس میں وعظ وعبرت کے بے پناہ سامان ہیں جب سورہ یوسف کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس میں جناب یوسفؑ کی عمر کی کوئی بات نہیں ہے نہ محل ومقام کی بات ہے نہ کنوئیں کی گہرائی کا نقشہ ہے برادرانِ یوسف کا تذکرہ ہے ان کے اسماء کا ذکر نہیں ہے کیونکہ ان باتوں میں سامانِ وعظ ونصیحت اور تربیت نہیں ہے حتّٰی کہ ان کی والدہ گرامی کا نام بھی موجود نہیں یا تو ان کی والدہ ان کے بچپن میں اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھی یا پھر ان کی خالہ انہیں پال پوس رہی تھی جس وقت قرآن مجید اُن کے والد کی حالت بتاتا ہے کہ وہ ان کے فراق میں نابینا ہو گئے تھے حالانکہ وہ ایک برگزیدہ نبی تھے تو پھر ان کی والدہ کا کیا حال ہوتا ان کی اس ہیجانی کیفیت کے ذکر کا کوئی تربیتی فائدہ نہ ہوتا اس لئے اس منظر کو پیش نہیں کیا گیا لیکن یہ امر مسلّمہ ہے قرآن مجید کے داستانیں بیان کرنے کا انداز واقعیت دار ہے عبرت انگیز ہے اور جاذبِ نظر ہے جناب یوسفؑ نبی کی اس داستان میں تربیت و راہنمائی کے خدائی اصول اور عقائد وحقائق کا حصول ہوتا ہے اس سے خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی آیات کے نظارے ملتے ہیں کہ ایک ملکوتی اور روحانی انسان کو آزمائش کے کتنے مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اس لئے اس داستان میں سازشی انسانوں کی سازشوں کی ناکامی کے دروازے بھی کھلتے ہیں عزت وترقی کے عوامل کا درس بھی ملتا ہے صبر وتقویٰ کے ثمرات کا پتہ بھی چلتا ہے۔

اس بندہ حقیر کی اپنے محترم قارئین کرام کے حضور درخواست ہے اس تفسیر کے مطالعہ کے بعد اس کے مطالب اور نکات کو اپنے حلقہ احباب میں پہنچانے کی کوشش فرمائیں ہمیشہ قرآن کا مطالعہ کریں صرف ایک مرتبہ مطالعہ کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا کیونکہ قرآنِ مقدس اُسے عالم ربانی سمجھتا ہے جو ہمیشہ آسمانی کتب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا عادی ہو ارشاد ربانی ہوتا ہے كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴿۷۹﴾ (آل عمران۔۷۹) تم اللہ والے ہو جاؤ اس بنا پر کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے رہے ہو اور اسے پڑھتے رہے ہو میری یہ بھی درخواست ہے کہ ہر علاقہ میں متقی اور قرآن شناس علماء کو تلاش کیا جائے اور ان سے استفادہ کی کوشش کی جائے ہر ہفتے چند آیات قرآنی سے آشنائی حاصل کرنے کا ہدف بنایا جائے علاوہ ازیں مدارس کے اساتذہ، علماء اور مدرسین سے بھی میری درخواست ہے کہ درس تفسیر کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل کریں جہاں جہاں فضلاء کرام فقہ کے دروس کو نوٹ فرماتے ہیں وہاں تفسیر کے دروس کو بھی نوٹ فرمائیں یونیورسٹیوں کے اساتذہ کرام اور دوسرے صاحبانِ قلم کی خدمت میں میری گذارش ہے کہ وہ کسی معتبر تفسیر کا مطالعہ فرمائیں اور روزانہ کے معمولات میں اسے شامل کریں۔ کیونکہ میدان حشر میں پیغمبر اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ان الفاظ میں شکایت فرمائیں گے يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴿۳۰﴾ (فرقان۔۳۰) خداوندا! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا کہیں ہمارا شمار بھی انھیں لوگوں میں سے نہ ہو جائے صاحبانِ منبر سے میری اپیل ہے وہ اپنی تقاریر میں قرآن مجید اور احادیث کو زیادہ

سے زیادہ بیان کریں نہ یہ کہ صرف آیت کو پڑھ کر سارا زور بیان اس پر صرف کر دیں میری اور درخواست بھی ہے کہ قرآنی آیات میں غور وفکر کریں اور ان سے دانش وحکمت کے جواہر حاصل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ قرآن مجید کی طرف سے تفکر وتدبر کی دعوت عام ہے اس نے اپنی اس دعوت کو کسی خاص زمانے کے لیے وقف نہیں کیا تدبر وتفکر سے یقیناً نت نئے نکات ملیں گے احساس کمتری سے دور رہتے ہوئے ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اَسلاف نے تمام مطالب کا ادراک کر کے زمانے کو اس کا ماحصل پیش کر دیا ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر دور کے لوگوں کو غور وفکر کا حکم نہ فرماتا۔ آخر میں میری یہ بھی گذارش ہے کہ اس تفسیر کے مطالعہ کے بعد اپنی قیمتی آرا وتجاویز اور تنقید برائے اصلاح سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشنوں میں آپ کی آراء کی روشنی میں کام کیا جا سکے جناب حجۃ الاسلام سید جواد بہشتی صاحب، حجۃ الاسلام محمود متوسلی صاحب حجۃ الاسلام بہرام محمد یان اور حجۃ الاسلام علی محمد متوسلی کا شکر گزار ہوں ان احباب نے آیات کی تفسیر اور تکمیل اور کتاب کی ترتیب وتنظیم میں میری نصرت فرمائی۔

محسن قرائتی

خریف۔ ۱۳۷۸ ہجری شمسی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد اللہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا و نبینا محمد وآلہ الطاھرین

مقدمہ دوم:

اگر چہ سورۃ یوسف تفسیر نور کی چھٹی جلد میں چھپ چکی ہے لیکن حضرت یوسف کی داستان بہت زیادہ شیریں اور انتہائی جاذب ہے میں نے اس کی تفسیر و داستان ونکات: اور اشارات کونسلِ نو کے لیے بہت زیادہ مفید پایا اس لیے میں نے عزم مصمّم کرلیا کہ اس سورۃ کی تفسیر کو ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں چھپواؤں گا تا کہ جو لوگ قرآن کریم کی مکمل تفسیر کا مطالعہ نہیں کر سکتے وہ اس نعمت سے محروم نہ رہیں کم از کم قرآن مجید کے ایک حصے کی آشنائی تو حاصل کر سکیں۔

۱۳۸۰ھ دفتر تفسیر قرآن کی طرف سے ایک مسابقہ منعقد کیا گیا اور صاحبان تدبر کو دعوت دی گئی کہ وہ غور وخوض کریں اگر انہیں جدید نکات: ملیں تو ہماری طرف بھیجیں اور خصوصی انعامات حاصل کریں تو اس کوشش وکاوش میں ہمیں ستر خطوط موصول ہوئے جن میں ہزاروں نکات: موجود تھے اور ہم نے ان میں سے جدید ترین اور غیر تکراری نکات کا استخراج کیا۔

موجودہ ایڈیشن تفسیر سورۃ یوسف میں نکات و پیام کی تعداد ۹۰۰ تھی ہماری اس نئی کوشش سے ۳۰۷ پیام اور ملے جو اُن کے ساتھ ملحق کئے گئے اس کوشش سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اختیار میں ہے وہ نکات پیدا کرسکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن میں جتنا تدبر کیا جائے اسی قدر جدید مطالب سامنے آتے ہیں جو جدید پیام ہمیں ملے ہم نے انہیں اس علامت (☆) سے ظاہر کیا ہے علاوہ ازیں قارئین کرام نے جو تنقید برائے اصلاح کی ہم نے اُس پر بھی غور کیا اور اس پر عمل بھی کیا ہے

آخر میں یہ عرض ہے کہ جن عزیزان نے اپنے مطالب خطوط کے ذریعے ہمیں بھیجے ہیں اُن کے اسماء کا ذکر نہیں کیا گیا تو ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں آخر میں **حجۃ الاسلام والمسلمین مجتبی کلپاسی** اور اُن کے معاونین کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے بڑی جانفشانی سے کام کیا۔

محسن قرائتی ۸۱۔۲۔۱۵

سُورَةُ هُودٍ

پارہ	۱۱۔۱۲
سورت	۱۱
تعداد آیات	۱۲۳
رکوع	۱۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ ہود پر ایک نظر

یہ سورۂ مبارکہ مکہ میں آنحضرتؐ کے قیام کے آخری دنوں میں نازل ہوئی تھی۔ اور یہ وہ دن تھے جب حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی وفات سے مسلمان مضمحل تھے اور انتہائی سخت حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سوۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ (تفسیر نمونہ۔ بحار جلد ۱۹۲/۱۹۱) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں آیتِ استقامت نازل ہوئی ہے جو کہ یہ ہے: (فَاسۡتَقِمۡ) (ہود/ ۱۱۲) جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ (اللہ کی طرف) پلٹ آئے ہیں ثابت قدم رہیں۔ ادھر آنحضرتؐ کے کچھ ساتھیوں کی بے تابی بھی آپ کو پریشان کر رہی تھیں یہ سورۃ ایک سوتیئس آیات پر مشتمل ہے اس میں کچھ انبیاء کی بالخصوص حضرت نوحؑ کی داستان بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اعتقادی مسائل پر بھی توجہ دی گئی ہے تاریخ انبیاء پر گہری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تاریخ ایک مسلسل تحریک ہے اور اسے کسی بھی طرح سے جلد ختم ہونے والا واقعہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انبیاءؑ اور ان کی اقوام کی تاریخ ایک قانون کی پابند دکھائی دیتی ہے اور اس کے مطالعہ سے اقوام کے عروج و زوال کے علل و اسباب کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان تمام واقعات سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ دین معاشرے سے جدا نہیں ہے اور کسی بھی معاشرے کی سرنوشت کا اس کے دین و آئین سے گہرا رابطہ ہوتا ہے۔ پورے قرآن کریم میں حضرت ہود کا پانچ مرتبہ نام لیا گیا ہے اور اس اکیلی سورت میں بھی ان کا نام پانچ مرتبہ لیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے۔

آیت نمبر ۱۔ ۲

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴿۲﴾

ترجمۃ الآیات

الف لام را (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات کو مستحکم بنایا گیا ہے پھر صاحبِ حکمت باخبر ذات کی طرف سے تفصیل بیان کی گئی ہے۔(۱)

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اللہ کی طرف سے تمہیں خبردار کرنے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔(۲)

نکات:

☆ قرآن حکیم الف با جیسے حروف تہجی سے تشکیل پایا ہے اور یہ حروف تہجی ہر شخص کی دسترس میں ہیں لیکن خدا کی قدرت تکلم کا کمال یہ ہے کہ اس نے انہی سادہ حروف سے ایسی کتاب تیار کی ہے جس کی مثال لانے سے کائنات عاجز ہے جس طرح سے انسان خاک سے برتن اور اینٹیں بناتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسی مُشتِ خاک سے ہزاروں اقسام کے پھول، سبزہ، پھل اور حیوان وانسان کو بناتا ہے چنانچہ جس طرح سے نظام تکوین میں بھی ہمیں خدا کی قدرتِ صناعی دکھائی دیتی ہے اسی طرح سے کتاب تشریع میں بھی ہمیں اس کی قدرت کاملہ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

☆ قرآن ایک محکم اور مفصل کتاب ہے اس میں کہیں بھی تضاد اور سقوط دکھائی نہیں دیتا اور قرآن فصاحت و بلاغت کی بلندی پر دکھائی دیتا ہے اس کے مضامین عالیہ مختلف فصلوں اور سورتوں میں موجود ہیں جو کہ ایک دوسرے سے جدا بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مربوط بھی ہیں۔

☆ قرآن ایک محکم کتاب ہے اوراس میں ایک مخصوص روح پائی جاتی ہے اوراس کی روح کا نام عقیدہ توحید ہے اور قرآن کی تمام داستانیں، مواعظ واحکام اور آیات قرآن اسی روح کی تفصیل ہیں۔

☆ قرآن ایک محکم کتاب ہے جس میں تحریف وتبدیلی کا گزر نہیں ہے اور یہ عظیم کتاب ہرطرح کے شک وشبہہ سے پاک ہے اس کی بنیاد ہوس اور مفروضوں پر نہیں ہے۔اس کے برعکس اس کے تمام مطالب انتہائی محکم اور مضبوط ہیں

پیغام:

۱۔قرآن کریم انتہائی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔(کِتٰبٌ) یہاں لفظ کتاب کونکرہ لایا گیااور پھراس میں تنوین شامل کی گئی جوکہ عظمت کی علامت ہے۔

۲۔قرآن کے الفاظ ومضامین اس کی عظمت کی دلیل ہیں۔(اٰیٰتُہٗ)

۳۔قرآن حکیم کی بنیاد اتنی مضبوط ومستحکم ہے کہ کوئی بھی چیز اسے متزلزل نہیں کرسکتی۔حقیقت یہ ہے کہ جدید علوم جتنی ترقی کریں گے اتنا ہی قرآن کے حقائق واضح ہوتے جائیں گے۔(اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ)

۴۔قانون اور کتاب کوواضح اور مضبوط ہونا چاہیئے۔(اُحْكِمَتْ...ثُمَّ فُصِّلَتْ) (غیرالٰہی قوانین میں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ وہ یا تومحکم نہیں ہوتے یا پھر واضح نہیں ہوتے یا پھر قانون بنانے والے نے حکمت ومصلحت کو مدنظر نہیں رکھا ہوتا)

۵۔قرآن ازاول تا آخر استدلال ہے اوراس میں کسی تزلزل کا دخل نہیں ہے اور دنیاوآخرت کی زندگی کے تمام ابعاد کا جامع ہے۔(اُحْكِمَتْ...ثُمَّ فُصِّلَتْ)

۶۔اللہ حکیم ہے اسی لیئے اس کی کتاب محکم ہے اللہ تعالیٰ خبیر ہے اسی لیئے اس نے تمام ضروریات کی تفصیل بیان کی ہے۔(کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ﴿۱﴾)

۷۔تمام انبیاء کے تبلیغ کا مرکزی نقطہ توحید الٰہی کی دعوت ہے۔(اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ)

۸۔آسمانی کتابوں کی نزول کے دو اہم مقاصد ہیں۔۱۔لوگوں کوعقیدہ توحید کی دعوت دی جائے ۲۔معاشرے کوشرک سے پاک کیا جائے۔(کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ...اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ)

۹۔یکتا پرستی کی دعوت اورتنبیہ وبشارت کلام خدا کے محکم ہونے کا ثبوت ہیں۔(اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ...اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ)

۱۰۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کوانسانوں کی سعادت کے لیئے بھیجا ہے۔(اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ)

۱۱۔انبیاء کی تبلیغ بشارت ونذارت کے دو بنیادی نقاط پر گردش کرتی ہے۔(نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ﴿۲﴾)

۱۲۔قرآن مجید کی کلیات ایک ہی مرتبہ میں پیغمبر اکرمؐ کے قلب مبارک پر نازل ہوئیں۔اس کے بعد ۲۳ سال کے عرصہ میں اس کی تفصیلات نازل کی گئیں۔(اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ)

آیت نمبر ۳

وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ‏ ﴿۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ کہ تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف پلٹ آؤ وہ تمہیں مقررہ مدت تک (تمہاری عمر میں) اچھا حصہ دے کر کامیاب کرے گا اور ہر صاحبِ فضیلت کی فضیلت میں اضافہ کرے گا اور اگر تم نے (خدا کی بندگی سے) منہ پھیر لیا تو مجھے تمہارے متعلق ایک برے دن کا خوف ہے۔ (۳)

نکات:

سابقہ آیت میں مسئلہ توحید کی وضاحت کی گئی اور اس آیت میں لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس سے مغفرت طلب کریں اور اس کے حضور لوٹ آئیں اور توحید کے عقیدہ کو اپنا مدار بنائیں ☆ (مَّتَاعًا حَسَنًا) سے ایسی دلنشین زندگی مراد ہے جس کے ساتھ روحانی سکون میسّر ہو جو شخص ذکر الٰہی سے بے رخی کرے ممکن ہے اسے مادی نعمات میسّر ہوں لیکن اسے روحانی سکون نصیب نہیں ہوگا وہ ہمیشہ تنگ اور تلخ زندگی بسر کرے گا۔

پیغام:

۱۔ انبیائے کرام کا ایک وظیفہ یہ بھی ہے کہ وہ منحرف افراد کو خدا کی طرف پلٹنے کی تبلیغ کریں۔ (اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا)

۲۔ جب تک انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہ کرے اس وقت تک وہ حق کی طرف پرواز نہیں کر سکتا۔ (اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا)

۳۔ صرف گناہ کا مٹ جانا ہی کافی نہیں ہے اس کے ساتھ (سیر الی اللہ) بھی ضروری ہے۔ (اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ

ثُمَّ تُوْبُوْٓا)

۴۔توبہ واجب ہے۔(تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ)

۵۔توبہ کے ذریعہ سے خدا کی مادی نعمات بھی انسان کو دوبارہ حاصل ہوتی ہیں۔(تُوْبُوْٓا ۔۔۔۔يُمَتِّعْكُمْ)

٦۔کفار و مجرمین کے پاس جو مالی وسائل ہیں وہ ان سے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں لہذا وہ وسائل نہ تو بابرکت ہیں اور نہ ہی بہتر ہیں۔(مَّتَاعًا حَسَنًا)

۷۔اسلام اپنے پیروکاروں کے لیئے بہتر زندگی کا خواہاں ہے۔(مَّتَاعًا حَسَنًا)

۸۔ایمان اور توبہ زندگی کے آخری لحات تک انسان کی بہتری کی ضمانت دیتے ہیں۔(يُمَتِّعْكُمْ ۔۔۔۔اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۹۔توبہ سے ایسی کامیابی نصیب ہوتی ہے جو بلحاظ کمیّت و کیفیت بہتر ہوتی ہے۔(مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۱۰۔توبہ مرگ ناگہانی سے محفوظ رکھتی ہے۔(اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۱۱۔موت کی تاریخ اور وقت انسان سے مخفی ہے۔(اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۱۲۔قیامت کے دن لوگوں کے درجات مختلف ہوں گے جس نے دنیا میں زیادہ فضائل حاصل کیئے ہوں گے آخرت میں اسے کئی گنا زیادہ فضائل نصیب ہوں گے۔(يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ)

۱۳۔انبیاء لوگوں کے خیر خواہ تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں (اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ) کا جملہ متعدد بار دکھائی دیتا ہے۔

۱۴۔ترک توبہ گناہ کبیرہ ہے۔(وَاِنْ تَوَلَّوْا ۔۔۔۔عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳)

آیت نمبر ۴۔۵

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

ترجمۃ الآیات

تم سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(۴)

آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے آپ کو پیغمبر سے مخفی رکھنے کے لیئے اپنے سر و سینہ کو قریب کر لیتے ہیں اور اپنے کپڑوں کو اپنے سروں پر پھیلا لیتے ہیں (تاکہ ان کی پہچان نہ ہو اور وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ) جب کہ اللہ ان کی تمام علانیہ اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے وہ یقیناً سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔()

نکات:

☆ «یَثْنُوْنَ» کے معنی دو چیزوں کو خم کر کے ایک دوسرے کے قریب لانے کے ہیں (اثنان) بھی اسی سے مشتق ہے جس کا معنی ہے (یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ) علاوہ ازیں کے لفظ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دلوں میں بغض رکھتے ہیں اس طرح سے () کا مفہوم یہ بنے گا کہ یہ لوگ انبیاء کو خاموش کرنے کی غرض سے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقاتیں کرتے تھے اور انبیاء کو ناکام بنانے کے طور طریقوں پر غور و خوض کرتے تھے۔

☆ سورہ نوحؑ کی ساتویں آیت میں قوم نوح کے طرز عمل کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا (جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ) انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنا لباس سر پر رکھ لیا تاکہ انبیاء کی پکار ان کے کانوں تک ہی نہ آئے۔

☆ منکرینِ معاد دو اہم اشکال پیش کرتے تھے۔ ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ وہ کون سی قوت ہے جو مُردوں کو زندہ کر سکتی ہے؟ ان کے اس اعتراض کا جواب چوتھی آیت میں ان الفاظ سے دیا گیا ہے (وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴) یعنی خدا ہر چیز پر قادر ہے منکرینِ معاد کا دوسرا اہم اعتراض یہ تھا کہ مرنے والوں کے متفرق اجزا کو کیسے جمع کیا جائے گا؟ اس سوال کا جواب سورہ ہود کی پانچویں آیت میں ان الفاظ سے دیا گیا ہے (يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵) میں دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بخوبی جانتا ہوں۔

پیغام:

۱۔ ہماری بازگشت خدا کی طرف ہے نہ کہ اوروں کی طرف۔ (اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ)

۲۔ سابقہ آیات میں توحید و نبوت کا اثبات کیا گیا جب کہ اس آیت میں قیامت کا اثبات کیا گیا۔ (اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ)

۳۔اگر کوئی اپنے مذموم مقاصد کے لیئے اپنے آپ کو پیغمبر سے مخفی بھی کرلے تو بھی اسے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ پیغمبر کی نظر سے مخفی ہونا آسان ہے جب کہ خدا کی نظر سے مخفی ہونا ناممکن ہے ۔(يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ...اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ⑤)

آیت نمبر ۶

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ⑥

ترجمۃ الآیات

زمین پر کوئی بھی متحرک جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اللہ ہر جاندار کی مستقل قرار گاہ کو جانتا ہے اور اس کی عارضی رہائش گاہ کو بھی جانتا ہے یہ سب کچھ واضح کتاب میں ہے۔(۶)

نکات:

☆لفظ (دَآبَّةٍ) (دَبِیْب) سے ماخوذ ہے جس کا معنی آہستہ چلنا اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھنا ہے عمومی مفہوم کے تحت ہر چلنے والے کو لفظ (دَآبَّةٍ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

☆(رِزْق) مسلسل بخشش کو کہا جاتا ہے خواہ وہ مادی ہو یا معنوی ہو۔ اسی لیئے ہم دعا میں اس طرح کے جملے ادا کرتے ہیں (اللھم ارزقنی...قلبا خاشعا...لسانا ذاکرا...وعلما نافعا) (بحار جلد ۹۵/۲۵۷) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رزق ملتا ہے وہ ہر لحاظ سے موجودات سے مطابقت رکھتا ہے۔ مثلاً ایک ماں کے شکم میں جس قدر غذا کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے فراہم کرتا ہے اور جب بچہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو پھر وہی مادہ دودھ میں تبدیل ہو جاتا ہے یہ خدا کی شان رزاقیت ہے کہ وہ شکم مادر میں بھی غذا پہنچاتا ہے ورنہ انسان کے پاس یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بچے کو شکم مادر میں غذا پہنچائے اور بچہ خود بھی رحم مادر میں غذا حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان رزاقیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے (وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا) (عنکبوت/۶۰) کتنے ہی جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھا کر نہیں چلتے۔ اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے۔

☆(مُسْتَقَرّ) مستقل ٹھکانے کو کہا جاتا ہے اور(مُسْتَوْدَع) عارضی ٹھکانے کو کہا جاتا ہے لفظ (مُسْتَوْدَع) کے لفظی معنی ہیں امانت رکھنے کی جگہ

☆امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اپنی ایک وصیت میں فرمایا رزق کی دو قسمیں ہیں اس کی ایک قسم وہ ہے جو تلاش اور محنت سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرا رزق وہ ہے جو خود تجھے تلاش کرتا ہے (بحار الانوار جلد ۵ ر ۷ ۱۴) (مثلاً نور، باران اور ہوا، اور استعداد، حافظہ اور صلاحیت جیسی چیزیں تلاش کے بغیر نصیب ہوتی ہیں) اس آیت مجیدہ کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہم کام کاج چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلیں۔اس کے برعکس آیت مجیدہ کا مقصد یہ ہے کہ ہم پوری تندہی سے رزق تلاش کریں اور پھر ہمیں جو رزق ملے اسے خدا کا عطیہ قرار دیں۔یہی وجہ ہے کہ ہادیانِ دین ہمیشہ کام کاج کیا کرتے تھے۔

☆رزاقیت کے لیئے دو چیزوں کی ضرورت ہے رزق حاصل کرنے والے کے مکان کا علم ہونا چاہیئے اور اس کی ضروریات کا علم ہونا چاہیئے۔رزاقیت کے لیئے ایسے دقیق سسٹم کی ضرورت ہے کہ ہر موجود تک اس کا رزق پہنچ سکے۔رزاق ذات کے لیئے ضروری ہے کہ اسے تمام انسانوں کا علم ہو اور تمام بری، بحری اور فضائی جانداروں کا علم ہو اور سب کے لیئے مناسب رزق کا پتہ ہو تب کہیں رزاقیت کے تقاضوں کی تکمیل ہوگی۔(وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا)

☆تمام اشیا (كِتٰبٍ مُّبِيْن) میں موجود ہیں (كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝) اور جس کے پاس مکمل کتاب کا علم ہوگا تو اس کے پاس تمام اشیاء کا علم ہوگا۔سورہ رعد کی آخری آیت میں یہ کہا گیا ہے (قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ) (رعد۔۴۳) آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔سنی شیعہ روایات میں بیان کیا ہے کہ (وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ) (رعد۔۴۳) کے مصداق علی علیہ السلام ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ کی دو سنتیں ہیں پہلی سنت رزق رسانی ہے اور دوسری سنت اسباب ووسائل کے ذریعہ سے معاملات کا اجرا ہے لہٰذا رزق کی جستجو رزق رسانی کی سنت کے خلاف نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔رزق ہر جاندار کا فطری حق ہے اور اس حق کو خدا نے اپنے اوپر واجب کیا ہے۔(وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا)

۲۔ہمارا رزق خدا کے ہاتھ میں ہے لہٰذا ہمیں رزق کے لیئے کسی کے سامنے گردن نہیں جھکانی چاہیئے۔(وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا)

۳۔رزق روزی کے لیئے ہمیں نہ تو حریص ہونا چاہیئے اور نہ ہی کسی سے خوف زدہ ہونا چاہیئے ۔(وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا)

۴۔اللہ تعالیٰ نے رزق کے منابع ہمارے اختیار میں دیئے ہیں اور ہمیں ان منابع سے استفادہ کرنے کے لیئے عقل کی دولت عطا کی ہے (اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا)

۵۔ہم جہاں بھی چلے جائیں خدا کی نظر میں ہیں ہم خواہ سفر میں ہوں یا گھر میں خدا کو اس کی پوری خبر ہے ۔(يَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا)

۶۔اس جہان کے تمام معاملات اور جملہ اطلاعات ایک مرکز میں ثبت کیئے جا چکے ہیں ۔(كُلٌّ فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝۶)

آیت نمبر ۷

وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَـئِنۡ قُلۡتَ اِنَّكُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡمَوۡتِ لَيَـقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۷

ترجمۃ الآیات

اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام (چھ ادوار) میں پیدا کیا اور اس کا عرش (حکومت) پانی پر قائم تھا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے بہترین عمل کرنے والا کون ہے اگر آپ کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ مبعوث کیئے جاؤ گے تو اس کے جواب میں کافر ضرور یہ کہیں گے کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے ۔(۷)

نکات:

☆ ”چھ ایام“ سے چھ مراحل اور چھ ادوار مراد ہیں کیونکہ ابتداء تخلیق کے وقت سورج موجود نہ تھا اس کی بنا پر ہم دن رات کا حساب کریں۔

☆لفظ ''عرش'' کا اطلاق چھت، چھتے ہوئے مکان اور بادشاہوں کے بلند و بالا تخت پر کیا جاتا ہے بعض اوقات اس سے قوت وقدرت کا کنایہ مقصود ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ وہ شخص تخت نشین ہوا اس کا مطلب ہوتا ہے کہ فلاں شخص برسر اقتدار آیا۔ اسی طرح سے ایک محاورہ یہ ہے کہ فلاں شخص کو تخت سے معزول کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اقتدار چھین لیا گیا۔

سوال۔ اس آیت مجیدہ میں انسانی تخلیق کا ہدف اس کی آزمائش کو قرار دیا گیا ہے جب کہ کچھ آیات میں تخلیق کا ہدف کچھ اور قرار دیا گیا ہے تو کیا اس سے آیات میں منافات نہیں ہے مختلف مراحل میں اہداف بھی بدلتے رہتے ہیں مثلاً زمین کی سطح کاشت کاری کے لیئے ہے اور کاشت کاری کا ہدف گندم کا اُگانا ہے اور گندم کا ہدف روٹی تیار کرنا ہے اور روٹی بنانے کا مقصد انسان کو کھانا فراہم کرنا ہے اسی طرح سے انسان کی تخلیق کے اہداف بھی مختلف ہیں مرحلہ وار انسانی تخلیق کے حسب ذیل اہداف بیان کیئے گئے ہیں۔

الف۔ تخلیق کا ہدف آزمائش ہے۔

ب۔ آزمائش کا مقصد نیک و بد کو جدا کرنا ہے۔ (لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ) (انفال/ ۳۷) تاکہ خدا ناپاک کو پاک سے جدا کرے۔

ج۔ نیک و بد کی تمیز کا ہدف یہ ہے کہ ہر کسی کو اس کی مناسبت کے مطابق جزا سزا مل سکے (وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ) (جاثیہ/ ۲۲) تاکہ ہر جاندار کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے۔

د۔ عمل کی مطابقت سے جزا سزا دینے کا ہدف یہ ہے کہ اس سے الٰہی وعدہ کی تکمیل ہو سکے (وَعْدًا عَلَيْنَا) (انبیاء/ ۱۰۴)

☆حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی آزمائش علم حاصل کرنے کے لیئے نہیں ہے آزمائش اس لیئے ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کا مناسب بدلہ دیا جائے (نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۴)

☆روایات میں (اَحْسَنُ عَمَلًا ط) کی تفسیر (احسن عقلا و اورع عن محارم الله و اسرع فی طاعة الله) (عقل کے لحاظ سے زیادہ بہتر) اور (تفسیر مجمع البیان)

(الٰہی محرمات سے زیادہ بچنے والا) اور () اطاعت الٰہی میں جلدی کرنے والا) اور بعض روایات میں (ازهد فی الدنیا) (دنیا سے زیادہ بے رغبتی کرنے والا) سے کی گئی ہے (بحار جلد ۴۷/ ۹۳)

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حسن عمل، علم و اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے نہ کہ عمل کی زیادتی کے ساتھ۔ (تفسیر کنز الدقائق) اگر ہم الفاظ بدل دیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا عمل کی کیفیت کو دیکھنا چاہتا ہے نہ کہ عمل کی کمیّت کو۔ یعنی وہ عمل کے معیار کو دیکھنے کا خواہش مند ہے نہ کہ مقدار کو (بحار ج ۴ ص ۹۳)

پیغام:

۱۔ کائنات انسان کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۔۔۔ لِيَبۡلُوَكُمۡ)

۲۔ قدرت الٰہی کسی بھی چیز کو ایک لحظہ میں بنا سکتی ہے جبکہ حکمت الٰہی تدریج کی متقاضی ہے۔(خَلَقَ ۔۔۔ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ)

۳۔ آسمان و زمین پانی سے بنے ہیں یا پگھلائے گئے مواد سے بنے ہیں۔(وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ)

۴۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے پانی موجود تھا۔(وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ)

۵۔ تمام موجودات کی تخلیق کا مقصد انسان کی معنوی اور اختیاری رُشد ہے۔(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۔۔۔ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا)

۶۔ خدا کے ہاں معیار کی اہمیت ہے نہ کہ مقدار کی۔(اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا)

۷۔ زمین و آسمان بہتر مقصد کے لیئے بنے ہیں یہ کامیابی، لذت طلبی اور غافل رہنے کے لیئے نہیں بنائے گئے۔

۸۔ منکرین معاد کے پاس کوئی علمی دلیل و برہان نہیں ہے یہ لوگ صرف تہمت بازی کرنا جانتے ہیں۔(اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۞)

آیت نمبر ۸

وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ لَّيَقُوۡلُنَّ مَا يَحۡبِسُهٗ‌ ؕ اَلَا يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمۡ لَيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۞

ترجمۃ الآیات

اور اگر ہم محدود مدت کے لیے عذاب میں تاخیر کریں تو وہ (مسخرہ بازی کرتے ہوئے) کہتے ہیں کسی چیز نے اسے روک دیا ہے؟ انہیں جان لینا چاہیئے کہ جس دن ہمارا عذاب ان پر نازل ہوگا تو وہ ان سے نہیں ٹلے گا اور جس کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں وہ انہیں اپنے گھیرے میں لے لے گا۔(۸)

نکات:

☆ لفظ (أُمَّةٍ) کا اطلاق دو مفاہیم پر کیا جاتا ہے۔

۱۔ ایسے گروہ کو امت کہا جاتا ہے جن کا ہدف مشترک ہو۔ (مثلاً امت موسیٰ، امت عیسیٰ وغیرہ)

۲۔ لفظ ''امت'' زمانہ کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے اس آیت مجیدہ (إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ) کے جو الفاظ آئے ہیں یہ زمانہ کے معانی میں ہیں اسی طرح سے سورۃ یوسف میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے (وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ) (یوسف ر ۴۵) یعنی زندان سے آزادی پانے والے قیدی کو ایک عرصہ کے بعد یوسف یاد آیا۔

☆ کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ (أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ) سے حضرت قائم آل محمدؐ کے قیام کا زمانہ مراد ہے یعنی اللہ نے امام علیہ السلام کی آمد تک عذاب کو اس امت سے مؤخر کر رکھا ہے۔ (تفسیر کنز الدقائق)

☆ اللہ تعالیٰ اگر کبھی عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو اس میں بھی چند مصالح کارفرما ہوتے ہیں۔

۱۔ تاخیر عذاب سے گناہ گاروں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

۲۔ منحرف والدین کے صلب سے ابھی مومن اولاد نے پیدا ہونا ہے۔

۳۔ نیک لوگوں کی دعائیں عذاب الٰہی کے نزول میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

پیغام:

۱۔ خدا کے کاموں میں زمان اور وقت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ (أَخَّرْنَا ... إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ)

۲۔ قہر خداوندی میں تاخیر بھی ہوسکتی ہے۔ (أَخَّرْنَا ...)

۳۔ عذاب الٰہی کی تاخیر تھوڑے عرصہ کے لیئے ہوتی ہے۔ (إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ)

۴۔ عذاب میں تاخیر خدا کے کرم کی دلیل ہے نہ کہ اس کی کمزوری کی دلیل ہے لہٰذا اس کا مذاق اڑانا نامناسب ہے۔ (وَلَئِنْ أَخَّرْنَا ... لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ)

۵۔ مذاق اڑانے والوں سے قہر الٰہی ٹلا نہیں کرتا۔ (لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ)

۶۔ خدا کی طرف سے اگر مہلت مل جائے تو ہمیں اس پر اترانا نہیں چاہیئے کیونکہ خدا کی گرفت میں دیر ہوسکتی ہے لیکن اسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ (يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ)

۷۔ کفار کا پرانا وطیرہ ہے کہ وہ دینی عقائد کا تمسخر اڑایا کرتے ہیں۔ (وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨﴾)

آیت نمبر ۹

وَلَىِٕنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا مِنۡهُ‌ ۚ اِنَّهٗ لَيَـــُٔوۡسٌ كَفُوۡرٌ‏ ﴿۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اس سے نعمت کو چھین لیں تو (اس وقت وہ) بڑا بے آس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔(۹)

نکات:

☆ ہر نعمت محبت الٰہی کی دلیل نہیں ہوتی اور نہ ہی نعمت کا چھن جانا غضب الٰہی کی دلیل ہے بعض اوقات یہ خدائی آزمائش ہوتی ہے

☆ انسان خدائی مصلحت وحکمت سے نابلد ہوتا ہے اسی لیئے وہ جلد بازی میں غلط فیصلے کرتا ہے اور مایوس ہو کر کفر بکنے لگتا ہے۔

پیغام::

۱۔ انسانی کامیابی صرف اتنی ہی دیر ہوتی ہے جتنی دیر انسان کسی چیز کو چکھتا ہے (اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ)

۲۔ خدائی نعمات خدا کے فضل ورحمت کی مظہر ہوتی ہیں ہمارا استحقاق نہیں ہوتا (اَذَقۡنَا ... رَحۡمَةً)

۳۔ نعمت عطا کرنا اور نعمت واپس کر لینے کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے (اَذَقۡنَا .. ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا)

۴۔ انسان سے کسی نعمت کا چھن جانا بڑا گراں محسوس ہوتا ہے اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے اسے لفظ (نَزَعۡنٰهَا) سے تعبیر کیا ہے کیونکہ نزع کا معنی طاقت کے بل پر کسی سے کچھ چھین لینا ہوتا ہے۔

۵۔ انسان انتہائی کم ظرف ہے جب اس سے کوئی ایک نعمت چھن جائے تو وہ اللہ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے (ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا .. اِنَّهٗ لَيَـــُٔوۡسٌ كَفُوۡرٌ‏ ﴿۹﴾)

۶۔ رحمت الٰہی سے مایوسی کفر اور ناشکرگزاری کا پیش خیمہ ہے۔(نَزَعۡنٰهَا ... اِنَّهٗ لَيَـــُٔوۡسٌ كَفُوۡرٌ‏ ﴿۹﴾) اسی نقطہ

کوسورہ یوسف میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے (اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ)
(یوسف ۸۷/) کافروں کے علاوہ اللہ کی رحمت سے اور کوئی مایوس نہیں ہوتا۔

۷۔ اگرانسان کی کامیابیوں کا دورانیہ زیادہ ہوجائے تو اس مغرور نہیں ہوجانا چاہیے۔(اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ) (''ثم'' طویل المدت ہونے کی علامت ہے)

۸۔ خداوند متعال پر ہمارا ایمان کامیابیوں اور دنیاوی لذتوں سے مشروط نہیں ہونا چاہیے۔(نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ﴿۹﴾)

آیت نمبر ۱۰

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم انسان کو نعمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں (تو وہ مغرور ہوجاتا ہے) کہنے لگتا ہے کہ (اب) میری تکالیف دُور ہوگئی ہیں (اب مجھے اور کوئی تکلیف نہ پہنچے گی) یقیناً وہ خوش خوش ہوتا ہے اور فخر کرنے لگ جاتا ہے۔(۱۰)

نکات:

☆ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے اور روایات کے بقول (والدهر يومان يوم لك و يوم عليك فان كان لك فلا تبطر وان كان عليك فاصبر فكلاهما ستختبر) (بحار جلد ۷۳/ ۸۱) زمانہ دو دن ہے ایک دن تیرے حق میں ہے اور ایک دن تیرے خلاف ہے جو دن تیرے حق میں ہے اس میں مغرور نہ ہونا اور جو دن تیرے خلاف ہو اس میں صبر کرنا۔ تیری دونوں طرح سے آزمائش کی جائے گی

☆ تکالیف ومشکلات کے بعد انسان کو نعمت ملے تو انسان کو اس پر خدا کا ذکر اور شکر کرنا چاہیئے اور اس کی بجائے نعمت پا کر مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔

☆ خوشی کی حالت میں دو چیزیں خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی چیز غلط تجزیہ وتحلیل ہے۔ (ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ

عَنِّيْ) دوسری چیز نعمت پا کر دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ (لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾)

پیغام:

۱۔ انسان انتہائی کم ظرف ہے وہ چھوٹی سی نعمت پا کر جھومنے لگتا ہے۔ (اَذَقْنَا ... لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾)

۲۔ قرآنی آیات میں الفاظ کی مخصوص غنائیت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جیسا کہ اس آیت میں (نَعْمَآءَ)(ضَرَّآءَ) کے ہم آہنگ ہے اور (لَيَئُوْسٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾) اور (لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ) کا ایک ہی ردیف وقافیہ ہے

۳۔ خوشی ہو یا غمی دونوں کے لمحات انتہائی مختصر ہوتے ہیں۔ (اَذَقْنَا ... مَسَّتْهُ)

۴۔ یہ تصور بالکل باطل ہے کہ اب پھر کبھی دُکھ نہیں آئیں گے۔ (ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ)

۵۔ مادی کامیابی خدا کے محبوب ہونے کا معیار نہیں ہے اور مادی کامیابی کے حصول پر یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ اب میری زندگی میں کبھی پریشانی نہیں آئے گی۔ (ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ)

۶۔ غلط تجزیہ وتحلیل غلط اعمال کا سبب بنتی ہے جب کوئی شخص یہ تجزیہ کرتا ہے کہ اب مجھے دُکھوں سے پالا نہیں پڑے گا (ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ) تو اس وقت وہ ناجائز طور پر فخر کرنے لگ جاتا ہے۔ (لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ)

۷۔ کچھ انسان ایسے بھی ہیں جن کی شخصیت بیرونی حوادث سے وابستہ ہوتی ہے اور وہ اندرونی کمالات سے عاری ہوتے ہیں اسی لیئے جب ان پر تکالیف آتی ہیں تو مایوس ہو کر کفر بکنے لگتے ہیں (لَيَئُوْسٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾) اور جب دُکھ ٹل جائیں تو پھر ناجائز اترانے لگ جاتے ہیں۔ (لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾)

آیت نمبر ۱۱

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمة الآيات

مگر وہ لوگ جنہوں (ایمان حقیقی کے زیر سایہ) نے صبر کیا اور نیک اعمال بجالائے (یعنی نعمت کے زوال پر مایوس نہ ہوئے اور نعمت کے حصول پر فخر نہ کیا) تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ان کے لیئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے۔ (۱۱)

نکات:

☆ قرآن کریم کی یہ روش ہے کہ وہ جب بھی (اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) کی بات کرتا ہے تو اس سے پہلے (صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) کہتا ہے اور اس طرح سے قرآن یہ تاثر دیتا ہے کہ تمام نیک اعمال ایمان کے سائے میں انجام دیئے جاتے ہیں۔ البتہ یہ آیت قرآن کریم کی واحد آیت ہے جہاں (عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) سے (اٰمَنُوْا) کی بجائے (صَبَرُوْا) کا لفظ کہا گیا ہے۔ اور صابرین سے مراد وہی حقیقی مؤمن ہیں۔ شاید یہاں الفاظ کو اس لیئے تبدیل کیا گیا ہے کہ بحث کم ظرف افراد پر ہو رہی تھی اسی لیئے یہاں (اٰمَنُوْا) کچھ زیادہ مناسب نہیں تھا۔ بے صبر اور جزع فزع کرنے والے افراد اور اہل ایمان کے تقابلی جائزے کے لیئے یہاں (صَبَرُوْا) کا لفظ زیادہ موزوں تھا۔

☆ صبر صرف تلخ حوادث پر ہی نہیں کیا جاتا۔ خوشی اور مسرت کے لمحات میں بھی صبر ضروری ہے کیونکہ اگر ان مواقع پر انسان صبر کے دامن کو چھوڑ دے تو انسان سرکش بن جاتا ہے اس کی واضح مثال بنی اسرائیل ہیں جب انہیں فرعون کے ظلم و ستم سے نجات ملی اور انہیں ہر طرح کی خوشیاں ملیں اور انہیں بادشاہت عطا ہوئی (جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا) (مائدہ/ ۲۰) تو انہوں نے سرکشی شروع کر دی تھی۔ اور ایک موقع پر تو ان کی سرکشی اتنا بڑھی کہ حضرت ہارون کے فرمان کو کوئی اہمیت نہ دی اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے (اعراف/ ۱۵۰) قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔

پیغام:

۱۔ زندگی کے تلخ و شیریں حوادث کے وقت صبر، عمل صالح کا بہترین مصداق ہے۔ (صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ)

۲۔ مومن حوادث میں مایوس نہیں ہوتا اور سکھ کی گھڑیوں میں ناحق فخر نہیں کرتا۔ مومن ہر مقام پر پُر وقار رویہ اختیار کرتا ہے۔ (صَبَرُوْا)

۳۔ عمل صالح سے صبر کو پائیداری حاصل ہوتی ہے۔ (صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ)

۴۔ صبر اور پائیداری گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ (الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۔۔۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ)

۵۔ اگر ہمیں صبر کے میٹھے پھل کا علم ہو جائے تو صبر ہمارے تلخ گھونٹ کی بجائے شربتِ شیریں ثابت ہو سکتا ہے۔ (الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۔۔۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾)

۶۔ خطرے کا دور کرنا منفعت کے حصول پر مقدم ہے اسی لیئے پہلے (مَّغْفِرَةٌ) فرمایا بعد ازاں (اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾) کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

آیت نمبر ۱۲

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ‌ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِيۡرٌ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌؕ‏ ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

شاید (لوگوں کی طرف سے تبلیغ قبول نہ کرنے کی وجہ سے) آپ اس وحی کا کچھ حصہ چھوڑنے والے ہیں جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے اور ان کا یہ طعنہ سن کر آپ کا سینہ تنگ ہو رہا ہے کہ اس پر خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ (خبردار ایسا نہ کرنا) آپ تو صرف تنبیہ کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا ناظر اور نگہبان ہے۔ (۱۲)

نکات:

☆ کفار مکہ آنحضرتؐ کو تنگ کرنے کی غرض سے نت نئے معجزات طلب کرتے تھے چنانچہ کبھی وہ کہتے کہ اگر آپ نبی ہیں تو پھر مکہ کے پہاڑوں کو معجزہ سے سونے میں بدل دیں یا آپ کی تائید کے لیئے ایک فرشتہ آپ کے ساتھ کیوں نہیں اتارا گیا؟ ان کے یہ طرفہ مطالبات صرف ضد بازی کے لیئے ہوتے تھے اگر بالغرض آنحضرت ان کے مطالبات کو خدا کی طرف سے پورا بھی کر دیتے تو بھی وہ آپ پر ایمان نہ لاتے۔ یہ لوگ پیغمبر اسلام کی زبان سے حضرت علی کی فضلیت سننے کے روادار نہیں تھے اور جب آنحضرت حضرت علی کی فضلیت بیان کرتے تو اسے قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے چنانچہ انکے منفی رویوں کی وجہ سے آنحضرت تنگدل ہوتے تھے اور اس تنگدلی کی وجہ سے آیات کی تبلیغ میں تاخیر واقع ہوجاتی تھی واضح رہے کہ یہ چیز عصمتِ رسول کے منافی نہیں ہے کیونکہ کچھ آیات کا فوراً پہنچانا ضروری نہ ہوتا تھا آنحضرت تبلیغ رسالت کی مصلحت کے تحت (نہ کہ ذاتی مصلحت کے تحت) تبلیغ آیات میں تاخیر کرتے تھے اور جب یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو آپ تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اُسی وقت تبلیغِ آیات کرتے تھے۔

☆ اس آیت مجیدہ کے متعلق ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آنحضرت نے صرف ضدی افراد کے سامنے تبلیغ وحی

کرنا مناسب نہ سمجھا ہو کیونکہ آپ انکی ہدایت سے مایوس تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یہ رہنمائی فرمائی کہ آپ اپنا فریضہ سرانجام دیں خواہ وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں۔

☆اس آیت مجیدہ کا احتمالی طور پر یہ مفہوم بھی ممکن ہے کہ کفار و مشرکین آپ کی تبلیغ سے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں ہوئے اور ان کی حالت دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گویا آپ نے ان کے سامنے تلاوتِ آیات کی ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ تاخیر کے اندیشہ اور ترک تبلیغ کی وجہ سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے۔

پیغام:

۱۔کلام الٰہی کے مبلّغ کو دوٹوک رویہ اپنانا چاہیئے وہ لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات کی پروہ کیئے بغیر پیغام: الٰہی کو لوگوں تک پہنچائے۔(فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ۔۔۔اَنْ يَّقُوْلُوْا۔۔۔)

۲۔جب کسی کی رہنمائی مقصود ہو تو اسے ''تو ایسا ہے'' کی بجائے ''شاید آپ ایسے ہیں'' کہہ کر مخاطب کیا جائے بالفاظ دیگر (اِنَّكَ) کی بجائے (فَلَعَلَّكَ) کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

۳۔کفار ومشرکین آنحضرت کو جہاں جسمانی اذیتیں دیا کرتے تھے وہاں آپ کو زبان کے گھاؤ بھی لگایا کرتے تھے۔(ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا)

۴۔لوگوں کی عقل ان کے مشاہدے تک محدود ہوتی ہے وہ نبوت ورسالت کو بھی دولت کی چھاؤں میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔(لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ)

۵۔ہم اپنے فریضہ کی ادائیگی کے ذمہ دار ہیں ہم نتیجہ کے ضامن نہیں ہیں۔لہٰذا ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے اور باقی معاملات خدا کے سپرد کر دینے چاہئیں۔(اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾)

۶۔مبلّغ کی ذمہ داری لوگوں کو خبردار کرنا ہے ان سے جبراً ایمان کا اقرار کرانا اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔(اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ)

۷۔لوگوں کے معجزہ کے مطالبہ کو پورا کرنا نہ کرنا خدا کی مرضی پر موقوف ہے۔(اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ)

آیت نمبر ۱۳

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

یا پھر مخالفین یہ کہتے ہیں کہ قرآن خود اس کا ساختہ پرداختہ ہے آپ کہہ دیں کہ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو خدا کے علاوہ جتنے بھی تمہارے مددگار رہیں ان سب کو بلاؤ اور اس جیسی دس ساختہ پرداختہ سورتیں بنا کر لاؤ۔ (۱۳)

نکات:

☆ قرآن کا اعجاز صرف فصاحت و بلاغت تک ہی محدود نہیں ہے قرآن معارف، مواعظ، براہین، غیب کی خبروں اور قوانین کے لیئے بھی معجزہ ہے کیونکہ (وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ) تم جنہیں بھی بلا سکتے ہو بلا لو) کا جملہ تمام انسانوں کے لیئے ہے عرب قرآن کی فصاحت و بلاغت کو محسوس کر سکتے تھے اور یہی چیلنج سورہ بنی اسرائیل میں بھی موجود ہے (قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا﴿۸۸﴾) (بنی اسرائیل ر۸۸) آپ کہہ دیں کہ اگر تمام انسان اور جنات جمع ہو کر بھی قرآن کی مثال لانا چاہیں تو وہ نہیں لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر قرآن کا اعجاز صرف فصاحت و بلاغت تک محدود ہوتا تو غیر عرب افراد کو قرآن کے مقابلہ کا چیلنج نہ دیا گیا ہوتا۔

☆ اعجاز قرآن کی جہات بہت زیادہ ہیں قرآن کی تلاوت میں جو حلاوت و شیرینی پائی جاتی ہے وہ کسی اور کتاب میں نہیں ہے قرآن کریم تیئس برس تک نازل ہوتا رہا مگر جو بات پہلے دن کہی گئی تھی وہی تیئس برس بعد کہی گئی اس میں کسی طرح کا تضاد نہیں پایا جاتا۔ قرآن نے ان علوم کی پیشین گوئی کی جن کا اس وقت وجود تک نہیں تھا اسی طرح سے قرآن نے آنے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کی ہیں۔ قرآن نے دنیا سے نابود ہو جانے والی بہت سی اقوام کی خبریں دی ہیں اور علاوہ ازیں قرآن نے فرد و معاشرہ کی صلاح و فلاح کے لیئے جامع قوانین عطا کیئے۔ قرآن کا آج تک غیر محرف رہنا بھی اس کا ایک معجزہ ہے۔ اسی طرح سے صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن کا تر و تازہ رہنا بھی ایک معجزہ ہے۔

☆ قرآن نے منکرین کو چیلنج دیا کہ وہ اس جیسی کتاب بنا لائیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ قرآن نے اپنے چیلنج میں تخفیف بھی کی ہے اس کے باوجود کسی سے بھی قرآن جیسی کتاب نہ بن سکی یہ چیلنج ابتدا میں اس طرح سے تھا کہ قرآن جیسا قرآن بنا لائیں پورا قرآن کسی سے نہ بن سکا تو اس کے بعد قرآن نے اپنے چیلنج میں تخفیف پیدا کی اور فرمایا کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا کر لاؤ مگر تاریخ گواہ ہے کہ آج تک دس سورتیں بھی کسی سے نہ بن سکیں پھر قرآن کریم نے اپنے چیلنج میں مزید تخفیف کی اور فرمایا کہ تم اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ مگر قرآن کا یہ چیلنج آج تک لاجواب ہے کسی سے اس جیسی

ایک سورت نہ بن سکی قرآن نے صرف چیلنج ہی نہیں دیا۔لوگوں کی غیرتوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کرانہیں میدان میں لانے کی بھر پور کوشش کی چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ تمام جن وانس مل کربھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ایک اورمقام پرفرمایا کہ روئے زمین کے تمام مغز جمع کرلو پھربھی تم قرآن جیسی کتاب نہیں بنا سکو گے۔تاریخ بیان کرتی ہے کہ لوگوں نے اسلام اورملتِ اسلام کے خلاف ہردَور میں سازشیں کیں اور مسلمانوں سے جنگیں کیں لیکن آج تک قرآن کی ایک سورۃ نہیں بنا سکے۔کیا معجزہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوتا ہے؟

پیغام:

ا۔کفار کے پاس کوئی دلیل وبرہان موجود نہیں تھی اسی لیئے انہوں نے رسول خدا پر یہ تہمت تراشی کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے یہ حضرت محمد کا ساختہ پرداختہ ہے۔(یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ)

۲۔قرآن تاریخ کا جاودانی معجزہ ہے۔(وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ)

آیت نمبر ۱۴

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

پس اگر وہ لوگ آپ کی اس پیش کش کو قبول نہ کریں تو پھر تمہیں جان لینا چاہیئے کہ جو کچھ نازل ہوا ہے وہ علم خدا کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے اوراس کے علاوہ اورکوئی معبودنہیں ہے کیا تم (اس صورت میں) سرتسلیم خم کرلوگے؟ (۱۴)

نکات:

☆ کفارومشرکین آنحضرتؐ پرقرآن کے متعلق دوطرح کے الزامات عائد کرتے تھے۔

ا۔قرآن کسی اورشخص کا کلام ہےاور محمد مصطفیؐ نے اس سے یہ کلام یادکرلیا ہے(فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ) (فرقان/۵)

۲۔قرآن خودحضرت محمدؐ کا ساختہ پرداختہ ہے اوراس عمل میں دوسروں نے ان کی مددکی ہے(اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ

اُخْرُوْنَ) (فرقان/ ۴) سورہ ہود کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار ومشرکین کے دونوں الزامات کی تردید کی ہے اور یہ کہا ہے قرآن کا سرچشمہ علم الٰہی ہے۔

پیغام:

۱۔قرآن کا سرچشمہ خدا کا لامحدود علم ہے۔(اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ)

۲۔قرآن کسی کے وہم وگمان اور مفروضوں اور تخیلات کا ثمرہ نہیں ہے اس کی بنیاد علم الٰہی پر ہے۔

۳۔قرآن کسی زمان،مکان،نسل اور قوم تک محدود نہیں ہے جس طرح سے اللہ تمام زمان ومکان ونسل وقوم کا خدا ہے اسی طرح سے قرآن علم الٰہی کا حصہ ہے لہٰذا یہ بھی تمام زمان ومکان پر محیط ہے۔(اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ)

۴۔خدا کا علم لامحدود ہے لہٰذا اسرارِ قرآن بھی لامحدود ہیں۔(اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ)

۵۔مخالفین کے انکار اور تردید سے حقانیتِ قرآن کے عقیدہ میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔(فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا ... اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ)

آیت نمبر ۱۵

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝۱۵

ترجمۃ الآیات

جو لوگ دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کے خواہش مند ہوں تو ہم اسی دنیا میں ان کے اعمال کا پورا نتیجہ انہیں دے دیتے ہیں اور ان کے بدلے میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔(۱۵)

نکات:

سوال:☆قرآن کریم کی اس آیت مجیدہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم دنیا طلب افراد کے اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں پورا پورا دے دیتے ہیں اور اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کرتے۔جب کہ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں(مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ) (بنی اسرائیل/ ۱۸) جو کوئی جلد بازی

کا خواہش مند ہو تو ہم جسے چاہئیں اس دنیا میں جلد نتیجہ دے دیتے ہیں آخر ان دو آیات کو کس طرح سے مطابقت دی جا سکتی ہے؟

جواب: دونوں آیات کے کے مفہوم میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ سورۂ ہود کی آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے اعمال کا بدلہ دنیا میں حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں تو ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں جب کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں اعمال کے بدلے کا تذکرہ نہیں ہے اس میں صرف آرزو اور خواہش کا ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جو صرف دنیا کے حصول کا آرزومند ہو تو ہم ایسے افراد میں سے کچھ لوگوں کی آواز کو قبول کر لیتے ہیں۔

☆ وہ لوگ جن کا معاد پر ایمان نہیں ہے جو لوگ خدا کے لیئے کام نہیں کرتے تو وہ اپنے کام کا معاوضہ بھی خدا سے طلب نہیں کرتے اور وہ جتنی ایجادات اور علمی انکشافات کرتے ہیں تو انہیں اس کی اُجرت دنیا میں دولت اور شہرت کی شکل میں مل جاتی ہے آخرت کے اجر کی امید صرف وہی کرسکتا ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہو جسے خدا اور معاد پر ایمان ہی نہ ہو تو اسے اللہ سے کسی طرح کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

☆ اگر کوئی شخص آخرت کی بجائے دنیا اور باقی کی بجائے فانی اور لامحدود کی بجائے محدود دنیا کا خواہش مند ہو تو اس کے عمل کا نتیجہ اسے مادی زندگی ہی میں مل جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ مقصد اور ہدف کو عمل سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا)

۲۔ انسان فعل مختار ہے وہ اپنی خواہش کے مطابق اپنا فیصلہ خود کرسکتا ہے۔ (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ)

۳۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور اس کی عدالت کی حد یہ ہے کہ جو لوگ اس کے لیئے کام نہیں کرتے وہ انہیں بھی ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا۔

۴۔ دنیا طلبی وہ آفت ہے جو انسان کو حق کی قبولیت سے روکتی ہے۔ (فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا ... مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا)

آیت نمبر ۱۶

أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٦

ترجمۃ الآیات

ایسے لوگوں کے لیئے قیامت کے دن دوزخ کی آگ کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا اور انہوں نے دنیا میں جو کچھ بنایا ہے وہ برباد ہو جائے گا اور ان کا کیا دھرا سب بیکار ہو جائے گا۔(۱۶)

نکات:

☆انسان کا وظیفہ عبادت ہے اور عبادت کے لیئے قصدِ قربت کی ضرورت ہے اگر قصدِ قربت موجود نہ ہو تو عمل باطل ہو جاتا ہے اور جو عمل صرف حصول دنیا کے لیئے ہو تو اس کا نتیجہ بھی دنیا تک محدود رہتا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ عمل ضائع ہو جائے گا۔

☆رسول اکرمؐ کے ایک صحابی کی نظر کسی جوان لڑکی پر پڑی یہ اس کی طرف بڑھا۔لیکن یہ اس کے دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرایا اور اچھا خاصا زخمی ہو گیا۔جب رسول خداؐ نے یہ واقعہ سُنا تو آپ نے اپنے صحابی سے فرمایا کہ خدا نے تجھے اسی دنیا میں سزا دے دی تا کہ تو آخرت کے عذاب سے بچا رہے۔ اسی طرح سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی مل جاتا ہے اور آخرت کے دن ان کے لیئے کوئی اجر نہ ہوگا۔(تفسیر مجمع البیان)

☆جب حضرت علی علیہ السلام اس آیت کی تلاوت کرتے تو کہا کرتے تھے کہ میں بھلا ایسی آگ پر کیسے صبر کر سکتا ہوں جس کی ایک چنگاری زمین پر گرے تو اس کی ساری کھیتی کو جلا کر خاکستر کر دے(بحار الانوار جلد ۴۰/ ۳۴۶)

پیغام:

۱۔دنیا طلب انسان آخرت کے دن تہی دست ہوں گے۔(لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ)

۲۔جو عمل حصول دنیا کے لیئے ہو یا ریاکاری پر مبنی ہو تو ایسا عمل لائقِ اجر نہیں ہے ۔(حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ)

آیت نمبر ۱۷

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ

بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

آیا وہ (پیغمبر اسلام کی مانند) واضح دلیل (قرآن کی طرح) رکھتا ہو اور اس کے پیچھے ایک گواہ چل رہا ہو جو خود اس میں سے ہو اور اس سے موسیٰ کی کتاب جو کہ رہبر ورحمت تھی (اس میں اس کی آمد کی بشارت بھی موجود ہو تو کیا وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس میں یہ صفات موجود نہ ہوں) وہ لوگ (جو کہ حق کے متلاشی ہیں) اس پر ایمان لاتے ہیں اور مختلف گروہوں میں سے جو بھی اس کا انکار کریں گے تو ان کے لیئے جائے وعدہ دوزخ ہے اس (وحی) کی صداقت میں شک نہ کرنا یقیناً یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان قبول نہیں کرتی۔ (۱۷)

نکات:

☆ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے بہت سی روایات مروی ہیں کہ اس آیت میں لفظ "شَاهِدٌ" سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں (تفسیر نور الثقلین، کافی جلد اول/۱۹۰)

☆ یہ آیت مجیدہ واضح کرتی ہے کہ پیغمبر کا شاہد وہ ہے جو کہ (مِنْهُ) کا مصداق ہے یعنی شاہد پیغمبر وہ ہے جو کہ نبی کا حصہ ہو اور نبی سے جدا نہ ہو چنانچہ شیعہ سنی روایات میں آنحضرتؐ سے یہ حدیث منقول ہے (عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ) علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں (صحیح بخاری، کتاب صلح، باب) (کیف نکتب) (مسند احمد حنبل جلد ۵/۳۵۶)

☆ سورۃ رعد کی آخری آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں حکم الٰہی کے تحت پیغمبر انہیں یہ جواب دیتے ہیں: (كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾) (رعد۔ ۴۳) آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر اللہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے شیعہ سنی روایات میں مذکور ہے کہ (وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾) کے مصداق حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور وہی پیغمبر اسلامؐ کے گواہ ہیں سورۃ ہود کی آیت میں حضرت علیؑ کو "شاھد" کہا گیا ہے اور سورہ رعد کی آخری آیت میں آپ کو لفظ (شَهِيْدًا) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔تبلیغ کے سوال قائم کر کے صحیح وجدان رکھنے والوں سے فیصلہ طلب کرنا چاہیئے۔(اَفَمَنْ)

۲۔قرآن لوگوں پر اللہ کی طرف سے حجت ہے۔(بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ)

۳۔رسول خدا کی زندگی میں جو گواہ آپ کے پیچھے چلتا رہا وہی آنحضرتؐ کے بعد اُن کا جانشین ہے۔(يَتْلُوْهُ)

۴۔سچے اور ایثار گر پیروکاروں کا وجود انبیاء کی صحیح شناخت اور حقانیت کا ایک راستہ ہے۔(بَيِّنَةٍ...شَاهِدٌ مِّنْهُ)

۵۔اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو قرآن کا معجزہ دے کر اور حضرت علی سے ان کی گواہی دِلوا کر اور تورات میں آپ کی بشارت دے کر لوگوں پر حجت کو تمام کیا ہے۔(بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ...شَاهِدٌ مِّنْهُ...وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى)

۶۔آسمانی کتابیں ایک دوسرے کی مؤید ہیں۔(مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى)

۷۔حجاز میں عیسائی بہت کم تھے جب کہ یہودی زیادہ تھے اسی لیئے صداقتِ پیغمبر کے لیئے خدا نے انجیل کی بجائے تورات کا حوالہ دیا۔اگرچہ انجیل میں بھی آنحضرت کی آمد کی بہت سی بشارتیں موجود ہیں۔(مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى)

۸۔آسمانی کتابیں اور الٰہی قوانین راہ ہدایت ہیں اور لوگوں کے لیئے وسیلہ رحمت ہیں۔(اِمَامًا وَّرَحْمَةً)

۹۔لوگوں کو چاہیئے کہ آسمانی کتاب کو اپنا راہبر وامام تسلیم کریں۔(كِتٰبُ مُوْسٰى اِمَامًا)

۱۰۔امامت اور رحمت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔(اِمَامًا وَّرَحْمَةً)

۱۱۔ہمیشہ حق کی پیروی کرنی چاہیئے گروہ، علاقہ اور نسل کی پیروی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔(وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ)

۱۲۔تمام افراد اور گروہوں کو چاہیئے کہ وہ قرآن کی طرف متوجہ ہوں ورنہ قہرالٰہی میں گرفتار ہوجائیں گے۔(وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ)

۱۳۔چھ لوگوں کا کفر اہل ایمان کے تزلزل کا سبب نہیں بننا چاہیئے۔(وَمَنْ يَّكْفُرْ...فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ)

۱۴۔اکثریت حقانیت کی دلیل نہیں ہوتی۔(الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ...اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴿۱۷﴾)

آیت نمبر ۱۸

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا

لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ تراشے۔ ایسے لوگ قیامت کے دن خدا کے حضور پیش کیئے جائیں گے اور گواہ (انبیاء وملائکہ) گواہی دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا۔ جان لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (۱۸)

نکات:

☆محشر کی عدالت میں بہت سے گواہ ہوں گے۔

الف۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہوگا۔ وہ ہمارے تمام اعمال کا شاہد ہے (اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ) (حج ۱۷/) بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

ب۔ رسول اکرمؐ گواہ ہوں گے۔ (فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا ﴿۴۱﴾) (النساء ۴۱/) بھلا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ قرار دیں گے۔

ج۔ ائمہ معصومینؑ گواہ ہوں گے۔ (وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ) (البقرہ ۱۴۳/) اور اس طرح سے ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ (امت وسط) (درمیانی امت) سے ائمہ معصومین مراد ہیں قیامت کے دن امت کے باقی افراد کے پاس گواہی کے قابل علم وعصمت نہیں ہوگی۔

د۔ ملائکہ گواہ ہوں گے (وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ ﴿۲۱﴾) (ق ۲۱/) قیامت کے دن ہر انسان کے ساتھ ایک ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور ایک گواہی دینے والا فرشتہ ہوگا۔

ہ۔ زمین گواہ ہوگی (يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ﴿۴﴾) (زلزال ۴/) ایک دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔

و۔ ہر شخص کا وجدان اس کا گواہ ہوگا۔ (اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا ﴿۱۴﴾) (بنی اسرائیل ۱۴/) اپنے نامہ اعمال کو پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر کہ تجھ سے کیا سلوک کیا جائے۔

ز۔ بدن کے اعضاء گواہی دیں گے (يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ) (نور ۲۴/) جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

ح۔ زمانہ اور وقت گواہی دے گا چنانچہ صحیفہ سجادیہ کی چھٹی دعا میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں۔ (هٰذَا يَوْمٌ حَادِثٌ جَدِيْدٌ وَهُوَ عَلَيْنَا شَاهِدٌ عَتِيْدٌ) یہ نیا دن ہے اور قیامت کے دن یہ ہمارے اعمال کا گواہ ہوگا۔

ط۔ انسان کے اعمال مجسم ہو کر اس کے سامنے آ جائیں گے (وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا) (کہف/۴۹) انہوں نے جو بھی عمل کیا ہوگا وہ اسے اپنے ہاں موجود پائیں گے۔

سوال۔ لفظ (اَظْلَمُ) اسم تفضیل ہے جس کا معنیٰ ہے بہت بڑا ظالم۔ قرآن کریم میں کئی قسم کے گناہ گاروں کو لفظ (ظلم) سے تعبیر کیا گیا ہے سیدھی سی بات ہے کہ ان میں سے سب سے بڑا ظالم تو ایک ہی ہوسکتا ہے سارے تو نہیں ہوسکتے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

جواب۔ قرآن کریم میں پندرہ قسم کے مجرموں کے لیئے لفظ (اَظْلَمُ) استعمال ہوا ہے۔ لیکن تمام مقامات کے سیاق و سباق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لفظ شرک، افتراء، کتمانِ حق اور یادِ خدا سے روکنے جیسے فکری انحرافات کے لیئے استعمال ہوا ہے اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ فکری، فرہنگی اور عقیدتی قسم کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے۔

☆ قرآن کریم کی اس آیت اور اس سے چند آیات بعد میں خداوند عالم پر افتراء باندھنے والے شخص کی سرنوشت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ۱۔ ایسا شخص سب سے بڑا ظالم ہے۔ ۲۔ الطافِ الٰہی سے محروم ہے۔ ۳۔ اس شخص کا روز قیامت پر ایمان نہیں ہے۔ ۴۔ ایسا شخص حقائق میں تحریف کرتا ہے۔ ۵۔ اللہ کے راستے سے روکتا ہے۔ ۶۔ ایسا شخص دنیا میں سلطنتِ خداوندی سے فرار کرسکتا ہے اور نہ آخرت میں اس کو کہیں سے مدد ملے گی۔ ۷۔ ایسے شخص کے عذاب کو کئی گنا زیادہ کر دیا جائے گا۔ ۸۔ اس کی عمر برباد ہو جائے گی۔ اس کی تمام تر کوششیں ناکامی سے دوچار ہوں گی۔ ۹۔ ایسا شخص اپنی نفس و جان کو تباہ کرتا ہے۔

پیغام:

۱۔ خدا پر جھوٹ باندھنا ظلم کی بدترین شکل ہے۔ لہٰذا مذہبی اور دینی خطباء اور لکھنے والوں کو ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہیئے۔ (وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا)

۲۔ ظلم کی قباحت کا تعین اس سے متاثر ہونے والی شخصیت سے کیا جائے گا۔ (اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ)

۳۔ قیامت کے دن تمام پردے ہٹ جائیں گے اور مخفی امور ظاہر ہو جائیں گے۔ (يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ)

۴۔ قیامت کے دن گواہ زیادہ ہوں گے لہٰذا ہمیں کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے۔ (وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ)

آیت نمبر ۱۹

الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝۱۹

ترجمۃ الآیات

وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکتے ہیں اور اسے الٹا کر پیش کرنا چاہتے ہیں جب کہ یہ لوگ آخرت کے مُنکر ہیں۔(۱۹)

نکات:

☆دشمنان دین مختلف حربوں سے لوگوں کو خدا کے راستے پر چلنے سے روکتے ہیں۔ چنانچہ بدعت، تہمت، تفسیر بالرائے، حدیث سازی، شبہات کے ایجاد، مساجد کو غیر فعال بنانا، اہل بیت رسول سے کنارہ کشی، نیک کاموں سے روکنا، بہانہ تراشی، غیر اخلاقی سرگرمیوں کو رواج دینا، فروعی مسائل کو اچھال کر لوگوں میں تفرقہ ڈالنا، شخصیت پرستی، باطل کی ترویج، اہل ایمان کی تحقیر، مباحات کو حرام قرار دینا، ناحق شوق دلانا، غلط تبلیغات اور طاغوت کی تعریف وثنا جیسے امور کو رواج دے کر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا جاتا ہے۔

☆راہِ خداوندی سے روکنے کا واضح ترین مصداق اولیائے خدا اور اہل بیت پیغمبرؐ اور معصوم ہادیانِ دین کے راستوں کا بند کرنا ہے

پیغام:

۱۔خدا کے راستے کو روکنا یا اسے الٹا راستہ بنا کر پیش کرنا ظلم ہے۔(الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۸ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ.....)

۲۔دشمن کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ راہِ ہدایت کو بند کردے اور اگر وہ اس میں ناکام ہوجائے تو پھر وہ راہِ ہدایت کو الٹا کر کے پیش کرتا ہے۔

۳۔دینی معارف میں تحریف کرنا اور دین کو بدنما بنا کر پیش کرنا راہِ خدا کو روکنے کی ایک قسم ہے۔

۴۔خدا کے دین میں کوئی کجی ہے اور نہ ہی انحراف ہے البتہ دشمنانِ دین اپنی طرف سے شکوک وشبہات پیدا کرتے

ہیں۔(یَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا)

۵۔آخرت پر ایمان نہ لانا ہر ظلم کا پیش خیمہ ہے۔(بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ﴿۱۹﴾)

آیت نمبر ۲۰

اُولٰٓئِكَ لَمۡ يَكُوۡنُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ‌ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الۡعَذَابُ‌ ؕ مَا كَانُوۡا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ السَّمۡعَ وَمَا كَانُوۡا يُبۡصِرُوۡنَ‏ ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

یہ زمین میں (ہمیں) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔(اورانہوں نے اپنے اختیار سے اپنے لیئے جو بُرا انجام مقرر کیا ہے وہ اس سے فرار نہیں کر سکتے) اور خدا کے مقابلہ پر ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا ان کے لیئے عذاب دوگنا کیا جائے گا (کیونکہ یہ خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کے لیئے خدائی راستہ بند کر کے یا اسے الٹا دکھا کر ان کو گمراہ کرتے تھے) یہ لوگ (شدت عداوت کی وجہ سے حق) سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور نہ ہی حق کو دیکھتے تھے۔(۲۰)

نکات:

☆ سوال۔کیا عذاب کا دوگنا کیا جانا عدل الٰہی سے مطابقت رکھتا ہے؟

جواب۔جو شخص اثر رسوخ رکھتا ہو اور خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرے تو عام سادہ لوح افراد کی بہ نسبت وہ دوگنا مجرم ہے اور اگر ایسے مجرم کو دوگنا عذاب دیا جائے تو یہ عدل الٰہی کے عین مطابق ہے۔مثلاً اگر ایک تعلیم یافتہ شخص ان پڑھ افراد کو گمراہ کرے تو اسے دوہری سزا ملنی چاہیئے اور یہ سزا کسی بھی طور پر عدل الٰہی کے خلاف نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔اس دنیا میں خواہ کوئی کتنا ہی طاقت کیوں نہ رکھتا ہو قدرت الٰہی سے باہر نہیں جا سکتا۔اور وہ ہر قیمت پر اپنے انجام کو پائے گا۔(لَمۡ يَكُوۡنُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ)

۲۔افترا کرنے والے یہ نہ سوچیں کہ انہیں طاغوت کی جو حمایت میّسر ہے۔یہ حمایت انہیں نجات دلانے میں معاون ثابت ہوگی۔(مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ)

۳۔ایسے افراد جو خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ بنانے میں مصروف ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ دوسروں کی گمراہی کے بھی ذمہ دار ہیں۔(يَصُدُّوْنَ۔۔۔۔يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا۔۔۔۔يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ)

۴۔ضد بازی، کفر اور تعصب نے لوگوں کو اندھا اور بہرا بنایا ہوا ہے۔اسی لیئے وہ حق کو سننے اور دیکھنے سے محروم ہو چکے ہیں۔

آیت نمبر ۲۱۔۲۲

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۲۱﴾

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اپنے وجود اور عمر کا سرمایہ) کھودیا ہے اور جو کچھ وہ افترا کیا کرتے تھے وہ اسے بھی کھو بیٹھیں گے۔(۲۱)

یہ لازمی بات ہے کہ ایسے افراد آخرت میں سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔(۲۲)

نکات:

اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں دنیا ایک بازار ہے اور جان و مال اور عمل اس بازار کے سودے ہیں اس بازار میں بہت سے گاہک موجود ہیں اس بازار میں اللہ بھی گاہک ہے اور ابلیس بھی گاہک ہے اور ہوائے نفس اور گناہوں کی خواہش بھی آپ کے جان و مال کی گاہک ہیں اسی لیئے صاحب عقل انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنا سودا اچھی اور کھری قیمت پر فروخت کرے اور کسی طرح کے نقصان دہ سودے سے اپنے آپ کو بچائے اللہ تعالیٰ نے مومن کی جان و مال کی قیمت کے اعلان کے لیئے ''اجر، ثواب، ضعف اور اضعاف'' جیسے الفاظ استعمال کیئے ہیں اور اگر کوئی بدبخت اپنی جان و مال کو کسی غلط آدمی کے ہاتھ بیچتا ہے تو اس طرح کے زیان آور سودے کو خدا نے

(خُسْر) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ ہمیں سرِ بازار کھڑے ہو کر یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اگر ہمیں مالی نقصان ہو تو ہم اسے برداشت کر جائیں گے اور اگر ہم نے جان ہار دی تو پھر اس کا ہم سے کوئی ازالہ نہ ہو سکے گا کیونکہ جان صرف ایک ہی بار ملا کرتی ہے روز روز نہیں ملتی۔

☆ بعض اوقات انسان سے اس کا گھر اس کی دولت اور اس کے اعزاز چھن جاتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ چھن جائے تو بھی قابل برداشت ہے لیکن انسان اپنے آپ کو اور اپنی انسانیت کو ہاتھوں سے نہ جانے دے اور اگر کوئی شخص اپنی انسانیت کو لٹا تا ہے تو یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

(بقول علامہ اقبال:

سر بدہ از کف مدہ ناموس را

پشت پا زن تختِ کیکاؤس را

(اضافہ من المترجم)

پیغام:

ا۔ باطل کی گفتگو اگرچہ خوبصورت اور لچھے دار ہوتی ہے لیکن اس کے مقدر میں تباہی ہے۔(ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۲۱﴾)

۲۔ مالی نقصان چھوٹا نقصان ہے اور زندگی اور شخصیت کا گنوانا بڑا نقصان ہے۔(خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ...هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴿۲۲﴾)

۳۔ دنیاوی نقصان کی تلافی ممکن ہے لیکن اُخروی نقصان کی تلافی ناممکن ہے۔(فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴿۲۲﴾)

آیت نمبر ۲۳

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴿۲۳﴾

ترجمة الآيات

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے رہے یقیناً یہی جنت میں جانے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۳)

نکات:

☆ (آخْبَتُوْا) کا لفظ (خَبْت) سے مشتق ہے جس کا معنی تسلیم و خضوع ہے اور اس کا معنی تسکین و آرام بھی ہے
وعید و تہدید کے ساتھ ترغیب و تشویق بھی ہونی چاہیئے سابقہ آیات میں افتراء کرنے والوں کی سزائیں بیان کی گئی ہیں جب کہ اس آیت میں اہل حق کے اوصاف کو واضح کیا گیا ہے۔

پیغام:

ا۔ ہمیں اپنے ایمان اور چند صالح اعمال پر ناز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ سرتا سر تسلیم ہونا عبودیت کی شرط ہے۔ (اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ)

۲۔ انسان کی جزا کے لیئے قلبی اور معنوی حالات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ (اَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ)

آیت نمبر ۲۴

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۃ الآیات

ان دو فریقوں (اہل ایمان وکفار) کی مثال ایسی ہے جیسے اندھا اور بہرا ہو (دوسری طرف) دیکھنے والا اور سننے والا ہو۔ کیا یہ دونوں یکساں ہوسکتے ہیں کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرو گے؟ (۲۴)

نکات:

☆ جس طرح انسانی وجود کان اور آنکھ رکھتا ہے اسی طرح سے دل اور روح بھی کان اور آنکھ رکھتے ہیں چنانچہ انسانی بدن جو کان اور آنکھ سے محروم ہو تو وہ آواز سننے اور اشیاء کو دیکھنے سے عاجز ہوتا ہے اسی طرح سے جو دل آنکھ اور کان سے محروم ہو وہ معارف الٰہی کے ادراک سے قاصر ہے۔

پیغام:

۱۔جس کی آنکھیں صرف مادی محسوسات تک محدود ہوں تو وہ شخص معنویت و آخرت کے مشاہدے سے عاجز ہوتا ہے اور وہ اندھوں جیسا ہے۔(مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى ... وَالْبَصِيْرِ)

۲۔تبلیغ کے لیئے سوال جواب کا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے اور لوگوں کے وجدان سے فیصلہ طلب کرنا چاہیئے۔(هَلْ يَسْتَوِيٰنِ)

آیت نمبر ۲۵۔۲۶

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَـكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس نے لوگوں سے کہا) میں تمہارے لیئے واضح تنبیہ کرنے والا ہوں۔(۲۵)

(میری دعوت یہ ہے کہ) اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔میں تمہارے متعلق ایک درد دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔(۲۶)

نکات:

☆اولی العزم انبیاء میں سے حضرت نوح علیہ السلام پہلے اولی العزم رسول تھے آپ نے شرک وبت پرستی کے خلاف جہاد کیا تھا۔طوفان نوح کے نتیجہ میں کفار کی نسلیں معدوم ہوگئی تھیں اور دنیا میں انسانوں کی نسل آپ کی صلب سے جاری ہوئی تھی اس لیئے آپ کو (آدم ثانی) اور (پدردوّم) کہا جاتا ہے آپ کی عمر باقی انبیاء سے زیادہ تھی اسی لیئے آپ کو (شیخ الانبیاء) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی تبلیغ میں قوم سے یہ کہا تھا کہ مجھے تمہارے متعلق ایک دردناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ممکن ہے کہ اس عذاب سے مراد طوفان کا عذاب ہو کیونکہ چند آیات کے بعد ہمیں کفار کے وہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں جو انہوں نے حضرت نوح کی دعوت کے جواب میں کہے تھے (فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾) آپ

اس عذاب کو لے آئیں جس کا ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

پیغام:

۱۔انبیاء کی تعلیم کا پہلا مرکز ان کا اپنا گھر ہوتا ہے اور ان کی تبلیغ کی مخاطب ان کی اپنی قوم ہوتی ہے۔(اَرْسَلْنَا ۔۔۔اِلٰی قَوْمِہٖۤ)

۲۔انبیاءلوگوں کو ان کے فائدے کے لیئے خبردار کیا کرتے تھے۔(اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ)

۳۔ایک غافل انسان ہر چیز سے پہلے تنبیہ کیئے جانے کی ضرورت رکھتا ہے۔(اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ)

۴۔پیغام: اور تبلیغ واضح الفاظ میں ہونی چاہیئے۔(نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾)

۵۔انبیاء نے لوگوں کو جہاں عذاب الٰہی سے خبردار کیا وہاں ان کی مصلحتوں کو بھی واضح کیا۔(نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ)

۶۔انبیاء کی تبلیغ کا مرکزی نقطہ توحید الٰہی کا بیان ہے۔(اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰہَ)

۷۔حضرت نوح کے زمانہ میں بھی شرک پایا جاتا تھا۔(لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰہَ)

۸۔ہر انسان میں فطری طور پر عبادت کا جذبہ پایا جاتا ہے البتہ انبیاء اس کی جہت کو متعین کرتے ہیں۔(لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰہَ)

۹۔انبیاءلوگوں کے خیر خواہ تھے۔(اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ)

۱۰۔ایک سچے مبلغ اور مربی کے لیئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو شرک کے خطرات سے آگاہ کرے۔(اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾)

آیت نمبر ۲۷

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰىکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہماری نظر میں تم ہم جیسے انسان ہو اور جن لوگوں نے

آپ کی پیروی کی ہے ہماری نظر میں وہ ہمارے معاشرے کے ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں اور وہ سطحی سوچ رکھنے والے ہیں اور ہمیں کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دیتی جس سے تمہیں ہم پر فضلیت حاصل ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم تو تمہیں کاذب خیال کرتے ہیں۔ (۲۷)

نکات:

☆حق کے مخالفین ہمیشہ حق کو کمزور کرنے کے لیئے تین طرح کے حربے استعمال کیا کرتے ہیں۔

۱۔ وہ انبیاء کو کمزور بنانے کے لیئے ان کی شخصیت کو کمتر ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم بھی ہمارے جیسے انسان ہو تمہیں ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

۲۔ انبیاء کی دعوت کو کمزور کرنے کے لیئے ان کے پیروکاروں کی تذلیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے پیروکار انتہائی گھٹیا قسم کے انسان ہیں۔

۳۔ مخالفین کا تیسرا حربہ یہ ہے کہ وہ نبی کی دعوت کو کمزور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم سراسر جھوٹے اور افترا پرداز ہو۔ یا پھر کہتے ہیں کہ تم جادوگر ہو اور تمہاری تعلیمات پرانے ادوار کی اساطیر پر مبنی ہیں اور یہ کہ تمہاری الہامی کتاب بھی ایک عام سی کتاب ہے اگر ہم چاہیں تو ایسی باتیں خود بھی بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ مراعات یافتہ اشرافیہ طبقہ عموماً انبیاء کی مخالفت میں پیش پیش ہوتا ہے۔ (فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا)

۲۔ مستکبرین اپنے لیئے خصوصی حقوق کے قائل ہوتے ہیں اور وہ قانونی مساوات کو اپنے لیئے توہین سمجھتے ہیں۔ (هُمْ اَرَاذِلُنَا)

۳۔ وہ لوگ جن کی دنیا سے وابستگی کم ہوتی ہے وہ جلد ایمان لاتے ہیں۔ (وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا)

۴۔ دنیا پرست لوگوں کی نظر میں مال و دولت کی اہمیت ہوتی ہے حق وحقیقت کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ (وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ)

۵۔ انبیاء کے مخالفین کے پاس کوئی منطقی دلیل نہیں ہوتی ان کے نظریات محض تخمین وظن پر مبنی ہوتے ہیں۔ (بَلْ نَظُنُّكُمْ)

۶۔ کفار کی عقل ان کی آنکھوں میں ہوتی ہے چنانچہ اس ایک آیت میں (وَمَا نَرٰى) (ہم نہیں دیکھتے) کے الفاظ

کو تین بار دہرایا گیا ہے

آیت نمبر ۲۸

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَاٰتٰىنِىۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَعُمِّيَتۡ عَلَيۡكُمۡ ؕ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ ۝۲۸

ترجمۃ الآیات

(نوح نے) کہا اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہوں اور خدا نے اپنی طرف سے مجھ پر رحمت (منصب نبوت) بھی کی ہے جو کہ تم سے مخفی ہے (کیا اس کے باوجود بھی تم سرپیچی کرو گے) کیا ہم تمہیں اس کے قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟ (۲۸)

نکات:

☆ سابقہ آیت میں کفار کی طرف سے تین اعتراضات کیئے گئے تھے اس آیت میں ان کے دو اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے۔

الف۔ کفار نے کہا کہ تم تو بھلا ہم جیسے انسان ہو۔ تم پھر نبی کیسے بن گئے؟ اس آیت میں اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ اگرچہ میں ظاہری طور پر تم جیسا ہی انسان ہوں مگر اس کے باوجود مجھ پر خدا کا خصوصی لطف و کرم ہوا ہے اور خدا کی طرف سے مجھ پر وحی بھیجی جاتی ہے۔

ب۔ کفار نے جب حضرت نوح پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ کے پیروکار انتہائی سادہ لوح اور کوتاہ فکر ہیں اس آیت میں اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ میرے ماننے والے اگرچہ ظاہری طور پر کمزور ہیں لیکن وہ اتنے عقل کے مالک ہیں کہ جب انہوں نے بینہ اور برہان کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے ایمان قبول کرلیا۔ وہ بے دلیل ایمان نہیں لائے۔ ☆ مخالفین کے الزامات پر انبیاء برہم نہیں ہوتے اور وہ پوری وسعت قلبی سے ان کے ناجائز طعنوں کو سنتے ہیں اور دلیل و بُرہان سے اس

کا جواب دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔انبیاء کرام اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہوتے تھے وہ لوگوں کے ساتھ اخلاق سے باتیں کرتے تھے۔(قَالَ يٰقَوْمِ)

۲۔تبلیغ کے لیئے رشتہ داری کے جذبات سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔(قَالَ يٰقَوْمِ)

۳۔انبیاء کی دعوت ہمیشہ دلیل و برہان پر مبنی ہوتی ہے۔(كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ)

۴۔مقام نبوت رحمت الٰہی ہے۔(رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ)

۵۔انبیاء اپنے کمالات کو خدا کی دین سمجھتے ہیں(مِّنْ رَّبِّيْ ... مِّنْ عِنْدِهٖ)

۶۔جو شخص نبوت کی دلیل و بُرہان کا ادراک نہ کرے تو ایسا شخص دل کا اندھا ہے۔(فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ)

۷۔انسان دین و مذہب کے اختیار میں آزاد ہے۔(اَنُلْزِمُكُمُوْهَا)

۸۔جب تک کوئی انسان قبولیت حق کے لیئے ذہنی طور پر آمادہ نہ ہو اس وقت تک وہ نور وحی سے مستفید نہیں ہوسکتا۔ (وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ۝۲۸)

آیت نمبر ۲۹

وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ۝۲۹

ترجمۃ الآیات

(نوح نے جواب جاری رکھتے ہوئے کہا) اے میری قوم! اس دعوت کے لیئے میں تم سے کوئی دولت نہیں مانگتا۔ میرا اجر بس خدا کے ذمہ ہے اور میں (تمہارے غلط مطالبہ پر) ایمان لانے والوں کو بھی اپنے پاس سے دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ یقیناً یہ لوگ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں۔ (اور اس صورت میں وہ خدا کے حضور میری شکایت کریں گے)

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔ (۲۹)

پیغام:

۱۔ ہرطرح کی لالچ اور معاوضہ سے بے نیاز ہوکر تبلیغ دین کرنا انبیاء علیہم السلام کی صداقت کی ایک نشانی ہے۔ (لَآ اَسْـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا)

۲۔ کسی بھی مبلغ کی کامیابی کا راز اس بات میں مُضمر ہے کہ وہ دولت مند افراد سے مال و دولت کی توقع نہ رکھے۔ (لَآ اَسْـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا) دین کے مبلغین کا اجر خدا کے پاس محفوظ ہے۔ (اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ)

۳۔ اگر انبیاء دنیا کے طلب گار ہوتے تو پھر فقراء کی بجائے دولت مندوں کی خوشامد کرتے۔ (لَآ اَسْـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا)

۴۔ اشرافیہ طبقہ کے افراد نے کہا تھا کہ ہم صرف اس صورت میں ایمان لائیں گے کہ پہلے غرباء وفقراء کو اپنے ہاں سے ہٹادو۔ لیکن انبیاء نے دوٹوک انداز میں ان کے اس مطالبہ کو مسترد کردیا اور فرمایا: (مَآ اَنَا بِطَارِدِ (میں انہیں دھتکارنے والا نہیں ہوں) جملہ اسمیہ اور حرف قطعیت کی علامت ہے۔

۵۔ جس کی تبلیغ کا مقصد مال و دولت نہ ہو تو اس کی نظر میں امیر و غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا)

۶۔ ہمیں چاہیئے کہ متکبرین کی توقعات پر پورا نہ اتریں۔ (مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا)

۷۔ کفار اہل ایمان کو گھٹیا اور پست قسم کے افراد سمجھتے تھے جب کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا میں ان کو ہٹا کر تمہیں لینا پسند نہیں کرتا۔ (مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا)

۸۔ حکومت حق کو چاہیئے کہ وہ دولت مند طبقہ کی رضا مندی کے لیئے محروم طبقہ سے اعتراض نہ کرے (مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا)

۹۔ جن کا خدا کے ہاں مقام ہو انہیں بارگاہ نبوت سے ہٹانا ظلم ہے (مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا)

۱۰۔ قیامت کے کی یاد میں اتنا اثر ہے کہ اس سے ہر شخص کو قیمت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ (مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ)

۱۱۔ غربت کی وجہ سے کسی مومن کی تحقیر کرنا جاہلانہ فعل ہے۔ (قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ۝۲۹)

۱۲۔ جو لوگ اہل ایمان کو رذیل سمجھتے تھے قرآن نے انہیں جاہل اور بے عقل کہا ہے۔ (قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ۝۲۹) (دولت مندی عقل و فہم کی دلیل نہیں ہے اور غربت و افلاس جہالت کی دلیل نہیں ہے)

۱۳۔ ملاقات وشہود عرفان کا ایک ایسا درجہ ہے جس سے دولت مند طبقہ بے خبر ہے۔ (الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ اِنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَلٰـكِنِّیۡۤ اَرٰٮكُمۡ قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ۝۲۹)

آیت نمبر ۳۰

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰

ترجمۃ الآیات

(حضرت نوح نے مفلس مومن کے ہٹائے جانے کے مطالبہ کے جواب میں کہا) اے لوگو! اگر میں ان لوگوں کو دھتکار دوں تو خدا کے سامنے میری کون مدد کرے گا کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ (۳۰)

پیغام:

۱۔ اہل ایمان کی تحقیر کرنا اور انہیں دھتکارنا ایک ایسا گناہ ہے جو کہ قہر الٰہی کا سبب بن سکتا ہے (حد یہ ہے کہ خواہ انبیاء کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو) (مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ)

۲۔ قہر الٰہی کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ (مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ)

۳۔ اگر اہل ایمان کو دھتکار دیا جائے تو پھر دین خداوندی کی مدد کون کرے گا؟ (مَنْ يَّنْصُرُنِيْ)

۴۔ اللہ کی ناراضگی خرید کر مخلوق کی رضا حاصل نہیں کرنی چاہیئے۔ (مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ)

۵۔ اہل ایمان کی حوصلہ افزائی انبیاء پر فرض تھی۔ وہ ذاتی یا اجتماعی وجوہات کی بنا پر اہل ایمان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے تھے۔ (مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ)

۶۔ تبلیغ میں اثر پیدا کرنے کے لیئے مخاطب افراد سے سوال بھی کیئے جائیں اور ان سے فیصلہ طلب کیا جائے۔ (مَنْ يَّنْصُرُنِيْ ... اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰)

۷۔ تمام کائنات اس امر کا اعتراف کرتی ہے کہ وہ قہر الٰہی کے سامنے عاجز ہیں البتہ بعض اوقات لوگ اس سے غفلت کرتے ہیں (اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰)

آیت نمبر ۳۱

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

(نوح نے کہا) میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور یہ بھی نہیں کہتا کہ میں (ذاتی طور پر) غیب جانتا ہوں اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نظر میں خوار ہیں میں ان کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ خدا انہیں ہرگز بھلائی نہیں دے گا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس سے اللہ بخوبی واقف ہے ورنہ (اگر اس کے علاوہ کچھ اور کہوں تو) میں ظالموں میں سے قرار پاؤں۔ (۳۱)

نکات:

☆ مطلق علم غیب اور ہر چیز کے لیئے غیب کا علم رکھنا اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے (وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ) (انعام/ ۵۹) غیب کی چابیاں خدا کے پاس ہیں جسے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا بعض اوقات اللہ کے اذن وارادہ سے اولیائے الٰہی کے لیئے علم غیب کا دریچہ کھول دیا جاتا ہے (تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ) (ہود/ ۴۹) یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں لہٰذا عطائے پروردگار کے تحت انبیاء کو کچھ نہ کچھ علم غیب حاصل تھا ارشاد خداوندی ہے: (عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ) (سورہ جن/ ۲۶-۲۷) وہ غیب کے جاننے والا ہے اور اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے اس نے برگزیدہ کیا ہو۔

☆ صرف علم غیب ہی نہیں بلکہ تمام خارق عادت کاموں کو انجام دینے کی قدرت بھی خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔ البتہ یہ خدا کی مرضی پر منحصر ہے کہ جسے چاہے خارق عادت افعال بجالانے کی قوت عطا کرے۔ مثلاً موت وحیات پر خدا کا قبضہ ہے

(وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا) (نجم/۴۴) وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مردہ زندہ کرنے کی قوت عطا فرمائی تو انہوں نے یہ کہا (اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ) میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں موت دینا خدا کا کام ہے (اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ) (الزمر/۴۲) اللہ ہی جانوں کو موت دیتا ہے ادھر ملک الموت کو خدا نے مارنے کا اختیار دیا تو فرمایا (يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ) ملک الموت تمہیں مارے گا۔ (سجدہ/۱۱) کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ (اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ) (رعد/۱۶) مگر جب خدا نے اپنی قدرت سے حضرت عیسیٰ کو پرندہ پیدا کرنے کی طاقت دی تو انہوں نے پرندہ بنایا اور اسے ہوا میں اڑایا۔ (وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ) (المائدہ/۱۱۰) (اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کا پُتلا بناتے تھے)

پیغام:

۱۔ انبیائے کرام کھوکھلے دعوے نہیں کیا کرتے ان کا کام دعوت اور ان کا ہدف رہنمائی ہوتا ہے اور وہ بھی خدا کی بندگی کے حدود میں رہتے ہوئے۔ (وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ)

۲۔ علم غیب اور خدائی خزانوں کا مالک ہونا نبوت کی شرط نہیں ہے (وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ)

۳۔ انبیاء کا ہدف معنوی رہنمائی ہوتی ہے مادی دولت تقسیم کرنا ان کا ہدف نہیں ہوتا۔ (وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ)

۴۔ ہم تک جو بھی نعمت پہنچتی ہے خدا کے ہاں اس کا سرچشمہ اور خزانہ ہے چنانچہ لفظ (خَزَآئِنُ) جمع ہے جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر نعمت کے لیئے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔

۵۔ اولیائے الٰہی کے متعلق ہمیں غلو سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ (وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ)

۶۔ قوم نوح کا اشرافیہ طبقہ ظاہر بین تھا۔ (تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ)

۷۔ دوسروں کے متعلق فیصلہ کرتے وقت صرف ان کے ظاہر پر نگاہ نہیں کرنی چاہیئے۔ (تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ)

۸۔ گمنام اور کمزور اہل ایمان پر اپنا لطف وکرم نازل کیا کرتا ہے اور اس کے لیئے وہ معاشرے کے اشرافیہ سے صلاح مشورہ نہیں کرتا (تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ)

۹۔ خدا کے لطف وکرم کا معیار انسان کی باطنی اور معنوی صلاحیتوں پر ہے (اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ)

۱۰۔ غرباء و مفلس افراد کو اللہ کی رحمت سے محروم سمجھنا ظلم ہے (اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۳۱)

۱۱۔ ہمیں جھوٹے دعووں اور کھوکھلے نعروں سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے (اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۳۱)

آیت نمبر ۳۲

قَالُوۡا یٰنُوۡحُ قَدۡ جٰدَلۡتَنَا فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ﴿۳۲﴾

ترجمة الآیات

انہوں (مخالفین) نے کہا کہ اے نوح! تو نے ہم سے بہت زیادہ مباحثہ کرلیا ہے (اب زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے) اگر تو سچا ہے تو پھر ہم پر اس عذاب کو لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کر رہا ہے۔ (۳۲)

نکات:

☆اگر مجادلہ (مباحثہ) حق کے لیئے ہوتو اس کی بڑی قدر و قیمت ہے (وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ) (النحل/ ۱۲۵) اور مخالفین کے ساتھ احسن انداز سے مباحثہ کرو۔ اور اگر مجادلہ ومباحثہ کا مقصد باطل کا اثبات ہوتو پھر اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے (مومن/ ۵) اور وہ باطل ذرائع سے جھگڑتے رہے تاکہ اس سے حق کو نا کام بنادیں۔

پیغام:

۱۔انبیاء اپنی دعوت پر مستقل مزاجی سے قائم رہے تھے۔(جٰدَلۡتَنَا فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا)

۲۔حق کے مخالف حق کی منطق و برہان کو جنگ وجدال سے تعبیر کرتے ہیں۔(قَدۡ جٰدَلۡتَنَا)

۳۔خدا کی طرف سے ملنے والی مہلت کو صداقت کی علامت نہیں سمجھنا چاہیئے۔(فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ)

۴۔انسان ہر بات میں جلد بازی کرتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ اپنے لیئے نزول عذاب کے لیئے بھی جلد بازی کرتا ہے۔ (فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ)

۵۔جب کفار نے اپنی بربادی کے لیئے حضرت نوح کو مسلسل چیلنج کیا تو انہوں نے ان کے لیئے عذاب کی درخواست کی۔(فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ)

۶۔کفار کسی منطق کے قائل نہیں ہیں وہ مذاکرات ختم کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔(فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ)

۷۔حضرت نوح مسلسل عذاب کی آمد سے ڈراتے رہتے تھے اسی لیئے آیت میں تَعِدُنَآ کا جملہ ہے اس کی بجائے کے الفاظ نہیں ہیں۔

۸۔کفار کو انبیاء کی صداقت پر شک تھا یا انہیں ان کے بیان پر شک تھا۔(اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۳۲)

آیت نمبر ۳۳۔ ۳۴

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۳۳ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۳۴

ترجمۃ الآیات

حضرت نوح نے کہا کہ اگر خدا چاہے تو تم پر عذاب لائے گا اور تم اسے عاجز نہ کرسکو گے۔(۳۳)

اور اگر خدا نے (تمہاری عدم لیاقت کی وجہ سے) تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا تو میری نصیحت و خیر خواہی تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی خواہ میں تمہاری کتنی ہی خیر خواہی کروں وہی تمہارا پروردگار ہے اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔(۳۴)

نکات:

☆ لفظ (نصح) اس کام یا کلام کو کہا جاتا ہے جس کا مقصد اصلاح ہو اور اخلاص پر مبنی ہو اور لفظ (غیّ) کا اطلاق اس جہالت پر ہوتا ہے جو فاسد عقیدہ کی پیداوار ہو اور (اضلال) اور (اغواء) کا باہمی فرق یہ ہے کہ (ضالّ) ہدف کو پہچانتا ہے لیکن وہ راہ سے بھٹک چکا ہوتا ہے جب کہ (اغواء) اس گمراہی کو کہا جاتا ہے جس میں ہدف بھی ناپید ہو اور راستہ بھی مفقود ہو۔

☆ (اضلال) اور (اغواء) کی خداوند عالم کی طرف نسبت کا تعلق از مجازات سے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے غلط انتخاب کی بنا پر غلط راستے کا انتخاب کرتا ہے تو پھر خدا اسے اسی پر ہی رہنے دیتا ہے۔ ورنہ خدا نہ تو کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو خواہ مخواہ بھٹکنے پر مجبور کرتا ہے۔ گمراہی کی ابتدا انسان کی طرف سے ہوتی ہے اور جب انسان گمراہی

کو پسند کر لیتا ہے تو خدا کی طرف سے اس سے توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔(وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ﴿۲۶﴾)(البقرہ/۲۶)

پیغام:

۱۔پیغمبر تبلیغ پر مامور ہوتا ہے جب کہ گمراہوں کو سزا دینے کا اختیار خدا کے پاس ہے۔(اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ)

۲۔کوئی بھی چیز خدا کو کسی کام پر مجبور نہیں کر سکتی حد یہ ہے کہ تہدید کے بعد بھی وہ مجبور نہیں ہوتا۔(اِنْ شَآءَ)

۳۔کفار کے مقدر میں عذاب لکھا جا چکا ہے لہٰذا وہ اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتے۔(مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ﴿۳۳﴾)

۴۔انبیاء لوگوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔(نُصْحِیْۤ)

۵۔خدا کا ارادہ تمام ارادوں پر غالب ہے۔(وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ ۔۔۔اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ) حد یہ کہ پیغمبر کی خیر خواہی کا جذبہ بھی اسی کے ارادہ کے تحت ہے۔

۶۔مخالفین کی ضد بازی کے باوجود بھی انبیاء پر دین کی تبلیغ فرض ہے۔(اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ)

۷۔جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق یہ احتمال ہو کہ اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا تو اس حالت میں امر و نہی واجب نہیں رہتی۔(وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ ۔۔۔اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ)

۸۔لوگوں کی ہدایت اور گمراہی ارادہ خداوندی کے دائرے سے خارج نہیں ہے۔(یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ)

۹۔جب گمراہوں کی گمراہی اتنی بڑھ جائے کہ وہ اپنے منہ سے عذابِ الٰہی کا مطالبہ کرنے لگ جائیں اور(فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ) کہنے لگیں تو ان کو گمراہی کی وادی میں چھوڑ دینا بھی ربوبیت کا ایک تقاضا ہے۔(اَنْ یُّغْوِیَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ)

۱۰۔انبیاء کی نصیحتوں کو قبول نہ کرنا خدائی عذاب ہے۔(لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ۔۔۔اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۳۴﴾)

۱۱۔اگر بالغرض اس دنیا میں کسی بدکار کو خدا کی طرف سے کوئی سزا بھی نہ ملے تو بھی اسے خوش نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ قیامت برحق ہے جہاں خدا نے تمام فیصلے کرنے ہیں۔(هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۳۴﴾)

۱۲۔خدا کی طرف لوٹائے جانے میں ہر شخص مجبور ہے اسی لیئے(تُرْجَعُوْنَ﴿۳۴﴾)فعل مضارع مجہول کے صیغہ سے آیا ہے اور اس کی بجائے(ترجعون)فعل مضارع معروف کے صیغہ سے نہیں آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو جبراً خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۳۵

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾

ترجمة الآيات

کیا کفار ومشرکین یہ کہتے ہیں کہ محمد نے تمام باتوں کا خدا پر افترا کیا ہے آپ کہہ دیں کہ (اگر بالفرض) میں نے افترا باندھا ہے تو اس کا مجرم میں ہی ہوں جبکہ میں اس جُرم سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو (کہ تم میری طرف افترا کی نسبت دے رہے ہو)۔(۳۵)

نکات:

☆"اِجرام" و"جُرم" دونوں کا تعلق ایک ہی مادہ سے ہے جس کا لفظی معنی کچے پھل کا توڑنا ہے۔ بعد ازاں یہ لفظ ہر ناپسندیدہ کام اور خلاف واقع معاملات کے لیئے استعمال کیا گیا ہے

پیغام:

۱۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مشرکین کے اعتراضات کے جواب کا طریقہ سکھایا ہے۔(يَقُولُونَ ... قُلْ)

۲۔خودساختہ مطالب کو خدا کی طرف منسوب کرنا جُرم اور گناہ ہے۔(إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي)

۳۔ہر شخص اپنے عمل کا جوابدہ ہے۔(إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي)

۴۔مشرک سے بیزاری کرنی چاہیئے۔(وَأَنَا بَرِيءٌ)

۵۔شرک جرم ہے۔(مِمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾)

آیت نمبر ۳۶

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ

فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ آپ کی قوم میں سے اور کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا لہٰذا یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔(۳۶)

نکات:

☆حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیئے یہ بددعا کی تھی۔(رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾)(نوح/۲۶۔۲۷)روئے زمین پر کسی بھی چلتے پھرتے کافر کو زندہ نہ رکھ۔ اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل میں صرف بدکار کافر ہی پیدا ہوں گے حضرت نوح کی مذکورہ بالا بددعا اس وحی کے بعد ہوئی جس میں آپ کو بتایا گیا کہ اب تمہاری قوم میں سے اور کوئی بھی شخص ایمان نہیں لائے گا۔

پیغام:

۱۔انسان کبھی ایسی گمراہی میں چلا جاتا ہے کہ اس کی نجات کا کوئی بھی راستہ باقی نہیں رہتا۔(لَنۡ يُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ)

۲۔انبیاء اگرچہ بڑے شفیق اور ہمدرد ہوتے تھے۔خدا نے انہیں یہ تعلیم دی کہ وہ منکرین حق کی بربادی پر کوئی غم نہ کریں۔(فَلَا تَبۡتَئِسۡ)

۳۔تبلیغ ایسے افراد کو کرنی چاہیئے جن کی اصلاح کی توقع موجود ہو۔(فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾)

۴۔خداوند متعال آئندہ کی خبروں سے انبیاء کو آگاہ فرماتا ہے۔(اُوۡحِيَ اِلٰى نُوۡحٍ اَنَّهٗ لَنۡ يُّؤۡمِنَ)

۵۔دینی قائدین اور مبلغین کو اس بات منتظر نہیں رہنا چاہیے کہ سب لوگ مثبت سوچ کے ساتھ جواب دیں گے۔(لَنۡ يُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ)

آیت نمبر ۳۷

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۃ الآیات

(اے نوح!) آپ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنائیں اور ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ یقیناً وہ ڈوبنے والے ہیں۔ (۳۷)

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کو فطری علل واسباب سے بروئے کار لاتا ہے اسی لیئے ہمیں غیبی امور کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ (وَاصْنَعِ الْفُلْكَ)

۲۔ اولیاء اللہ کے لیئے کام کرنا معیوب نہیں ہے۔ (وَاصْنَعِ الْفُلْكَ)

۳۔ لوگوں کی نجات کے لیئے صرف تبلیغ اور تقریر ہی کافی نہیں ہے اس کے لیئے وسیلہ نجات کا فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ (وَاصْنَعِ الْفُلْكَ)

۴۔ کشتی سازی کی تاریخ بہت پرانی ہے حضرت نوح کے زمانہ میں اس کا سراغ ملتا ہے۔ (وَاصْنَعِ الْفُلْكَ)

۵۔ جب کسی کو یہ یقین ہو کہ خدا براہ راست اس کے عمل کی نگرانی کر رہا ہے تو اس سے قوت کار میں اضافہ ہوتا ہے اور جذبات کو جوانی ملتی ہے۔ (وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا)

۶۔ صنعتی ایجادات اور انکشافات کا تعلق خدائی الہامات سے ہے۔ (اصْنَعِ... بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا)

۷۔ ظالموں کے لیئے انبیاء کی شفاعت غیر مؤثر ہوتی ہے۔ (وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا)

۷۔ انبیاء کے سامنے ضد بازی کرنا ظلم ہے۔ (فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا)

۹۔ جب تقدیر کا فیصلہ ہو جائے تو اس کے بعد ہر طرح کی شفاعت غیر مؤثر ہوتی ہے۔ (وَلَا تُخَاطِبْنِيْ... إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾)

۱۰۔ظالم افراد کسی بھی وقت خدا کی گرفت میں آسکتے ہیں۔(اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴿۳۷﴾)

۱۱۔اللہ تعالیٰ بے گناہوں کو عذاب سے بچالیتا ہے۔(وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴿۳۷﴾)

آیت نمبر ۳۸

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

اورنوح فرمان الٰہی کے تحت کشتی بنانے لگےاس دوران اس کی قوم کے سرداروں کا جب اس کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے۔نوح کہتے جس طرح سے تم مذاق اڑارہے ہو(ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے۔(۳۸)

نکات:

☆ مخالفین کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اہل حق کا مذاق اڑاتے ہیں اسی لیئے ہمیں مخالفین کی طنزو تشنیع سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔کفارومشرکین نے انبیاءکوبھی معاف نہیں کیا تھا۔چنانچہ جب حضرت نوح کشتی بنانے میں مصروف تھے تو کوئی مذاق کرکے کہتا کہ لو،اب انہوں نے نبوت چھوڑ کر بڑھئی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے!! کوئی یہ کہتا کہ”حضرت! کشتیاں دریاؤں میں چلا کرتی ہیں آپ دریا کہاں سے لائیں گے؟! کیا آپ کی کشتی خشکی پر چلے گی؟!“امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اسی برس تک کشتی بناتے رہے تھے۔(تفسیر برہان) یہ کشتی وہاں بنائی گئی جہاں اب مسجد کوفہ ہے(نورالثقلین) کشتی کی لمبائی چارسومیٹر اور چوڑائی چالیس میٹر کی تھی۔(نورالثقلین)

پیغام:

۱۔انبیاءحکم خداوندی پرعمل کرتے ہیں۔(اِصْنَعِ الْفُلْكَ ۔۔۔ يَصْنَعُ الْفُلْكَ)

۲۔حضرت نوح نے کھلی جگہ پر کشتی بنائی تھی جہاں سے لوگوں کی آمدورفت رہتی تھی۔(مَرَّ عَلَيْهِ)

۳۔کفارحضرت نوح کا مذاق اس لیئے اڑاتے تھے کہ انہیں اپنی اکثریت اور قوت کا گھمنڈ تھا۔(كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ

مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا)

۴۔انبیاء کا کام تبلیغ اور دشمنانِ حق کا کام انبیاء کو اذیت دینا ہے۔اور یہ سلسلہ نبی کی بعثت سے لے کر آخر تک جاری رہتا ہے۔(كُلَّمَا مَرَّ)

۵۔اگر ہمیں کسی کام کی (بالخصوص انبیاء کے کام کی) حکمت معلوم نہ ہو تو پھر اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے۔(كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ.... سَخِرُوْا مِنْهُ)

۶۔جب حق کے مخالفین کے پاس منطق و استدلال باقی نہیں رہتی تو پھر وہ مذاق اڑانے کے حربے پر اتر آتے ہیں۔ (سَخِرُوْا مِنْهُ)

۷۔لوگوں کی تنقید اور اعتراضات کی وجہ سے ہمیں اپنا عمل نہیں چھوڑنا چاہیئے اور مستقبل کے لیئے زمین ہموار کرنے سے غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔(يَصْنَعُ الْفُلْكَ.... سَخِرُوْا مِنْهُ)

۸۔حضرت نوح کے پیروکار کشتی سازی کے عمل میں ان کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔(اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ)

۹۔دشمنوں کے مخاطب اگر چہ حضرت نوح ہی تھے لیکن ان کا ہدف حضرت کے آئین اور پیروکاروں کی توہین تھا۔ (سَخِرُوْا مِنْهُ.... تَسْخَرُوْا مِنَّا)

۱۰۔استہزا میں پہل کرنا بری بات ہے اور استہزا کا ترکی بہ ترکی جواب دینا عین عدل ہے۔(اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ) قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے(جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا) (شوریٰ/۴۰) برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔

۱۱۔جب دشمن ہمارا استہزا کرے تو ہمیں بھی ردعمل کے طور پر اس کا استہزا کرنا چاہیئے۔(اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ)

آیت نمبر ۳۹

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

پس تم عنقریب دیکھ لوگے کہ رسوا کرنے والا اور جاودانی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔(۳۹)

نکات:

☆تفسیر المیزان میں مرقوم ہے کہ "رسوا کرنے والے عذاب" سے دنیا میں غرق ہونا "جاودانی عذاب" سے قیامت کا عذاب مراد ہے۔

پیغام:

۱۔کفار کے استہزا کے جواب میں جب ان سے استہزا کیا جائے تو اس میں انذار و تہدید کا عنصر بھی شامل ہونا چاہیئے۔ (فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ)

۲۔اگر ایمان باللہ کی وجہ سے کسی مومن کا مذاق اڑایا جائے تو پھر اسے چاہیئے کہ مذاق اڑانے والے کافر کے جاودانی عذاب پر نظر کرے اس سے اسے تسلی محسوس ہوگی۔(یَحِلُّ عَلَیۡهِ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۳۹﴾)

۳۔مسخرہ کرنے والے کفار کے لیئے اُخروی عذاب ہمیشہ کے لیئے ہوگا۔(عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۳۹﴾)

آیت نمبر ۴۰

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِیۡهَا مِنۡ کُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡهِ الۡقَوۡلُ وَمَنۡ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیۡلٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

(کفر اور طنز کا سلسلہ جاری تھا کہ) ہمارا قہر نازل ہوا اور تنور (سے پانی) ابلنے لگا تو ہم نے کہا

کہ (اے نوح) ہر جوڑے میں سے دو دو کشتی پر سوار کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان کے جن کی بات پہلے ہو چکی ہے اور ان کو بھی (سوار کرو) جو ایمان لا چکے ہیں۔ ان پر بہت تھوڑے سے افراد ایمان لائے تھے۔ (۴۰)

نکات:

☆ ''تنور'' سے مراد وہی تنور ہے جو فارسی (اور اردو) میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تنور سے پانی ابلنے کا یہ مفہوم ہے کہ اس وقت قہر الٰہی اپنے جوبن پر تھا کہ آگ بھڑکانے کی جگہ سے پانی ابلنے لگ گیا۔ یا اس کا مفہوم یہ ہے پانی کے ابلنے کا آغاز تنور سے ہوا تھا۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ بعض روایات میں مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں جہاں ہر جانور کا جوڑا بٹھایا وہاں اپنی کشتی میں درخت بھی ساتھ رکھے۔ (تفسیر روح المعانی) اس کی غالباً وجہ یہ تھی انہیں ہر چیز کے جوڑے کو سوار کرنے کا حکم ملا تھا اور نر و مادہ کا جوڑا صرف حیوانات تک ہی مخصوص نہیں ہے البتہ ایک اور روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کے دو جوڑوں سے ایک گھریلو جوڑا اور ایک صحرائی جوڑا مراد ہے (تفسیر نور الثقلین)

☆ تفسیر روح المعانی میں مرقوم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے کنعان ہلاک ہو گیا۔ سام کی نسل سے عرب پھیلے اور حام کی نسل سے سیاہ فام پھیلے اور یافث کی نسل سے ترک پھیلے۔ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح کی ایک بیٹی بھی تھی جو کہ صاحبِ ایمان تھی وہ بھی حضرت کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئی تھی (تفسیر نور الثقلین) ☆ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جب اللہ نے قوم نوح پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کیا تو ان کی عورتوں کو بانجھ بنا دیا اور یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد خدا کا عذاب نازل ہوا۔ اور چالیس سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ (بحار جلد ۱۱/ ۳۱۲)

پیغام:

۱۔ عذاب خداوندی کے آنے تک کفار کی طرف سے استہزا کا سلسلہ جاری رہا۔ (حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا)
۲۔ حضرت نوح کی داستان انتہائی اہم تھی۔ (اَمۡرُنَا)
۳۔ پانی کا ابلنا اور اس کا جوش امرِ خداوندی کے تحت ہے۔ (جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ)
۴۔ اللہ تعالیٰ کے کارنامے بھی نرالے ہیں تنور آگ کا مقام ہے وہاں سے پانی کو جاری کر دیا اور آگ کو ابراہیم کے لیئے گلستان کر دیا۔ پانی زندگی کی علامت ہے اس کے ذریعہ سے پوری نسل کو تباہ و برباد کر دیا۔ (فَارَ التَّنُّوۡرُ)
۵۔ حیوانی نسل کو معدوم ہونے سے بچایا جائے۔ (احۡمِلۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ)

۶۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی مومن کے تمام افراد خاندان بھی مومن ہوں۔ حضرت نوح نبی تھے لیکن ان کی بیوی اور بیٹا کافر تھے۔(اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ)

۷۔ حق کے مددگار ہر دور میں بہت کم رہے ہیں۔ (وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾) ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر صرف اسی افراد ایمان لائے تھے۔ (تفسیر نور الثقلین)

آیت نمبر ۴۱

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس (نوح) نے (مسافرینِ کشتی سے) کہا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا رکنا اللہ کے نام سے مربوط ہے۔ یقیناً میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔ (۴۱)

نکات:

☆ حضرت ابوذر غفاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مشہور صحابی تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خانہ کعبہ کی زنجیرِ در کو پکڑا اور بلند آواز سے کہا کہ اے لوگو! میں نے پیغمبر اکرم سے اپنے ان دو کانوں سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرمایا کرتے تھے: (مَثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح، مَن رَکبها نجیٰ و مَن تخلّف عنها هلك) میری اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہو گیا اس حدیث کو حضرت ابوذر کے علاوہ صدر اسلام کے اور بھی بہت بزرگوں مثلاً ابوسعید خدری، ابن عباس، عبداللہ بن زبیر اور انس بن مالک نے بھی بیان کیا ہے اور یہ حدیث اہل سنت کی مشہور کتابوں میں مرقوم ہے جن میں چند ایک کے نام یہ ہیں ۱۔معجم کبیر طبری۔ ۲۔مستدرک حاکم۔ ۳۔تفسیر ابن کثیر۔ ۴۔تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ۵۔عیون الاخبار ابن قتیبہ۔ ۶۔ذخائر العقبیٰ طبری۔ ۷۔تاریخ بغداد خطیب بغدادی۔ ۸۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم۔ ۹۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ ۱۰۔روح المعانی آلوسی۔ ایسی تمام کتابوں کی تفصیل کے لیئے احقاق الحق جلد ۹/ ۲۷۰ اور بعد کے صفحات کا مطالعہ فرمائیں۔ اگر اس حدیث سفینہ کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس متواتر حدیث کو شامل کریں جس میں آپ نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر (۷۳)

فرقے بنیں گے ان میں سے ایک ناجی ہوگا اور باقی ہلاک ہو جائیں گے تو "ناجی فرقہ" واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے واضح کیا ہے کہ نجات وہی پائے گا جو کشتی اہل بیت پر سوار ہوگا۔ "مَن رکبھا نجیٰ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات پانے والا فرقہ صرف اہل بیت کے پیروکاروں کا ہے۔

☆روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ کشتی یکم رجب کو مسجد کوفہ سے چلی تھی۔ (تفسیر نور الثقلین) (الکافی جلد ۳/ ۴۹۲)

پیغام:

ا۔ ہر کام کا آغاز اللہ کے نام سے ہونا چاہیئے۔ اور یہ خدا پر توکل اور اس سے مدد طلب کرنے اور اس کام کو خدائی رنگ دینے کی علامت ہے۔(ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ)

۲۔حرکت اور توقف کا تعلق خدا کی مدد سے ہونا چاہیئے۔(بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا)

۳۔کشتی کی حیثیت ایک وسیلہ سے زیادہ کی نہیں ہے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ خدا کو یاد کرے کیونکہ تمام چیزیں اس کے ارادے کی تابع ہیں۔(ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ)

۴۔نوح علیہ السلام کے زمانہ میں مومن صرف وہی تھے جو ان پر ایمان لائے تھے مگر وہ اہل ایمان عیب اور گناہ سے خالی نہ تھے اسی لیئے حضرت نوح نے فرمایا تھا کہ میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔(اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾)

۵۔حضرت نوح کے پیروکاروں کی نجات خدا کی ربوبیت اور اس کی شان مغفرت ورحمت کا ایک شمہ تھی۔ (ارْكَبُوْا۔۔۔اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾)

آیت نمبر ۴۲

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمة الآيات

اور کشتی انہیں لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جو کہ کچھ فاصلہ پر کھڑا تھا۔ اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھی نہ بنو۔ (۴۲)

نکات:

☆معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے سے جو گفتگو کی تھی وہ کشتی روانہ ہونے سے پہلے ہوئی تھی ورنہ جب کشتی چلی تو پہاڑوں جیسی امواج میں اس کا کچھ فاصلے پر کھڑا ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ اور بلند و بالا طوفانی موجوں میں اسے سوار کرنا ناممکن تھا۔ (تفسیر روح المعانی)

سوال۔ حضرت نوح نے صرف اپنے بیٹے کو ہی سوار ہونے کی دعوت کیوں دی تھی؟

جواب ا۔ ہر انسان پر اولاد کے لیئے بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ۲۔ جب حضرت نوح نے اپنے کو کچھ فاصلے پر کھڑا دیکھا تو ممکن ہے کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ حق کو ماننے پر آمادہ ہو چکا ہے اسی لیئے آپ نے اس کو آواز دی ہو۔ ۳۔ ممکن ہو کہ اس لیئے آواز دی ہو کہ باقی لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہو کہ عذاب بہت سخت ہے اسی لیئے وہ اپنے بیٹے کو عذاب سے بچنے کے لیئے آواز دے رہے ہیں۔

☆تفسیر نور الثقلین کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ وہ بیٹا حضرت نوح کی بیوی کا بیٹا تھا۔ اور وہ اس کے پہلے شوہر سے تھا۔ اس لیئے اس کے مرنے کے بعد حضرت نوح نے اس سے نکاح کیا تھا اور یہ لڑکا ماں کے ساتھ حضرت کے گھر آ گیا تھا۔

عرض مترجم۔ یہ روایت دل کو نہیں لگتی کیونکہ قرآن میں یہ الفاظ ہیں ''وَنَادٰى نُوۡحُ ٱبۡنَهٗ'' نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی یہاں ''ٱبۡنَهٗ'' ہے اگر وہ بیٹا حضرت کا بیٹا نہ ہوتا تو یہاں ''اِبۡنَهَا'' کے الفاظ دکھائی دیتے۔ حضرت نوحؑ نے اسے ''يٰبُنَيَّ'' کہہ کر خطاب کیا تھا۔ لہٰذا یہ روایت کسی طور بھی قابل قبول نہیں ہے۔ **(اضافة من المترجم)**

☆جس دن حضرت نوحؑ کشتی پر سوار ہوئے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا تھا آپ نے ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ روزہ خطرات سے نجات کی علامت ہے (تفسیر مجمع البیان)

☆حضرت نوحؑ کی کشتی اتنی مضبوط تھی کہ وہ پہاڑ جیسی موجوں پر بھی بے خطر چلتی رہی۔ اس سے حضرت نوحؑ کے کمالِ ہنر کا پتہ چلتا ہے۔

پیغام:

ا۔ نجات پانے والوں کو اگرچہ کشتی نجات نصیب ہوئی تھی۔ اور انہیں حضرت نوحؑ جیسا ناخدا میسّر آیا تھا لیکن اس کے باوجود ان کا تلاطم خیز موجوں سے واسطہ رہا تھا۔ (فِيۡ مَوۡجٍ كَالۡجِبَالِ)

۲۔ ہمیں آخری وقت تک لوگوں کے نجات کی فکر کرتے رہنا چاہیئے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (نَادٰى نُوۡحُ ٱبۡنَهٗ)

۳۔ گوشہ گیری اور عزلت نشینی ذریعہ نجات نہیں ہے۔ (فِيۡ مَعۡزِلٍ)

۴۔اولاد کی صحیح رہنمائی والدین کا فریضہ ہے۔(یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا)

۵۔صُحبت انسان کے افکار و کردار پر اثرات مرتب کرتی ہے چنانچہ ایک نبی زادہ نے کافروں کی صحبت اختیار کی تو وہ بھی آئینِ حق کو چھوڑ بیٹھا۔(لَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ) شیخ سعدی نے کیا ہی خوب کہا تھا:

پسر نوح با بداں بنشست

خاندان نبوتش گم شد

فرزند نوح بُرے لوگوں کے ساتھ بیٹھا تو اپنے خاندان نبوت کو گم کر بیٹھا۔

۶۔کافروں کی جماعت کا فرد ہونا ہی خطرناک نہیں ہے کافروں کی جماعت کے ساتھ کھڑا ہونا بھی خطرناک ہے۔(لَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾)

۷۔کفر آلود ماحول شریف خاندان کے افراد کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔(لَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾)

آیت نمبر ۴۳

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۃ الآیات

پسرِ نوح نے کہا میں بہت جلد پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔نوح نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے مگر جس پر وہ رحم کرے۔اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے بن گیا۔(۴۳)

نکات:

☆امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ طوفان نوح کے وقت خانہ کعبہ کے علاوہ پوری زمین ڈوب گئی تھی۔(تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔خطرات ومشکلات کے وقت ایک توحید پرست خدا سے پناہ چاہتا ہے اور ایک مشرک پہاڑ سے پناہ طلب کرتا ہے۔یادرکھیں شرق وغرب اور مال ومقام کا سہارا شرک ہے۔(سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ)

۲۔خدائی عذاب کے وقت بلند وبالا پہاڑ بھی پانی جیسی نرم ونازک چیز کے مقابلہ پر مدد دینے کے قابل نہیں ہوتے۔ (لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ)

۳۔زندگی کا دارومدار پانی پر ہے لیکن بعض اوقات یہی پانی امرالٰہی سے ہلاکت وعذاب کا سبب بن جاتا ہے۔ (لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ)

۴۔طبعی حوادث اتفاق پر مبنی نہیں ہیں۔یہ خدا کے پُرحکمت فرمان کا نتیجہ ہوتے ہیں۔(اَمْرِ اللّٰهِ)

۵۔خدا کے قہر سے بچنے کے لیئے خدا کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیئے۔(لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ ۔۔۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ)

۶۔(مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴿۴۲﴾) کا نتیجہ (مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴿۴۳﴾) کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔

۷۔خدا کے سامنے خاندانی روابط اور رشتہ داری کوئی فائدہ نہیں دیتی۔نوح علیہ السلام کا بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے ڈوبتا رہا اور باپ اپنے بیٹے کی کوئی مدد نہ کرسکا۔(وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴿۴۳﴾)

۸۔اللہ تعالیٰ صرف رحیم ہی نہیں حکیم بھی ہے وہ ایسا رحیم ہے کہ بچے کی پیدائش سے بھی پہلے اس کی ماں کے سینہ کو دودھ سے بھر دیتا ہے اور اتنا حکیم ہے کہ باپ کی نگاہوں کے سامنے اس کے بیٹے کو ہلاک کردیتا ہے۔(مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴿۴۳﴾)

آیت نمبر ۴۴

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴿۴۴﴾

ترجمة الآيات

(اور جب طوفان ہر جگہ پھیل گیا تو) کہا گیا اے زمین! اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان! اپنے پانی کو روک لے۔پانی تہ نشین ہوگیا اور معاملہ اختتام کو پہنچا اور کشتی کوہ جودی کے دامن پر لنگر انداز

ہوئی۔(اس وقت) کہا گیا کہ ظالم قوم کے لیئے رحمتِ الٰہی سے دُوری ہو۔(۴۴)

نکات:

☆ یہ آیت مجیدہ قرآن کریم کی انتہائی مؤثر اور بلیغ ترین آیات میں سے ہے۔عصر پیغمبرؐ سے لے کر آج تک کے جملہ ادیب اس کے حسن و جمال کو سراہتے آئے ہیں۔کچھ لوگوں نے قرآن کے مقابلہ کی کوشش کی تھی لیکن جب وہ اس آیت مجیدہ پر پہنچے تو اس کے ظاہری اور معنوی حُسن کو دیکھ کر دنگ رہ گئے اور قرآن کے مقابلہ سے دست کش ہو گئے۔

☆ (بَلَعَ) کے معنی نگل جانے کے ہیں (اِقلاع) کے معنی روک لینے کے ہیں اور (غِیْضَ) کے معنی جذب ہونے اور پانی کے کم ہونے کے ہیں

☆ (جودی) یا تو مطلقاً سخت پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔ یا پھر یہ کسی مخصوص پہاڑ کا نام ہے اور اس کے محل وقوع میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ماہرین جغرافیہ کے اس کے متعلق چار اقوال ہیں۔ ۱۔موصل (عراق) میں پائے جانے والا ایک پہاڑ ہے۔ ۲۔یہ پہاڑ شام کی حدود میں ہے۔ ۳۔یہ پہاڑ موصل اور جزیرہ کے درمیان واقع ہے۔ ۴۔ترکی میں جبال ارارات کے ایک سلسلہ کا نام ہے۔

☆ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ کشتی نوح چھ ماہ تک پانی پر تیرتی رہی اور مکہ وحجاز کی سرزمین سے ہوتی ہوئی تہذیب الاحکام کی روایت کے مطابق مسجد کوفہ میں لنگرانداز ہوئی۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کشتیِ نوح نوروز کو پہاڑ پر لنگرانداز ہوئی تھی۔(بحار جلد ۱۱/ ۳۴۲)

پیغام:

۱۔آسمان وزمین شعور رکھتے ہیں۔اور حکم الٰہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ (یٰۤاَرۡضُ۔۔۔یٰسَمَآءُ۔۔۔۔) اوران کی اطاعت رغبت کے تحت ہے نہ کہ جبر سے (فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ ⑪) (فصلت/۱۱) پھر خدا نے زمین وآسمان سے کہا دونوں آجاؤ خواہ خوشی سے خواہ کراہت سے۔ان دونوں نے کہا ہم بخوشی آگئے۔

۲۔ظالموں کی ہلاکت کے بعد بھی ظالم پر لعنت کرنی چاہیئے۔(بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۴﴾)

آیت نمبر ۴۵

وَنَادٰى نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِىۡ مِنۡ اَهۡلِىۡ وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَـقُّ

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴿۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

اورنوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور (میرے اہل کے نجات کا) تیرا وعدہ حق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔(۴۵)

نکات:

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے فرمایا تھا کہ میں تجھے اور تیرے خاندان کے افراد اور جملہ اہل ایمان اور تمام موجودات ارضی کے دو دو جوڑوں کو نجات دوں گا البتہ جس کے متعلق میرا پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اسے نجات نہیں دوں گا اس سے حضرت نوح سمجھے کہ میرے پورے خاندان میں صرف میری بیوی ہی ہلاک ہوگی۔ اسی لیئے انہوں نے اپنے بیٹے کو کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی اور اس کی نجات کے لیئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی تھی

☆ اگر نوح کو معلوم ہوتا کہ ان کا بیٹا کافر بن چکا ہے تو وہ اس کے لیئے دعا نہ کرتے جیسا کہ انہوں نے اپنی بیوی کے لیئے بھی دعا نہیں کی تھی۔ کیونکہ یہ بات کسی طور سے بھی قرین عقل نہیں ہے کہ نوح علیہ السلام ایک طرف تو کفار کی بربادی کی درخواست کریں اور دوسری طرف بیٹے کے بچانے کی دعا کریں۔

پیغام:

ا۔ دعا کے لئے ادب ضروری ہے حضرت نوحؑ کی دعا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آپ نے دعا میں یہ نہیں کہا کہ خدایا تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے اہل کو نجات دوں گا لہٰذا میرے بیٹے کا حق بنتا ہے کہ اسے نجات ملنی چاہیئے تو نے اسے نجات کیوں نہ دی؟ اس کے برعکس حضرت نے بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کیا کہ تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔

۲۔ اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہو تو اولیاء اللہ بھی اس کے مصداق تلاش کرنے میں اشتباہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ (اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ) اور یہی حال خلقت آدم کی داستان کا ہے ملائکہ کو بھی انسان کی شناخت میں اشتباہ ہوا تھا اور انہوں نے خون بہانے والے اور فساد پھیلانے والے موجود کی پیدائش کو خلاف حکمت سمجھا تھا۔ جس کا خدا نے ضروری جواب دے کر انہیں مطمئن کیا تھا۔

آیت نمبر ۴۶

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

خدا نے جواب میں فرمایا۔ اے نوح یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے یہ غیر صالح عمل (کا حامل) ہے جس چیز کا تجھے علم نہیں ہے اس کا مجھ سے سوال نہ کر میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ مبادا نادانوں میں سے ہو جاؤ۔ (۴۶)

نکات:

☆ ''فَلَا تَسْـَٔلْنِ '' (پس مجھ سے سوال نہ کر) کا جملہ ایک معصوم نبی سے خطاب ہے۔ اس جملہ کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ نوح علیہ السلام نے سوال کیا تھا۔ اس کا مقصد اول و آخر صرف یہی ہے کہ خدا نے انہیں نصیحت کی کہ خبردار نا اہل کے لیئے مجھ سے سوال نہ کرنا۔ اور کہیں رشتہ داری کی وجہ سے اسے اپنا اہل نہ سمجھ بیٹھنا۔

☆ حضرت رسول اکرم اور ائمہ ہدی علیہم السلام سے بہت سی روایات موجود ہیں جن میں انہوں نے کچھ لوگوں کو ''لیس منا'' یا ''لیس منی'' کہہ کر اپنی صفوں سے باہر نکالا ہے۔ چنانچہ سفینۃ بحار جلد دوم صفحہ ۱۸، ۳۱۹، ۶۹۱ میں اس مضمون کی بہت سی احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے بطور نمونہ چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: (من غش مسلما فلیس منا) جس نے کسی مسلمان سے خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: (من اکرمه الناس اتقاء شره فلیس منی) جس کے شر کے خوف سے لوگ اس کا احترام کریں وہ مجھ سے نہیں ہے۔ ۳۔ آنحضرتؐ کا فرمان ہے۔ (النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی) نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو میری سنت سے رُخ موڑے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ ۴۔ آنحضرتؐ کا فرمان ہے۔ (من اصبح و لم یهتم بأمور المسلمین فلیس بمسلم) جس نے اس حالت میں صبح کی کہ اسے

امورِ مسلمین کی پرواہ نہ ہوتو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے۔

سوال۔ سورۃ تحریم میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کے متعلق یہ لفظ وارد ہے (فخانتا هما) ان دونوں عورتوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تھی۔ ادھر سورۃ ہود میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں (انه لیس من اهلك) تیرا بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیا ان دونوں آیات کے ملانے سے ہم یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے کہ پسر نوح حلال زادہ نہ تھا؟!

جواب۔ یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے اور جہاں تک حضرت نوحؑ کی بیوی کے خائنہ ہونے کا سوال ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ حضرت نوحؑ کے رازوں میں خیانت کرتی تھی اور کفار تک پہنچاتی تھی۔ فرزند نوح کی نااہلی کی وجہ اس کے غیر صالح اعمال تھے۔

عرض مترجم۔ مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کی بیوی کافرہ اور منافقہ ہوسکتی ہے لیکن زانیہ اور آبرو باختہ نہیں ہوسکتی اور اسی پر علمائے مذہب کا اجماع ہے۔ (اضافة من المترجم عفی عنه)

پیغام:

۱۔ مذہبی اور مکتبی روابط کو خاندانی اور خونی روابط پر فوقیت حاصل ہے۔ (اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ) بیٹا نبی پر ایمان نہ لایا تو ڈوب گیا اغیار ایمان لائے تو انہوں نے نجات پائی۔ حضرت سلمان فارسی رسول خدا کے کچھ نہ لگتے تھے انہیں اتباع کی وجہ سے ''سلمان منا اهل البیت'' کا تمغہ نصیب ہوا اور ابولہب رسول اکرم کا چچا تھا لیکن وہ سورۃ (تبت یدا) کا مصداق بنا۔

۲۔ بعض اوقات انسان کسی نیک یا برے کام میں اس قدر متفرق ہوجاتا ہے کہ وہ وہی عمل مجسم بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرزند نوح کے لیئے ارشاد ہوا (اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ) وہ تو مجسم غیر صالح عمل ہے۔

۳۔ انبیاء کو بھی الٰہی موعظہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ (اِنِّیْٓ اَعِظُكَ) (اللہ تعالیٰ حساس لمحات میں اپنے انبیاء کو خبردار کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے)

۴۔ جاہلانہ افعال سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ (مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۝۴۶) (خدا سے غیر حکیمانہ فعل کا مطالبہ کرنا جہالت ہے)

آیت نمبر ۴۷

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۴۷

ترجمۃ الآیات

نوح نے کہا۔ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ کسی ایسی بات کا تجھ سے سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اگر تو نے میری اس درخواست کو معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ (۴۷)

پیغام:

۱۔ انبیاء ہر وقت تسلیم مجسم ہوتے ہیں۔ (فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ ... قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ)

۲۔ اپنی دعا کا آغاز لفظ، رَبِّ، سے کرنا چاہیئے۔ (رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ ....)

۳۔ مشکلات و تکالیف سے نجات حاصل کرنے کے لیئے استعاذہ اور تعوّذ کی ضرورت ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں دے دے۔ (رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ)

۴۔ مواعظ الٰہی کے سامنے جھک جانا چاہیئے۔ (اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ .... رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ)

۵۔ جب تک مصلحت کا علم نہ ہو تب تک سوال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ (اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ)

۶۔ ہر طرح کے بے جا کلام اور بے جا سوال پر توبہ کی ضرورت ہے (اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ) (اگر نبی نے ایک بے جا مطالبہ کیا تو قدرت کی طرف سے عتاب ہوا اور اگر ہم دن میں کئی بار خدا سے بے جا مطالبات کریں تو نجانے ہمارا حال کیا ہوگا؟)

۷۔ بخشش پہلے ہے اور رحمت بعد میں ہے۔ (اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡۤ)

۸۔ بخشا نہ جانا حقیقی خسارہ ہے۔ (اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ .... اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۴۷﴾)

۹۔ عام انسان تو بجائے خود اللہ کے لطف و کرم کے بغیر انبیاء بھی مقصد حاصل نہیں کر سکتے اور مغفرت الٰہی سے محروم رہنے والا شخص زیان کار رہے۔ (اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۴۷﴾)

آیت نمبر ۴۸

قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ یَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۴۸﴾

ترجمۃ الآیات

نوح سے خطاب ہوا کہ ہماری طرف سے سلامتی اور اپنے اوپر برکتیں لے کر کشتی سے اترو۔ یہ سلامتی اور برکات ان تمام امتوں پر ہوں گے جو تیرے ساتھ ہیں۔ عنقریب (انہی نجات یافتگان) کی نسل سے ہم کچھ امتوں کو نعمات سے مستفید کریں گے پھر (غفلت، کفر و گناہ کی وجہ سے) ہماری طرف سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ (۴۸)

نکات:

☆ ''ھبوط'' نیچے اترنے کا حکم حضرت آدم کو بھی ملا تھا انہیں جنت سے زمین پر اترنے کا حکم ملا تھا اور حضرت نوح کو کشتی سے اترنے کا حکم ملا تھا۔ حضرت آدم بھی اترے اور حضرت نوح بھی اترے۔ جب آدم اترے تو نسل کافر و مومن کے دو حصوں میں تقسیم ہوئی اور حضرت نوح اترے تو ان کی نسل بھی دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔

☆ (اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ) (تیرے ساتھ والی امتیں) سے مراد وہ افراد ہیں جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ کیونکہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی قبیلہ کا جد اعلیٰ بنا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ''امم'' سے مراد وہ حیوانات ہوں جو آپ کی کشتی پر سوار ہوئے تھے۔ اور اس مفہوم پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم نے زمین پر چلنے والی تمام اشیاء کے متعلق (اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ) کے جملے ارشاد فرمائے ہیں۔ (انعام/ ۳۸) یعنی حیوانات میں بھی تمہاری طرح سے امتیں ہیں۔

پیغام:

ا۔ حضرت نوح کے زمانہ میں جو عالمی سیلاب آیا تو اس نے ہر طرف تباہی کی داستانیں رقم کیں۔ سیلاب کے بعد دو خطرات انسان کے لیئے منہ کھولے کھڑے تھے۔ پہلا مسئلہ ہر طرف پھیلی ہوئی آلودگی کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ ''سلام'' فرما کر نوعِ انسان کی سلامتی کو یقینی بنایا۔ اور اس کے ساتھ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ تمام درخت صفحہ ہستی سے مٹ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے (سَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ) کہہ کر زمین کی قوت نمو کو بحال کیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر نصیحتیں کیں لوگوں کو خبردار کیا اور حد یہ ہے کہ بے دین بیٹے کو باپ کی نظروں کے سامنے غرق کیا یہ سب اس کا جلال تھا اور اس کی رحمت یہ تھی کہ وہ اپنی طرف سے سلامتی اور برکات نچھاور کر رہا تھا۔ (سَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ)

۳۔ خدا کی طرف سے مومن کے لیئے سلامتی اور برکت بہترین تحفہ ہے۔ اور کافر بھی دنیاوی نعمات سے مستفید ہوتا ہے لیکن اس کو ملنے والی نعمات صرف دنیا تک محدود رہتی ہیں۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں اسے متاع کہا گیا ہے

لہٰذا ہر متاع نعمت و برکت نہیں ہے۔ نعمت اس انعام کو کہا جاتا ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ (سَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ)

۴۔ اللہ تعالیٰ متاع دنیا سے کافروں کو محروم نہیں رکھتا۔ (سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ)

۵۔ خدا کی یہ روش ہے کہ وہ نعمت و مہلت دیتا ہے اور اگر انسان کی طرف سے ناشکری کا مظاہرہ ہو تو اس پر عذاب دیتا ہے۔ (سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ)

۶۔ لطف و کرم بھی خدا کی طرف سے ہے اور قہر و عذاب بھی اسی کی طرف سے ہے۔ (سَلٰمٍ مِّنَّا ... يَمَسُّهُمْ مِّنَّا)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو یہ بتا دیا تھا کہ آج جن لوگوں کو ان کے ایمان کی وجہ سے نجات ملی ہے ان لوگوں کی نسل ہمیشہ مومن نہیں رہے گی ان کی نسلوں میں کافر پیدا ہوں گے۔ (وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾)

آیت نمبر ۴۹

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۃ الآیات

(اے پیغمبر!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے قبل ان باتوں کو نہ آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم جانتی تھی آپ صبر کریں بے شک آخری کامیابی پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔ (۴۹)

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی شخصیت:

وضاحت۔ ہم نے یہ نکات: تفسیر المیز ان سے حاصل کیئے ہیں۔

☆ اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں چالیس مقامات پر کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم نے یہ وضاحت نہیں کی کہ آپ کہاں پیدا ہوئے، گھر کہاں تھا؟ آپ کا تعلق کس پیشہ سے تھا؟ اور آپ کی وفات کہاں واقع ہوئی اور آپ کہاں دفن ہوئے؟ اس طرح کی معلومات قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن کریم نے ان کی زندگی کا بس اتنا ہی پہلو بیان کیا ہے جتنا کہ ہماری ہدایت کے لیئے ضروری تھا۔

☆حضرت نوح کا واقعہ قرآن کریم کی حسب ذیل چھ سورتوں میں بیان ہوا ہے ۱۔اعراف۔ ۲۔ہود۔ ۳۔مومنون۔ ۴۔شعراء۔ ۵۔قمر۔ ۶۔نوح۔ اس واقعہ کی زیادہ تفصیل سورہ ہود میں بیان کی گئی ہے۔

☆آپ پہلے اولوالعزم رسول تھے آپ کی رسالت اور کتاب وشریعت تمام دنیا والوں کے لیئے تھی۔

☆آپ کی بعثت حضرت آدم وادریس کے بعد اس زمانہ میں ہوئی جب ہر طرف شرک، بت پرستی اور ظلم کا دور دورہ تھا۔ آپ نے عقیدہ توحید، نماز، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور قیام عدالت کے لیئے تبلیغ فرمائی تھی۔

☆آپ کی رسالت کا عرصہ ۹۵۰ سالوں پر محیط ہے جب اللہ نے آپ کو بتایا کہ اب کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا تو آپ مایوس ہوگئے اور کفار کی تباہی وبربادی کی التجا کی۔ آپ کی بددعا کی وجہ سے سیلاب آیا اور تمام کفار جن میں آپ کی بیوی اور بیٹا بھی موجود تھے ہلاک ہوگئے۔

☆آپ انسانوں کے دوسرے باپ ہیں آپ خدا کے چنے ہوئے انسان تھے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: (اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ) (آل عمران/ ۳۳) بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں میں سے چن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجے (سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ) (صافات، ۷۹) تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو۔ حضرت نوح کی داستان کچھ الفاظ ومطالب کے اختلاف کے ساتھ تورات میں بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ کلدانیوں، ہنود، اہل چین، یونانیوں اور پارسیوں کی کتابوں میں بھی واقعہ کا ذکر دکھائی دیتا ہے اور طوفان نوح کو لوگوں کے ظلم وفساد کا نتیجہ کہا گیا ہے۔ ''اوستا'' زردشتیوں کی مقدس کتاب ایک عالمگیر سیلاب سے خبردار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے تمام اہل زمین غرق ہوجائیں گے۔ چنانچہ ''اوستا'' میں لکھا ہے۔ کہ جمشید کو وحی ہوگی کہ ایک بہت بڑی حویلی تیار کرے جس میں تمام نیک مرد اور عورتوں اور حیوانات کے ایک ایک جوڑے کو جگہ دے۔

☆حضرت نوح کی رسالت عالمی رسالت تھی زمین حجت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے کفار کے متعلق جو بددعا کی تھی اس میں اپنے علاقہ کے کفار کی بربادی کی درخواست نہیں کی تھی آپ نے تمام روئے زمین کے کافروں کی بربادی کی درخواست کی تھی اور کہا تھا: (رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا) پروردگار! زمین پر کسی بھی چلنے والے کافر کو نہ چھوڑ۔ آپ کی نبوت ورسالت کے عالمی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر آپ کی نبوت ایک مخصوص علاقہ اور منطقہ تک محدود ہوتی تو سیلاب بھی اسی علاقے تک محدود رہتا اور خدا آپ کو حکم نہ دیتا کہ تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا سوار کرلو۔ یہ حکم اس لیئے دیا گیا کہ اگر آپ جانوروں کے جوڑوں کو سوار نہ کرتے تو طوفان کی وجہ سے ان کی نسل معدوم ہوجاتی۔ تفسیر ''المنار'' میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت نوح کی رسالت صرف ایک علاقہ تک محدود تھی جب کہ صاحب المیز ان نے اس نظریہ کی بھرپور تردید کی ہے۔

☆حضرت نوح کا واقعہ ایک ہزار سال پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی بددعا کی وجہ سے روئے زمین پر طوفان

آیا اور سابقہ آبادی ختم ہوئی اس کے بعد انسانیت کی تاریخ نئے انداز سے رقم ہوئی اور اس تاریخ کا عنوان یہ تھا کہ حق باطل پر غالب آتا ہے۔ اس واقعہ سے انبیاء کی دعا استجاب ثابت ہوتی ہے۔ اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ مذہب کا رشتہ خونی رشتوں پر فوقیت رکھتا ہے یہ قصہ ہمیں تسلیم وتواضع کا درس دیتا ہے اور اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانی نسل کو تحفظ فراہم کرنا چاہیئے اور انہیں معدوم ہونے سے بچایا جائے۔ اس داستان میں کشتی سازی کی صنعت کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے۔

☆اس داستان سے واضح ہوتا ہے کہ کبھی انسان اتنی پستی میں چلا جاتا ہے کہ وہ انبیاء کے مواعظ سن کر متاثر نہیں ہوتا۔ اور انبیاء کے پیروکاروں کو اپنے معاشرے کے گھٹیا ترین افراد قرار دیتا ہے اور پھر جب خدا کا عذاب سامنے آتا ہے تو وہ پہاڑوں کی پناہ طلب کرتا ہے۔

پیغام:

۱۔ انسانی تاریخ معلوم کرنے کے لیئے قرآن بہترین منبع ہے۔ (تِلْكَ)

۲۔ تاریخ کے بہت سے واقعات انسان کی نظروں سے اوجھل تھے جن میں سے ایک حضرت نوح کی تاریخ بھی ہے۔ (تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ)

۳۔ پیغمبر اسلامؐ اور آپ کی قوم کے پاس حضرت نوحؑ کے واقعات کو معلوم کرنے کا وحی کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ (تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ)

۴۔ وحی کی زبانی تاریخ کی مفید اور صحیح معلومات حاصل ہوسکتی ہیں کیونکہ وحی خدا کے لامحدود علم کا صاف وشفاف سرچشمہ ہے جس میں کوئی کوتاہی اور غلطی نہیں ہے۔ (اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ)

۵۔ انبیاء کے پاس غیب کا علم اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ خدا انہیں تعلیم کرتا ہے۔ (اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ)

۶۔ سابقہ انبیاء کی تاریخ بعد میں آنے والے رہنماؤں کے لیئے تسلی کا ذریعہ ہے۔ (فَاصْبِرْ)

۷۔ صبر اور تقویٰ کامیابی کی ضروری شرائط ہیں۔ (فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴿۴۹﴾) واضح رہے کہ آیت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ (اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴿۴۹﴾)

۸۔ آخری فتح حق کو ہی نصیب ہوتی ہے اور باطل شکست سے دوچار ہوتا ہے۔ (اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴿۴۹﴾)

آیت نمبر ۵۰

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

اورقوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔اس نے (لوگوں سے) کہا۔اے میری قوم! (صرف) اللہ کی ہی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ (تم بت پرست غلطی پر ہو) تم اہل افترا و تہمت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہو۔(۵۰)

نکات:

☆ حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ہودؑ مبعوث ہوئے تھے ان کی سرگزشت سورہ اعراف کی آیات ۶۵ تا ۷۲ میں بیان کی گئی ہے۔حضرت ہود کا تعلق قوم عاد سے تھا اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ''اخاھم'' (ان کے بھائی بند) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے

☆ جب حضرت نوحؑ کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے پیروکاروں سے فرمایا کہ میرے بعد کچھ عرصہ کے لیئے غیبت کا زمانہ ہوگا اور اس دور میں طاغوت نمودار ہوں گے۔اللہ تعالیٰ میری نسل میں سے ایک قائم کے توسط سے تمہارے لیئے کشائش کا سامان پیدا کرے گا اس کا نام ''ہود'' ہوگا۔(تفسیر نور الثقلین۔ اکمال الدین جلد اول/ ۱۳۵) ☆ بتوں کو شفیع قرار دینا خدا پر افترا ہے کہ اس نے انہیں اپنا شریک بنایا ہے۔اور یہ عقیدہ بتوں پر تہمت بھی ہے کہ انسان انہیں نفع یا نقصان دینے والا تصور کرے۔

پیغام:

۱۔حضرت ہود کی رسالت قوم عاد تک محدود تھی۔(اِلٰی عَادٍ)

۲۔بھائی چارے کی فضا میں تبلیغ مؤثر ہوتی ہے۔(اَخَاهُمْ)

۳۔انبیاء اپنی امتوں کے لیئے بھائی ہیں۔وہ ان کے نہ تو ملازم ہوتے ہیں اور نہ ہی فریب کار اور نہ ہی ان پر داروغہ ہوتے ہیں۔(اَخَاهُمْ)

۴۔انبیاء کی دعوت کا مرکزی نقطہ توحید کی تبلیغ ہوتا ہے۔(يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ)

۵۔عملی توحید،عقیدتی توحید کی اساس پر قائم ہے۔(اعْبُدُوا اللّٰهَ... مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ)

۶۔کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا وہم و تہمت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔(اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۝)

آیت نمبر ۵۱

يٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ‏ ﴿۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

(ہود نے کہا) اے میری قوم میں تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر صرف اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تمہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی؟ (۵۱)

نکات:

☆ قرآن کریم میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جن میں انبیاء کے اس قول کو نقل کیا گیا ہے کہ ہم تم سے تبلیغ کے عوض کوئی اجرت طلب نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادی امور حق کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔

پیغام:

۱۔ انبیاء کے پاس کوئی مادی ہدف نہیں ہوتا ان کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ (اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى) اللہ ہی انبیاء کو اجر دیتا ہے۔

۲۔ تبلیغ کی کامیابی کے لیئے اخلاص بنیادی شرط ہے۔ (اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ)

۳۔ خدا کی صفتِ خلاّقیت کی طرف توجہ سے اخلاص کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

۴۔ عقل ہم سے وحی اور انبیاء کی تعلیمات کی پیروی کا تقاضا کرتی ہے۔ (اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾)

۵۔ جسے دنیا طلبی کی ضرورت نہ ہو اسے کیا پڑی ہے کہ اپنے آپ کو زحمت میں نہ ڈالے؟۔ (اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾)

آیت نمبر ۵۲

وَيٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُرۡسِلِ السَّمَآءَ

عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا وَّيَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِيۡنَ﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

(حضرت ہود نے اپنی تبلیغ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا) اے میری قوم! اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو۔ پھر اس کی طرف پلٹ آؤ توبہ کرو وہ تم پر موسلادھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں مزید اضافہ کرے گا اور مجرم بن کر (راہ حق سے) منہ نہ موڑو۔ (۵۲)

پیغام:

۱۔ گناہوں سے توبہ واستغفار واجب ہے۔ (اسۡتَغۡفِرُوۡا ۔۔۔ تُوۡبُوۡۤا)

۲۔ استغفار خدا کی طرف پلٹ آنے کا مقدمہ ہے۔ (اسۡتَغۡفِرُوۡا ۔۔۔ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا)

۳۔ انفرادی توبہ واستغفار سے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ اجتماعی توبہ واستغفار سے خدا کی مدد نازل ہوتی ہے۔ (يٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا ۔۔۔ تُوۡبُوۡۤا ۔۔۔ يُرۡسِلِ ۔۔۔)

۴۔ اعمال وعقائد طبیعی حالات پر اثر انداز ہوتے ہیں (تُوۡبُوۡۤا ۔۔۔ يُرۡسِلِ) (قوم عاد شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشک سالی میں مبتلا تھی)

۵۔ طبیعی عوامل ہمیں ارادہ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہونے چاہئیں۔ (يُرۡسِلِ السَّمَآءَ)

۶۔ اگر اسلامی حکومت اقتصادی ترقی چاہتی ہے تو پھر اسے چاہیئے کہ لوگوں کو معنوی عوامل کی طرف متوجہ کرے۔ (تُوۡبُوۡۤا ۔۔۔ يُرۡسِلِ السَّمَآءَ)

۷۔ استغفار وتوبہ کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں ثروت وقدرت حاصل ہوتی ہے۔ (تُوۡبُوۡۤا ۔۔۔ يُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا وَّيَزِدۡكُمۡ قُوَّةً ۔۔۔)

۸۔ خدا پر ایمان اور اس کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے کوئی دنیاوی نقصان نہیں ہوتا۔ (تُوۡبُوۡۤا ۔۔۔ يُرۡسِلِ السَّمَآءَ ۔۔۔ يَزِدۡكُمۡ قُوَّةً)

۹۔ خدا کے حضور توبہ واستغفار کی وجہ سے ہم ذلیل نہیں ہوں گے بلکہ پہلے سے قوی تر اور معزز تر بن جائیں گے۔ (يَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ)

۱۰۔ قوم عاد کے افراد تنومند اور طاقتور تھے۔ (قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ)

۱۱۔ اگر جسمانی قوت کے ساتھ ایمانی قوت بھی شامل ہوجائے تو اس سے انسانی قوت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ (قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ)

۱۲۔ آسمانی ادیان کے ہدف میں صحیح سالم معاشرے کا قیام اور نعمات سے اجتماعی استفادہ بھی شامل ہے۔ (يٰقَوۡمِ... تُوۡبُوۡۤا... يَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ)

۱۳۔ اقتصادی قوت کی وجہ سے دوسری قوتیں نصیب ہوتی ہیں۔ اسی لیئے آیت میں پہلے "يُرۡسِلِ السَّمَآءَ" کے الفاظ ہیں اس کے بعد (وَّيَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ) کے الفاظ ہیں۔

۱۴۔ تبلیغ کرتے وقت تشویق کے پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ (تُوۡبُوۡۤا... يُرۡسِلِ... يَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ) (مادی نتائج کے بیان سے ہدف تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی)

۱۵۔ انبیاء سے روگردانی بدترین جرم اور گناہ ہے۔ (مُجۡرِمِيۡنَ۝۵۲)

آیت نمبر ۵۳

قَالُوۡا يٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحۡنُ بِتَارِكِىۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِكَ وَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ۝۵۳

ترجمۃ الآیات

مشرکین نے کہا کہ اے ہود! تو نے ہمارے سامنے کوئی واضح دلیل پیش نہیں کی ہے۔ تیرے کہنے پر ہم اپنے خداؤں کو چھوڑیں گے۔ ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (۵۳)

پیغام:

۱۔ لوگوں کی روش پر تعجب ہے کہ پتھر اور لکڑی کے بے جان بتوں کے پجاری نبی کے روشن دلائل کو دیکھ کر انہیں یہ کہیں کہ تم کوئی واضح چیز نہیں لائے؟!!۔ (مَا جِئۡتَنَا بِبَيِّنَةٍ)

۲۔ کفار نے اپنے مافی الضمیر کو ان الفاظ سے ظاہر کیا کہ ہم تیرے کہنے پر اپنے بتوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کوئی واضح نشانی پیش نہیں کر سکے۔ (بِتَارِكِىۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِكَ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم

عاد کو سرے سے کسی دلیل کی خواہش ہی نہیں تھی۔ اسی لیئے انہوں نے دو بار ان جملوں کو دہرایا۔(وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴿۵۳﴾)

۳۔ جب انبیاء کی طرف تبلیغ کا آغاز ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی مشرکین کا ردعمل منظر عام پر آجاتا ہے ان کے سخت ردعمل کے باوجود بھی انبیاء تبلیغ سے باز نہیں آئے۔(مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴿۵۳﴾)

آیت نمبر ۵۴۔۵۵

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴿۵۴﴾

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِیْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴿۵۵﴾

ترجمة الآيات

(مشرکین نے کہا) ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے نقصان پہنچایا ہے۔ یعنی تیری عقل چھین لی ہے۔ ہود نے کہا میں خدا کو گواہ بنا کر اور تمہیں بھی گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تم لوگ جو شرک کر رہے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔ خدا کے علاوہ ہر اس چیز سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔(۵۴)

تم سب میرے خلاف چال چلو پھر مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ (تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ تم اور تمہارے بت میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے)(۵۵)

نکات:

☆''اعتراء'' کا معنی پہنچانا ہے

☆ حضرت ہود علیہ السلام نے بت پرستوں کو رسوا کرنے کے لیئے انہیں چیلنج دیا کہ تم میرے خلاف جو کچھ بھی کرنا چاہو تمہیں اس کی مکمل اجازت ہے میں تم سے کوئی مہلت نہیں مانگتا۔ اس طرح کا چیلنج حضرت نوحؑ نے بھی کیا تھا اور انہوں نے مشرکین سے کہا تھا (فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ)(یونس/۷۱) مقصد یہ تھا کہ تم جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہو کر لو تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے اس طرح کا چیلنج

پیغمبر اکرمؐ نے بھی دیا تھا آپ نے فرمایا (قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ) (اعراف/۱۹۵) آپ کہہ دیں کہ اپنے تمام شرکاء اور مددگاروں کو بلالو پھر میرے خلاف سازش کرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔

پیغام:

۱۔قومِ عاد بت پرست تھی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے خودساختہ معبود نظامِ کائنات میں دخل اندازی کا اختیار رکھتے ہیں۔(بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا)

۲۔انبیائے کرام کو لوگوں نے بے وقوف کہا اسی طرح سے رسومات وخرافات کے ہر منکر اور صالح کو لوگ آج بھی سرپھرا اور بے وقوف سمجھتے ہیں اور یہ اندازِ فکر بہت پرانا ہے۔(اعۡتَرٰىكَ ... بِسُوۡٓءٍ)

۳۔انبیاء کرام نے شرک اور مشرکین سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا تھا۔(بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ﴿۵۴﴾)

۴۔خرافات کا کھل کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔(اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ﴿۵۴﴾)

۵۔حضرت ہود کی طرف سے مبازرت طلبی ان کی صداقت اور حقانیت کی دلیل تھی۔(فَکِیۡدُوۡنِیۡ....)

۶۔انبیاء دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے۔(فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا)

۷۔بتوں کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے۔(فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا)

آیت نمبر ۵۶

اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴿۵۶﴾

ترجمۃ الآیات

میں نے اللہ پر توکل کیا ہے جو کہ میرا اور تمہارا رب ہے اور کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اللہ کی گرفت میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔(۵۶)

پیغام:

۱۔ہر جگہ خدا کی ربوبیت کا مشاہدہ کرنے سے انسان میں توکل کی صفت پیدا ہوتی ہے۔(تَوَکَّلۡتُ ....رَبِّیۡ

وَرَبِّكُمْ)

۲۔توکل شجاعت کو جنم دیتی ہے۔(فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ... اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ) خدا پر کامل بھروسہ ہو تو اکیلا انسان پوری دنیا سے ٹکر لے سکتا ہے۔

۳۔اذنِ خداوندی کے بغیر کوئی بھی جاندار دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ... مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا)

۴۔اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور وہ عادل بھی ہے۔(اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ... عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾)

۵۔انسان کو اس ذات پر بھروسہ کرنا چاہیئے جو قادر بھی ہو اور عادل بھی ہو۔ (تَوَكَّلْتُ... اٰخِذٌ، عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾)

۶۔کفار کے عناد اور ضد بازی کے وقت ہمیں خدا کے قہر اور عدل کی گفتگو کرنی چاہیئے۔ (اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ، عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾)

آیت نمبر ۵۷

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

پھر اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیر لو۔ جو پیغام: دے کر مجھے تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ پیغام: میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے اور اب میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو لائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔(۵۶)

پیغام:

۱۔انبیاء دعوت اور امر الٰہی کی تبلیغ کے بعد لوگوں پر اتمامِ حجت کرتے ہیں۔(فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ)

۲۔ مبلغ کی ذمہ داری معارف دینی کے بیان تک محدود ہے لوگوں کو مجبور کر کے مومن بنانا اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔(فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ)

۳۔ اگر لوگ راہ ہدایت کو قبول نہ کریں تو مبلغ اسے اپنی ناکامی تصور نہ کرے۔(فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ)

۴۔ امتوں کا عروج وزوال اچانک عمل میں نہیں آتا۔ اس کے کچھ قواعد وضوابط ہیں اور عروج وزوال کے قواعد خدا کے مقرر کردہ ہیں (يَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ) چنانچہ شرک، جرائم اور انبیاء کی مخالفت ایسے جرائم ہیں جن کی وجہ سے ملتیں تباہ ہو جاتی ہیں اور شہر اجڑ جاتے ہیں۔

۵۔ کسی کے کفر اور روگردانی اور کسی کی موت اور بربادی سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ (فَاِنْ تَوَلَّوْا ... يَسْتَخْلِفُ... غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ)

۶۔ خداوند عالم ہر چیز اور ہر کسی کا محافظ ہے لہذا کفر اور کوئی سازش اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔(اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾)

آیت نمبر ۵۸

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ہمارا فرمان (عذاب) آیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ذریعہ سے ہود کو اور جو ان پر ایمان لائے تھے۔ انہیں نجات دی اور انہیں سخت عذاب سے رہائی دی۔ (۵۸)

پیغام:

۱۔ عذاب اور نجات دونوں کا خدا کے فرمان سے براہ راست واسطہ ہے۔(نَجَّيْنَا)

۲۔ انبیاء اور ان کے پیروکار قہر الٰہی سے محفوظ رہتے ہیں۔(نَجَّيْنَا)

۳۔ انبیاء پر صرف زبانی کلامی ایمان کافی نہیں ہے انبیاء کی حمایت اور ان کی اتباع بھی ضروری ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ رحمت کا منبع ومصدر ہے۔ (رَحْمَةٍ مِّنَّا) جب کہ خدا کے قہر وغضب کا سبب ہمارے اعمال

ہیں(عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾) یہاں اللہ تعالیٰ نے (عَذَابٍ مِّنَّا) کے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ ۵۔لفظ ''نجات'' کی تکرار کا غالباً اشارہ اس طرف ہے کہ اس سے دنیا وآخرت میں عذاب الٰہی سے آزادی مراد ہو۔(نَجَّيْنَا)

۶۔ہوائیں بھی حکم خداوندی کی پابند ہیں(اَمْرُنَا) واضح رہے کہ اس ''امر'' کی وضاحت سورہ حم السجدہ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

(فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ) ہم نے ان پر منحوس دنوں میں تند ہوا بھیجی

آیت نمبر ۵۹

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ضدی ستم گر کی پیروی کی۔(۵۹)

پیغام:

۱۔سابقہ اقوام وملل کی تاریخ تمہارے سامنے ہے تم اس سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے؟(تِلْكَ)

۲۔ایک پیغمبر کا انکار تمام پیغمبروں کے انکار کے مترادف ہے۔(عَصَوْا رُسُلَهُ) تفسیر المیزان میں مرقوم ہے کہ قوم عاد کے پاس صرف ایک رسول حضرت ہود تشریف لے گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قوم کے افراد نے اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رسول کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی شمار ہوتی ہے۔

۳۔وہ خطرات جو کسی بھی معاشرے کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔

الف۔آیات الٰہی کا انکار(جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ)

ب۔انبیاء اور رہبران حق کی نافرمانی(عَصَوْا رُسُلَهُ)

ج۔طاغوت کی پیروی(وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾)

۴۔جو شخص معصوم ہادیوں کی پیروی نہیں کرے گا وہ بہرصورت ظالم طاغوت کا پیروکار بن جاتا ہے۔(عَصَوْا رُسُلَهُ

...اتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (۵۹)

۵۔ظالم حکمران لوگوں پر اس لیئے ظلم ڈھاتے ہیں تا کہ لوگ ہمیشہ ان کے اطاعت گزار بن کر رہیں۔ (اتَّبَعُوْٓا...جَبَّارٍ)

آیت نمبر ۶۰

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ (۶۰)

ترجمة الآيات

چنانچہ اس دنیا اور روز آخرت میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی آگاہ رہو کہ قوم عاد نے اپنے پروردگار کا انکار کیا آگاہ رہو کہ (حضرت) ہود کی قوم، عاد پر لعنت ہو۔ (۶۰)

نکات:

☆اس سورۃ کی ۵۰ ویں سے ۶۰ ویں آیت تک قوم عاد کا تذکرہ کیا گیا۔ یہ قوم عربی نسل تھی اور جزیرۃ العرب میں سکونت پذیر تھی موجودہ تورات میں اس قوم کا ذکر موجود نہیں ہے۔ جب کہ قرآن کریم کی سورتوں یعنی قمر، الحاقہ، اعراف، السجدہ اور شعراء میں اس قوم کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ قرآنی آیات کے مطابق یہ لوگ بڑے بلند قامت اور دانا لوگ تھے اور یہ لوگ انتہائی متمدن شہروں میں آباد تھے۔ ان کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ (اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (۶) اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۷) الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (۸)) (الفجر ۶ تا ۸) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ستونوں والے ارم کے ساتھ۔ جس کی نظیر کسی ملک میں پیدا ہی نہیں کی گئی۔ یہ قوم عقیدہ کے اعتبار سے بت پرست اور طاغوت کی پیروکار تھی حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں خدا پرستی اور توحید کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز اور جلانے والی آگ کا عذاب نازل کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ قوم عاد کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ کو عاد اُولیٰ کہا جاتا ہے۔ اور یہ وہی گروہ ہے جنہیں حضرت ہود نے تبلیغ کی تھی اور دوسرے گروہ کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ گروہ حضرت مسیح علیہ السلام سے سات صدیاں قبل احقاف

(حجاز کا ایک خطہ) یا یمن میں آباد تھا۔(تفاسیر المیزان ونمونہ)

پیغام:

۱۔جو شخص اللہ کی آیات اور انبیاء کا انکار کرے اور طاغوت کی پیروی کرے تو اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ (وَاُتْبِعُوْا ۔۔۔ لَعْنَةً)

۲۔دنیا کی بدنامی بھی خدا کی طرف سے ایک سزا ہے۔(وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً)

۳۔''ظالموں پر لعنت'' ایک قرآنی نعرہ ہے۔(اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ)

آیت نمبر ۶۱

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی بند صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے تمہیں زمین میں پیدا کیا ہے۔ اور چاہا ہے کہ تم اس میں آبادی کرو پھر اس سے بخشش طلب کرو پھر اس کی طرف لوٹ جاؤ بے شک میرا رب بہت قریب ہے اور (دعاؤں کو) قبول کرنے والا ہے۔(۶۱)

نکات:

☆ حضرت صالح علیہ السلام، حضرت نوح اور ہود علیہما السلام کے بعد تیسرے مبعوث ہونے والے پیغمبر ہیں

پیغام:

۱۔انبیاء کا لوگوں سے برادرانہ تعلق ہوتا تھا۔(اَخَاهُمْ)

۲۔ بہتر یہی ہے کہ جس علاقہ میں تبلیغ مقصود ہو مبلّغ بھی اسی علاقہ ہو۔ (اَخَاهُمْ)

۳۔ تمام انبیاء کا ہدف خداوند عالم کی عبادت کی دعوت ہے۔ (اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ)

۴۔ خدا پر بندوں پر بے پناہ احسان کیئے ہیں اسی لیئے بندوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے محسن حقیقی کی عبادت کریں۔ (اعْبُدُوا، اَنْشَاَكُمْ)

۵۔ انسان کی پیدائش کا سرچشمہ مٹی ہے۔ (اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ)

۶۔ اسلام دنیا و آخرت کا جامع دین ہے۔ چنانچہ اسلام زمین کی آبادکاری کا حکم دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ استغفار و توبہ کا بھی حکم بھی دیتا ہے۔ (وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ)

۷۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین آباد و شادر ہے۔ (وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا)

۸۔ موحدین جس کو اپنا معبود جانتے ہیں وہ صاحبِ فہم و شعور ہے اور وہ علم وقدرت رکھتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے جب کہ بتوں میں یہ صلاحیت موجود نہیں ہے۔ (قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾)

۹۔ خدا کی طرف رجوع کرنا آسان ہے اور توبہ قربِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾)

۱۰۔ اگر کوئی سچے دل سے توبہ و استغفار کرے تو خدا قبول کرتا ہے۔ (تُوْبُوْٓا ... قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾)

۱۱۔ اللہ ہم سب کے قریب ہے لیکن ہمارے اعمال و افعال ہی ہمیں خدا سے دور کیئے ہوئے ہیں۔ (اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾)

آیت نمبر ۶۲

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

قوم ثمود نے کہا! اے صالح! ہمیں اس سے قبل تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں تو کیا اب تم ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روکتے ہو جنہیں ہمارے آباء واجداد پوجا کرتے تھے اور تم

ہمیں جس بات کی دعوت دے رہے ہو اس کے متعلق ہمیں شک ہے جس نے ہمیں تجھ سے بدگمان کر دیا ہے۔ (۶۲)

نکات:

☆ کفار نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں تو آپ کے وجود سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اور ہم آپ سے پیار کرتے تھے الغرض اس طرح کی چکنی چپڑی باتوں سے وہ حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے دامِ فریب میں پھانسنا چاہتے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت صالح ان کے بچھائے ہوئے دام میں پھنس گئے تو پھر عقیدہ توحید کی تبلیغ سے باز آ جائیں گے۔

پیغام:

۱۔ ایک مبلغ کو نیک نام اور نیک شہرت کا حامل ہونا چاہیئے۔ (مَرْجُوًّا)

۲۔ اگر کبھی دشمن ہماری تعریف کرے تو ہمیں اس کی تعریف کے جال میں پھنسنا نہیں چاہیئے دعوت حق اور دعوت حق سے باز نہیں آنا چاہیئے۔ (قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا) ویسے بھی دشمن اگر آپ کی تعریف کرنے لگ جائے تو سوچ لیں کہ اس کے پیچھے اس کے بڑے عزائم ہیں۔

۳۔ انبیاء نے خرافات پر مبنی عقائد کے تار و پود کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ (اَتَنْهٰىنَآ)

۴۔ عقائد کے متعلق تحقیق کرنی چاہیئے باپ دادا کے عقائد کو اپنا لینا صحیح روش نہیں ہے۔ (نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا)

۵۔ انسانوں کی تہذیب وثقافت صدیوں سے ایک دوسروں سے پیوستہ ہے۔ (نَّعْبُدَ، يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا)

۶۔ لوگ اپنے بزرگوں کے عقائد کو بڑی مشکل سے چھوڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں لہٰذا لوگوں سے فوری اصلاح کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ (اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ)

۷۔ ہر نئی بات اور نیا نظریہ لوگوں کی اکثریت کی نظر میں مشکوک ہوتا ہے۔ (اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ)

۸۔ اگر کسی زمانہ میں شک تحقیق ورہنمائی کا ذریعہ نہ بنے تو اس وقت وہی شک بہت بڑے جمود وسقوط کا باعث بنے گا۔ (شَكٍّ.... اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴿۶۲﴾)

آیت نمبر ۶۳

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ

تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾

ترجمة الآيات

صالح نے کہا: اے میری قوم! یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل رکھتا ہوں اور اس نے اپنی طرف سے مجھے رحمت عطا کی ہے تو اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو پھر اللہ کے مقابلے میں میری حمایت بھلا کون کرے گا تم تو میرے گھاٹے ہی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ (٦٣)

پیغام:

۱۔ آسمانی ادیان کے الٰہی رہبر لوگوں کو زور و جبر اور لالچ کی بنا پر دعوت نہیں دیتے وہ ہمیشہ بینہ، معجزہ اور روشن دلائل کی بنیاد پر لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے تھے۔

۲۔ منصب نبوت خدا کی طرف سے مخصوص بندوں پر ایک خصوصی رحمت ہے۔ (وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً)

۳۔ اگر انبیاء تبلیغ دین میں سستی کریں تو وہ بھی قہر الٰہی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ (فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ)

۴۔ لوگوں کی خوشامد درآمد کو دیکھ کر تبلیغ دین سے باز نہیں آنا چاہیئے کیونکہ منحرف افراد کی پیروی سے صرف خسارہ ہی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ (فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾)

۵۔ حق کی مخالفت خسارہ ہے۔ (تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾)

آیت نمبر ٦٤

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾

ترجمة الآيات

(صالح علیہ السلام نے اپنے معجزہ کے متعلق فرمایا) اے میری قوم! یہ اونٹنی (جو کہ اللہ کے

ارادہ سے پیدا ہوئی ہے) تمہارے لیئے معجزہ ہے اسے آزاد رہنے دو تا کہ خدا کی زمین میں چرتی رہے اور اسے کوئی تکلیف نہ دو ورنہ تم خدا کی طرف سے قریبی عذاب کی گرفت میں آجاؤ گے۔(۶۴)

نکات:

☆ ناقہ صالح کئی لحاظ سے استثنائی حیثیت کی حاملہ تھی۔اس ناقہ کی داستان سورۃ شعراء کی آیات (۱۵۵۔۱۵۸) اور سورۃ قمر (۲۷۔۳۱) کے علاوہ سورۃ شمس میں بھی بیان کی گئی ہے۔ ۱۔یہ ناقہ پہاڑ سے برآمد ہوئی۔ ۲۔کسی اونٹ کے ملاپ کے بغیر حاملہ ہوئی تھی۔ ۳۔ایک دن قوم کے چشمہ کا پانی وہ ناقہ پیتی تھی اور اس دن پوری قوم اس ناقہ کا دودھ پیتی تھی۔

☆ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اپنے بتوں کی بے بسی اور میرے خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے لیئے ایک دن اور وقت مقرر کرو۔ میں تمہارے بتوں سے کچھ مانگوں گا اور اس کے مقابلہ پر تم میرے خدا سے کچھ مانگنا پھر دیکھیں گے کہ تمہارے بُت مجھے کچھ دیتے ہیں یا نہیں اور میرا رب تمہیں کچھ عطا کرتا ہے یا نہیں؟ افرادِ قوم نے حضرت کی اس پیش کش کو قبول کیا۔مشرکین نے ایک پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر خدا سے درخواست کی کہ یہ پہاڑ پھٹ جائے اور پہاڑ سے حاملہ ناقہ برآمد ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبول کیا پہاڑ پھٹا اور اس سے ناقہ برآمد ہوئی جس میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو وہ چاہتے تھے۔(تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔نبی کو ایسا حسّی معجزہ پیش کرنا چاہیئے جسے عوام اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔(هٰذِهٖ)

۲۔دست قدرت کھلا ہوا ہے۔ اور وہ مسبب الاسباب ہے اور پہاڑ سے جنم لینے والی ناقہ کو اپنے نبی کا معجزہ بنا سکتا ہے۔(هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ)

۳۔ناقہِ صالح بہت بڑا معجزہ تھی۔(نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً)

۴۔مقدسات کا احترام ہونا چاہیئے۔(فَذَرُوْهَا، لَا تَمَسُّوْهَا)

۵۔مقدسات کی توہین سے اللہ تعالیٰ فوراً عذاب نازل کرتا ہے۔(عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴿۶۴﴾)

آیت نمبر ۶۵

فَعَقَرُوۡهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوۡا فِىۡ دَارِكُمۡ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ‌ ؕ ذٰ لِكَ وَعۡدٌ غَيۡرُ مَكۡذُوۡبٍ‏ ﴿۶۵﴾

ترجمة الآيات

انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا کہ تم لوگ اب تین دن اپنے گھروں میں بسر کرو۔ (اس کے بعد تم پر عذاب الٰہی نازل ہوجائے گا) یہ ایک حقیقی اور نا قابلِ تکذیب وعدہ ہے۔(۶۵)

نکات:

☆روایات میں ہم یہ بات پڑھتے ہیں کہ ناقہ صالح کو پے کرنے والا ایک شخص تھا لیکن قرآن کریم میں (فَعَقَرُوۡهَا) کے الفاظ وارد ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سب لوگوں نے مل کر اونٹنی کو پے کیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ آیت اور روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے قاتل ایک تھا لیکن اسے پوری قوم کی تائید اور آشیر باد حاصل تھی اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو ناقہ صالح کا قاتل قرار دیا۔ اسلام کا پیغام: یہ ہے کہ کسی فعل پر راضی ہونے والا بھی اس فعل میں شریک ہے۔(وسائل جلد ۱۱/ ۴۰۹-۴۱۱)

سوال۔تین دن کی مہلت میں کیا کیا فلسفہ مضمر تھا؟

جواب۔الف۔یہ مہلت توبہ کرنے کے لیئے دی گئی تھی۔ ب۔ یہ مہلت عذاب کے دوگنا ہونے کے لیئے تھی کیونکہ اچانک موت کو ہر شخص سہہ لیتا ہے لیکن اگر کسی کو یہ کہہ دیا جائے کہ تین دن بعد تو مر جائے گا تو یہ تین دن اسے موت سے بھی زیادہ گراں محسوس ہوں گے۔ ج۔ خدا کے پیغمبر کی حقانیت کی یہ دلیل تھی کیونکہ وقت کی تعیین کا تعلق غیبی اخبار سے ہے۔

پیغام:

ا۔دوسروں کے جرم پر راضی ہونے والا بھی ان کے گناہ میں شریک ہوتا ہے۔(فَعَقَرُوۡهَا) نہج البلاغہ کے کلام ۱۱۲ اور ۲۰ میں بھی مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔خدا کی جانب سے جاری ہونے والی وارننگ کو جھوٹ اور مذاق نہیں سمجھنا چاہیئے۔(غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۝٦٥)

۳۔مقدسات کی توہین یقینی عذاب کا سبب ہوتی ہے۔(وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۝٦٥)

آیت نمبر ٦٦

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىٕذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۝٦٦

ترجمۃ الآیات

(تین دن گزرنے کے بعد) جب ہمارے عذاب کا حکم جاری ہوا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے اس عذاب اور اس دن کی رسوائی سے نجات عطا کی (اے میرا رسول!) بے شک تیرا پروردگار ہی طاقتور اور غالب ہے۔(٦٦)

نکات:

☆ لفظ (خزی) کا اس عیب پر اطلاق کیا جاتا ہے جس کا ظاہر ہونا انسان کی رسوائی اور آبروئی کا موجب ہو۔

☆ فطری آزمائشات (مثلاً زلزلہ، طوفان یا خطرناک امراض) سے مومن اور کافر دونوں ہی متاثر ہوتے ہیں۔ جب لوگ بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں تو اس کے اثرات تمام لوگوں پر طاری ہوتے ہیں۔لیکن جب خدائی عذاب نازل ہوتا ہے تو اہل ایمان اس سے محفوظ رہتے ہیں۔البتہ اگر کسی نے ظلم پر خاموشی اختیار کر رکھی ہو اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے غفلت کی ہو تو وہ بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔(نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ)

پیغام:

۱۔اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور ان کے مومن ساتھیوں کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔(نَجَّيْنَا)

۲۔عذاب سے نجات پانے کے لیئے ایمان اور نبی کی پیروی بنیادی شرط ہے۔(نَجَّيْنَا ... الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ)

۳۔نبی کی پیروی انسان کی سربلندی اور عزت کا ذریعہ ہے۔(نَجَّيْنَا .... الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .. مِنْ خِزْيِ يَوْمِىٕذٍ)

۴۔تمام کافروں کو برباد کر کے چند اہل ایمان کو بچا لینا خدا کے لیئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔(الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۝٦٦)

۵۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو بھی یہ تسلی دی ہے کہ میں آپ کے مخالفین سے بھی یہ سلوک کرنے پر قدرت رکھتا ہوں کیونکہ میں قوی اور غالب ہوں۔(اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ ﴿۶۶﴾)

آیت نمبر ۶۷۔۶۸

وَاَخَذَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوۡدَاۡ كَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّثَمُوۡدَ ﴿۶۸﴾

ترجمۃ الآیات

ظالموں کو آسمانی چنگھاڑ نے اپنی گرفت میں لے لیا وہ اپنے گھروں میں اندھے پڑے رہ گئے۔(۶۷)

(اس چنگھاڑ اور زلزلہ کی وجہ سے وہ یوں برباد ہوئے) گویا وہ ان گھروں میں کبھی آباد نہیں رہے تھے۔آگاہ رہو کہ ثمود نے اپنے پروردگار کا کفر کیا تھا۔آگاہ رہو کہ قوم ثمود کے لیئے (رحمتِ حق سے) دوری ہو۔(۶۸)

نکات:

☆لفظ ''جاثمین'' (جثم) مصدر سے اسم فاعل ہے جس کے معنی زانو کے بل بیٹھنا یا منہ کے بل لیٹنے کے ہیں جیسا کہ کسی پر بجلی گرے تو وہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں خشک ہوجائے اور اسے وہاں سے جانے کی فرصت وطاقت نہ رہے۔لفظ (یغنوا) کا مادہ ''غنی'' ہے جس کا معنی کسی مکان میں رہائش رکھنے کا ہے۔قوم ثمود کے مختصر حالات یہ ہیں

☆ حضرت صالح علیہ السلام کا تعلق عرب انبیاء سے تھا اور آپ کا تعلق قوم ثمود سے تھا یہ قوم وادی القری (مدینہ وشام کے مابین) رہائش پذیر تھی یہ لوگ کاشت کاری اور باغبانی کیا کرتے تھے موجودہ تورات حضرت صالح علیہ السلام کا نام موجود نہیں ہے (تفسیر المیزان)

☆اس زمانہ میں جس طرح سے ہوائی جہاز آواز کے دیوار کو توڑتے ہیں تو اس سے بہت بڑے دھماکے کی صدا بلند ہوتی

ہے جس سے مکانوں کے شیشے ٹوٹ جاتے ہیں اور حاملہ عورتوں کے بچے گر جاتے ہیں اور دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اس طرح کے دھماکے کو (صیحہ) کہا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دنیا کو ختم کرے گا تو اس وقت بھی ایک سخت دھماکے کی آواز بلند ہوگی پورا نظام ہستی تباہ و برباد ہو جائے گا (مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾) (یٰسٓ، ۴۹) وہ بس ایک زوردار دھماکے کے انتظار میں رہے ہیں جو انہیں اپنی گرفت میں لے گا اس وقت وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اور جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے گا تو اس وقت بھی ایک دھماکہ ہوگا کہ سارے لوگ خدا کے سامنے پیش ہو جائیں گے۔ (اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾) (یٰسٓ، ۵۳) بس ایک زوردار دھماکہ ہوگا کہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کر دیئے جائیں گے۔

پیغام:

۱۔ ظالموں پر جو عذاب نازل ہوتا ہے وہ ان کے اپنے ظلم و ستم کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا جزا کا سلسلہ جاری ہے۔ (اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا)

آیت نمبر ۶۹

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک ہمارے نمائندے (انسانی شکل میں فرشتے) ابراہیم کے پاس بشارت لے کر گئے۔ انہوں نے سلام کہا۔ جواب میں ابراہیم نے بھی سلام کہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ابراہیم بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ (۶۹)

پیغام:

۱۔ ملائکہ اذن الٰہی سے انسانی شکل و صورت اختیار کر سکتے ہیں (قَالُوْا سَلٰمًا)

۲۔ ''سلام'' ایک آسمانی شعار اور ملکوتی انداز ہے۔ (قَالُوْا سَلٰمًا)

۳۔سلام کا جواب اس سے بہتر انداز میں دینا چاہیئے اسی آیت میں ملائکہ کے لیئے (قَالُوْا سَلٰمًا) کہا گیا ہے جو کہ جملہ فعلیہ ہے اور اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سلاما) کہا۔لفظ (سَلٰمًا) جملہ اسمیہ ہے جو کہ دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔(قَالُوْا سَلٰمًا)

۴۔مہمان کی پذیرائی میں جلدی کرنی چاہیئے (فَمَا لَبِثَ) ۵۔گفتگو کا آغاز سلام سے کرنا چاہیئے (جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۝۶۹)

۶۔مہمان نوازی کی بڑی قدر و قیمت ہے مہمان اگرچہ ناواقف ہی کیوں نہ ہو (جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ)

۷۔انبیاء سخی اور مہمان نواز تھے۔(جَآءَ بِعِجْلٍ)

۸۔مہمان کے لیئے روٹی لے کر آ جانا چاہیئے مہمان سے کھانا کھانے کے متعلق پوچھنا نہیں چاہیئے۔(مثلاً کیا آپ کھانا پسند کریں گے؟ کیا آپ کھانا کھا کر یہاں آئے ہیں؟ یا آپ غذا میں کیا کھانا چاہیں گے وغیرہ) (جَآءَ بِعِجْلٍ)

۹۔کھانا مہمان کے پاس لے جانا چاہیئے نہ کہ مہمان کو اٹھا کر کھانے پر لانا چاہیئے۔(جَآءَ بِعِجْلٍ)

۱۰۔مہمان نوازی خود اپنے ہاتھوں سے کرنا چاہیئے اور اس کام کو نوکروں پر نہیں ڈالنا چاہیئے۔(جَآءَ بِعِجْلٍ)

۱۱۔مہمان نوازی کے لیئے حتی المقدور اچھی غذا پیش کرنی چاہیئے۔(جَآءَ بِعِجْلٍ) نبی کے گھر میں مہمانوں کی ضیافت کے لیئے کباب پیش کیئے گئے۔سورۃ ذاریات میں (عجل سمین) کے الفاظ دکھائی دیتے ہیں مقصد یہ ہے کہ وہ کباب موٹے تازے گوسالے کے گوشت سے بنے ہوئے تھے۔

آیت نمبر ۷۰

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ۝۷۰

ترجمۃ الآیات

جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے (وہ کھا نہیں رہے) تو وہ ان کے متعلق پریشان ہو گئے اور دل میں ان سے خوف محسوس کیا مہمانوں نے کہا کہ آپ مت ڈریں ہمیں قوم لوط کی (بربادی) طرف روانہ کیا گیا ہے۔(۷۰)

نکات:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اعلیٰ درجہ کے نڈر اور بہادر انسان تھے آپ کو تاریخ بت شکن کے نام سے یاد کرتی ہے آپ کے خوف زدہ ہونے کی نوعیت وہ نہیں تھی جس کا مظاہرہ ایک عام انسان مشکلات کے وقت کرتا ہے البتہ خطرے کی جانب متوجہ ہونا اور بُرا قصد کرنا اور بات ہے۔

☆ سلسلہ مراتب کو بھی ہمیشہ نظروں میں رکھنا چاہیئے حضرت لوطؑ کا تعلق ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے سے تھا اسی لیئے ملائکہ پہلے ان کے بزرگ کے پاس گئے بعد ازاں حضرت لوطؑ کے مہمان بنے۔

پیغام:

۱۔ ملائکہ مادی غذا استعمال نہیں کرتے۔(لَا تَصِلُ اِلَیۡهِ)

۲۔ علم انبیاء محدود ہے۔(نَكِرَهُمۡ)

۳۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں اگر کسی نے کسی سے عداوت رکھنا ہوتی تھی تو وہ اس کے گھر کا نمک نہیں کھاتا تھا کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر میں نے اس سے دشمنی کی تو یہ نمک حرامی ہوگی۔ اور جب کوئی کسی کے ہاں کھانا نہ کھاتا تو میزبان سمجھ لیتا تھا کہ اسے مجھ سے کوئی عداوت ہے جبھی وہ میرا کھانا نہیں کھا رہا ہے۔(وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً)

۴۔ ملائکہ کی ایک ڈیوٹی عذاب نازل کرنا بھی ہے۔(اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ)

۵۔ کبھی انسان کے ڈر کی وجہ اس کی جہالت ہوتی ہے(اَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ)

آیت نمبر ۷۱

وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ﴿۷۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس وقت ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔(۷۱)

نکات:

☆ مفسرین نے حضرت ابراہیم کی بیوی کے کھڑا ہونے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

۱۔آپ عبادت کے لیئے کھڑی ہوئی تھیں۔

۲۔آپ مہمانوں کی خدمت کے لیئے کھڑی ہوئی تھیں۔

۳۔آمدرفت اور گفتگو پر نظر رکھنے کے لیئے کھڑی تھیں۔

☆ (قَآئِمَةٌ) ہنسنے کو کہا جاتا ہے اور (ضحك) عورت کی ماہواری کو کہا جاتا ہے۔حضرت ابراہیم کی زوجہ کے ہنسنے کی ایک ممکنہ وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جب انہیں یقین ہوگیا کہ مہمانوں نے اگرچہ کھانا نہیں کھایا پھر بھی ہمارے دشمن نہیں۔اس اطمینان کے نصیب ہونے پر بی بی ہنسی ہوں گی۔کچھ تفاسیر میں مرقوم ہے کہ حضرت ابراہیم کی زوجہ حضرت سارہ معمّر خاتون تھیں اور ایک طویل عرصہ سے انہیں ماہواری آنا بھی بند ہوگئی تھی جیسے ہی انہوں نے یہ خبر سنی تو انہیں ماہواری جاری ہوگئی اس وقت انہیں یہ توقع بندھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ماں بنانے کا ارادہ کرچکا ہے چنانچہ یہ سوچ کر وہ ہنسی تھیں۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ (ضحکت) سے مراد ہے کہ انہیں حیض آنے لگا۔(تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔بعض اوقات عورت کا کسی مقام پر ہونا ضروری ہوتا ہے۔(وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ)

۲۔عورت میں خوش ہونے کی صلاحیت مرد کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔چنانچہ فرشتوں کی گفتگو ابراہیم اور ان کی بیوی دونوں نے سنی تھی لیکن صرف بی بی ہی ہنسی تھیں ابراہیم نہیں ہنسے تھے۔(فَضَحِكَتْ)

۳۔خوف وہراس کے مواقع پر خوش خبری بھی ہونی چاہیئے۔(اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً۔۔۔۔فَبَشَّرْنٰهَا)

۴۔بہترین بشارت وہ ہے جو پائیدار اور مستقل ہو۔(وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴿۷۱﴾) ممکن ہے کہ لفظ (یعقوب) (عقب) سے مشتق ہو کیونکہ وہ اسحاق کے پیچھے دنیا میں آئے تھے۔(تفسیر المیزان)

۵۔انبیاء کے نام خدا کی طرف سے پہلے سے متعین تھے (اِسْحٰقَ، يَعْقُوْبَ)

۶۔ملائکہ کے ہر گروہ کی علیحدہ علیحدہ ذمہ داری ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو گروہ آیا تھا وہ دو کام کرنے کے لیئے آیا تھا:

الف۔ان کی پہلی ڈیوٹی حضرت لوطؑ کی نااہل قوم کو برباد کرنا تھی۔

ب۔ان کی دوسری ڈیوٹی حضرت ابراہیمؑ وسارہ کو فرزند کی بشارت دینا تھی۔(اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ،

فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ)

آیت نمبر ۷۲

قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۷۲﴾

ترجمة الآيات

ابراہیم کی زوجہ نے کہا ہائے افسوس میرے حال پر کیا میں ماں بنوں گی جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔ واقعاً یہ تو تعجب خیز بات ہے۔ (۷۲)

نکات:

☆ بی بی کو تعجب کا لاحق ہونا ضروری تھا کیونکہ وہ (عَجُوۡزٌ عَقِيۡمٌ) (ذاریات/۲۹) (بوڑھی بانجھ) تھیں۔ اس وقت ان کی عمر نوے برس کی ہو چکی تھی اور حضرت ابراہیمؑ بھی سو برس کے ہو چکے تھے

☆ تفسیر المیز ان کے بقول لفظ (بعل) کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہو اور تامینِ معیشت کے لیئے دوسروں کا دست نگر نہ ہو۔ عربی زبان میں شوہر کو اس لیئے (بعل) کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہوتا ہے۔ اور اپنی اور اپنے اہل خانہ کے رزق روزی کے لیئے جدوجہد کرتا ہے اور اس کے لیئے دوسروں پر انحصار نہیں کرتا۔ اسی طرح سے کھجور کے اس درخت کو بھی عربی زبان میں (بعل) کہا جاتا ہے۔ جس کی جڑیں زمین میں بہت دور تک پھیل چکی ہوں اور وہ پانی حاصل کرنے کے لیئے بیرونی پانی کا محتاج نہ ہو۔

پیغام:

۱۔ عورت کو حقیر نہیں جاننا چاہیئے عورت اس مقام پر بھی پہنچ سکتی ہے کہ فرشتوں سے براہ راست گفتگو کرے۔ (قَالَتۡ)

۲۔ قدرت خداوندی پر تعجب کرنا ایمان کے منافی نہیں ہے۔ (اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۷۲﴾)

۳۔ اللہ کی قدرت کا موازنہ ہمیں اپنی قوت وطاقت سے کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔ (اَنَا عَجُوۡزٌ ، بَعۡلِىۡ شَيۡخًا) (ہر جگہ پر ظاہری علل واسباب ہی کارفرما نہیں ہوتے)

آیت نمبر ۷۳

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهٗ عَلَیۡکُمۡ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں (فرشتوں نے ابراہیم کی زوجہ سے) نے کہا کیا تو خدا کے کام سے تعجب کرتی ہے جب کہ اللہ کی رحمت اور اس کی برکات تم اہل خانہ (خاندان رسالت) پر ہیں۔ بے شک وہ لائق حمد اور قابل تمجید ہے۔ (۷۳)

نکات:

☆ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے ایک گروہ پر سلام کیا۔ انہوں نے جواب میں یہ الفاظ کہے (علیك السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اهل البیت ومغفرتہ ورضوانہ) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام کو بس اتنا ہی رہنے دو کہ ملائکہ نے ابراہیم سے کہا تھا۔ لہٰذا (و رحمۃ اللہ و برکاتہ) کہنا کافی ہے اس سے مزید آگے نہ بڑھایا جائے۔ (تفسیر مجمع البیان)

سوال۔ درج بالا آیت میں ملائکہ نے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو لفظ ''اہل بیت'' سے تعبیر کیا ہے ویسے بھی ہر شخص کی بیوی اس کے گھر کا فرد ہوتی ہے پھر آخر کیا وجہ ہے کہ (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا) (احزاب/ ۳۳) میں لفظ اہل بیت سے شیعہ حضرات ازواج رسول کو شامل کیوں نہیں کرتے؟!

جواب۔ یہ درست ہے کہ لفظ ''اہل بیت'' کا اطلاق بیوی بچوں پر ہوتا ہے بعض اوقات کسی دلیل کی وجہ سے کوئی فرد اس کے دائرے سے خارج کیا جاتا ہے مثلاً پسر نوح کے لیئے یہ کہا گیا۔ (اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ) (ہود/ ۴۶) بے شک وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی دلیل خارجی کی وجہ سے کسی غیر کو اس لفظ میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً (سلمان منا اهل البیت) (سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے) آیت تطہیر میں ہم ازواج کو اس لیئے شامل نہیں کرتے کہ ہمارے پاس ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد صرف وہی ذوات طاہرہ ہیں جو چادر تطہیر میں جمع ہوئے تھے

اللہ تعالیٰ نے انہی کی طہارت کے لیئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور جب پنج تن پاک چادر میں جمع تھے تو حضرت ام سلمہؓ نے بھی چادر میں آنے کی درخواست کی تھی لیکن آنحضرتؐ نے انہیں چادر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔

پیغام:

۱۔ بعض اوقات ملائکہ غیر انبیاء کے ساتھ بھی کلام کرتے ہیں۔

عرض مترجم ۔ ازواج رسول اہل بیت میں شامل ہیں لیکن اہل بیت تطہیر میں ازواج شامل نہیں ہیں۔ اہل بیت تطہیر سے پنج تن پاک مراد ہیں۔ کتب حدیث میں بالتواتر ملتا ہے کہ آنحضرتؐ چھ ماہ یا نو ماہ تک ہر نماز کے وقت در اہل بیت پر جاتے اور بلند آواز سے آیت تطہیر کی تلاوت کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا یہ عمل گواہی دیتا ہے کہ اہل بیت تطہیر میں ازواج شامل نہیں ہیں۔ (من المترجم)

۲۔ عورت بھی ملائکہ کے کلام کی مخاطب بن سکتی ہے۔ (قَالُوٓا اَتَعۡجَبِيۡنَ) ملائکہ نے زوجہ ابراہیم کو تعجب کرنے سے منع کیا تھا۔

۳۔ ہمیں زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر غیبی امداد سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ (اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ)

۴۔ تعجب اور استبعاد کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمات کو یاد کرنا چاہیئے۔ (اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ) چنانچہ وہ خدا جس نے ابراہیم پر نار نمرود کو گلزار بنا کر بت پرستوں کو ذلیل کیا تھا وہ پیرانہ سالی میں بھی انہیں صاحب اولاد بنا سکتا ہے۔

۵۔ نیک بیٹا خدا کی طرف سے رحمت و برکت ہوتا ہے۔ (رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ)

آیت نمبر ۷۴

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنۡ اِبۡرٰهِيۡمَ الرَّوۡعُ وَجَآءَتۡهُ الۡبُشۡرٰى يُجَادِلُنَا فِىۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ ﴿۷۴﴾

ترجمة الآيات

جب ابراہیم کی گھبراہٹ دور ہوگئی اور اس کے پاس خوش خبری پہنچ گئی تو وہ قوم لوط کے متعلق

ہم سے مباحثہ کرنے لگ گیا۔(۷۴)

نکات:

☆ممکن ہے کہ اس مجادلہ ومباحثہ سے وہ گفتگو مراد ہو جو سورۃ عنکبوت کی ۳۱ویں آیت میں مذکور ہے آپ نے ملائکہ سے کہا تھا کہ تم اس علاقہ کو تباہ و برباد کیسے کرو گے جب کہ وہاں خدا کا نبی لوط بھی رہتا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا تھا کہ ہم وہاں پر رہنے والوں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو نجات دیں گے

پیغام:

۱۔علم تسکین کا مقدمہ ہے چنانچہ جب ابراہیمؑ کو علم ہو گیا تو آپؑ کی گھبراہٹ دور ہوئی اور پرسکون ہو گئے۔(ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ)

۲۔انبیاء میں خوف اور ڈر عارضی نوعیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ بلحاظ خصلت وذات ڈرپوک اور بزدل طبیعت کے نہیں ہوتے۔(ذَهَبَ)

۳۔دفعِ ضرر،حصول منفعت پر مقدم ہے۔(ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى)

۴۔جب کسی کو روحانی سکون میسّر ہو تو وہ دوسروں کی طرف ہی متوجہ ہوتا ہے۔(فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ)

۵۔پریشانی اور ہیجان کے عالم میں تنقید نہیں کرنی چاہیئے۔(ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ....يُجَادِلُنَا)

۶۔نعمت کی بشارت حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی سرنوشت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔(جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۴)

۷۔انبیا کو ہمیشہ زیردست افراد کی فکر رہتی ہے۔(يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۴)

۸۔انسان کو صرف اپنی ذات اور اپنی ہی قوم کی فکر نہیں ہونی چاہیئے۔(يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۴)

۹۔جب تک مقدرات الٰہی حتمی نہ ہوں اس وقت تک دعا،توسل اور شفاعت مؤثر رہتی ہے۔(يُجَادِلُنَا)

۱۰۔ملائکہ اور خدا کے نمائندوں سے جدال کرنا دراصل خدا سے جدال ہے۔(يُجَادِلُنَا)

آیت نمبر ۷۵۔۷۶

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

ترجمة الآیات

بے شک ابراہیمؑ بُردبار، آہ ونالہ کرنے والے اور توبہ وانابت کرنے والے تھے۔ (۷۵)

(قوم لوط کے لیئے خدا کے عذاب کا حتمی فیصلہ ہو چکا تھا اسی لیئے فرشتوں نے شفاعت کے تقاضوں اور تاخیر عذاب کی درخواست پر کہا) اے ابراہیم! اس تقاضا سے صرف نظر کریں۔ تیرے پروردگار کی طرف سے حکم جاری ہو چکا ہے ان پر وہ عذاب آنے کو ہے جسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ (۷۶)

نکات:

☆اس سورۃ کی ۷۵ ویں آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے قوم لوطؑ کے متعلق ملائکہ سے مباحثہ کیا تھا۔ پھر ۷۶ ویں آیت میں یہ کہا گیا کہ ابراہیمؑ! اس جدل واصرار کو جانے دیں ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کا جدل ایک امت کی ہمدردی پر مبنی تھا۔ اس طرح سے ۷۵ ویں آیت میں ابراہیمؑ کو (لَحَلِيْمٌ ۔۔ اَوَّاهٌ ۔۔ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾) کے تین القاب سے یاد کیا گیا۔

پیغام:

۱۔ انسانی رہبروں میں سے انبیائے کرام نہایت ہی مہربان طبائع کے حامل تھے وہ امتوں پر نہایت شفیق تھے اور حلم، آہ وزاری اور توبہ اور انابت کے ذریعہ سے لوگوں کی نجات کے متلاشی تھے۔ (لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾)

۲۔ جب کسی کا ذکر کرنا مقصود ہو تو اس کے پورے القابات واعزازات کے ساتھ کیا جائے۔ (اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ

اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ﴿۷۵﴾)

۳۔جب تک حضرت ابراہیمؑ کو عذاب الٰہی کے حتمی اور قطعی ہونے کا علم نہ ہوا اس وقت تک آپ شفاعت کرتے رہے۔(قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ)

۴۔کچھ لوگوں پر آنے والا عذاب دوسروں کی تربیت میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔(اَمۡرُ رَبِّكَ)

۵۔جب خدا کا حتمی فیصلہ ہو جائے تو پھر انبیاء کی شفاعت غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔(يَاۤاِبۡرٰهِيۡمُ عَنۡ هٰذَا)

آیت نمبر ۷۷

وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ﴿۷۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ہمارے نمائندے (عذاب پر مامور فرشتے) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد کی وجہ سے غمگین ہوئے اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے کہنے لگے کہ یہ بڑا سنگین دن ہے۔(۷۷)

نکات:

☆ خدا کے روانہ کیے ہوئے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔حضرت لوطؑ اپنی قوم کی خباثت سے واقف تھے اس لیئے آپ پریشان ہو گئے۔

☆ (یعنی ان کا ہاتھ کوتاہ ہو گیا) یہ الفاظ اظہار عاجزی کا کنایہ ہیں مقصد یہ ہے کہ لوط کے لیئے مہمانوں کے بچانے کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں۔

پیغام:

ا۔علم انبیاء محدود ہے (لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا) حضرت لوطؑ نہیں جانتے تھے کہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آنے والے مہمان فرشتے ہیں۔

۲۔ برائی کے ساتھ مبارزہ کا آغاز دل کی نفرت سے ہوتا ہے۔(سِيْٓءَ بِهِمْ)

۳۔مہمان کی حفاظت میز بان کا فریضہ ہے۔(ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا)

آیت نمبر ۷۸

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾

ترجمۃ الآیات

اس کی قوم تیزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس سے پہلے وہ برائیاں کرتے تھے لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیئے پاکیزہ ہیں اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے متعلق شرمندہ نہ کرو کیا تمھارے اندر کوئی بھی باشعور شخص نہیں ہے؟ (۷۸)

نکات:

☆ (يُهْرَعُوْنَ) کا لفظ (اھراع) مصدر سے بنا ہے جس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں مقصد یہ ہے کہ قوم لوط کے بدمعاش غریزہ شہوت سے متاثر ہو کر بے لگام جانوروں کی طرح سے سرپٹ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی طرف دوڑ پڑے۔

☆ آیت مجیدہ میں (اَطْهَرُ) کے الفاظ موجود ہیں اس کا مقصد ہرگز نہیں ہے کہ نکاح کر کے جنس تسکین حاصل کرنے میں زیادہ پاکیزگی پائی جاتی ہے۔اور لواطت میں کم درجہ کی پاکیزگی پائی جاتی ہے اس کا تعلق ''باب مماشات'' سے ہے یعنی ان الفاظ سے بدکاروں کو یہ پیغام: دیا گیا کہ اگر تمہیں جنسی تسکین ہی مطلوب ہے تو بھی لواطت کی بجائے اپنی بیویوں سے حاصل کرلو۔اس کی نظیر سورہ جمعہ کے لفظ ''خیر'' میں بھی دیکھی جاسکتی ہے جہاں یہ الفاظ موجود ہیں (قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ) (جمعہ۔۱۱) آپ کہہ دیں کہ جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ (لَهْو) سے زیادہ بہتر ہے۔اس آیت کا معنی ہرگز نہیں ہے کہ

خدا کے ہاں کی نعمات زیادہ بہتر ہیں اور لہو ولعب کم درجہ کا بہتر کام ہے۔

پیغام:

۱۔ جب کبھی کوئی معاشرہ اخلاقی پستی میں ڈوب جائے تو پھر اس معاشرے کے نوجوان گناہ اور برائیوں کی طرف بھاگ کر آتے ہیں۔(يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ)

۲۔ نفس امارہ انسان کو گناہوں کی طرف دھکیلتا ہے۔(يُهۡرَعُوۡنَ)

۳۔ جب انسان ایک گناہ کرلے تو پھر دوسرے گناہ کی خواہش کرنے لگ جاتا ہے۔(وَمِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ)

۴۔ برائیوں کو روکنے کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیکی اور بھلائی کے دروازوں کو کھول دیا جائے اور لوگوں کو نیکی کے دروازوں سے آگاہ کیا جائے۔(هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ، لَا تُخۡزُوۡنِ)

۵۔ عفت و پاکدامنی کا یہ معنی نہیں ہے کہ جائز طریقوں سے بھی جنسی تسکین حاصل نہ کی جائے۔ البتہ اتنی شرط ضرور ہے کہ جنسی تسکین کے لیئے فطری اور خدائی احکام کی پابندی کی جائے۔(هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ) (حضرت لوطؑ نے لوگوں کی موجودگی میں اپنی بیٹیوں کی طرف اشارہ کیا تھا)

۶۔ نکاح اور شادی جنسی تسکین کا واحد صحیح اور پاکیزہ طریقہ ہے اس کے علاوہ باقی تمام طریقے غلط اور ناپاک ہیں۔(هُنَّ اَطۡهَرُ لَكُمۡ)

۷۔ اگر لوگ گناہوں کے عادی کیوں نہ ہوں پھر بھی نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔(وَمِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ)

۸۔ معاشرے کی ہدایت کے لیئے صرف وعظ ونصیحت ہی کافی نہیں ہے۔ بعض مقامات پر قربانی بھی دینا پڑتی ہے۔(بَنَاتِىۡ)

۹۔ باپ کو یہ اختیار ہے کہ بیٹی کے نکاح کی پیشکش کرسکتا ہے۔(هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ)

۱۰۔ ہم جنس پرستی سابقہ مذاہب میں بھی حرام اور قابلِ نفرت سمجھی جاتی تھی۔(فَاتَّقُوا اللّٰهَ)

عرض مترجم۔ یہاں ''بناتی'' سے حضرت لوطؑ کی اپنی بیٹیاں مراد نہیں ہیں کیونکہ حضرت کے پاس سینکڑوں بدمعاش جمع تھے جب کہ لوط کی بیٹیاں سینکڑوں کی تعداد میں نہیں تھیں اصل بات یہ ہے کہ نبی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اور امت کے افراد اس کی اولاد ہوتے ہیں۔ حضرت نے بھی نااہل لوگوں سے یہی کہا تھا کہ تمھارے ہاں بیویاں موجود ہیں جو کہ ایک طرح سے میری بیٹیاں ہیں اور وہ تمہارے لیئے خدا اور فطرت ودین کے لحاظ پاکیزہ تر ہیں لہٰذا تم ان سے اپنی جنسی پیاس بجھاؤ۔ بہت سی تفاسیر میں یہی مطلب بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۔مہمان کی توہین واذیت دراصل میزبان کی توہین ہے۔(لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ)

۱۲۔مہمان نوازی کی قدرو قیمت کا اندازاس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک شریف ترین انسان بدترین لوگوں کی جھڑکیاں بھی سن کر برداشت کر گیا۔(لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ)

۱۳۔مہمان کا دفاع میزبان پر فرض ہے اور یہ ایک انسانی حق ہے اور ایسا نہ کرنا بزدلوں کا شیوہ ہے۔(لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ)

۱۴۔نہی عن المنکر کرتے وقت لوگوں کے جذبات واحساسات سے مدد حاصل کرنی چاہیئے۔(اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ)

۱۵۔ہم جنس پرستی مردانگی اور غیرت کے منافی ہے۔(اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴿۷۸﴾)

۱۶۔اس کے باوجود کہ نتائج حاصل ہونے کا احتمال بہت کم ہو پھر بھی نہی از منکر کرنا چاہیے۔(فَاتَّقُوا اللّٰهَ)

آیت نمبر ۷۹۔۸۰

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ﴿۷۹﴾

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴿۸۰﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں (قوم لوط) نے کہا کہ تو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ہمارا تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے (ہمیں عورتوں سے جنسی پیاس بجھانے کا کوئی شوق نہیں ہے) جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہ بخوبی معلوم ہے۔(۷۹)

اس (حضرت لوط) نے کہا کہ ہائے کاش مجھے تمہارے برابر میں قوت حاصل ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔(۸۰)

نکات:

☆اس آیت میں حضرت لوطؑ یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ اگر آج میرے ساتھ اہل ایمان کی بھی کوئی جماعت ہوتی تو میں تم کمینوں سے ضرور جنگ کرتا اور اپنے مہمانوں کا دفاع کرتا یا اگر اور کچھ نہ ہوسکتا ہوتا تو اپنے مہمانوں کو تمہارے چنگل سے باہر نکال کر کسی پر امن مقام پر پناہ لے لیتا۔

☆جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس آیت مجیدہ کو پڑھتے تو آپ فرمایا کرتے تھے: (رحمة الله علی لوط۔لقد کان یاوی الی رکن شدید) (تفسیر فی ظلال القرآن)

پیغمبر اسلامؐ کے مندرجہ بالا فرمان کا ظاہری طور پو مطلب تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ حضرت لوطؑ دنیا سے چلے گئے اور آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور خدا کے حضور جا پہنچے اور اپنی قوم کے شر سے نجات حاصل کی۔

☆ہم جنس پرستی گناہ کبیرہ ہے اور اس لیئے شریعت میں سزائے موت اور تازیانوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ جو کہ عادل افراد کی گواہی کے بعد عمل میں لائی جائے گی۔

قرآن وحدیث میں لواطت کا گناہ

قرآن مجید کی مختلف آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی داستان بیان کی گئی ہے اور لواطت کے بدترین جرم کو مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے جس سے اس گناہ کی شدت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے چنانچہ لواطت کے فعلِ بدکو سات مختلف الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ا۔فحاشی۔(بے حیائی) (اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ) (اعراف/ ۸۰) کیا تم بے حیائی بجالاتے ہو۔ ۲۔اسراف۔(حد سے تجاوز) (بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ) (اعراف/ ۸۱) تم حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو۔ ۳۔جرم۔(كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ) (اعراف/ ۸۴) مجرموں کا انجام کیا ہوا؟ ۴۔ظلم۔(وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ) (ہود/ ۸۳)

وہ ظالموں سے دُور نہیں ہے۔ ۵۔خباثت۔(كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ) (انبیاء/ ۷۴) قوم لوط خباثت پر عمل پیرا تھی۔ ۶۔جہالت۔(النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝۵۵) (نمل/ ۵۵) بلکہ تم جاہل ہو۔ ۷۔فسق۔(اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ۝۷۴) (انبیاء/ ۷۴) یقیناً وہ برائی کرنے والی بدکار قوم تھی۔روایات میں اس فعلِ بد کے لیئے سخت تہدید دکھائی دیتی ہے اس فعلِ بد کی مذمت میں بہت سی احادیث وروایات مروی ہیں جن میں سے ذیل میں ہم بطور نمونہ چند روایات نقل کرتے ہیں۔ ا۔جب بھی لواطت ہوتی ہے تو عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے اور قیامت کے دن خدا ایسے بدکاروں سے کلام نہیں کرے گا۔ (بحار الانوار جلد ۷۶/ ۶۳) ۲۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ طے کرلیا جائے کہ کسی کو دو مرتبہ سنگسار کرنا ہے تو پھر لوطی اس سزا کا حقدار ہے۔(بحار جلد ۷۶/ ۶۷) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

ہے کہ جو شخص لواطت پر اصرار کرتا ہو تو وہ اس وقت تک دنیا سے رخصت نہ ہو گا جب تک لوگوں کو اپنے ساتھ لواطت کی دعوت نہ دے گا۔ (بحار ٦٧/٧٦) لواطت میں ملوث فاعل ومفعول دونوں کو قتل کیا جاتا ہے اور روایات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس سے نسل قطع ہوتی ہے۔ (نہج البلاغہ حکمت ٢٥٢)

☆ بہت سی روایات میں ایسی عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو مردوں کی شباہت اختیار کرتی ہیں اور اسی طرح سے ان جوانوں کی مذمت کی گئی ہے جو عورتوں کی شباہت اختیار کر کے لواطت کے لیئے زمین ہموار کرتے ہیں۔

پیغام:

١۔ بعض اوقات گناہوں کی وجہ سے انسان کی شخصیت اتنی مسخ ہو جاتی ہے کہ وہ فطری راستوں کو غلط اور غیر فطری راہوں کو اپنے لیئے درست قرار دینے لگتا ہے۔ (مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ۔۔۔)

٢۔ تمام پیغمبر اور مصلح طاقت، وسائل اور افراد کی موجودگی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کے لیئے ضروری خیال کرتے تھے۔ (لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً)

٣۔ اگر طاقت واقتدار نہ ہو تو انبیاء بھی برائیوں کو نہیں روک سکتے۔ (لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً)

٤۔ اگر ہم معاشرتی بگاڑ کو روک سکتے ہوں تو روک دیں اور اگر ہم معاشرتی بگاڑ کو روکنے کے قابل نہ ہوں تو پھر فاسد معاشرے کو ہی چھوڑ دینے میں ہماری عافیت ہے۔ (لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ)

٥۔ بعض اوقات انبیاء اپنی قوم میں بھی غیر مؤثر شمار ہوتے تھے۔ (لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ)

٦۔ مہمان کے دفاع اور اس کی توہین کو روکنے کے لیئے ہر ممکن اقدام کرنا چاہیئے۔ (اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾)

آیت نمبر ٨١

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں (مہمانوں) نے کہا۔اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں (تم ہماری وجہ سے پریشانی مت خریدو) یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے آپ رات کے حصہ میں اپنے خاندان کو اس سرزمین سے باہر لے جائیں۔ (خیال رکھنا) تم میں سے کوئی بھی (پس پشت) متوجہ نہ ہو سوائے اپنی بیوی کے (اسے اپنے ساتھ مت لے جاؤ) اس پر بھی وہی عذاب نازل ہونے والا ہے جو اوروں پر نازل ہوگا۔ان کی بربادی کے لیئے صبح کا وقت مقرر ہو چکا ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟ (۸۱)

نکات:

☆ (اسر) کا لفظ (اسراء) مصدر سے فعل امر حاضر ہے جس کے معنی رات کو چلنے کے ہیں۔

☆ لفظ (الا امر آتك) کے متعلق دو احتمال پائے جاتے ہیں پہلا احتمال تو یہ ہے کہ یہ لفظ (اهلك) سے مستثنیٰ ہو اس صورت میں مقصد آیت یہ ہوگا کہ تم بیوی کے سوا باقی خاندان کو لے کر رات کے ایک حصے میں چل پڑو۔مقصد یہ ہے کہ بیوی کو ساتھ لے کر ہی نہ جاؤ۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ (لا یلتفت) سے مستثنیٰ ہو اور اس صورت میں مقصد آیت یہ ہوگا کہ تم جب خاندان کو لے کر باہر نکلو تو تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے ورنہ اس پر بھی عذاب آجائے گا مگر تمہاری بیوی پیچھے دیکھے گی اور اس کے نتیجہ میں وہ بھی عذاب کی حقدار بن جائے گی۔

پیغام:

۱۔اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے۔تو اس قوم کے نبی کو پہلے خبر دیتا ہے۔(اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ)

۲۔مومن کو ہر وقت ہجرت و حرکت پر آمادہ ہونا چاہیئے۔اگر اسے رات کے حصہ میں ہی ہجرت کرنے کا حکم ملے تو فوراً اس کی تعمیل کرے۔(فَاَسْرِ ـ ـ ـ ـ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ)

۳۔جب کسی منحوس دھرتی کو چھوڑنے کا حکم ملے تو فوراً وہاں سے نکل جانا چاہیئے مال و اسباب منتقل کرنے کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔(يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ)

۴۔نبی سے رشتہ داری وسیلہ نجات نہیں ہے۔(اِلَّا امْرَاَتَكَ)

۵۔قابل احترام نظام وہ ہے جو اصول و ضوابط پر قائم ہو نہ کہ روابط پر۔(اِلَّا امْرَاَتَكَ)

۶۔انسان کو راستے کے انتخاب کی مکمل اجازت ہے۔حد یہ ہے کہ نبی کی بیوی نبی کے گھر میں رہ کر بھی انحرافی راستے

کا انتخاب کر سکتی ہے۔(اِلَّا امۡرَاَتَكَ)

۷۔مذہبی شخصیات کو ان کے رشتہ داروں کے میز بان پر نہ تولا جائے۔(اِلَّا امۡرَاَتَكَ)

۸۔خدائی معاملات کے اجرا میں بھی وقت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔(مَوۡعِدَهُمُ الصُّبۡحُ)

۹۔قہر خداوندی میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے۔(اَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ۝۸۱)

آیت نمبر ۸۲۔۸۳

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ۝۸۲

مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ۝۸۳

ترجمۃ الآیات

پس جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس سرزمین کو تہ و بالا کر دیا اور اس پر پختہ مٹی کے پتھروں کی بارش برسا دی۔(۸۲)

جن پر آپ کے پروردگار کے ہاں سے نشانی لگی ہوئی تھی اور سنگ باری کا یہ عذاب ظالموں سے دور نہیں ہے۔(۸۳)

نکات:

☆لفظ (سِجِّيۡلٍ) سخت ڈھیلے کو کہا جاتا ہے اور علمائے لغت کے مطابق یہ فارسی لفظ ''سنگ وگل'' کا معرب ہے۔ یعنی مٹی کا وہ ڈھیلا جو مٹی کی طرح سے نرم نہ ہو اور پتھر کی طرح سے سخت نہ ہو۔''منضود'' یعنی مسلسل پے در پے اور ''نشان زدہ'' ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ڈھیلا کسی نہ کسی بدکار کے لیئے پہلے سے مخصوص تھا اور جب عذاب نازل ہوا تو جو ڈھیلا جس کے لیئے مقرر ہوا تھا وہ اسے جا کر لگا۔ اس کا ایک اور مفہوم یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سنگریزے دوسرے زمینی سنگریزوں سے جدا تھے۔

☆اس آیت مجیدہ میں قوم لوط کا انجام بیان کیا گیا ہے۔اس واقعہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ اس قوم کے پیغمبر حضرت

لوط علیہ السلام تھے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھے وہ دینِ ابراہیم کی تبلیغ کرتے تھے اور وہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ فلسطین آئے تھے پھر وہاں سے ''مؤتفکات'' کی طرف تبلیغ دین کے لیئے تشریف لے گئے اس علاقہ کے لوگ بت پرست تھے اور اعلانیہ اِغلام بازی کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کے عقائد و اعمال سنوارنے کی بڑی کوشش کی لیکن بدکار قوم پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ان لوگوں نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر آپ اپنی تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں اپنے علاقہ سے نکال دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا پہلے پہل حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے بعدازاں حضرت لوطؑ کے پاس آئے اور جب قوم لوط کے بدمعاش انہیں پکڑنے کے لیئے آئے تو انہوں نے حکم خداوندی سے اس منطقہ کو تہ و بالا کر دیا۔

☆سورہ حجر کی ۷۳ویں آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ قوم لوط کو ایک چنگھاڑ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ممکن ہے دھماکے کی صدا اتنی مہیب ہو کہ اس سے پورا علاقہ ہی زیروزبر ہو گیا ہو اور زمین کی تہ سے پتھر نکل کر آسمان کی طرف گئے ہوں اور پھر وہاں سے ان بدکار لوگوں کی بستی پر برسے ہوں۔ دنیا میں جب کہیں آتش فشاں پہاڑ پھٹتا ہے تو کم و بیش یہی حالت دکھائی دینے لگتی ہے۔ (تفسیر المیزان) یہ بھی ممکن ہے کہ جب پتھروں کی بارش برس رہی ہو تو اس وقت آسمان سے زبردست دھماکے کی صدا بھی بلند ہوئی ہو۔

پیغام:

۱۔ جو لوگ انسانی فطرت کو الٹ دیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کے شہر کو ان پر الٹ دیا جائے۔ (جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا)

۲۔ جو خدا بادو باران بھیجتا ہے وہ سنگ باری کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ (اَمْطَرْنَا... حِجَارَةً)

۳۔ جنسی اور اخلاقی انحرافات ظلم ہیں۔ (مِنَ الظّٰلِمِيْنَ)

۴۔ آج کے موجودہ مغرب کو جہاں ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دیا گیا ہے اسے جان لینا چاہیئے کہ جب ان پر خدائی قہر نازل ہو گا تو ان کا منطقہ بھی تہ و بالا بن کر رہ جائے گا۔ (وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾)

آیت نمبر ۸۴

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿٨٤﴾

ترجمۃ الآیات

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں تمہیں آسودگی میں دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہاری اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ دن نہ آجائے جس کا عذاب ہر طرف سے گھیرنے والا ہوگا۔ (۸۴)

نکات:

☆''مَدْیَن'' کا موجودہ نام ''مَعان'' ہے اور تورات میں اس کا نام ''مَدْیان'' لکھا ہوا ہے۔ یہ شہر خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع ہے۔ وہاں کے لوگ حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور مصر، لبنان اور فلسطین کے ساتھ ان کے تجارتی روابط تھے۔ کچھ علماء بیان کرتے ہیں کہ ''مَدْیَن'' ایک قبیلہ کا نام ہے اور یہ قبیلہ کوہِ سینا کے اطراف میں آباد تھا۔

☆اقوام وملل کے انحرافات کی نوعیت ہر دور میں مختلف رہی ہے اور تاریخ کے طالب علموں کو اس پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت لوط کی قوم جنسی انحراف میں مبتلا تھی جب کہ حضرت شعیب کی قوم ناپ تول کی کمی جیسی اقتصادی انحراف میں گرفتار تھی۔

پیغام:

۱۔ بعثت انبیاء تاریخ کا عمل مسلسل اور خدا کی قدیمی روش ہے۔ (وَاِلٰی مَدْیَنَ)

۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت کا دائرہ کار مدین کے علاقہ تک محدود تھا۔ (وَاِلٰی مَدْیَنَ)

۳۔ ہر قوم کا پیغمبر اسی ہی قوم کا چشم و چراغ ہوتا ہے۔ (اَخَاهُمۡ)

۴۔ یکتا پرستی توحید شناسی پر موقوف ہے۔ (اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ)

۵۔ صرف خدا کی عبادت ہی کافی نہیں ہے اس کے ساتھ مشرکین سے بیزاری بھی ضروری ہے۔ (مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ)

۶۔ انبیاء کی تبلیغ صرف عقائد و اخلاقیات کے مسائل تک محدود نہیں ہوتی ان کی تعلیمات میں اقتصادیات بھی شامل ہے اور انہوں نے لوگوں کو غلط اقتصادی طریقوں سے روکا ہے۔ (لَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ)

۷۔ تنہا بہتر معاشی حالت اقتصادی فساد سے نہیں روک سکتی۔ (لَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ ۔۔۔ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ'' سے اجناس کی ارزانی مراد ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

۸۔ نہی عن المنکر کے لیئے لوگوں کو ان کی شخصیت سے آگاہ کرنا چاہیئے اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ (اِنِّیۡۤ اَرٰىكُمۡ بِخَيۡرٍ)

۹۔ انبیاء کی دعوت میں مبدا و معاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ (اعۡبُدُوا اللّٰهَ ۔۔۔ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ)

۱۰۔ روز حساب پر ایمان ایسا قیمتی عقیدہ ہے جس سے زندگی کے تمام امور میں تقویٰ قائم کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ (لَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ، عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ﴿۸۴﴾)

۱۱۔ خدا کے قہر سے فرار ناممکن ہے۔ (عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ﴿۸۴﴾)

آیت نمبر ۸۵

وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ﴿۸۵﴾

ترجمة الآيات

اور اے میری قوم! ناپ تول کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فسادی بن کر مت پھرو۔ (۸۵)

نکات:

☆ لفظ (تَبۡخَسُوا) کا مادہ (بَخۡس) ہے جس کے معنی کم کرنے کے ہیں اور (وَلَا تَعۡثَوۡا) فساد نہ کرو کے معنی میں ہے۔

پیغام:

۱۔ زندگی کے تمام معاملات میں عدل و انصاف کا قائم کرنا انبیاء کی بنیادی ترجیحات میں شامل ہے۔ (اَوۡفُوا ۔۔۔ بِالۡقِسۡطِ)

۲۔ جب کوئی گناہ کسی معاشرے میں رچ بس جائے تو اس گناہ کے خلاف بار بار تبلیغ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس آیت میں کئی بار ناپ تول کی کمی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (اَوۡفُوا ۔۔۔ لَا تَبۡخَسُوا)

۳۔اقتصادی مراکز پر ہمیشہ گہری نظر رکھنی چاہیئے تا کہ تاجر ملی بھگت کر کے بازار میں من مانی قیمتوں کو رواج نہ دیں اور عوام کا استحصال نہ کریں۔(اَوْفُوا ...۔لَا تَبْخَسُوا)

۴۔عام لوگوں سے عدل وانصاف کا سلوک ہونا چاہیئے۔ عدل وانصاف کو صرف اہل ایمان سے ہی مخصوص نہ کیا جائے۔(لَاتَبْخَسُوا النَّاسَ)

۵۔صرف ناپ تول ہی کی اشیاء میں عدل وانصاف ضروری نہیں ہے اس کے علاوہ بھی ہر طرح کے لین دین اور امانتوں میں عدل وانصاف کے تقاضوں کی پاسداری ضروری ہے۔(اَشْيَآءَهُمْ)

۶۔اقتصادی مسائل میں لوگوں کے حق کو ضائع کرنا معاشرتی فساد کا واضح ترین نمونہ ہے۔ کیونکہ ناہموار اقتصادی حالت معاشرے کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔(لَا تَبْخَسُوا ،مُفْسِدِيْنَ﴿۸۵﴾)

۷۔فاسد عمل کرنا بُرا ہے لیکن فاسد مزاج رکھنا اور فاسد روحانیت کا حامل ہونا اس سے بھی کہیں زیادہ بُرا ہے۔(لَاتَعْثَوْا ،مُفْسِدِيْنَ﴿۸۵﴾)

آیت نمبر ۸۶

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

حلال مال اور سرمایہ جو اللہ نے تمہارے لیئے باقی رکھا ہے وہ کم فروشی سے حاصل ہونے والے مال سے) تمہارے لیئے بہتر ہے اگر تم صاحبانِ ایمان ہو۔ میں تمہارے (حفظِ ایمان اور اس راستے کو قبول کرنے کے لیئے) او پر نگران نہیں ہوں۔(۸۶)

نکات:

☆ ’بَقِيَّتُ اللّٰهِ‘ سے وہ مال مراد ہے جو حلال سرمایہ اور نیک کمائی سے حاصل ہو اور انسان کے پاس باقی ہو اور سو فیصد حلال ہو۔ روایات میں اس وجود مبارک کو بھی ’بَقِيَّتُ اللّٰهِ‘‘ کہا گیا ہے جو خدا کے ارادہ کے تحت بشریت کے لیئے باقی ہے۔ چنانچہ جو مجاہد میدان جہاد سے بخیر وخوبی واپس آتے تھے انہیں اس لیئے ’’بقیت اللہ‘‘ کہا جاتا تھا کہ وہ اللہ کے

ارادہ سے باقی رہے ہیں۔ اسی طرح سے امام العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کو بھی 'بَقِيَّتُ اللهِ'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ نے آپ کو انسانوں کی ہدایت کے لیئے باقی رکھا ہے۔ ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کا ایک نام 'بَقِيَّتُ اللهِ'' ہے (بحار الانوار جلد ۴۶/۲۵۹) اور ہم آپ کو (السلام عليك بقيت الله) کے الفاظ کے ساتھ سلام کرتے ہیں۔ جب آپ کا مکہ میں ظہور ہوگا تو اس وقت آپ یہ آیت تلاوت کریں گے پھر فرمائیں گے''انا بقيت الله'' میں بقیۃ اللہ ہوں۔ امام زمانہ کے علاوہ باقی معصومین کو بھی 'بَقِيَّتُ اللهِ'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ (تفسیر کنز الدقائق)

پیغام:

۱۔ حرام کے وسیع رزق سے حلال ذرائع سے حاصل ہونے والا تھوڑا سا رزق بہتر ہے۔ (بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ)

۲۔ دنیا فانی ہے اور آخرت کو بقا حاصل ہے۔ آخرت کی جستجو دنیا کی جستجو سے بہتر ہے۔ (بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ)

۳۔ اگر ہم کم فروشی نہ کریں تو ہمارے پاس گاہک زیادہ آئیں گے اور یوں ہمیں معقول منافع حاصل ہو سکے گا اور وہ ہمارے لیئے باعث تسکین ہوگا۔ (بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ)

۴۔ جو شخص حرام کو حلال سے بہتر سمجھتا ہے تو وہ اپنے ایمان میں شک کرتا ہے۔ (اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ)

۵۔ انسان اپنے عقائد میں آزاد ہیں انبیاء بھی انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ (وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾)

۶۔ اگر حرام خوری کی وجہ سے تمہاری جائیداد اور زندگی تباہ ہوئی تو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔ (وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾)

آیت نمبر ۸۷

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم انہیں چھوڑ دیں جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے یا ہم اپنے اموال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا بھی چھوڑ دیں؟ تُو تو ایک بردبار اور فہمیدہ انسان ہے (پھر ہم سے اس طرح کی

توقع کیوں کرتا ہے؟)(۸۷)

پیغام:

۱۔تمام انبیاء کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔(قَالُوْا يٰشُعَيْبُ)

۲۔سابقہ ادیان میں بھی نماز موجود تھی۔(اَصَلٰوتُكَ؟)

۳۔حضرت شعیب جس آئین کی دعوت دے رہے تھے، نماز اس کا واضح ترین نمونہ ہے۔(اَصَلٰوتُكَ؟)

۴۔حقیقی نماز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیئے محرک کی حیثیت رکھتی ہے۔

۵۔دلیل ونص کے باوجود اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلنے کی ضد کرنا بہت سے انحرافات کا سرچشمہ ثابت ہوتا ہے۔

آئینِ نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
مشکل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

۶۔دین نہ تو سیاست واقتصادیات سے جدا نہیں ہے۔(اَصَلٰوتُكَ.... نَّتْرُكَ.... فِيْۤ اَمْوَالِنَا)

۷۔انبیاء مادر پدر آزادی کے خلاف تھے۔(نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا)

۸۔کسی چیز کی ملکیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے جہاں چاہو اور جب چاہو خرچ کرو۔ (شعیب کے قوانین میں اخراجات کو محدود کرنے کا قانون موجود تھا)(نَّتْرُكَ... اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا)

۹۔اگر ہم حق کا پرچار نہ کریں تو مخالفین ہماری تعریف کرنے لگ جاتے ہیں۔لہذا ہمیں ان کے اس دام میں نہیں پھنسنا چاہیئے۔(اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴿۸۷﴾)

۱۰۔بعض اوقات مخالفین ایسی تعریف کرتے ہیں جس میں استہزاء کا پہلو ہوتا ہے۔(لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴿۸۷﴾)

آیت نمبر ۸۸

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

شعیب نے کہا: اے میری قوم! ذرا یہ تو سوچو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل کے ساتھ ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے بہترین رزق (نبوت) سے نوازا ہے۔ میں ایسا نہیں چاہتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کروں خود اس کو کرنے لگ جاؤں میں تو اپنی مقدور بھر فقط اصلاح کرنے کا خواہش مند ہوں۔ مجھے صرف اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے اسی لیئے میں نے اس پر بھروسہ کیا ہے اور مجھے اسی کی طرف واپس جانا ہے۔ (۸۸)

نکات:

☆ سابقہ آیت میں ہم نے یہ پڑھا کہ قوم شعیب نے ان سے کہا تھا کہ آپ بتائیں کہ ہم اپنے مال میں آزادانہ تصرف کیوں نہ کریں؟ اس سوال کا جواب آیت ہذا میں حضرت شعیب نے یہ دیا کہ دیکھو اگر میں تمہارے بے قید و بند دولت کے تصرف پر اعتراض کرتا ہوں تو اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ تمہارے معاشرے میں اصلاح قائم رہے ورنہ مجھے تم سے نہ تو کوئی عداوت ہے اور نہ ہی میں حاسد اور تنگ نظر ہوں۔ میری خواہش بس یہی ہے کہ انفرادی مصالح پر اجتمائی مصالح کو قربان نہ کیا جائے۔

پیغام:

۱۔ نبوت معجزہ اور بیّنہ کی اساس پر قائم ہے۔ (كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ) (قوانین دلیل کی بنیاد پر قائم ہیں)

۲۔ انبیاء ہر چیز کو خدا کی طرف سے جانتے تھے۔ (رَّبِّىۡ، رَزَقَنِىۡ)

۳۔ یہ گمان نہ کریں کہ حرام خوری سے ہی اچھی زندگی میسّر آسکتی ہے جب کہ انبیاء و اولیاء گناہوں میں آلودہ نہیں ہوتے پھر بھی وہ عمدہ رزق حاصل کرتے ہیں۔ (رَزَقَنِىۡ مِنۡهُ رِزۡقًا حَسَنًا) (اچھی روزی وہ ہے جو کم فروشی اور ظلم سے حاصل نہ ہوئی ہو)

۴۔ رزق روزی خدا کی طرف سے ہے کسی کی چالاکی پر موقوف نہیں ہے۔ (رَزَقَنِىۡ مِنۡهُ)

۵۔ کفار اپنی دولت کو اپنی ذہانت کی پیداوار سمجھ کر (اَمۡوَالِنَا) کا نعرہ بلند کرتے تھے جبکہ حضرت شعیب نے اپنے رزق کو خدا کا عطیہ قرار دے کر یہ کہا۔ (وَرَزَقَنِىۡ مِنۡهُ رِزۡقًا حَسَنًا) آپ نے ان الفاظ سے لوگوں کو یہ بتایا کہ میں تمہاری طرح سے کم فروشی نہیں کرتا اس کے باوجود میں مالی مشکلات میں مبتلا نہیں ہوں۔

٦۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے سے قبل انسان کو خود اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ انبیاء نے لوگوں کو صرف نیکی کا حکم نہیں دیا اس پر سب سے پہلے خود عمل کیا۔(وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ)

٧۔انبیاء ہمیشہ احکام الٰہی کی اطاعت کرتے تھے اور حکم الٰہی کی مخالفت کے متعلق وہ کبھی سوچتے بھی نہ تھے۔(وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ...)

٨۔انبیاء کا ہدف بنی نوع انسان کی صلاح وفلاح تھا۔(اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ)

٩۔انبیاء کے کاموں کی سرحدان کی استطاعت تھی۔وہ ماہ وسال کا انتظار نہیں کرتے تھے۔

١٠۔ہم کسی کام کا ارادہ ہی کر سکتے ہیں کامیابی یا نا کامی خدا کی طرف سے ہے۔(اِنْ اُرِيْدُ ۔وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ)

١١۔توکل کے ساتھ جدوجہد بھی ضروری ہے اور جدوجہد کے بغیر توکل غیر موثر ہوتی ہے۔(مَا اسْتَطَعْتُ ،عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ)

١٢۔اس آیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بجالانے والوں کی حسب ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں:

١۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لیئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی باعمل ہو۔ (مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ)

٢۔امرونہی کا ہدف معاشرتی اصلاح ہو۔(اَنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ)

٣۔توفیق کے حصول کو خدا کی طرف سے سمجھنا چاہیئے۔(وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ)

٤۔ہمیشہ خدا پر ہی توکل رکھنی چاہیئے۔(عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ)

٥۔مشکلات کی گھڑی میں خدا پر توکل کرنا چاہیئے۔(اِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾)

١٣۔اصلاح کرنے والے کو پہلے خود صالح، باایمان ہونا چاہیے۔وہ پہلے خود توکل کرے، اسے چاہیے کہ اہل دعا وراز ونیاز ہو۔(مَا اسْتَطَعْتُ ؕ ۔عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ)

١٤۔اپنے مسائل کو حل کرنے میں آخری حد تک کوشش کریں پھر بھی آگاہ رہیں کہ کامیابی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے(مَا اسْتَطَعْتُ ؕ ۔وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ)

آیت نمبر ٨٩

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ

بِبَعِيْدٍ﴿۸۹﴾

ترجمۃ الآیات

(شعیب نے کہا) اے میری قوم! میری مخالفت اور دشمنی تمہیں ایسے افعال پر مجبور کردے کہ تم پر بھی قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح کی طرح کا عذاب آجائے۔ قوم لوط کا واقعہ تم سے زیادہ دور تو نہیں ہے۔ (۸۹)

پیغام:

۱۔ مخالفین کے ساتھ بھی نرم لہجہ میں بات کرنی چاہیئے۔ (يٰقَوْمِ)

۲۔ کسی شخص کی دشمنی میں اتنا اندھا نہیں ہونا چاہیئے کہ انسان اپنی اور معاشرے کی تقدیر کو برباد نہ کردے۔ (لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ)

۳۔ اقوام عالم کی تاریخ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہے اور اس کے بیان سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ (مِّثْلُ مَآ اَصَابَ)

۴۔ گزشتہ اقوام وملل کے انجام کو وقتی، موسمی، انفرادی اور اتفاقی واقعات سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ (مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ) (حضرت نوح، ہود، صالح اور حضرت لوط، حضرت شعیب سے پہلے تھے)

۵۔ خدا اب بھی عذاب نازل کرنے پر قادر ہے۔ وہ جس قوم کو جس بھی شکل میں چاہے تباہ و برباد کرسکتا ہے۔ جیسا کہ اس نے قوم نوح کو پانی میں غرق کیا اور قوم ہود کو ہوا کے طوفان سے تباہ کیا اور قوم صالح ایک آسمانی چنگھاڑ سے برباد ہوئی اور حضرت لوط کی قوم پر پتھروں کی بارش برسائی گئی اور اسی خطہ کو تہ و بالا کردیا گیا۔ (مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ)

۶۔ عبرت حاصل کرنے کے لیئے قریبی واقعہ زیادہ تر مؤثر ہوتا ہے۔ قوم لوط اور قوم شعیب میں زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ دونوں کا زمانہ بھی قریب تھا اور دونوں کے علاقے بھی ایک دوسرے سے قریب تھے۔ (وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴿۸۹﴾)

آیت نمبر ۹۰

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴿۹۰﴾

ترجمۃ الآیات

(آؤ) اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف لوٹ آؤ بے شک میرا رب مہربان اور توبہ کرنے والوں سے) محبت کرنے والا ہے۔ (۹۰)

نکات:

☆ (وُدّ) اس دوستی کو کہا جاتا ہے جس میں آثار پائے جاتے ہوں اور اس میں استمرار پایا جاتا ہو۔

پیغام:

۱۔ مخالفین کو تنبیہ کرتے وقت بھی انہیں ان کی اصلاح کا راستہ دکھانا چاہیئے۔ (وَاسْتَغْفِرُوْا...)

۲۔ مغفرت کرنا اور گناہ سے دوری اختیار کرنا راہ حق کی طرف لوٹنے کی تمہید ہے۔ (وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ)

۳۔ اگر ہم توبہ واستغفار کریں تو خدا کی طرف سے ہمیں مثبت جواب سننے کو ملے گا۔ (وَاسْتَغْفِرُوْا... اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۝۹۰)

۴۔ خدا کا اس انداز سے تعارف کرائیں کہ خدا کی طرف بازگشت کا عشق آسان محسوس ہو سکے۔ (اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۝۹۰)

۵۔ خدا کی رحمت چند لمحات کے لیئے نہیں ہوتی اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ اور اس کے آثار و برکات بہت زیادہ ہیں۔ (اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۝۹۰) یہ جملہ اسمیہ بھی ہے اور اس میں لفظ ''رحیم'' مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۶۔ اللہ تعالی نہ صرف یہ کہ توبہ قبول کرتا ہے بلکہ توبہ کرنے والے سے محبت بھی کرتا ہے۔ (اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۝۹۰)

آیت نمبر ۹۱

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ۝۹۱

ترجمة الآيات

کفار نے کہا کہ اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ سے بالا ہیں اور ہم تجھے اپنے اندر کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے تجھے ہم پر کوئی قوت وقدرت حاصل نہیں ہے۔(۹۱)

نکات:

☆ کفار نے حضرت شعیبؑ سے یہ کہا تھا کہ تمہاری باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت شعیبؑ نے آخرکون سی شکل اور نا قابلِ فہم وادراک باتیں ارشادفرمائی تھیں جوکہ ان کی سمجھ سے بالاتھیں؟ کیاانہوں نے یہ نہیں کہا تھا۔

۱۔میں معجزہ وبینہ رکھتا ہوں۔(كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ)

۲۔میں مالی مشکلات میں مبتلانہیں ہوں اور مجھے تمہاری مالی امداد کی بھی ضرورت نہیں ہے۔(رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا)

۳۔میں جو کچھ کہتا ہوں اس پرعمل بھی کرتا ہوں۔(مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ)

۴۔میں معاشرے کی اصلاح چاہتا ہوں۔(اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ)

۵۔میں اپنی حیثیت کے مطابق جستجو کرتا ہوں(مَا اسْتَطَعْتُ)

۶۔میں خدا پرتوکل رکھتا ہوں اوراسی کی طرف میری بازگشت ہے۔(عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۝۸۸)

۷۔میں سابقہ اقوام وملل کے انجام سے تمہیں ڈراتا ہوں۔(مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ ....) حضرت شعیب کے اس سادہ اورمؤثر خطاب پر بھی کفار یہ بہانے بناتے تھے۔"مَا نَفْقَهُ" ہمیں تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔اوروہ کہتے تھے کہ تو ہمارے اندرانتہائی کمزور ہے۔(فِيْنَا ضَعِيْفًا)اوراگرتمہاراقبیلہ اورتم سے وابستہ افرادموجود نہ ہوتے تو ہم تجھے کب کا سنگسار کر چکے ہوتے(رَهْطُكَ) اوروہ یہ کہتے تھے کہ تمہیں ہمارے اندرکوئی قوت حاصل نہیں ہے۔(وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ۝۹۱)

پیغام:

۱۔انبیاءاورالٰہی مبلغین کی لوگوں نے کھل کرتوہین کی تھی اورانہوں نے راہ حق میں ہراہانت کو برداشت کیا تھا۔(مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ)

۲۔مخالفین انبیاء کے پاس کوئی دلیل ومنطق نہیں تھی۔ان کی منطق توہین، اذیت اور قتل کرنے پر مشتمل تھی۔ (لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾)

آیت نمبر ۹۲

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾

ترجمة الآيات

شعیب علیہ السلام نے کہا! اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہاری نظر میں خدا سے بھی زیادہ عزت رکھنے والا ہے جب کہ تم نے خدا کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ (لیکن میرے قبیلہ اور ساتھیوں کا خیال رکھتے ہو؟) تم جو بھی عمل کر رہے ہو خدا اسے گھیرے ہوئے ہے۔(۹۲)

پیغام:

ا۔گروہوں، جماعتوں، کے حقوق ہوں یا بین الاقوامی حقوق وہ حق الٰہی سے زیادہ محترم نہیں ہیں کسی بھی قسم کے سیاسی اور اجتماعی حقوق کو اس انداز سے منظم نہیں کرنا چاہیئے جس سے خدا تحت الشعاع میں چلا جائے۔(اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ)

۲۔ضدی افراد کے لیئے تنبیہ بہت ضروری ہے۔(اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾)

آیت نمبر ۹۳

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

حضرت شعیب نے کہا۔ اے میری قوم! تم جو بھی کر سکتے ہو کرلو میں اپنے کام کو جاری رکھوں گا۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر نازل ہوتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔ (۹۳)

پیغام:

۱۔ بعض اوقات انبیاء اپنے کلام کی تاثیر سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ (اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ)

۲۔ اگر کبھی ایسا موقع آجائے کہ آپ کو لوگوں کی ہدایت سے مایوس ہونا پڑے تو بھی استقامت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ (اِنِّیْ عَامِلٌ)

۳۔ جب موعظہ سے کام نہ چلے تو پھر عذاب سے ڈرانے پر زیادہ زور دیں۔ (سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ)

۴۔ جب دشمن دھمکیوں پر اتر آئے تو پھر جواب میں اسے بھی دھمکیاں دینی چاہئیں (لَرَجَمْنٰكَ... عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ)

۵۔ لوگ حضرت شعیب کو کاذب جانتے تھے۔ (وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ)

۶۔ ہمیں اپنے وظیفہ پر عمل کرنا چاہیئے اس کے بعد ہمیں غیبی امداد کا انتظار کرنا چاہیئے۔ (اِنِّیْ عَامِلٌ... وَارْتَقِبُوْٓا)

آیت نمبر ۹۴

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ہمارا فرمان عذاب آیا تو ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے تھے انہیں اپنی رحمت سے نجات دی اور ظلم کرنے والوں کو ایک (آسمانی) چنگھاڑ نے اپنی گرفت

میں لے لیا وہ اپنے گھروں میں اندھے پڑے رہے۔ (مر گئے) (۹۴)

پیغام:

۱۔ظالموں کے لیئے عذاب الٰہی میں تاخیر تو ہوسکتی ہے لیکن اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ (وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا)

۲۔آسمان سے بجلیوں کا گرنا کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتا یہ اللہ کے فرمان سے ہی گرا کرتی ہیں۔ (اَمْرُنَا)

۳۔اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے اور وہی انہیں نجات عطا کرتا ہے۔ (نَجَّيْنَا)

۴۔انبیاء پر زبانی ایمان کافی نہیں ہے ان کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں (اٰمَنُوْا مَعَهٗ) کے الفاظ دکھائی دیتے ہیں اس کے برعکس (اٰمَنُوْا بِهٖ) کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

۵۔ایمان رمز نجات ہے۔(نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ)

۶۔انبیاء کی دعوت سے بے توجہی کرنا ظلم ہے۔ (وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا)

۷۔ظلم جب بھی بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ظلم اور ظالم دونوں کے مقدر میں رسوائی اور نابودی ہے۔ (وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا)

۸۔عذاب الٰہی اتنی تیزی سے آیا کہ کوئی بھی شخص اپنے گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ (معلوم ہوتا ہے کہ عذاب رات کے وقت آیا تھا) (دِيَارِهِمْ)

۹۔جب خدائی عذاب نازل ہوتا ہے تو ظالموں سے قوت فرار سلب کر لی جاتی ہے۔(جٰثِمِيْنَ﴿۹۴﴾)

آیت نمبر ۹۵

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴿۹۵﴾

ترجمة الآيات

(کفار مدین یوں برباد ہوئے) گویا کہ وہ اس علاقہ کے رہائشی ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو کہ مدین کے لیئے (رحمت حق سے) ویسی ہی دوری ہے جیسا کہ قوم ثمود کے لیئے ہے۔ (۹۵)

نکات:

☆ خدا کا قہر کسی شدید ترین بمباری سے بھی زیادہ مہلک ہوتا ہے کیونکہ بمباری کے وقت کچھ افراد وہاں سے بھاگ

جاتے ہیں لیکن جب کسی قوم پر خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے تو کوئی بھی اس کی لپیٹ سے محفوظ نہیں رہتا۔

پیغام:

۱۔ قہرالٰہی سے بچنے کے لیئے کوئی راستہ نہیں ہوتا۔(كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا)

۲۔ ظالموں سے براءت اور بیزاری قرآن اور خدا کی روش ہے۔(بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾)

آیت نمبر ۹۶۔۹۷

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۹۶﴾
اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَمَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ
بِرَشِيۡدٍ ﴿۹۷﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن بُرہان کے ساتھ روانہ کیا۔(۹۶)

فرعون اور اس کی قوم کے اشرافیہ طبقہ کی طرف فرعون کا معاملہ موجبِ رُشد و نجات نہیں تھا۔(۹۷)

نکات:

☆ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے واقعات کو باقی واقعات کی بہ نسبت زیادہ تعداد میں بیان کیا گیا ہے حضرت موسیٰ کا واقعہ تیس سے زیادہ سورتوں میں بیان ہوا ہے اور اس کے متعلق ایک سوتیس سے زیادہ آیات نازل ہوئیں اس واقعہ کا خلاصہ انہی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ لفظ ''سلطان'' سلطنت واقتدار کے معانی میں ہے کبھی اس سے ظاہری تسلط مراد ہوتا ہے اور کبھی منطقی واستدلالی اقتدار مراد ہوتی ہے۔

پیغام:

۱۔خدا کی نمائندگی کا دعویٰ دلیل و برہان سے ہونا چاہیئے۔(اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۹۶﴾)

۲۔انبیاء کی منطق اور ان کے معجزات تمام لوگوں کے سامنے روز روشن کی طرح سے واضح تھے۔(مُّبِیۡنٍ ﴿۹۶﴾)

۳۔انبیاء کی بعثت کا فلسفہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو طاغوت اور اس کے ساتھوں کی قید سے نجات دلائی جائے۔ (اِلٰی فِرۡعَوۡنَ)

۴۔ہر دور میں لوگوں کی اکثریت طاغوتوں کی پیروکار رہی ہے۔(فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ)

۵۔طاغوت کے تبلیغاتی نعروں کو غیر مؤثر بنانا چاہیئے۔فرعون یہ دعویٰ کرتا تھا۔ (وَمَاۤ اَهۡدِیۡكُمۡ اِلَّا سَبِیۡلَ الرَّشَادِ) (مومن/۲۹) میں صحیح راستے کی تمہیں رہنمائی کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعویٰ کی تردید کی اور فرمایا(وَمَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِیۡدٍ)

۶۔صرف علم وشناخت انحراف سے بچانے میں مؤثر ثابت نہیں ہوتا۔(کیونکہ حضرت موسیٰ نے دلیل و برہان سے حق کا اثبات کیا تھا لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت فرعون کی پیروکار رہی تھی)

آیت نمبر ۹۸

یَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ ﴿۹۸﴾

ترجمۃ الآیات

قیامت کے دن وہ آگے آگے ہوگا اور اپنی قیادت میں انہیں دوزخ پہنچائے گا اور وہ جگہ کتنی بُری ہے جہاں یہ وارد ہوں گے۔(۹۸)

نکات:

☆(وِرۡد) پانی کے گھات کو کہا جاتا ہے جہاں لوگ پانی پینے اور بھرنے کے لیئے وارد ہوتے ہیں اور لفظ ''وُرُود'' بنیادی طور پر پانی کی طرف حرکت کرنے کے معانی میں آتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی

اور ہر طرح کے داخل ہونے کو ''ورود'' سے تعبیر کیا جانے لگا۔

پیغام:

۱۔کسی بھی رہبر کی رہبری کا رشد اس میں ہے کہ وہ اپنی قوم کی ایسی مثالی رہنمائی کرے کہ انہیں جنت میں لے جائے۔نہ کہ دوزخ میں۔(وَمَآ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ...يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ)

۲۔وہ لوگ جو دنیا میں رہبر کا کردار ادا کرتے ہیں وہی لوگ قیامت کے دن بھی اپنے پیروکاروں کی قیادت کریں گے جو صحیح اور سچا رہنما ہوگا وہ اپنی قوم کو جنت میں لے جائے گا اور جو غلط اور طاغوطی پیشوا ہوگا وہ اپنے ماننے کو دوزخ میں لے جائے گا۔(يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ)

آیت نمبر ۹۹

وَاُتۡبِعُوۡا فِىۡ هٰذِهٖ لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ بِئۡسَ الرِّفۡدُ الۡمَرۡفُوۡدُ ﴿۹۹﴾

ترجمۃ الآیات

اوران کے پیچھے اس دنیا میں لعنت کو لگا دیا اور قیامت کے دن بھی لعنت ان کے تعاقب میں ہوگی یہ کتنا برا صلہ ہے جو کسی کو ملے۔(۹۹)

پیغام:

۱۔جو بھی فراعنہ اور طاغوتوں کی پیروی کرے وہ دنیا وآخرت میں بدنامی اور لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے اور دنیا وآخرت میں اس پر لعنت برستی رہے گی۔(فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ...وَاُتۡبِعُوۡا...لَعۡنَةً)

آیت نمبر ۱۰۰

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيۡكَ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيۡدٌ ﴿۱۰۰﴾

ترجمة الآيات

یہ چند بستیوں کی سرگزشت ہے جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں ان میں سے کچھ کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔(۱۰۰)

نکات:

☆ممکن ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے کچھ آبادیوں کے لوگوں کو برباد کیا چنانچہ اُن آبادیوں میں رہنے والے مرکھپ گئے اور ان کی آبادیاں ابھی باقی ہیں جو کہ آثار قدیمہ کا حصہ بن چکی ہیں اور کچھ بستیاں ایسی بھی تھیں جنہیں ہم نے مکمل طور پر تہس نہس کر دیا ہے اور آج ان کا کہیں نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔

☆ قرآن میں جو داستانیں بیان ہوئی ہیں ان کے اہم اثرات ہیں کیونکہ۔

۱۔ان داستانوں کو دلنشین انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔یہ داستانیں اپنے ساتھ دلائل عقلی اور برہان منطقی کے دروازوں کو کھولتی ہیں۔

۳۔ان داستانوں کے بیان سے نبی اُمّی کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ آپ نے دنیا کے کسی معلم سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی پھر بھی آپ نے تاریخ کے واقعات اور امتوں کے عروج وزوال کی داستانیں بیان کی تھیں۔

۴۔ان داستانوں سے سننے والوں کو عبرت ملتی ہے۔

پیغام:

۱۔تاریخ کے واقعات کو اتنا بیان کرنا ضروری ہے جو لوگوں کے لیئے ہدایت ونصیحت کا ذریعہ بن سکیں۔() یعنی کچھ بستیوں کی داستانیں نہ کہ روئے زمین کی داستانیں۔

۲۔حضرت نوحؑ، ہودؑ، لوطؑ، صالح، شعیبؑ اور موسیٰ علیہم السلام کی امتوں کے واقعات انسانی تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ (انباء) اور ''انباء'' اہم ترین خبروں کو کہا جاتا ہے۔

۳۔سابقہ امتوں کی تاریخ اور ان کے انجام کے لیئے قرآن مستند ترین دستاویز ہے۔

۴۔صحیح اور نصیحت آموز کہانیاں انسانی ہدایت کے لیئے بہت ضروری ہیں ہمیں ان سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ (نَقُصُّهُ)

۵۔قرآنی داستانیں صحیح ترین ہیں کیونکہ یہ خدا کی بیان کردہ ہیں۔(نَقُصُّهُ)

۶۔اقوام وملل کی تاریخ علیحدہ چیز ہے اور ان کے آثار ونشانات علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں۔کیونکہ کچھ اقوام ایسی بھی

ہیں جو کہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں اور ان کے آثار باقی ہیں اور کچھ اقوام ایسی بھی ہیں جو کہ صفحۂ ہستی سے ایسے مٹیں کہ آج ان کے نشان بھی باقی نہیں ہیں۔ (حَصِيدٌ ۱۰۰)

آیت نمبر ۱۰۱

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے ان پر (کوئی) ظلم نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے آپ پر ہی ستم ڈھایا۔ جب تیرے پروردگار کے فیصلے کا وقت آیا تو ان کے معبود جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے اور انہوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔ (۱۰۱)

نکات:

☆ لفظ (تَتْبِيْبٍ) ''تب'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہلاکت وتباہی کے تسلسل کے ہیں۔

پیغام:

۱۔ ظالم کو اس کے کیفر کردار پر پہنچانا ظلم نہیں بلکہ عین عدل ہے۔ (وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ)

۲۔ انسان کی سرنوشت اس کے اعمال وکردار سے مربوط ہے۔ (ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ)

۳۔ خدا کے علاوہ کوئی شخص اور کوئی چیز انسان کو نجات نہیں دے سکتی۔ (فَمَآ اَغْنَتْ)

۴۔ ارادہ الٰہی کے سامنے کوئی بھی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ (مِنْ شَيْءٍ)

آیت نمبر ۱۰۲

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝۱۰۲

ترجمۃ الآیات

اور تیرا رب جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی گرفت بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔ (۱۰۲)

پیغام:

۱۔ خدا کا لطف و کرم ہو یا قہر و عذاب اس کا تعلق ایک مستقل قانون سے ہوتا ہے۔ اچانک اور اتفاقی طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ (وَ كَذٰلِكَ)

۲۔ ظالم امتیں قہر الٰہی کے گرداب میں پھنس جاتی ہیں۔ (وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ)

۳۔ تہدید اور ڈرانا بھی تربیت کے مؤثر عوامل میں سے ایک ہے۔ (اَخْذُ رَبِّكَ)

۴۔ خدا کا عذاب و قہر بھی اس کی ربوبیت کا مظہر ہے۔ (اَخْذُ رَبِّكَ)

۵۔ قدرت کسی کو برباد نہیں کرتی انسان اپنی بربادی کو خود دعوت دیتا ہے۔ (اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ)

۶۔ جب پورے علاقہ پر ظلم چھا جائے تو اس وقت اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ (اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ)

۷۔ خدا کے عذاب کو معمولی اور ہلکا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ (اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝۱۰۲)

آیت نمبر ۱۰۳

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝۱۰۳

ترجمۃ الآیات

بے شک اس (یاددہانی) میں اس شخص کے لیئے نشانی (اور عبرت) ہے جو عذابِ آخرت سے ڈرتا ہو۔ یہ وہ دن ہے جس میں تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ سب لوگوں کے لیئے نمایاں اور واضح ہوگا۔(۱۰۳)

پیغام:

۱۔جس بھی داستان کو بیان کرنا چاہیں تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد اور ہدف ضرور ہونا چاہیئے۔(لَاٰيَةً)

۲۔جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ ہی قرآن کریم کی سچی داستانوں کو اپنے لیئے نمونہِ عمل قرار دیتے ہیں۔(لَاٰيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ)

۳۔خوفِ آخرت عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔(اگر چہ وہ از روئے یقین نہ ہو اور صرف احتمالِ خطر کی اساس پر ہو)(لَاٰيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ)

۴۔لوگوں کا قیامت میں حاضر ہونا اِجباری امر ہے نہ کہ اختیاری(مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ) (اس دن لوگوں کو جمع کر دیا جائے گا) یہ نہیں فرمایا(یجمع منه الناس) (اس دن لوگ جمع ہوں گے)

۵۔قیامت کا دن گواہی کا دن ہے چنانچہ ہر شخص اور ہر چیز کسی دوسرے کے فائدے یا نقصان کے لیئے گواہی دے گی اور اس دن تمام پردے ہٹا دیئے جائیں گے (مَّشۡهُوۡدٌ﴿۱۰۳﴾)

آیت نمبر ۱۰۴۔۱۰۵

وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍؕ﴿۱۰۴﴾

يَوۡمَ يَاۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ اِلَّا بِاِذۡنِهٖۚ فَمِنۡهُمۡ شَقِىٌّ وَّسَعِيۡدٌ﴿۱۰۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم اس دن کے لانے میں فقط ایک مقررہ وقت کی وجہ سے تاخیر کر رہے ہیں۔(۱۰۴)

جب وہ دن آئے گا تو اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا۔ پھر ان میں سے کچھ

بدبخت اور کچھ نیک بخت ہوں گے۔(۱۰۵)

نکات:

☆''سعادت'' اسباب نعمت کی فراہمی اور''شقاوت'' بدبختی کے اسباب کی فراہمی کو کہا جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔قیامت کے قائم ہونے اور دنیا کے اختتام کا وقت پہلے سے طے شدہ ہے۔(لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴿۱۰۴﴾)

۲۔قیامت قائم کرنے میں خدا نے اس لیئے فاصلہ رکھا ہے کہ اس سے ایک ہدف کا حصول مقصود ہے۔اسی لیئے خدانے (لِاَجَلٍ) فرمایا ہے،(اِلٰی اَجَلٍ) نہیں فرمایا۔

۳۔قیامت کے دن ہرطرف خاموشی کا راج ہوگا۔اس دن بس وہی بولیں گے جنہیں بولنے کی اجازت دی گئی ہوگی۔(لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ)

آیت نمبر ۱۰۶۔۱۰۷

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

ترجمة الآیات

پس وہ جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں داخل ہوں گے جہاں چلاّئیں گے دھاڑیں ماریں گے۔(۱۰۶)

وہ ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے جب تک آسمانوں اور زمین کا وجود ہے سوائے اس کے کہ آپ کا رب جو چاہے۔بے شک آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے اسے خوب بجالاتا ہے۔(۱۰۷)

نکات:

☆(زَفِیۡر) رونے دھونے کی اس آواز کو کہا جاتا ہے جس میں سانس باہر آتی رہتی ہو اور(شَہِیۡق) اس لمبی چیخ کو کہا جاتا ہے جس میں سانس اندر جاتی ہو۔ کچھ اہل لغت بیان کرتے ہیں کہ جب گدھا کر یہہ آواز میں ہینگنا شروع کرے تو اس کی ابتدائی آواز کو(زَفِیۡر) اور جب اپنی ہینگ ختم کرے تو اس کی آخری آواز (شَہِیۡق) کہا جاتا ہے۔اس سے مراد چیخنے چلّانے کی صدا ہے۔

☆تمام دوزخیوں کا عرصہ قیام یکساں نہیں ہوگا۔ کچھ لوگ تھوڑا عرصہ وہاں رہ کر باہر آجائیں گے اور کچھ طویل عرصہ دوزخ میں بسر کریں گے پھر رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوگی اور انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور کچھ لوگ دوزخ میں ابدُ الاباد کے لیئے رہیں گے۔

☆جب کبھی لفظ ''خُلُوۡد'' کے ساتھ ''ابد'' کا لفظ شامل ہو تو اس کا معنیٰ ابدیت اور ہمیشگی کا ہے اس کا معنی ہے کبھی بھی نہ ختم ہونے والا زمانہ۔ اس صورت میں اس کا معنی طویل عرصہ نہیں ہوتا۔ اس آیت میں بظاہر یہ کہا گیا ہے کہ اہل دوزخ اس وقت تک دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم رہیں گے اور ادھر قرآن نے زمین وآسمان کے دوام کا عرصہ بھی بیان کیا ہے جیسا کہ سورہ ابراہیم/ ۴۸ اور سورہ انبیاء/ ۱۰۴ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس کا معنی دوام وابدیت کا ہے کیونکہ لغت عرب میں (مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ) کا محاورہ ابدی اور دائمی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ آسمانوں کو ابدیت حاصل نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔انسان اپنے غلط انتخاب کی وجہ سے بدبخت اور شقی بنتا ہے۔اسی لیئے آیت میں (شَقُوۡا) (شقی بنے) کے الفاظ ہیں اس کے برعکس(سُعِدُوۡا) بصورت مجہول (شقی بنایا گیا) کے الفاظ دکھائی نہیں دیتے۔

۲۔اللہ تعالیٰ اہل دوزخ کے ایک گروہ کو آزاد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے (اور یہ معافی تھوڑے جرم یا استحقاق عفو یا کسی اور وجہ سے ملے گی)(اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ)

آیت نمبر ۱۰۸

وَاَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِى الۡجَـنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ

السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ لوگ جو نیک بخت ثابت ہوں گے تو وہ جنت میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں الّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے۔ انہیں ایسی بخشش ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ (۱۰۸)

پیغام:

۱۔ سعادت و شقاوت کا دارومدار انسان کے ذاتی انتخاب پر ہے البتہ سعادت کے لیئے جہاں انسان کا انتخاب شامل ہوتا ہے وہاں توفیق الٰہی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے اہل شقاوت کی بدبختی کی تمام تر ذمہ خود ان پر ڈالی گئی اور "شَقُوۡا" کے الفاظ استعمال ہوئے لیکن جب اہل سعادت کی باری آئی تو ان کی سعادت کے لیئے فعل مجہول "سُعِدُوۡا" استعمال کیا گیا یعنی جنہیں سعادت مند بنایا گیا۔

۲۔ یہ سچ ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اگر وہ چاہے تو اہل بہشت کو بھی بہشت سے نکال سکتا ہے (اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ) لیکن آیت ہذا کے اختتام پر "عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ" کے الفاظ فرما کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگرچہ قدرت موجود ہے لیکن غیر منقطع عطا کی وجہ کی سے ایسا نہیں کیا جائے گا۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ وہ جسے ایک بار جنت میں داخل کرے گا وہ ہمیشہ کے لیئے جنت ہی میں رہے گا۔

آیت نمبر ۱۰۹

فَلَا تَكُ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّمَّا يَعۡبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا كَمَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ غَيۡرَ مَنۡقُوۡصٍ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۃ الآیات

(پس اے نبی) آپ ان معبودوں کی طرف سے کسی شک میں نہ رہنا جن کی یہ لوگ عبادت

کررہے ہیں۔ یہ لوگ اسی طرح سے ان کی پوجا کررہے ہیں جس طرح سے پہلے ان کے آباء واجداد پوجا کیا کرتے تھے۔ ہم انہیں ان کا حصہ کسی کمی کے بغیر پورا کریں گے۔(۱۰۹)

پیغام:

۱۔ایک رہبر کوعزم وارادہ کا کوہِ گراں ہونا چاہیئے۔ اگر پوری امت بھی انحراف میں مبتلا ہوتو اس کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنی چاہیئے۔(فَلَا تَكُ)

۲۔جب کسی بڑی شخصیت کو موردِ عقاب بنایا جائے تو اس کا عوام الناس پر زیادہ گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔(فَلَا تَكُ)

۳۔بت پرستوں اور مشرکین کے پاس کوئی منطق ودلیل نہیں ہے۔(يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ)

۴۔بزرگوں کا آنے والی نسل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔(يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ)

۵۔بزرگوں کی ہر بات اور ان کے تمام افکار کو مان لینا بھی بعض اوقات صحیح نہیں ہوتا۔(يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ)

۶۔خداعادل ہوتا ہے اور حد یہ ہے کہ وہ کفار ومشرکین پر بھی ظلم نہیں کرتا۔(لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ)

آیت نمبر ۱۱۰

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾

ترجمة الآيات

اور ہم نے اس سے پہلے موسیٰ کو کتاب دی تھی اس کے بارے میں اختلاف کیا گیا تھا (جس طرح سے آج اس کتاب کے بارے میں کیا جارہا ہے جو تمہیں دی گئی ہے) اور اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے سے بات طے نہ کی گئی ہوتی تو پھر ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ یقیناً یہ لوگ اس کے متعلق تردد پیدا کرنے والے شک میں مبتلا ہیں۔(۱۱۰)

پیغام:

۱۔ تاریخ کے ادوار میں سے کسی بھی دَور میں تمام افراد متحد العقیدہ نہیں رہے۔(فَاخْتُلِفَ فِيْهِ)

۲۔ لوگ اگر اختلاف کریں اور کچھ ایمان لائیں اور کچھ کفر اختیار کریں تو ہمیں ان کے اختلاف سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔(فَاخْتُلِفَ فِيْهِ)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی ایک مخصوص روش ہے اور وہ ہمیشہ اسی روش کو مدنظر رکھتا ہے۔ خدا نے دنیا کو فیصلہ کا گھر نہیں بنایا (لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ) اگر یہ بات طے ہوتی کہ اختلافات کے فیصلے اسی جہان ہی میں ہونے ہیں تو پھر ان کے اختلافات کبھی کے نمٹا دیئے گئے ہوتے۔

۴۔ اگر آج لوگوں نے شک کیا تھا۔ اگر لوگوں کے شکوک کی وجہ سے تورات کی صداقت متاثر نہیں ہوئی تو پھر قرآن کی صداقت بھی متاثر نہیں ہوگی۔(فَاخْتُلِفَ فِيْهِ)

۵۔ خدائی قوانین اور روش کا تعلق ربوبیت خداوندی سے ہے۔(سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ)

۶۔ کتاب الٰہی میں اختلاف کرنے والوں کو مہلت دینا خدا کی پرانی روش ہے۔(كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ)

آیت نمبر ۱۱۱

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس میں شک نہیں ہے کہ آپ کا پروردگار ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں خدا اس سے بخوبی باخبر ہے۔(۱۱۱)

پیغام:

۱۔ الٰہی جہاں بینی میں ہر عمل پر جزا و سزا مقرر ہے۔(لَيُوَفِّيَنَّهُمْ)

۲۔ خدا کی طرف کامل جزا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کامل طریقہ سے ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہیں۔(خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾)

۳۔خدا کی طرف سے جزا وسزا میں کوئی کمی نہ ہوگی۔(لَيُوَفِّيَنَّهُمۡ)

آیت نمبر ۱۱۲

فَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطۡغَوۡا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

اے پیغمبر! تم اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر کو چھوڑ کر ایمان کی طرف) پلٹ آئے ہیں ٹھیک ٹھیک راہ راست پر اسی طرح سے قائم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے اور (حد سے) تجاوز نہ کریں اللہ تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔(۱۱۲)

نکات:

☆روایات میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے آنحضرتؐ کی مراد یہی آیت تھی (تفسیر نمونہ) اگرچہ اس آیت کا پہلا حصہ (فَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ) قرآن کریم کی سورۃ شوریٰ کی پندرہویں آیت میں بھی موجود ہے لیکن آنحضرتؐ نے اپنے بڑھاپے کا سبب اسی کو قرار دیا۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حکم کی سنگینی بعد کے حصہ کی وجہ سے ہے جو کہ سورۃ شوریٰ میں نہیں ہے اور وہ آنحضرتؐ کے ساتھیوں کی استقامت کا مسئلہ ہے جس پر تمام افراد پورے نہیں اترے تھے چنانچہ حضرتؐ نے ان کی بے وفائی اور عدم استقامت کی وجہ سے اس درد کا اظہار کیا تھا۔

پیغام:

۱۔اللہ کی طرف سے ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ ملنا چاہیئے لہذا آپ کو استقامت سے کام لینا چاہیئے۔ (كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمۡ ....فَاسۡتَقِمۡ)

۲۔تاریخ انبیاء کا نتیجہ استقامت ہے۔(فَاسۡتَقِمۡ)

۳۔رہبر کو استقامت و پائیداری کا نمونہ ہونا چاہیئے۔(فَاسۡتَقِمۡ) مکہ میں مسلمانوں کے لیئے حالات انتہائی

پُرخطر تھے اور انہیں وہاں استقامت کی شدید ضرورت تھی۔

۴۔وفاداری بشرط استواری و پائیداری اس وقت فائدہ مند ہے جو وہ عبادت، ہدایت، مصائب کو برداشت کرنے جیسے تمام امور میں پائی جاتی ہو۔(فَاسْتَقِمْ)

۵۔عمل ہمیشہ نص اور فرمان الٰہی کے مطابق ہونا چاہیئے۔قیاس، استحسان اور خیال وغیرہ پر عمل کی بنیاد نہیں رکھنی چاہیئے (كَمَآ اُمِرْتَ)

۶۔اگر صرف رہبر ہی میں پائیداری ہو اور امت اس صفت سے عاری ہو تو صرف رہبر کی پائیداری بے نتیجہ رہے گی۔(وَمَنْ تَابَ مَعَكَ)

۷۔خدا کی طرف بازگشت اور رجوع کی بڑی قدر و قیمت ہے لہٰذا اس کی قیمت بھی بہت زیادہ ہے۔اس کے لیئے راہ راست پر گامزن رہنا پڑتا ہے اور توبہ سے پہلے والے تمام طور طریقے چھوڑنے پڑتے ہیں۔(وَمَنْ تَابَ مَعَكَ)

۸۔ہر عمل فرمان کی مقدار کے مطابق سرانجام دینا چاہیئے اور حدود سے کبھی بھی تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔(كَمَآ اُمِرْتَ ..... وَلَا تَطْغَوْا)

۹۔رہبر اور امت دونوں کا فریضہ ہے کہ وہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔(فَاسْتَقِمْ، وَلَا تَطْغَوْا)

۱۰۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے دینی استقامت پر اجر ملتا ہے۔(فَاسْتَقِمْ ..... اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾)

آیت نمبر ۱۱۳

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف نہ جھکنا اور ان پر تکیہ نہ کرنا ورنہ دوزخ کی آگ کی لپیٹ میں آجاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی و سرپرست نہ ملے گا جو تمہیں خدا سے بچا سکے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔(۱۱۳)

نکات:

☆ روایات میں ہمیں یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ کسی بھی ظالم سے محبت رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا ظالم کی طرف جھکاؤ میں شامل ہے۔ ایک روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی ظالم سے امید وابستہ نہ کرو اگر چہ وہ تمہارا دوست اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (وان کان حمیا قریباً) (تفسیر کنز الدقائق)

الکافی میں مرقوم ہے کہ اگر تو ظالم کی زندگی کی اتنی مقدار پر بھی راضی ہو کہ وہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر تجھے کچھ عطا کرے، تو اس صورت میں تو نے ظالم کی طرف جھکاؤ رکھا اور تو نے ظالم پر تکیہ کیا جس سے خدا نے منع کیا ہے۔ (الکافی جلد ۵ / ۱۰۸)

☆ اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اور دوسری طرف ظالم کی طرف جھکاؤ حرام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظالم اولی الامر نہیں بن سکتا۔ اولی الامر وہ ہوسکتا ہے جو معصوم ہو۔ کیونکہ گناہ ظلم ہے اور ہر گناہ گار ظالم ہوتا ہے۔ جب ظالم کی طرف جھکاؤ سے انسان دوزخی بن جاتا ہے تو نجانے خود ظالم کا حال کیا ہوگا؟؟!

پیغام:

۱۔ اندرونی اور بیرونی ظالموں کی طرف جھکاؤ رکھنا اور ان پر تکیہ کرنا ممنوع ہے۔ (لَا تَرْكَنُوْٓا) (ظالم پیروی اور رہبری کے قابل نہیں ہیں)

۲۔ ظالموں پر تکیہ کرنا گناہ کبیرہ ہے (ہر وہ گناہ جس کے متعلق قرآن نے دوزخ کا وعدہ کیا ہو گناہ کبیرہ کہلاتا ہے) (لَا تَرْكَنُوْٓا ... فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ)

۳۔ ظالم سے وابستگی کی بجائے خدا پر بھروسہ رکھیں۔ (وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ)

۴۔ ظالموں پر بھروسہ کرنے کا انجام تنہائی اور اکیلا پن ہے۔ (ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾)

آیت نمبر ۱۱۴۔۱۱۵

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر در حقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ خدا کو یاد رکھنے والوں کے لیئے یاد دہانی ہے۔ (۱۱۴)

اور صبر کر اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ (۱۱۵)

نکات:

☆ روایات میں ''دن کے دوسروں'' سے مراد صبح اور مغرب اور اوائل شب سے نماز عِشا مراد لی گئی ہے۔ (تفسیر کنز الدقائق)

واضح رہے کہ اس آیت مجیدہ میں تمام یومیہ نمازوں کے اوقات بیان نہیں ہیں۔

☆ ایک شخص اپنی بداعمالیوں پر سخت پشیمان تھا چنانچہ وہ شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے عرض کی کہ آپ مجھ پر حد شرعی نافذ فرمائیں تا کہ میں گناہوں کی کالک سے بچ سکوں۔ رسول اکرمؐ نے اس سے فرمایا کہ اس فعل حرام کے بعد کیا تو نماز جماعت میں شریک ہوتا رہا؟ (اس نے کہا جی ہاں)

فرمایا کہ خدا تجھے معاف کر دیا۔ (تفسیر مجمع البیان)

☆ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص ناجائز ذرائع سے دولت کماتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط) (نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں) لہٰذا وہ شخص غرباء ومساکین کی مدد کرتا ہے اور حج کرتا ہے؟ (کیا اس کو بھی کوئی نیکی ملے گی؟) امام علیہ السلام نے فرمایا (ان الخطیئة لا تکفر الخطیئة) یعنی گناہ سے گناہ کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ (تفسیر کنز الدقائق) مقصد یہ ہے کہ جو کچھ اس کے ہاتھوں میں ہے اس کا اپنا مال نہیں ہے وہ لوگوں کا ہے اور دوسروں کے مال میں تصرف کرنا ہر صورت میں حرام ہے۔

قرآن کی سب سے زیادہ امید افزا آیت

☆ حضرت علی علیہ السلام ایک محفل میں تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ پورے قرآن میں سب سے زیادہ امید افزا آیت کون سی ہے؟

☆ اس کے جواب میں کچھ لوگوں نے کہا کہ سب سے زیادہ امید افزا یہ آیت ہے: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ) (النساء/ ۴۸)

اللہ شرک معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جسے چاہے گناہ معاف کر دے۔

☆ کچھ افراد نے جواب دیا کہ وہ آیت یہ ہے: (وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا) (النساء/ ۱۱۰) اور جو کوئی برائی کا ارتکاب کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو درگزر کرنے والا، رحم کرنے والا پائے گا۔

☆ کچھ افراد نے یہ جواب دیا کہ قرآن کریم کی سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: (يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ) (الزمر/ ۵۳) اے میرے بندو! جنہوں نے غلط کاریاں کی ہیں اور اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ سب گناہ معاف کر دے گا۔

☆ کچھ لوگوں نے یہ جواب دیا کہ قرآن کریم کی سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: (وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ ۚ وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ) (آل عمران/ ۱۳۵) اور وہ لوگ جب وہ کوئی غلط کام کر بیٹھیں یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھیں تو اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کے لیئے استغفار کریں۔ اللہ کے علاوہ گناہ بخشنے والا اور کون ہے؟ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کے جواب سُن لیئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا تھا آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی یہ آیت سب سے زیادہ امید افزا ہے: (اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ) (ہود/ ۱۱۴) (نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں) پھر رسول خدا نے مجھ سے فرمایا۔ یا علی! اس ذات کی قسم! جس نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر لوگوں کے پاس بھیجا، جب انسان نماز کے لیئے وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ قبلہ رُخ ہوتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ یا علی! پنجگانہ نماز قائم کرنے والے کی مثال اُس شخص جیسی ہے جس کے دروازے کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو۔ (مجمع البیان و کنز الدقائق)

پیغام:

۱۔ رہبر کو لوگوں کے لیئے مثالی نمونہ ہونا چاہیئے۔ (فَاسۡتَقِمۡ ... اَقِمِ ...)

۲۔ نماز کو پورے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے کیونکہ لفظ ''اَقِمِ'' میں کمال و تمام کا معنی پوشیدہ ہے۔ (اَقِمِ الصَّلٰوةَ)

۳۔ نماز اہل ایمان کے دل کی قوت ہے۔ سابقہ آیات میں استقامت کا حکم دیا گیا اور ظالموں کی طرف جھکنے سے منع کیا گیا۔ ان امور کے لیئے بلند درجہ روحانیت کی ضرورت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ نماز سے دل کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔(فَاسْتَقِمْ... وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ...)

۴۔نماز مقررہ اوقات پر ادا کرنی چاہیئے۔(طَرَفَيِ النَّهَارِ)

۵۔نماز تمام نیکیوں میں واضح ترین نیکی ہے۔(اَقِمِ... اِنَّ الْحَسَنٰتِ....)

۶۔انسانی اعمال کا ایک دوسرے پر اثر مرتب ہوتا ہے۔(اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ)

۷۔حکم نماز خدا کی واضح ترین نصیحت ہے۔(ذٰلِكَ ذِكْرٰى) (نماز ذکر الٰہی ہے)

۸۔خدائی نصائح سے تمام افراد مستفید نہیں ہوتے۔(ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ)

۹۔نماز قائم کرنے کے لیئے خود اعتمادی اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔(اَقِمِ الصَّلٰوةَ، وَاصْبِرْ)

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا"۔(طٰہٰ/۱۳۲)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اس کی پابندی کر۔

آیت نمبر ۱۱۶

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ بہت کم تھے جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچالیا، ورنہ ظالم لوگ تو اُنہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دئے گئے تھے اور وہ جرائم پیشہ لوگ تھے۔(۱۱۶)

نکات:

☆لفظ "بقیّہ" قرآن کریم میں تین بار استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ باقی ماندہ کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں عمومی طور پر یہ لفظ فضیلت وقدرت کے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور اس اطلاق کی غالباً وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی قیمتی چیز کو اپنے پاس ذخیرہ کر لیتا ہے اور اپنے پاس اسے روک لیتا ہے۔ اسی طرح سے وہ افراد جو میدان میں باقی رہتے ہیں وہ زیادہ قوت وقدرت کے حامل ہوتے ہیں اس لیئے انہیں "اولوبقیہ" کہا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی گروہوں پر تنقید کی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو علم وقدرت سے آراستہ کیوں نہیں کیا اور انہوں نے اپنے معاشرے کو حقائق سے آگاہ کیوں نہ کیا؟ لفظ "لولا" کے ساتھ اس طرح کی تنقید اور آیات میں بھی موجود ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔ (فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ) (توبہ/ ۱۲۲) پھر کیوں نہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ نکلا۔ (لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ) (المائدہ/ ۶۳) ان کے علماء وفقہاء انہیں اس سے منع کیوں نہیں کرتے۔

☆ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ ہود کی ۱۱۴ ویں آیت میں نماز کا حکم دیا گیا جب کہ آیت ہذا کا تعلق نہی عن المنکر سے ہے۔ اسی لیئے مناسب محسوس ہوتا ہے کہ جن آیات میں نماز اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی طرف کچھ اشارہ کیا جائے۔ چنانچہ حسب ذیل آیات کا تعلق ایسی ہی آیات کے قبیلہ سے ہے۔ الف۔ (اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ) (عنکبوت/ ۴۵) بے شک نماز انسان کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ ب۔ (اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ) بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں (ہود/ ۱۱۴) ج۔ (اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ) (لقمان/ ۱۷) (اے فرزند!) نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر۔ د۔ (اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ) (حج/ ۴۱) اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔

پیغام:

۱۔ ہر دور کے غیر جانبدار افراد کو اجتماعی مقاسد کا ذمہ دار قرار دے کر قرآن کریم میں ان کی مذمت کی گئی۔ (فَلَوۡلَا كَانَ مِنَ الۡقُرُوۡنِ)

۲۔ نہی عن المنکر کی زیادہ تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو صاحبان علم وقدرت ہوں۔ (اُولُوۡا بَقِيَّةٍ)

۳۔ ہر معاشرے میں اصلاح پسند اور ہمدرد افراد اقلیت میں ہوتے ہیں۔ (اِلَّا قَلِيۡلًا)

۴۔ سابقہ امتوں کی بربادی کی وجہ ان کی غیر جانبداری اور نہی عن المنکر کا چھوڑنا تھا۔ (اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّنۡ اَنۡجَيۡنَا)

۵۔ ہمدرد اصلاح پسندوں کی جدوجہد کا نتیجہ قہر الٰہی سے نجات کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ (اَنۡجَيۡنَا)

۶۔ظلم، عیاشی اور جرم ہلاکت کی تکون ہیں۔(ظَلَمُوْا ، اُتْرِفُوْا ، مُجْرِمِیْنَ﴿۱۱۶﴾)

آیت نمبر ۱۱۷

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴿۱۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

تیرا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ناحق تباہ کرے جب کہ ان بستیوں کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں۔(۱۱۷)

نکات:

☆ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ اس آیت میں ''اصلاح'' سے لوگوں کا ایک دوسرے سے انصاف کرنا مراد ہے۔(تفسیر مجمع البیان)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔اے معبود! لوگوں کے ساتھ منصفانہ سلوک روا رکھو اور لوگوں کی خیر خواہی کرو اور ان پر رحم کرو۔اگر تو نے ایسا کیا اور خدا نے اس شہر کے لوگوں پر نگاہ غضب بھی کی تو وہ تیری طرف نگاہِ شفقت کرے گا اور تیری وجہ سے ان پر بھی رحم کرے گا۔(بحار جلد ۷۴/۱۰۹)

پیغام:

۱۔خدا کا قہر بلاوجہ نازل نہیں ہوتا۔(لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ)

۲۔صرف ''صالح'' ہونا کافی نہیں۔قہر الٰہی سے نجات کے لیئے ''مصلح'' ہونا ضروری ہے۔(وَمَا كَانَ رَبُّكَ...وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴿۱۱۷﴾) عذاب الٰہی سے نجات کے لیئے ضروری ہے کہ لوگ اصلاح طلب ہوں۔

آیت نمبر ۱۱۸

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ

مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ (۱۱۸)

نکات:

قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسان کی آزادی اور عقیدہ وعمل کے انتخاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ لوگوں کو اپنی طرف لے آنے کی ہدایت کرتا ہے لیکن اس راستے میں کسی طرح کے جبر واکراہ کو روا نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نصیحت کریں اور انہیں صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائیں۔ (اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾) (غاشیہ/۲۱-۲۲) آپ نصیحت کیے جائیں آپ بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں نیکی اور برائی کو سمجھنے کا الہام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہاں حق و باطل کی پہچان کا اندرونی الہام کیا وہاں بیرونی طور پر انبیاء کو روانہ کیا تاکہ انسان کی اندرونی قوت کو سہارا دیا جائے اور یوں انسان اپنے ارادہ اور اختیار کے ساتھ نیکی یا برائی میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرے۔

۲۔ خدا کی مشیت میں کوئی تغیّر و تبدیل واقع نہیں ہو سکتا۔ (وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ)

۳۔ لوگ ہر دور میں اختلاف کا شکار رہے ہیں۔ (لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾)

۴۔ لوگوں کا اختلاف ان کی آزادی کی دلیل ہے۔ (لَوْ شَآءَ ۔۔۔ وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾)

آیت نمبر ۱۱۹

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴿١١٩﴾

ترجمۃ الآیات

اوراس سے صرف وہی محفوظ رہیں گے جن پر تیرا رب رحمت کرے گا اور اسی رحمت کے لیئے تو خدا نے انہیں پیدا کیا ہے اور تیرے پروردگار کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔(۱۱۹)

نکات:

کچھ مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت مجیدہ کا مفہوم یہ ہے بنی نوع انسان ہمیشہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتی رہے گی اور اس اختلاف سے وہی لوگ محفوظ رہیں گے جن پر رحمت الٰہی سایہ فگن ہوگی اور اللہ نے لوگوں کو اسی وحدت کلمہ کے لیئے ہی پیدا کیا ہے۔(اطیب البیان)

☆ قرآن کریم میں انسانی تخلیق کے فلسفہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ایک مقام پر ہم یہ پڑھتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ) (ذاریات/۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیئے پیدا کیا۔ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:(الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) (الملک/۲) وہی تو خدا ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے بہترین عمل کرنے والا کون ہے؟ سورۃ ہود کی موجودہ آیت میں ہم نے یہ الفاظ پڑھے ہیں:" وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ " یعنی ہم نے انسان کو اس لیئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہمارے ابر رحمت کے زیر سایہ رہے۔مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تخلیق کے بظاہر تین مختلف اہداف ہیں۔جو کہ یہ ہیں۔ ۱۔عبادت۔ ۲۔آزمائش۔ ۳۔رحمت جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں کوئی تضاد نہیں ہے اگر نگاہ غائر سے دیکھا جائے تو ان تینوں اہداف میں ایک قدر مشترک دکھائی دیتی ہے۔اور وہ انسان کا روحانی ومعنوی تکامل ہے۔

☆ سابقہ آیت کا مفہوم یہ تھا کہ انسان آزاد ہے جب کہ اس آیت کے آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دیں گے۔ان دو آیات کو جمع کرنے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انسان اپنے راستے کے انتخاب میں آزاد ہے لیکن جب وہ غلط انتخاب کی وجہ سے باطل کا انتخاب کرتا ہے تو پھر دوزخ اس کا مقدر قرار پاتی ہے۔

☆ متعدد روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے اختلاف کا واضح نمونہ معصوم کی رہبری کا مسئلہ ہے۔لہٰذا جو لوگ خط اہل بیت اور معصوم رہنماؤں کی پیروی کریں گے وہ اللہ کی رحمت کے حقدار قرار پائیں گے۔ ان کے علاوہ باقی لوگ منحرف قرار پائیں گے۔(تفسیر کنز الدقائق)

☆امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیئے پیدا کیا کہ وہ نیک کام بجالائے اور خدا کی رحمت کا حقدار بن سکے۔ (تفسیر نور الثقلین، توحید صدوق ص ۴۰۳)

پیغام:

۱۔اختلافات کا مٹ جانا خدا کے کرم اور اس کی رحمت کی دلیل ہے۔(اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ)

۲۔خدا کی غیبی امدادیں ہی وحدت کا ذریعہ ہیں جبکہ دنیاوی، مادی محور فانی ہیں جو کہ جلد اختتام پذیر ہو جاتے ہیں اور یہ صرف ایک بُعد رکھتے ہیں اور خیالی ہیں۔(اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ)

۳۔انسانی تخلیق میں یہ فلسفہ مضمر ہے کہ وہ رحمت الٰہی کا حقدار ہے۔(وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمۡ)

۴۔اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ قوانین کی پاسداری کرتا ہے۔ اور انہیں اپنے لیئے ضروری قرار دیتا ہے۔ (وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ)

۵۔خدا کا عذاب بلا وجہ نازل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس سے قبل انبیاء پر کتب کو نازل کر کے نصیحت کرتا ہے اور کچھ عرصہ مہلت دیتا ہے۔اتمام حجت کے بعد خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔(رَّحِمَ رَبُّكَ....لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ)

۶۔اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں نیکی بدی کا الہام کیا اور اسے عقل عطا کی اندرونی رہنمائی کے بعد انبیاء بھیجے اور ان پر آسمانی کتابیں نازل کر کے اپنی حجت کو تمام کیا۔(وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ)

۷۔جہنم کا مخصوص حدود اربعہ ہے۔(لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ)

۸۔انسان کی طرح سے قوم جنات بھی تکلیفِ شرعی کی مکلف ہے اور ان کے لیئے بھی جزا سزا مقرر ہے۔ (مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ)

آیت نمبر ۱۲۰

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ‌ۚ وَجَآءَكَ فِىۡ هٰذِهِ الۡحَـقُّ وَمَوۡعِظَةٌ وَّذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول!) ہم پیغمبروں کے حالات آپ کو بتاتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو ثبات

دیتے ہیں ان کے ذریعہ سے حق بات آپ تک پہنچی اور انبیاء کے یہ واقعات اہل ایمان کے لیئے نصیحت اور یاددہانی ہیں۔(۱۲۰)

پیغام:

۱۔تاریخ کے اہم حصوں کانقل کرنااوران سے آگاہی دیناایک تربیتی شیوہ ہے۔(نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ)

۲۔انبیاء کے واقعات سے تربیت مقصود ہے کیونکہ ان واقعات کا کوئی بھی نکتہ بے دلیل نہیں ہے۔(كُلًّا)

۳۔قرآنی داستانیں انبیاء کی سرگزشت زندگانی سے تعلق رکھتی ہیں۔(نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ)

۴۔قرآنی داستانیں مخصوص ہدف کے لیئے نازل ہوئی تھیں۔قرآنی داستانیں لذت سماعت یا غافل کرنے کے لیئے نہیں ہیں۔(نَّقُصُّ عَلَيۡكَ...مَا نُثَبِّتُ بِهٖ)

۵۔داستانوں کو بیان کرتے وقت ان حصوں پرخصوصی توجہ دینی چاہیئے جوزیادہ اہمیت کے حامل ہوں۔(مَا نُثَبِّتُ)

۶۔بہترین داستان کی یہ پہچان ہے کہ اس سے دل کوتسکین ملے۔(مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ)

۷۔دلوں کوتسکین دینے والا خدا ہے۔(نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ)

۸۔انبیائے کرام علیہم السلام کوبھی روحانی تقویت کی ضرورت ہوتی ہے۔(نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ)

۹۔باطل کبھی بھی حقیقی طور پرسکون قلب کا باعث نہیں بن سکتا۔(نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِىۡ هٰذِهِ الۡحَـقُّ)

۱۰۔کوئی بھی مبلغ اپنے وعظ ونصیحت میں اس وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب وہ ثبات قلب اوراطمینان کی دولت سے مالا مال ہو۔(نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ)

۱۱۔تمام قرآنی داستانیں حقیقت پرمبنی ہیں اور قابل قبول دلیل وبرہان کی حامل ہیں۔(الۡحَـقُّ)

۱۲۔تبلیغ کرتے وقت انسان کوقلبی اطمینان نصیب ہونا چاہیئے۔پھر دلائل پرمبنی گفتگو کرنی چاہیئے۔اس کے بعد وعظ ونصیحت کی جائے۔(فُؤَادَكَ، الۡحَـقُّ، مَوۡعِظَةٌ)

۱۳۔تربیت کے بہترین انداز صرف ان انسانوں کے لیئے فائدہ مند ہے۔جو ذہنی طور پر قبول کرنے کے خواہش مند ہوں۔(ذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴿۱۲۰﴾)

آیت نمبر ۱۲۱۔۱۲۲

وَقُلْ لِّلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ ؕ اِنَّا عٰمِلُوۡنَ﴿۱۲۱﴾

وَانۡتَظِرُوۡا ۚ اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے آپ ان سے کہہ دیں کہ تم جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرو۔ ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔ ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔ (۱۲۱)

تم بھی (نتیجہ کا) کا انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (۱۲۲)

پیغام:

۱۔ تہدید ہو یا بشارت، اس کی تبلیغ انبیاء کا شرعی وظیفہ ہے۔ (قُلۡ)

۲۔ انسان آزاد ہے۔ انبیاء بھی اس پر کچھ مسلط نہیں کر سکتے۔ (اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ)

۳۔ جو شخص نصیحت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اس پر نصیحت بے اثر ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو تنبیہ کرنی چاہیئے۔ (اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ)

۴۔ مبلّغ کے لیئے ضروری ہے کہ اسے اپنے راستے اور ہدف کا یقین ہو۔ (اِنَّا عٰمِلُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾)

۵۔ تبلیغ کرتے وقت مخاطب کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرنی چاہیئے۔ ضدی اور ہٹ دھرم افراد کے ساتھ دھمکی آمیز اور قہر آمیز لہجہ سے بات کرنی چاہیئے۔ (انۡتَظِرُوۡا)

۶۔ نیک انجام انبیاء اور مومنین کا منتظر ہے۔ (اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾)

آیت نمبر ۱۲۳

وَلِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ يُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ کے لیئے ہیں اور تمام معاملات اسی کی طرف

لوٹائے جائیں گے۔ پس تو اس کی بندگی کر (صرف اسی کی عبادت کر) اور اسی پر ہی توکل کر اور تم جو بھی کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ (۱۲۳)

نکات:

☆علم غیب بطور مطلق اللہ کے ساتھ مخصوص ہے البتہ اللہ کے اذن سے انبیاء بھی علم غیب سے واقف ہیں۔ (عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا۝۲۶ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ) (سورہ جن/۲۶۔۲۷) وہ غیب کے جاننے والا ہے اور اپنے غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے اس نے برگزیدہ کیا ہو۔

پیغام:

۱۔ جہان کے اسرار سے آگاہی اللہ تعالٰی کے ساتھ مخصوص ہے۔ (لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)

۲۔ زمین و آسمان یعنی تمام نظام کائنات کا ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن ہے۔ (لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)

۳۔ ہر چیز کا مرجع ذات خداوندی ہے اور ہر چیز کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔ (اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ)

۴۔ علم بالغیب سے توکل اور عبادت الٰہی کے لیئے زمین ہموار ہوتی ہے۔ (لِلّٰهِ غَيْبُ ۔۔۔ فَاعْبُدْهُ)

۵۔ خدا پر توکل کرنے والا اللہ کی رحمت کا حقدار بنتا ہے۔ (وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ ۔۔۔)

۶۔ انسان کے جملہ اعمال سے آگاہ ہونا نظام ربوبیت کا ایک حصہ ہے۔ (وَمَا رَبُّكَ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ یُوْسُفَ

پارہ 12۔13

سورت 12

تعداد آیات 111

رکوعات 12

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ یوسف کی ایک جھلک:

سورۂ یوسف مکی سورہ ہے اس میں ایک سو گیارہ آیات ہیں ۔حضرت یوسفؑ کا نام قرآن مجید میں ۲۷ مرتبہ آیا ہے پچیس مرتبہ صرف اسی سورۃ میں ہے اس سورۃ کی آیات ایک دوسرے سے مربوط اور پرکشش انداز لئے ہوئے ہیں یہ آیات حضرت یوسفؑ کی زندگی کے تمام ادوار کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہیں آپ کے بچپن سے لے کر مصر کی وزارت خزانہ تک کے حالات آپ کی عفت و پاکدامنی اور آپ کے خلاف ہونے والی مختلف سازشوں کی ناکامی اور قدرت الٰہی کی جلوہ آرائیاں سب کو اپنے دامن میں لیئے ہوئے ہیں۔حضرت یوسفؑ کی داستان صرف سورہ یوسف میں بیان ہوئی ہے حالانکہ باقی انبیاء علیہم السلام کے حالات قرآن مجید کی مختلف اور متعدد سورتوں میں بیان ہوئے ہیں۔حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی داستانیں بارہ سورتوں میں آئی ہیں حضرت ابراہیمؑ کی داستان اٹھارہ سورتوں میں حضرت صالح علیہ السلام کی داستان گیارہ سورتوں حضرت داؤدؑ کی داستان پانچ سورتوں میں حضرت ھودؑ اور سلیمانؑ کی داستان چار سورتوں میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت زکریاؑ کی داستان تین سورتوں میں بیان ہوئی ہے(۱)

حضرت یوسفؑ کی داستان تورات کے سفر پیدائش فصل ۳۷ تا ۵۰ میں بیان ہوئی ہے لیکن جب اس کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے تو قرآن مجید کی اصلیت اور تورات کی تحریف واضح آجاتی ہے ۔جب انسان دنیائے ادب میں قدم رکھتا ہے تو یوسف وزلیخا کی داستان ایک منفرد انداز میں نظر آتی ہے اس داستان پر شعراء نے کام کیا ہے نظامی گنجوی کی منظومہ کتاب

یوسف و زلیخا، اور فردوسی کی کتاب یوسف و زلیخا مشہور ہیں اسی قرآنی داستان میں حضرت یوسفؑ کی عظیم الشان شخصیت اور حوادث سے بھرپور زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی داستانوں میں زیادہ تر ان کے مخالفین کے حالات ان کا انبیاء کے ساتھ سلوک اور ان کی ہلاکت و نابودی کو بیان کیا گیا ہے کچھ ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو سورہ یوسف کی تعلیم نہ دو لیکن صاحبانِ نظر کی تحقیق کے مطابق ایسی روایات قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ایسی روایات جو نہی پر مبنی ہیں وہ اس لئے کہ اس سورۃ میں عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے عشق کا منصوبہ بیان ہے لیکن قرآنی بیان کے مطابق اس میں کوئی منفی نقطہ نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے۔

آیت نمبر ۱۔ ۲

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ﴿۱﴾

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمة الآیات

الف، لام، را، یہ روشن واضح کتاب کی آیات ہیں۔ (۱)

ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنا کر بھیجا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔ (۲)

نکات::

حروف مقطعات کے بارے میں مختلف نظریات ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔ (۱) قرآن مجید خداوند تعالیٰ کا معجزہ ہے پورا قرآن حروف ابجد سے مرکب ہے۔ حروف ابجد کا استعمال نوع بشر کے ہاتھ میں ہے۔

(۲) جن حروف سے سورۃ کا آغاز ہوا ہے وہی حروف اسی سورۃ کا نام ہے (۳) قسم الٰہی کی نوع ہے (۴) خداوند تعالیٰ اور اُس کے پیغمبر اکرم کے درمیان اسرار و رموز ہیں۔ قرآن مجید کی ۲۹ سورتیں ایسی ہیں جن کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ اِن تمام نظریات میں پہلا نظریہ سب سے بہتر ہے

عربی زبان کی خصوصیات

قرآن مجید جس زبان میں بھی نازل ہوتا لوگ اس سے آشنائی حاصل کر لیتے لیکن قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا زبانِ عربی اپنے دامن میں خصوصیات رکھتی ہے (الف) قواعد و قوانین جس طرح عربی زبان پائے جاتے ہیں اسی طرح کسی اور زبان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے (ب) روایات کے مطابق اھل بہشت کی زبان عربی ہے (ج) جس علاقے میں قرآن مجید نازل ہوا ان کی زبان عربی تھی یہ ممکن نہ تھا کہ آسمانی کتاب کسی اور زبان میں نازل ہوتی۔

قرآن بھی رحمت و باران بھی رحمت:۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم اور بارش کو لفظ نزول کے ساتھ تعبیر کیا ہے

اِن دونوں کے درمیان تشبیہات ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(الف) دونوں آسمان سے نازل ہوئے (وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً) ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا۔

(ب) دونوں خود بھی پاک ہیں دوسروں کو پاک کرنے صلاحیت بھی رکھتے ہیں (وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ) آسمان سے تمہارے لئے پانی برسارہا تھا تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ... يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ) اے ہمارے رب ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرما۔۔۔۔ اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اورانہیں پاک کردے۔

(ج) دونوں وسیلہ زندگی ہیں (دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) (سورہ انفال۔ ۲۴) (لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا) (فرقان ۔۴۹) تاکہ ہم اس کے ذریعے مردہ شہر کو زندگی بخشیں (د) دونوں مبارک اور سرمایہ برکت ہیں (وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ) (انعام۔۱۵۵) اور یہ کتاب جو ہم نے نازل ہے بڑی بابرکت ہے (وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا) (ق۔۹) اور نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا (ھ) جیسے بارش قطرات کی شکل میں نازل ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید آیات کی شکل میں نازل ہوا (نزول تدریجی)

رد اقوال:۔ یہ بھی ممکن ہے قرآن مجید کو عربی زبان میں اس لئے نازل کیا گیا ہو کہ بعض لوگوں نے کہہ دیا تھا رسول اللہ نے قرآن ایک عجمی سے سیکھا (اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾) (نحل۔۱۰۳) اور بتحقیق ہمیں علم ہے کہ یہ لوگ آپ کے بارے کہتے ہیں اس شخص کو ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن تو واضح عربی زبان ہے۔

پیغام:

۱۔قرآن مجید حروف تہجی الف لام را سے تالیف ہوا ہے اگر تم قدرت رکھتے ہو تو انھیں حروف تہجی سے قرآن کی مثل لے آؤ۔

۲۔قرآن مجید بہت بڑے مقام ومرتبے کا مالک ہے۔

۳۔قرآن مجید اپنے قاری کو آغاز میں اپنی آیات کے استحکام سے واقف کرتا ہے پھر اُسے مطالب کی طرف لے آتا ہے (تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾)

۴۔پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کے اندر تدبر وتفکر پر زور دیا گیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ عربی سیکھیں (قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾)

۵۔قرآن مجید صرف تلاوت وتبرک کے لئے نازل نہیں ہوا بلکہ نوع انسانی کے لیے وسیلہ تعقل ورُشد ہے (لَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُوْنَ۝۲)

۶۔قرآن مجید کی تحریریں خود بھی منور اور دوسروں کو بھی منور کرنے والی ہیں ہر تحریر جہاں ہدف دار ہے وہاں ہادی بھی ہے۔

۷۔قرآن کا نزول کافی نہیں ہے بلکہ اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے (اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝۲)

آیت نمبر ۳

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۝۳

ترجمۃ الآیات

ہم آپ کے سامنے خوبصورت ترین قصے سناتے ہیں۔اس سے جو ہم نے آپ کی طرف اس قرآن کی وحی بھیجی ہے اگرچہ آپؐ اس سے قبل بے خبر تھے۔(۳)

نکات:

قصص کا معنیٰ داستان بھی ہے اور داستان کا نقل کرنا بھی ہے کوئی قصہ ہو یا داستان انسانی تربیت میں اس کا بہت بڑا کردار ہے کیونکہ داستان کسی امت کی زندگی کو مجسم صورت میں پیش کرتی ہے اور قوم کے تجربات کو عملی صورت میں پیش کرتی ہے تاریخ اقوام کا آئینہ ہے تاریخ اور اقوام گزشتہ کے حالات و واقعات سے جس قدر زیادہ معلومات ہوں گے اُسی نسبت سے ان لوگوں کے ساتھ رہن سہن کر چکے ہوں گے۔

نہج البلاغہ کے مکتوب نمبر ۳۱ میں آیا ہے کہ حضرت امام علیؑ نے اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا اے میرے فرزند! میں نے گزشتہ اقوام کا اس قدر مطالعہ کیا ہے کہ گویا میں ان کے ساتھ رہ چکا ہوں اور ان کی زندگی کے برابر زندگی بسر کر چکا ہوں۔

انسان پر قصہ و داستان کے مؤثر ہونے کے دلائل میں سے شاید ایک یہ بھی دلیل ہو کہ فطری طور پر انسان داستانوں کی طرف بہت زیادہ میلان رکھتا ہے۔عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ تاریخی کتب اور قصے اور کہانیوں نے نوع بشریت کو اس کے آغاز سے بہت زیادہ متاثر کیا کیونکہ ہر کہانی اور قصہ قابل فہم اور قابل درک ہوتا ہے۔جبکہ استدلالی مباحث اور معقولات کو بہت کم لوگ درک کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید نے حضرت یوسفؑ کی داستان کو احسن القصص کا نام دیا ہے جب روایات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو تمام قرآن کریم کو احسن القصص کہا گیا ہے تو یہاں کوئی ایسی بات نہیں جوان کے آپس میں تضاد پر مبنی ہو تمام آسمانی کتب میں قرآن کریم احسن القصص ہو سکتا ہے اور تمام قرآنی سورتوں میں سورۃ یوسف احسن القصص ہے۔

قرآنی داستانیں:

قرآنی کہانیاں عام کہانیوں کی نسبت امتیازی شان رکھتی ہیں۔

۱۔قصہ گو خود خداوند متعال ہی ہے (نَحْنُ نَقُصُّ)

''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۝۳''

۲۔قرآنی کہانیاں اہداف و منازل رکھتی ہیں (وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ) (ھود۔۱۲۰)

۳۔ان کی اساس حق ویقین پر ہے نہ کہ خیال پر (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ) (کہف۔۱۳)

۴۔ان کی اساس علم ونور پر ہے نہ کہ وہم وگمان پر (فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ) (اعراف۔۷)

۵۔یہ داستانیں غور فکر کا ذریعہ ہیں حیرانیوں پریشانیوں سے دور ہیں (فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۱۷۶) (اعراف۔۱۷۶)

۶۔درس عبرت و وعظ ونصیحت ہیں نہ کہ تفریح وسرگرمی (لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ) (یوسف۔۱۱۱)

داستانِ حضرت یوسف احسن القصص ہے:

۱۔معتبر ترین اور عزت وعظمت والی داستان ہے (بِمَآ اَوْحَيْنَآ ...) اس داستان میں جہاد بالنفس کا ذکر ہے اور جہاد بالنفس ہر جہاد سے بزرگ ترین جہاد ہے۔

۲۔اس ملکوتی داستان کا ہیرو وہ ملکوتی نوجوان ہے جو تمام کمالات انسانی کا مجموعہ ہے جہاں صبر وایمان ہے وہاں تقویٰ وعفت ہے جہاں امانت وحکمت ہے وہاں عفو واحسان ہے (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ)

۳۔یہ داستان اپنے آغاز میں دردناک ہے آزمائش کے بعد ہر زاویہ خوشیوں اور کامیابیوں سے بھر پور ہے مثلاً جناب یوسف کو حکومت مل جاتی ہے۔ برادرانِ یوسف توبہ کر لیتے ہیں اور آپ سے اپنی زیادتیوں کی معافی مانگ لیتے ہیں۔آپ کے والد بزرگوار کو بینائی مل جاتی ہے قحط زدہ ملک خوشحال ہو جاتا ہے عداوت وحسد محبت و پیار میں بدل جاتے ہیں۔

۴۔اس داستان میں کئی رنگ ہیں جہاں فراق ہے وہاں وصال ہے جہاں غم ہے وہاں خوشی ہے جہاں بھوک وافلاس ہے وہاں خوشحالی وفارغ البالی ہے جہاں وفاداری ہے وہاں جفا کاری ہے جہاں مالک ہے وہاں مملوک ہے جہاں تیرہ وتاریک کنواں ہے وہاں خوبصورت روشن محل ہے جہاں فقر ہے وہاں تونگری ہے جہاں غلامی ہے وہاں بادشاہی ہے جہاں نابینائی ہے وہاں بینائی ہے جہاں تہمت ہے وہاں عفت و پاکدامنی ہے۔

ہر کام احسن:

ا۔جہاں الٰہی داستانیں حسین و دلربا ہیں وہاں اس توانا ذات کا ہر کام خوبصورت اور احسن ہے کیونکہ (ا) وہ بہترین خالق کون مکاں ہے (اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ) (سورہ مومنون ۱۴)

۲۔وہ اس بہترین کتاب کا مالک ہے نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ (سورہ زمر ۲۳)

۳۔وہ بہترین مصور ہے (فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ) (نساء۔۱۲۵)

۴۔اس کا دین بہتر و برتر ہے (وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِيۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ)

۵۔وہ بہترین جزا دینے والا ہے (لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا) ان تمام بہتریوں کے مقابلے میں خداوندتعالیٰ اپنے بندے سے بہترین عمل کا تقاضا ہے (لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ) (ھود۔۷)

غفلت کے تین معانی:۔لفظ غفلت قرآن مجید میں تین معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(الف) ناپسندیدہ غفلت قرآن مجید نے اس غفلت کو یوں بیان کیا ہے (وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ۝۹۲) (یونس۔۹۲) لوگوں میں سے اکثر ہماری آیات سے غافل ہیں۔

(ب) پسندیدہ غفلت کے بارے میں قرآن فرماتا ہے (اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ) (نور۔۲۳) جو لوگ پاکدامن برائی سے بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔

(ج) فطری غفلت یعنی کسی امر پر مطلع نہ ہونا اس بارے قرآن فرماتا ہے (وَ اِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ۝۳) پیغمبر اکرمؐ کی عزت و عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا (وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡجَاهِلِيۡنَ)

پیغام:

ا۔قرآنی داستانوں میں قصہ گو خود خداوندتعالیٰ ہے (نَحۡنُ نَقُصُّ)

۲۔قصہ گو مطمئن ہے (نَحۡنُ نَقُصُّ)

۳۔تربیت وتاثیر پیدا کرنے کے لئے قصہ کو ان الفاظ کے ساتھ شروع کرنا چاہئے میں چاہتا ہوں کہ میں قصہ بیان

کروں (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ)

۴۔بہترین باتیں بہترین افراد کے اختیار میں ہیں (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ) ہم احسن ترین قصے بیان کرتے ہیں۔

۵۔دوسرے کے سامنے نمونہ پیش کرنے کے لئے بہترین انتخاب کر کے اس کا تعارف کرایا جائے (اَحْسَنَ الْقَصَصِ)

۶۔قرآن بار بار اپنی داستانوں کو بیان کرتا ہے اور اس کا بیان بہترین وزیبا ترین بیان ہے (اَحْسَنَ الْقَصَصِ)

۷۔سب سے بہترین داستان وہ ہے جس کی اساس وحی ربانی پر ہو (اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ)

۸۔پیغمبر کو چاہیئے کہ وہ ان کو جانے (اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ) ہم تمہیں قصے بیان کرتے ہیں۔ ۔۔ہم نے تیری طرف وحی کی۔

۹۔پیغمبر اکرمؐ وحی الٰہی سے قبل گزشتہ تاریخ سے نا آشنا تھے (لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③) آپ نا آشنا تھے۔

۱۰۔قرآن اُن لوگوں میں نازل کیا گیا جو بے خبر تھے (وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③) آپ اس سے قبل غافلین میں سے تھے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③)

آیت نمبر ۴

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ ④

ترجمۃ الآیات

جب حضرت یوسف نے اپنے والد سے کہا اے بابا جان! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (۴)

نکات:

۱۔حضرت یوسف کی داستان کا آغاز خواب سے ہوتا ہے۔علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں داستان

یوسف خواب سے شروع ہوئی اور انہیں بہتر مستقبل کی بشارت دی گئی تا کہ یہ خوشخبری انہیں الٰہی تربیت کی راہوں میں صابر بردبار بنادے۔

۲۔ جناب یوسفؑ اپنے برادر بنیامین کے بعد پیدا ہوئے جناب بنیامین کے علاوہ باقی بھائی دوسری ماں سے تھے حضرت یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ کے فرزند ہیں اور حضرت اسحاقؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند ہیں۔

۳۔ اولیاءاللہ کے خواب مختلف ہوتے ہیں کچھ تعبیر کی احتیاج رکھتے ہیں۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کا خواب ہے کچھ خواب تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے عین واقعہ ہوتے ہیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ کا خواب تھا جب آپ کو حکم دیا گیا کہ اپنے بیٹے جناب اسماعیلؑ کو ذبح کریں۔

کچھ خوابوں کے بارے میں:۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا خواب کی تین قسمیں ہیں ایک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتا ہے دوسرا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جو غم واندوہ کا حامل ہوتا ہے تیسری قسم وہ ہوتی ہے جس میں انسان اپنی روزمرّہ کی مشکلات کو دیکھتا ہے۔ اکثر اہل دانش وبینش نے اور اس فن کے ماہرین نے خواب دیکھنے کو ناکامی وشکست سے تعبیر کیا ہے ایک قدیم ترین ضرب المثل کو بطور استشہاد کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسے۔ بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔ کچھ دوسرے ماہرین خواب کو خوف کا نتیجہ قرار دیتے ہیں دلیل کے طور پر یہ ضرب المثل پیش کرتے ہیں کہ اونٹ سے دور ہو کر سوتا کہ خوفناک خواب نہ دیکھے۔ ان مختلف آراء کے مطابق خواب کی ایک حقیقت ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

استاد علامہ طباطبائی کا نظریہ: علامہ نے اپنی کتاب المیز ان میں فرمایا ہے عالم تین ہیں۔ عالم طبعیت وعالم مثال اور عالم عقل، روحِ انسانی اپنے تجرد اور جوہر ہونے کے اعتبار سے عالم خواب میں ان سے اتصال پیدا کرتی ہے اپنی استعداد اور وسعت کے اعتبار سے حقائق کو درک کرتی ہے۔ اگر روح انسانی کمال کے آخری درجے تک رسائی نہیں رکھتی تو حقائق کو دوسرے قالب میں درک کرتی ہے جس طرح ہم بیداری کے عالم میں شجاعت وبہادری کو شیر میں، مکر وحیلہ کو لومڑی میں، اور بلندی کو پہاڑ میں دیکھتے ہیں اسی طرح علم کو نور کی صورت میں، شادی وعقد کو لباس کی صورت میں جہالت اور بے علمی کو تاریکی کی صورت میں دیکھتے ہیں اب ہم اس حاصل بحث کو چند مثالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو لوگ خواب دیکھتے ہیں اُن کی چند اقسام ہیں۔

(اول) وہ لوگ جن کی روح کامل اور مجرد ہوتی ہے تو ان کے حواس جب جب عالم خواب چلے جاتے ہیں تو ان کا عالم عقل کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے تو حقائق کو صاف طور پر دوسری دنیا سے الگ تھلگ دریافت کرتے ہیں (جس طرح ایک ٹیلی ویژن کے ساتھ اِنٹینا ہوتا ہے) جو سٹلائٹ کی موجوں کو دور ترین علاقے سے اخذ کرتا ہے اور ٹیلی ویژن کی سکرین پر بالکل صحت مند تصویر دکھاتا ہے اس طرح ایسی روح رکھنے والے افراد بھی ایسے خواب دیکھتے ہیں جو حقیقت ہوتے ہیں ان کے لئے

تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(دوم) ایسے لوگ جن کی صلاحیت متوسط قسم کی ہوتی ہے وہ عالم خواب میں حقائق کو غبار آلود صورت میں دیکھتے ہیں ان کے ہمراہ مشابہات اور تخیلات ہوتے ہیں ایسے خوابوں کے لئے مفسر کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح ٹی وی کی سکرین دھندلی ہو جائے تو سکرین پر چلنے والی فلم کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(سوم) کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی روح اس قدر متلاطم اور ناموزوں ہوتی ہے کہ ان کے خواب کا کوئی مقصد اور مفہوم نہیں ہوتا جیسے ٹی وی کی اس سکرین سے کسی قسم کا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا جس پر مکمل سفیدی آ جائے اور تصویر کا پتہ ہی نہ چلے اس قسم کے خواب قابل تعبیر نہیں ہوا کرتے۔ قرآن کریم ایسے خوابوں کو،، اضغاث احلام،، کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی پریشان خواب، ابن سیرین کی کتاب تعبیر خواب میں آیا ہے کہ ان سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی،، خواب میں کوئی شخص لوگوں کے منہ اور شرمگاہ پر مہر لگا رہا ہے،، تو اس نے اس خواب کی تعبیر میں کہا ایسا شخص ماہ رمضان میں مؤذن بنے گا جو اذان کے ذریعے خوردونوش اور مباشرت کی ممنوعیت کا اعلان کرے گا۔ قرآن مجید نے مختلف سورتوں میں ایسے خوابوں کی نشاندھی فرمائی ہے جن کی حقیقت نے عملی صورت اختیار کی۔ ان میں سے چند قابل ذکر ہیں:

۱۔ حضرت یوسفؑ کا خواب انہوں دیکھا کہ انہیں گیارہ ستارے، چاند، سورج، سجدہ کر رہے ہیں جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ انہیں حکومت ملی اُن کے برادران اور والدین نے ان کی حکومت کو تسلیم کیا۔

۲۔ حضرت یوسفؑ کے دو ساتھی قیدیوں کا خواب کہ جن سے ایک کو رہائی ملی اور دوسرے کو پھانسی ملی۔

۳۔ بادشاہ مصر کا خواب کہ کمزور گائیں، موٹی تازی گائیوں کو کھا رہی ہیں۔ اس خواب کی تعبیر اس طرح کی گئی کہ پہلے قحط سالی اور خشک سالی آئے گی اُس کے بعد خوشحالی اور فارغ البالی آئے گی۔

۴۔ جنگ بدر میں رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ مشرکین تعداد کے لحاظ سے بہت قلیل ہیں یہ خواب مشرکین کی شکست کے ساتھ تعبیر ہوا۔

۵۔ رسول اللہ نے مسلمانوں کو سر منڈائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا آپ کا خواب فتح مکہ اور زیارت بیت اللہ سے تعبیر ہوا۔

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے یہ خواب میں دیکھا اسے کہا جا رہا ہے کہ اپنے نومولود کو صندوق میں رکھ کر دریا کی موجوں کے حوالے کر دو (اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ) (طٰہٰ۔ ۳۸۔۳۹) جب ہم تمہاری ماں کی طرف وحی کی کہ تم اُسے (جناب موسیٰ) کو صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں ڈال دو۔ روایات کے مطابق اس وحی سے مراد خواب ہے۔

۷۔ حضرت ابراہیمؑ کا خواب: آپ نے دیکھا کہ آپ اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ ہم اپنی

زندگی میں ایسی شخصیات سے بھی واقف ہیں جو خواب کے ذریعے ایسے امور سے مطلع ہوئے ہیں جن تک عمومی طور پر انسان کی رسائی ناممکن ہے۔

صاحب مفاتیح الجنان حاج شیخ عباس قمی نے اپنے فرزند کو خواب بتایا کہ میرے پاس فلاں صاحب کی کتاب امانت تھی وہ کتاب مالک تک پہنچا دو تا کہ مجھے عالم برزخ میں سکون حاصل ہو جائے جب ان کے بیٹے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے والد کی بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق اس کتاب کو تلاش کیا اور مالک کتاب کو دینے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے گھر سے باہر نکلتے ہوئے کتاب ان کے ہاتھوں سے گر پڑی اور تھوڑا سا اس کا نقصان ہوا انہوں نے کتاب مالک تک پہنچا دی ساتھ معذرت بھی کی دوبارہ اپنے والد کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم نے اسے یہ کیوں نہیں بتایا کہ کتاب گر پڑی تھی اور اس کا نقصان ہوا تھا اگر وہ چاہتا تو اس نقصان کا عوض وصول کرتا یا راضی ہو جاتا۔

پیغام:

۱۔ بیٹوں کو چاہیئے کہ اپنے آباء پر اعتماد رکھیں اور اپنے مسائل زندگی میں ان سے مشورہ کریں (اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡهِ) جناب یوسفؑ نے اپنے باپ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

۲۔ اپنے باپ کو ان کے نام کے ساتھ آواز نہ دیں (یٰۤاَبَتِ) اے بابا جان۔

۳۔ والدین اپنے اولاد کی مشکلات کے حل کے لئے اعلیٰ ترین معاون ہوتے ہیں (یٰۤاَبَتِ.....)

۴۔ آباء اور ان کے بیٹوں کو چاہیئے کہ جب ایک دوسرے سے مخاطب ہوں تو رحمت وشفقت سے بھرپور الفاظ استعمال کریں (یٰۤاَبَتِ).

۵۔ والدین کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کے خوابوں پر توجہ دیں (یٰۤاَبَتِ...)

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ابتدائی دور میں خواب کی تعبیر نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے خواب کی تعبیر اپنے باپ سے پوچھی (یٰۤاَبَتِ.....)

۷۔ کبھی خواب حقائق کے دریافت کا ذریعہ ہوتے ہیں (اِنِّیۡ رَاَیۡتُ..) میں نے خواب میں دیکھا۔

۸۔ اپنے بھائیوں کو ستاروں کی شکل میں دیکھنا ان کے روشن مستقبل کی علامت تھی (اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا) میں نے گیارہ ستارے دیکھے۔

۹۔ آپ نے اپنے خواب میں جو جو چیز دیکھی ان میں سے ہر چیز ایک حقیقت کی طرف اشارہ تھا مثلاً سورج سے والدین کی نشاندھی ہوئی چاند والدہ کے لئے علامت تھی ستاروں سے بھائیوں کی طرف اشارہ تھا (رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا)

۱۰۔ سورج اور چاند ستاروں کو اکٹھا دیکھنا حضرت یوسفؑ کے عجیب وغریب خوابوں میں سے ایک تھا (کَوۡکَبًا

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ) ستارے سورج اور چاند۔

۱۱۔ اولیاء اللہ کے خواب حقیقت ہوتے ہیں (رَاَیْتُ) میں نے خواب میں دیکھا اس آیت مقدسہ میں رایت کا تکرار دلیل ہے کہ میں نے خواب میں ان چیزوں کو حتماً دیکھا ہے کوئی خیالی بات نہیں ہے۔

۱۲۔ حضرت یوسف نے جو خواب میں دیکھا کہ سورج چاند ستارے سجدہ کر رہے ہیں یہ تمام موجودات عقل رکھنے والے ہیں کیونکہ "رَاَیْتُهُمْ" عاقل افراد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۱۳۔ برگزیدہ انسان عزت وعظمت کے ان مراتب پر پہنچتے ہیں کہ دوسرے انسان ان کا سجدہ کرتے نظر آتے ہیں (رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴿۴﴾) میں نے انہیں دیکھا وہ میرا سجدہ کرر ہے ہیں۔

۱۴۔ بعض اوقات کچھ ایسے عظیم المرتبت جوان ہوتے ہیں کہ بزرگ لوگ ان کا سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں (لِیْ سٰجِدِیْنَ﴿۴﴾)

۱۵۔ داستان حضرت یوسفؑ خواب سے شروع ہوئی اور اس کا اختتام تعبیر خواب پر ہوا اس داستان کا انداز داستان لکھنے کا بہترین انداز ہے (اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔۔۔ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴿۴﴾) بہترین قصہ ہے میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے۔

آیت نمبر ۵

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴿۵﴾

ترجمۃ الآیات

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اے میرے فرزند اپنے خواب کو اپنے بھائیوں کے لئے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف چال چلیں گے یقیناً شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ (۵)

نکات:

زندگی کے اصولوں میں سے ایک اصول رازداری ہے اگر مسلمان اس آیت کریمہ کے پیغام پر عمل کرتے تو اس قدر ہمارا علمی سرمایہ، قلمی کتابیں، فنی ذخائر اور نوادرات غیر ملکی عجائب گھروں کی زینت نہ بنتے اور غیر ملکی سفارتی عملے اور دوسرے

حکومتی کارندے سیاحوں کے بھیس میں ہمارے ملکی ذخائر اور مفادات سے واقفیت حاصل نہ کرتے اور ہمارے راز سادہ لوحی یا خیانت کار افراد کی بد دیانتی کی وجہ سے ان لوگوں کے پاس نہ چلے جاتے جو ہمیشہ ہمارے خلاف سازشوں کے جال بچھاتے رہتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے اپنا خواب اس وقت بیان کیا جب وہ خلوت میں تھے ان کے برادران میں سے کوئی بھی ان کے پاس موجود نہ تھا یہ انداز اُن کی عقل مندی اور شعور پر دلالت کرتا ہے۔

پیغام:

۱۔اپنی اولاد کو شفقت اور مہربانی سے بھرپور الفاظ کے ساتھ خطاب کرنا چاہئے (یٰبُنَیَّ) اے میرے پیارے بیٹے

۲۔والدین کو چاہیے اپنی اولاد کے ساتھ ایک گہرا اور مضبوط رشتہ اُستوار کریں تاکہ ان کی اولاد ان کے سامنے اپنا مافی الضمیر بیان کر سکے (یٰبُنَیَّ) اے میرے پیارے بیٹے!

۳۔اپنی اولاد کو گھر اور معاشرہ کی فضا میں حسد کے خطرات سے آگاہ کرنا چاہیے (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ) اے میرے پیارے بیٹے مت بیان کرنا۔۔۔

۴۔اپنے گھر کے تمام افراد بڑے ہوں یا چھوٹے انہیں راز داری کے اصول سکھائے جائیں (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ) اے میرے پیارے بیٹے مت بیان کر۔

۵۔معلومات و اطلاعات کی طبقہ بندی کرنی چاہیے ان میں سے جو امور خفیہ ہیں اُن کو اور غیر خفیہ کو جدا جدا رکھنا چاہیے (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ) مت بیان کر۔

۶۔ہر بات ہر ایک کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ) مت بیان کر۔

۷۔حسد سے بچنے کیلئے فضائل کا چھپانا فائدہ مند ہے۔

۸۔فرزندوں میں سے ایک فرزند کی استعداد کو دوسروں پر منطبق نہیں کرنا چاہیے (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ) مت بیان کرو۔

۹۔لوگوں کے عادات و اطوار اور مزاج معلوم کرنے کے لئے احتیاط سے کام لینا چاہیے (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ)

۱۰۔جب بہت سے خواب ناقابل گفتنی ہوتے ہیں تو بہت سی بیداری والی باتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جو ہر ایک کے سامنے بیان نہیں کی جاسکتیں (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ)

۱۱۔حضرت یعقوبؑ کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا گیا تھا (یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاكَ) اپنا خواب کسی کے سامنے بیان نہ کر۔

۱۲۔کبھی شیطان اپنے پیاروں میں موجود ہوتا ہے (عَلٰٓي اِخْوَتِكَ) تیرے بھائی۔

۱۳۔ پرہیز علاج سے بہتر ہے (يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓي اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا) اپنے بھائیوں سے خواب بیان نہ کرنا کہ وہ تیرے لئے حسد کرتے ہوئے سازشیں تیار کریں گے۔

۱۴۔انبیاء علیہم السلام کے گھروں میں بھی ضد اخلاق مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندوں کے درمیان حسد وعداوت پیدا ہوگئی تھی (لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ ... فَيَكِيْدُوْا)

۱۵۔ برادران یوسف کو حضرت یوسفؑ کے خواب اور مستقبل میں ملنے والے مراتب سے آگاہی نہ تھی تو انہوں نے جناب یوسف سے یہ سلوک کیا اگر انہیں اطلاع ہوجاتی تو پھر وہ کیا کرتے (لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ ... فَيَكِيْدُوْا)

۱۶۔حسد وکینہ کی آگ کو شعلہ ور نہ ہونے دیجیئے (لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ ... فَيَكِيْدُوْا)

۱۷۔پیش بینی اور دوراندیشی بیش قیمت صفات ہیں (لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ ... فَيَكِيْدُوْا)

۱۸۔افشائے راز کی بعض اوقات بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔(لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ ... فَيَكِيْدُوْا)

۱۹۔بعض اوقات ایک راز اتنا مہم ہوتا ہے کہ اس کے فاش کرنے سے ایک فرد یا بہت سے افراد کی زندگیاں خطرے میں پڑسکتی ہیں (فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا) پس وہ آپ کے لئے خطرناک سازش تیار کریں گے۔(لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ ... فَيَكِيْدُوْا)

۲۰۔مہم اور حساس موارد میں خطرات کو ان کے وقوع پذیر ہونے سے قبل بھانپ لینا چاہئے (فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا)

۲۱۔حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے جناب یوسفؑ کے خلاف ان کے برادران کی سازش سے مطلع تھے (فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا)۔

۲۲۔اہم مسائل میں سوءِ ظن کرنا یا کسی کے خصائل بد سے پردہ اُٹھانا کوئی حرج نہیں ہے۔(فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا)

۲۳۔والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے طبائع وخصائل سے مکمل آگاہ رہیں تا کہ ان کی عملی زندگی کی تدبیر ممکن بن سکے۔(فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا)

۲۴۔مکر وحیلہ شیطانی افعال ہیں (فَيَكِيْدُوْا ۔۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ) کیونکہ شیطان انسان کا واضح دشمن ہے۔

۲۵۔شیطان ہماری اندرونی عادات واطوار سے استفادہ کرتا ہے اور پھر ہم پر مسلط ہوجاتا ہے (برادران یوسفؑ جناب یوسف سے حسد کرتے تھے ان کا وہی حسد ان کی دشمنی کا سبب بنا سبب بنانے والا شیطان تھا (الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۵)

۲۶۔شیطان انسان کا دشمن ہے چاہے وہ پیغمبر زادہ ہی کیوں نہ ہو(الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴿۵﴾)

۲۷۔اولاد کو بچپن ہی سے شیطان کی چالوں سے واقف کر دینا چاہیئے(الشَّیْطٰنَ ـــ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴿۵﴾)

۲۸۔حسد کی وجہ سے انسان دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ حتی کہ اپنے قریبیوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا۔(لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا)

آیت نمبر ۶

وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴿۶﴾

ترجمۃ الآیات

اس طرح تمھارا پروردگار تمھیں برگزیدہ بنائے گا اور خوابوں کی تعبیر (اور دوسرے امور کی) تکمیل کی تعلیم دے گا اور اپنی نعمات کو تم پر اور خاندان یعقوب پر مکمل کرے گا کہ جس طرح اس سے پہلے آپ کے اجداد ابراہیم اور اسحاق پر کر چکا ہے بے شک آپ کا رب بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔(۶)

نکات:

۱۔خواب کی تعبیر کا معنیٰ ہے باطنی امور سے آگاہی کلمہ (احادیث) حدیث کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے جو کچھ واقع ہوا ہے اس کا بیان کرنا کیونکہ انسان اپنے خوابوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اسی لئے خواب کو حدیث کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔حضرت یعقوبؑ نے اس آیت میں اپنے فرزند جناب یوسفؑ کو ان کے خواب کی تعبیر سنائی علاوہ ازیں انہیں ان کے مستقبل کی خبر بھی دی۔

۳۔آیت کے ظاہر سے یہ پتہ چلتا ہے کی جملہ (وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ) کی نسبت خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے یا

حضرت یعقوبؑ کی طرف ہے کیونکہ ان کا علم تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے تھا ان کی یہ پیش گوئی بھی صحیح ہے اور اس امر میں اگر اس جملہ کو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے تو اس میں کوئی معنیٰ نہیں ہے کیونکہ اس زمانے میں حضرت یوسفؑ نبی نہیں تھے۔

پیغام:

۱۔ تمام انبیاء علیہم السلام خداوند تعالیٰ کی طرف سے برگزیدہ ہوتے ہیں (یَجْتَبِیْكَ) آپ کو برگزیدہ بنائے گا

۲۔ (اَلْبَلَآءُ لِلْوِلَآءِ) جہاں محبت وہاں آزمائش چونکہ حضرت یوسفؑ برگزیدہ تھے اسی لیے انہیں خوب آزمایا گیا تا کہ آزمائش کی بھٹیوں میں کندن بن کر نکلیں (یَجْتَبِیْكَ)

۳۔ انسان کی قیمت سن و سال سے نہیں ہوتی بعض اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک شخصیت عمر کے لحاظ سے تو ایک بچہ ہے لیکن اپنے اعلیٰ صفات کے اعتبار سے بزرگوں سے بھی بلند و برتر ہوتا ہے۔ (حضرت یوسفؑ اپنے تمام برادران سے چھوٹے تھے) (یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ) آپ کا پروردگار آپ کو برگزیدہ بنائے گا۔

۴۔ اولیاء اللہ ایک خواب کے ذریعے افراد کے مستقبل کو پڑھ لیتے ہیں (یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ) آپ کا پروردگار آپ کو برگزیدہ بنائے گا اور تعلیم دے گا۔

۵۔ اہم علوم و کلیدی و اساسی دانش و بینش کا حاصل کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں پہلے اہلیت رکھنے والے افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے پھر انہیں یہ علوم سکھائے جاتے ہیں (یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ)

۶۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اسی کے بندگان خاص کو جو پہلا ہدیہ ملتا ہے وہ علم ہوتا ہے (یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ)

۷۔ انبیاء کرام خداوند تعالیٰ کے بلاواسطہ شاگرد ہوتے ہیں (وَیُعَلِّمُكَ) وہ آپ کو تعلیم دے گا۔

۸۔ تعبیر خواب کا تعلق ان امور سے ہے کہ جس کو خداوند تعالیٰ اپنے بندے کو عطا کرتا ہے۔ (یُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ) وہ آپ کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔

۹۔ تعبیر خواب کا تعلق علم غیب سے ہے (یُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ)

۱۰۔ جو علم حضرت یوسفؑ کو عطا ہوا تھا وہ محدود تھا کیونکہ مِنْ تَأْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ کے جملہ میں مِنْ تبعیضیہ آیا ہے جو محدودیت کی دلیل ہے یعنی آپ کو تعبیر خواب کا کچھ علم دیا گیا تھا۔

۱۱۔ مقام نبوت و حکومت نعمات خداوندی میں اولین اور اتم حیثیت رکھتی ہیں (وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ) اور اس کی نعمت مکمل ہو جائے۔

۱۲۔ قرآن کی زبان میں اجداد والد کے حکم میں استعمال ہوئے ہیں (یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰۤی اٰلِ یَعْقُوْبَ)

۱۳۔علم ایک فرد کا اور ہدایت ربانی اور اہلیت و قابلیت خود اس کیلئے اس کے خانوادہ کے لیے اس کے خویش و اقارب کے لیے نعمت اور تحفہ خداوندی ضروری ہے۔(يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ)

۱۴۔آل یعقوب پر نعمات پروردگار کی تکمیل برادران یوسف کی عاقبت کی خبر دے رہی ہے کہ ان کی عاقبت کس طرح کی ہوگی(يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ)

۱۵۔انبیاء الٰہی کے انتخاب کی اساس علم و حکمت الٰہیہ پر ہے(يَجْتَبِيْكَ) آپ کو برگزیدہ بنائے گا عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ آپ کو برگزیدہ بنائے گا۔

آیت نمبر ۷

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝

ترجمۃ الآیات

بتحقیق جناب یوسف اور ان کے برادران کی داستان میں سوال کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(۷)

نکات:

حضرت یوسفؑ کی زندگی کی اس عظیم الشان داستان میں بہت زیادہ نشانیاں ہیں اس میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے حسین نظارے ہیں اور متلاشیان حق وحقیقت کے لیے عبرت ونصیحت کے بے پناہ خزانے پوشیدہ ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔حضرت یوسفؑ کا پراسرار خواب۔

۲۔خوابوں کی تعبیر کا علم۔

۳۔حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے کے روشن مستقبل کا علم ہو جانا۔

۴۔کنویں میں جانا لیکن تکلیف سے محفوظ رہنا۔

۵۔حضرت یعقوبؑ کی بینائی کا چلا جانا پھر واپس آ جانا۔

۶۔آغاز میں تاریک کنواں انجام تاج وتخت۔

۷۔کبھی قید تنہائی اور کبھی وزارت وامارت۔

۸۔عفت و پاکدامنی کے باوجود تہمتِ ناپاکی۔

۹۔فراق ووصال۔

۱۰۔غلامی اور بادشاہی۔

۱۱۔گناہ سے فرار اور زندان سے محبت۔

۱۲۔خطا کار برادران کو معاف کر دینا.

ان تمام آیات میں اسرار پوشیدہ ہیں ہر سوال کے لیے شافی وکافی جواب چاہیئے ہر جواب خوبصورت اور روشن زندگی کے لیے سرمایہ ہے:

۱۔حسد کتنی بری صفت ہے جو انسان کو برادر کشی پر آمادہ کر دیتی ہے۔

۲۔دس آدمی کس طرح ایک جرم میں اتفاق کر لیتے ہیں؟

۳۔حضرت یوسفؑ نے اپنی بزرگواری کو سامنے رکھتے ہوئے کس طرح اپنے بھائیوں کے مظالم کو نظر انداز کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا؟

۴۔ایک ملکوتی انسان لذت گناہ پر یادخدا کو ترجیح دیتے ہوئے زندان کو کیسے اختیار کر لیتا ہے؟

۵۔یہ سورۃ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس زمانے میں نازل ہوئی جس زمانے میں آپ شدید ترین اقتصادی بحران کا شکار تھے آپ کی دلداری کے لیے یہ پیغام لیکر نازل ہوئی کہ اے پیغمبر گرامی! اگر آپ کے بعض رشتہ دار آپ پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے برادران یوسفؑ نے تو جناب یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔

پیغام:

۱۔داستان بیان کرنے سے قبل سامعین کو داستان سننے اور اُس سے عبرت حاصل کرنے کے لیے آمادہ کرنا چاہیئے (لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ) جناب یوسف اور ان کے برادران کی داستان میں سوال کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

۲۔حسد ایک بدترین آفت ہے جو ایک گھر کے شفقت ومحبت بھرے ماحول کو درہم برہم کر دیتا ہے (لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ)

۳۔داستان یوسف کے دو محور ہیں ایک یوسف اور دوسرے ان کے بھائی پوری داستان ان دونوں کے گرد گھومتی ہے اس کہانی کو جہاں سے شروع کریں نتیجہ پر پہنچیں (لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ)

۴۔داستان تو صرف ایک ہے لیکن نکات اور دروس کہ جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے وہ بہت زیادہ ہیں (اٰيٰتٌ)

۵۔اس داستان کے اندر تمام سوالات حقیقت تک پہنچنے کا راستہ ہیں (اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ۝)

۶۔ جب تک سننے کی تڑپ نہ پیدا کی جائے اور سیکھنے کا عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک قرآن سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ (لِّلسَّآئِلِیْنَ ﴿۷﴾)

۷۔ قرآن مجید کی داستانیں اپنے اندر انسانی زندگی کے مسائل کے حل کا نظام رکھتی ہیں (لِّلسَّآئِلِیْنَ ﴿۷﴾)

آیت نمبر ۸

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ﴿۸﴾

ترجمۃ الآیات

جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور انکا بھائی یہ ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم طاقتور ہیں یقیناً ہمارا باپ کھلی گمراہی میں ہے۔ (۸)

نکات:

(الف) "عُصْبَةٌ" متحد اور طاقتور گروہ کو کہا جاتا ہے کیوں کہ ایسے گروہ میں بدن کے اعصاب کی مانند وحدت ہم بستگی ہوتی ہے اور بدن کے اعصاب ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔

(ب) حضرت یعقوبؑ کے دو فرزند (جناب یوسفؑ اور بنیامین) ایک ماں سے تھے اور باقی بیٹے دوسری ماں سے تھے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے اس لئے محبت تھی کہ وہ سب سے چھوٹے تھے یا پھر اُن کے کمالات پر نظر رکھتے ہوئے اُن سے محبت رکھتے تھے اسی وجہ سے بھائیوں نے ان سے حسد کیا حسد کرنے کے علاوہ وہ غرور و تکبر میں مبتلا تھے انہوں نے کہا "نَحْنُ عُصْبَةٌ" یہ کلمہ ان کے تکبر پر دلالت کرتا ہے اسی غرور و حسد کی بنا پر انہوں نے اپنے والد کہ بارے میں کہہ دیا تھا کہ وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں اپنے بیٹوں سے محبت نہیں کرتے۔

(ج) معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ وہ خود اپنے آپ کو کمالات کی سربلندی پر پہنچانے کی بجائے بلند بالا افراد کو پستی کی طرف کھینچنے کی کوشش میں رہتے ہیں خود تو محبوب نہیں ہوتے محبوب لوگوں کی کردار کشی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(د) تفریق اور تفاوت کے درمیان فرق ہے تفریق کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو دلیل کے بغیر برتری دی جائے جبکہ تفاوت اِستعداد و لیاقت کی بنیاد پر ہوتا ہے جیسے استاد کا اپنے شاگردوں کو نمبر دینا کیونکہ شاگردوں کی اِستعداد کے مطابق نمبر

دیئے جاتے ہیں کیوں کہ اُن کے درمیان فرق ہوتا ہے لیکن یہ فرق حکمت پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ ظلم پر۔ حضرت یعقوبؑ کا یوسف سے محبت کرنا دانش وحکمت پر مبنی تھا ظلم کی بنیاد پر نہ تھا لیکن برادران یوسف نے اس محبت اور علاقہ کو بغیر دلیل کے سمجھا۔

(ر) کبھی کبھار زیادہ محبت وعلاقہ پریشانیوں کا سبب بن جاتا ہے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے بے پناہ محبت تھی اور یہی امر اُن کے بھائیوں کے لئے حسد اور کنوئیں میں ڈالنے کا سبب بنا اسی طرح زلیخا کی محبت وعلاقہ بھی جناب یوسفؑ کے زندان کا سبب بنا جب زندان کا انچارج جناب یوسفؑ کے اخلاق کا گرویدہ ہوا تو اس نے جناب یوسفؑ سے کہا میں آپ کو اپنا دوست سمجھتا ہوں تو جناب یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اس دوستی کے پیچھے کوئی مصیبت نہ ہو۔

پیغام:

۱۔حسد ایک ایسا مرض ہے جو سن وسال کو نہیں دیکھتا وہ بزرگوں کو ان کی بزرگواری کے باوجود اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے وہ بچوں سے حسد کرنے لگتے ہیں (جناب یوسفؑ چھوٹے سے بچے تھے اور ان کے برادران جوان تھے انہوں نے چھوٹے سے بچے کے ساتھ حسد کیا (لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ) یقیناً یوسفؑ اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۔اگر اولاد میں احساس تفریق پیدا ہوجائے تو ان کے درمیان حسد کی تیز وتند آگ کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں (اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا)

۳۔ہر انسان کے اندر محبوب ومعشوق ہونے کی خواہش موجزن رہتی ہے جب وہ اپنے بارے میں محبت کے جذبات کو نہیں پاتا تو وہ حیرانی وپریشانی میں مبتلا ہوجاتا ہے (اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا)

۴۔حضرت یعقوبؑ کو اپنے تمام بیٹوں سے محبت تھی (اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا) لیکن برادران یوسف کہتے تھے کہ جناب یوسفؑ سے زیادہ محبت کرتے ہیں حالانکہ محبوب ہمیں ہونا چاہیئے تھا۔

۵۔طاقت وقوت کے بل بوتے پر محبوب نہیں بنا جاسکتا (برادرانِ یوسف طاقت وقدرت تو رکھتے تھے لیکن اپنے والد کے محبوب نہ تھے) (اَحَبُّ ... نَحْنُ عُصْبَةٌ)

۶۔جب افراد یکجا ہوجاتے ہیں تو ان میں طاقت وقوت کا احساس پیدا ہوجاتا ہے "نَحْنُ عُصْبَةٌ" ہم ایک طاقت ور جماعت ہیں۔

۷۔اگر کوئی گروہ کسی صحیح اور نیک وپارسا رہبر کے بغیر کام کر رہا ہو تو وہ بہت جلد تحلیل ہوجاتا ہے "نَحْنُ عُصْبَةٌ" کی دلیل بتاتی ہے کہ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا وہ صحیح رہبر کی قیادت میں نہ تھے

۸۔انسان جب گناہ وخطا کا ارتکاب کرتا ہے اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا ہے اور اپنے غلط کام کو بھی تاویل کے لبادے میں لپیٹ کر صحیح بنانے کی کوشش کرتا ہے (برادران اپنے آپ کو متحد وقوی جانتے تھے اس لئے انہوں نے کہا نَحْنُ

عُصۡبَۃٌ اور اپنے والد کے بارے میں کہا (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾) انہوں نے اپنے حسد کی اس طرح توجیہہ وتاویل کی

۹۔ان جوانوں نے اپنے آپ کو عقل کل سمجھا اور اپنے والدین کی بات کو اہمیت نہ دی (نَحۡنُ عُصۡبَۃٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾)

۱۰۔جب انسان طاقت وقوت کے گھمنڈ میں آتا ہے تو اس کی عقل اندھی ہوجاتی ہے (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾)

۱۱۔جب انسان اپنا معیار و پیمانہ غلط بناتا ہے تو نتیجہ بھی غلط آتا ہے جب انہوں نے معیار اپنی طاقت اور تعداد کو بنایا تو انہوں نے اقلیت کی طرف انحراف کی نسبت دی (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾)

۱۲۔جو لوگ خود پسند ہوتے ہیں وہ ناکام ہوتے ہیں تو انہیں چاہیئے تھا کہ ان عوامل کو اپنے اندر تلاش کریں وہ دوسروں کی طرف منسوب کردیتے ہیں (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾) کہ ہمارا والد منحرف ہے

۱۳۔حسد ایک ایسی بلا ہے جس کے سامنے نبوت کی کوئی حیثیت ہے اور نہ باپ کی کوئی حیثیت ہے بیٹے اپنے اُس والد کی طرف بے انصافی اور گمراہی کی نسبت دے دیتے ہیں جو صرف والد ہی نہیں نبی بھی ہے (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾)

۱۴۔انسان کی غفلت ممکن ہے اس حد تک چلی جائے کہ وہ گنہگار اور خطا کار ہونے کے باوجود دوسروں کو خطا کار کہتا رہے (جناب یوسفؑ کے بھائی اس کی بجائے کہ خود کو حاسد اور سازش کرنے والے قرار دیتے ،اپنے والد کو گمراہ قرار دیتے رہے) (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾)

آیت نمبر ۹

اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡہُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡہُ اَبِیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ ﴿۹﴾

ترجمۃ الآیات

یوسف کو قتل کردو یا کسی اور سرزمین پر لے جا کر ڈال دو تا کہ تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہوجائے اور تم اس کے بعد پھر نیک لوگ بن جانا۔(۹)

نکات:

(الف) انسان کسی نعمت کے مقابلے میں چار حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے دو چار ہوتا ہے وہ چار

حالتیں یہ ہیں۔

حسد، بخل، ایثار، رشک،

حسد:۔ جب انسان دوسروں کے پاس کوئی نعمت دیکھے اور خود اس کے پاس نہ ہو تو وہ اس کی خواہش کرے کہ ان کے پاس یہ نعمت کیوں ہے تو اس کو حسد کہتے ہیں۔

بخل:۔ جب انسان دوسروں کے پاس کوئی نعمت ہو اور وہ یہ خیال کرے صرف اُسے میرے پاس ہونا چاہیئے اُس کے علاوہ کسی اور پاس نہ ہو۔

ایثار:۔ انسان کی اس حالت کا نام ہے جب وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نعمت جو میرے پاس ہے یہ دوسروں کے پاس ہونی چاہیئے۔

رشک:۔ جب انسان دوسروں کے پاس کسی نعمت کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کاش یہ میرے پاس بھی ہوتی تو اس کیفیت کو رشک کہا جاتا ہے حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بعض اوقات اپنے بعض بچوں کو از راہ محبت اپنے زانوؤں پر بٹھاتا ہوں حالانکہ وہ اس قدر اس کے مستحق بھی نہیں ہوتے صرف اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ کہیں میری اولاد میں ایک دوسرے کے خلاف حسد پیدا نہ ہو جائے اور جناب یوسف والی داستان نہ دہرائی جائے (تفسیر نمونہ نقل از بحار ج ۷۴ ص ۷۸)

پیغام:

۱۔خطرناک سوچ انسان کو خطرناک کاموں کے بھیانک انجام تک پہنچا دیتی ہے(لَيُوْسُفُ ... اَحَبُّ...اقْتُلُوْا)

۲۔جب اولاد میں احساس تفریق پیدا ہو جائے تو یہی احساس تفریق انسان کو بھائی کے قتل کی منزل پر لے آتا ہے(اگر چہ جناب یعقوبؑ کی جناب یوسفؑ سے محبت بغیر دلیل کے نہ تھی بلکہ ان کے کمالات کی خاطر تھی لیکن بھائیوں نے تفریق محسوس کی انہوں نے خیال کیا کہ ان سے بے پناہ محبت کوئی دلیل نہیں رکھتی اسی احساس نے انہیں سازش کرنے پر اکسایا(لَيُوْسُفُ ..اَحَبُّ.. اقْتُلُوْا)

۳۔سطحی لوگوں کی نگاہ میں اپنے رقیب کو راستے سے ہٹا دینا کامیاب پہلو ہے (اقْتُلُوْا يُوْسُفَ)

۴۔حسد انسان کو اتنا سنگدل بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گلا کاٹنے کی حد پر آجاتا ہے(اقْتُلُوْا يُوْسُفَ)

۵۔خطا کاروں نے اپنی خطا کو سرانجام دینے کے لئے منصوبہ بندی کی ایک نقطے پر ایکا کر کے اپنے آپ کو طاقتور بنایا بھائیوں نے آپس میں یہ طئے کیا(اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ) اسے قتل کر دو یا کسی دور دراز علاقے میں پھینک دو۔

۶۔انسان محبت کا خواہشمند ہوتا ہے جب وہ اپنی محبت میں کمی دیکھتا ہے تو بے راہ روی اور انحرافات کا شکار ہو جاتا ہے(یَخۡلُ لَکُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ)

۷۔حاسدین یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کسی کا محبوب اسکی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا تو وہ اس کی جگہ محبوب بن جائیں گے(برادران یوسف نے یہ سوچا تھا جب یوسف کو ٹھکانے لگادیں گے تو اپنے والد کی محبت کا مرکز بن جائیں گے)

۸۔قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے کہ کسب محبوبیت ایمان اور عمل صالح سے ممکن ہے (اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا) جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور نیک اعمال کئے ان کے لئے رحمٰن خدا محبت قرار دینے والا ہے) شیطان نے انہیں محبت کے حصول کے لئے برادرکشی کی راہ دکھائی(اقۡتُلُوۡا۔۔وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ)

۹۔شیطان کل کی توبہ کی امید پر انسان کے لئے آج گناہ وخطا کا راستہ کھول دیتا ہے (وَتَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ﴿۹﴾)

۱۰۔حاسد خیال کرتا ہے کہ دوسروں کو نابود کر کے ان کی نعمات کو خود ہتھیا لے گا(اقۡتُلُوۡا۔۔وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ)

۱۱۔یہ بھی ضروری نہیں کہ انسان علم و آگاہی رکھتا ہو اور انحرافات کا شکار نہ ہو حالانکہ برادران یوسف جانتے تھے کہ یوسف کا قتل اور جلاوطنی بدترین جرم ہے لیکن جاننے کے باوجود اقدام کیا(وَتَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ﴿۹﴾)

۱۲۔گناہ کا ارادہ کر کے اپنے آپ کو تسلی خود فریبی ہے اور اپنے اوپر گناہوں کا راستہ کھولنے کے مترادف ہے (وَتَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ﴿۹﴾)

آیت نمبر ۱۰

قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَۃِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ﴿۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو تو مسافروں کے قافلوں میں سے کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو۔(۱۰)

نکات:

(الف) ۔کلمہ ''جُبّ'' اس کنوئیں کو کہا جاتا ہے جس کے کنارے پتھروں سے پختہ نہ کئے گئے ہوں اور ''غَيٰبَتِ'' ایسے طاقوں کو کہتے ہیں جو کنوئیں کی دیواروں میں پانی کے نزدیک بنائے جاتے ہیں کہ اگر اوپر سے دیکھا جائے تو اندر کا ماحول نظر نہ آئے ایسے کنوئیں کو اندھا کنواں کہا جاتا ہے۔

(ب) نہی عن المنکر کی برکات ایسی ہوتی ہیں جو مستقبل میں نظر آتی ہیں ''لَا تَقْتُلُوْا'' انہی نے جناب یوسفؑ کو بچا لیا اس کے چند سال بعد ایک ملک کو قحط کی بلا سے چھٹکارا دلایا جس طرح کہ آسیہ زنِ فرعون نے فرعون کو جناب موسیٰ کے متعلق ''لَا تَقْتُلُوْا'' کی نہی کر کے جناب موسیٰ کی جان بچائی تھی پھر کچھ عرصہ کے بعد جناب موسیٰ نے بنو اسرائیل کو فرعون کے شر سے بچا لیا تھا اور یہ خداوند کے وعدہ کی روشن دلیل ہے کہ فرماتا ہے (وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا) جس نے ایک انسان کو بچایا اُس نے گویا تمام انسانوں کو بچایا (مائدہ ۳۲)

پیغام:

۱۔کبھی کسی جماعت میں سے ایک فرد نہی عن المنکر کرتا ہے تو ایک فرد کی نہی پورے گروہ کی نمائندگی کرتی ہے (ان میں سے ایک نے کہا اسے قتل نہ کرو تو اس نہی نے پورے گروہ کا نظریہ بدل دیا (قَالَ قَآئِلٌ...)

۱۔کہنے والا اتنا اہم نہیں ہوتا جو کلام اس کا ہوتا ہے وہ اہم ہوتا ہے (قَالَ قَآئِلٌ...)

۳۔ہمیں کبھی کثرت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے (اس مضبوط گروہ میں ایک فرد تھا وہ ان کے منصوبے قتل میں شامل نہ ہوا اس نے اپنی رائے پیش کردی (قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا..)

۴۔اگر کوئی برائی سے کلی طور پر نہیں رک رہا تو پھر بھی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیئے تا کہ وہ اپنے ظلم و بربریت میں کمی کرنے آمادہ ہو جائے (لَا تَقْتُلُوْا....وَاَلْقُوْهُ..)

۵۔کبھی ناپسندیدہ امور میں مشاورت ایسی راہوں کو کھول دیتی ہے جن پر چل کر انسان بہتری کو پا لیتا ہے (لَا تَقْتُلُوْا...وَاَلْقُوْهُ)

۶۔کبھی افسد کو دفع کرنے کے لئے فاسد کو قبول کرنا پڑتا ہے (اسے قتل نہ کرو بلکہ کنوئیں میں ڈال دو (لَا تَقْتُلُوْا...وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ..)

۷۔جب نہی عن المنکر کریں تو فوراً کچھ اور کرنے کا مشورہ دیں (اگر ہم کہیں کہ یہ کام نہ کرو تو اس کے ساتھ یہ کہیں اب تم یہ کرو (لَا تَقْتُلُوْا..وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ)

آیت نمبر ۱۱

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمة الآيات

انہوں نے کہا کہ اے بابا جان کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے بارے ہم پر اطمینان نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم ان کے خیر خواہ ہیں۔ (۱۱)

پیغام:

۱۔ جو خود مفسد ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو مصلح سمجھتے ہیں (اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾)

۲۔ عام لوگ قابل اطمینان نہیں ہوتے چاہے وہ سگے بھائی ہی کیوں نہ ہوں (آیات سے معلوم ہوتا ہے اس واقعہ سے قبل برادرانِ یوسف کو اپنے ساتھ لے چلنے کی اپنے والد کے حضور درخواست کر چکے تھے لیکن جناب یعقوبؑ نے ہر مرتبہ انکار کیا تھا اِس لئے انہوں نے (مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا) کے کلمات کے ساتھ اپنے والد محترم کو خطاب کیا تھا۔

۳۔ ہر خوبصورت نعرے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے ہر فرد کی ظاہری بھرپور شخصیت بھی قابل اعتماد نہیں ہوتی خیانت کار اپنا نام ناصح رکھ لیتے ہیں (لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾)

۴۔ دشمن اپنے سے بدگمانی کو دور کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو قابل اطمینان بنانے کے لئے بھرپور کوشش کرتا ہے (اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾)

۵۔ خائن انسان اپنا جرم دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے (مَا لَكَ)

۶۔ انسان روز اول ہی سے خیر خواہی کے نام پر فریب کھاتا آیا ہے شیطان نے بھی جناب آدم اور جناب حوا سے کہا تھا میں تمہارا خیر خواہ ہوں (وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ) (اعراف ۲۱)

۷۔ حسد انسان کو جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کی ترغیب دیتا ہے چاہے اس کے سامنے اس کے خویش واقارب ہی کیوں نہ ہوں (اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾)

آیت نمبر ۱۲

اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

انہیں کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ کچھ کھا پی لے اور کھیل کود کرے ہم سب ان کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (۱۲)

نکات:

(الف) انسان فطری طور پر سیر و سیاحت اور تفریح و ورزش کا ضرورتمند ہے اس آیت کریمہ میں یہی بتایا جا رہا ہے کہ جس مضبوط ترین منطق نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹوں کی خواہش پوری کرنے پر آمادہ کیا تھا وہ یہی منطق تھی کہ حضرت یوسفؑ کو سیر و تفریح کی ضرورت ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو اپنی تفریح اور سیر و ورزش کے لئے ایک وقت معین کرنا چاہیئے تا کہ اس طرح سے وہ اپنے روزمرہ کے امور دلجمعی کے ساتھ نبھا سکے (نہج البلاغہ حکمت ۳۹۰)

(ب) ماضی کو چھوڑیئے حال اور استقبال کی بات کیجئے کھیل اور ورزش کے نام پر نوجوانوں کو اپنے ہدف سے ہٹا کر مصروف کر دیا گیا ہے اور کر دیا جائے گا کھیلوں پر بھرپور طریقے اور سنجیدگی سے کوشش کی جاتی ہے تا کہ یہی سنجیدگی کھیلوں کا دوسرا نام بن جائے آجکل کی استعماری استکباری طاقتیں نہ صرف ورزش و کھیل سے ناجائز مفاد حاصل کرتے ہیں بلکہ ہر مقبول اور پسندیدہ نام سے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں سفارت کے عنوان سے ماہر اور تربیت یافتہ جاسوسوں کو دوسرے ممالک بھیج دیتے ہیں فوجی مشاورت کے نام پر سازشوں کے جال بنتے ہیں اور عسکری اور دفاعی راز حاصل کرتے ہیں انسانی حقوق کے نام پر اپنے ایجنٹوں اور نمک خواروں کی مدد کرتے ہیں ادویات کے عنوان سے اپنے ایجنٹوں کو اسلحہ سپلائی کرتے ہیں اقتصادی ماہرین کے بھیس میں کمزور ملکوں کو اور کمزور کرتے ہیں زرعی ادویات کے عنوان سے زراعت اور کھیتی باڑی کو ویران کرتے ہیں حتّٰی کہ اسلامی سکالروں نام سے اسلامی تعلیمات کے برعکس کرتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ اولاد کی تفریحات والد کی اجازت پر منحصر ہوتی ہے (اَرۡسِلۡهُ)

۲۔ جوانوں کو تفریح و ورزش کی ضرورت ہے (وَيَلْعَبْ)

۳۔ برادران یوسف نے ایک جائز اور منطقی ذریعے کو فریب کاری کے لئے استعمال کیا (اَرْسِلْهُ۔۔ وَيَلْعَبْ)

۴۔ اگر والد یا سرپرست اپنے فارغ اوقات میں اپنے بچوں اور نوجوانوں کیلئے مناسب ورزش وتفریح کا برنامہ تجویز کریں تو دوسرے لوگوں کو نوجوانوں اور بچوں سے ناجائز مفاد حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکتا (برادران جناب یوسفؑ نے جناب یوسفؑ کی اس ضرورت سے سوء استفادہ کیا تھا) (يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ)

۵۔ بچوں کے کھیل کود کے درمیان ان کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ اُنہیں کوئی نقصان نہ پہنچے (لَحٰفِظُوْنَ﴿۱۲﴾)

۶۔ بعض اوقات جب کسی ایک موضوع پر اصرار کیا جا رہا ہوتو یہ حالت کسی سازش کی علامت ہوتی ہے (وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴿۱۲﴾ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴿۱۱﴾)

آیت نمبر ۱۳

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ﴿۱۳﴾

ترجمة الآيات

یعقوبؑ نے فرمایا مجھے اس (بات) سے صدمہ ہوگا کہ تم انہیں لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ انہیں بھیڑیا نہ کھالے درحالانکہ تم ان سے غفلت میں رہو۔ (۱۳)

پیغام:

۱۔ اولاد کے بارے میں دلسوزی اور محبت انبیاء علیہم السلام کے خصائل میں سے ایک ہے (لَيَحْزُنُنِيْٓ۔۔۔ اَخَافُ)

۲۔ جدائی اور فراق جہاں ہر ایک کے لئے حزن آور ہے وہاں انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی حزن آور ہے (لَيَحْزُنُنِيْٓ۔۔ اَخَافُ)

۳۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر طرح سے آزماتا ہے اور اسی امر میں جو اس کے بندے کے لئے بہت زیادہ حساسیت والا ہوتا ہے (جناب یعقوبؑ اپنے بیٹے جناب یوسفؑ کے بارے میں بہت حساس تھے فراق یوسف اُن کے لئے آزمائش بن گیا (لَيَحْزُنُنِيْٓ۔۔۔ اَخَافُ)

۴۔ نا قابل اعتماد لوگوں کو راستے گھڑ کر نہ دیئے جائیں (اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ) باپ کو اپنے بیٹوں کے حسد کا علم تھا تو انہوں فرمایا تھا یوسف جو تم نے خواب دیکھا ہے اُسے اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا لیکن یہاں جناب یعقوبؑ ان کے حسد کی بات نہیں کرتے بلکہ بھیڑیئے اور ان کی غفلت کا بہانہ درمیان میں لاتے ہیں۔

۵۔ اپنی اولاد میں خود اعتمادی پیدا کیجئے والد کی اپنی اولاد سے محبت اور انہیں خطرات سے محفوظ رکھنا یہ دو اصول ہیں لیکن اولاد میں خود اعتمادی پیدا کرنا بھی ایک اصل ہے حضرت یعقوبؑ نے جناب یوسفؑ کو ان کے بھائیوں کے ساتھ روانہ کر دیا تاکہ نوجوان آہستہ آہستہ اپنے والد کی جدائی کے لمحات برداشت کرے اور اپنے لئے اچھے دوستوں کا انتخاب کرے غور وفکر کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے گُر سیکھے خواہ اس کے لئے اسے مصائب ہی کیوں نہ جھیلنا پڑیں۔

۶۔ اپنی حساسیت ہر ایک کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ خود اسی انسان کے لئے وہی اظہار مصیبت بن جائے (اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ)

۷۔ غفلت مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتی ہے (يَّاْكُلَهُ... غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾)

آیت نمبر ۱۴

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

(فرزندان جناب یعقوبؑ نے کہا) اگر اسے بھیڑیا کھا گیا اس صورت میں ہم ایک مضبوط جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں تو ہم یقیناً بڑے خسارے میں ہیں۔ (۱۴)

پیغام:

۱۔ کبھی بزرگ افراد از روئے تجربات و مشاہدات خطرات کو بھانپ لیتے ہیں اور نو جوان اپنی قدرت وطاقت پر مغرور رہتے ہیں اور خطرات کے احساس کو شوخی خیال کرتے ہیں (وَنَحْنُ عُصْبَةٌ) باپ خوفزدہ ہے اور بیٹے اپنی طاقت پر مغرور ہیں۔

۲۔ طاقتوری امین ہونے کی دلیل نہیں ہے برادرانِ یوسف طاقتور تھے "وَنَحْنُ عُصْبَةٌ" لیکن امین نہیں تھے۔

۳۔ برادرانِ یوسف نے جب اپنے والد کی یہ بات سنی کہ انہیں کہیں بھیڑیا نہ کھا جائے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم

محافظت ونگرانی کریں گے کیونکہ ایسا کہنے سے ان کی طاقت وقدرت مخدوش ہوجاتی انہوں نے اسکے برعکس کہا (وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ⑭)

۴۔اگر کوئی آدمی ذمہ داری قبول کرلے اور پھر اسکو نہ نبھائے تو پھر اس صورت میں سرمایہ، اپنی شخصیت، آبرو کو برباد کردے گا اور غیر ذمہ دار اور زیان کار کے نام سے شہرت پائے گا(لَّخٰسِرُوْنَ⑭)

۵۔ظاہر میں کچھ ہونا اور باطن میں کچھ ہونا سازشی افراد اور منافق کی صفات ہیں (برادران یوسف نے اپنے والد کی بارگاہ میں کہا) (اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ⑭)

٦۔اپنے مجرمانہ ہدف تک پہنچنے کے لیے جب وہ تیار تھے تو انہوں نے اپنی آبرو اور شخصیت کا خیال نہ رکھتے ہوئے کہہ دیا(اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ⑭)

آیت نمبر ۱۵

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ⑮

ترجمۃ الآیات

پس جب وہ انہیں لے گئے اور اس پر اتفاق کرلیا کہ انہیں اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے ان کی طرف اپنی وحی بھیجی کہ تم انہیں آیندہ ان کی اس کارگزاری کو بتلاؤ گے جب کہ انہیں اس کا شعور نہیں ہوگا۔(۱۵)

نکات:

جب خدا تعالیٰ نے ارادہ کرلیا کہ جناب یوسفؑ کو حکمران بنائے تو ضروری تھا کہ وہ تربیتی ادوار سے گزارتے۔غلام بنائے جاتے تا کہ غلاموں پر رحم کریں۔کنویں میں اور قید میں ڈالے جاتے تا کہ قیدیوں کے ساتھ نرمی برتیں۔جیسا کہ پروردگار نے اپنے رسول سے فرمایا: تم فقیر اور یتیم تھے کہ کسی فقیر اور یتیم کو خود سے دور نہ کردو۔اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا۔۔۔۔فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ⑨ (سورہ ضحیٰ۔۷اور ۹)

پیغام:

۱۔ چند انسانوں کا کسی امر پر اجماع و اتفاق حقانیت کی دلیل نہیں ہے (وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ)

۲۔ بعض اوقات منصوبہ سازی اور اس پر عمل کرنے کے درمیان فاصلہ ہو جاتا ہے (برادرانِ یوسفؑ کا منصوبہ تو یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کا تھا (اَلْقُوْهُ) لیکن جب عمل کا وقت آیا تو انھوں نے انہیں کنویں میں رکھ دیا۔

۳۔ اسی کنوئیں میں جناب یوسفؑ پر وحی کا آغاز ہوا کیونکہ آپ اپنے خانوادہ سے دور ہو گئے تھے اور اپنے بھائیوں کی سنگ دلی کا نشانہ بن گئے تھے (فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ ... وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ)

۴۔ جب اولیاء اللہ حساس و خطرناک ماحول میں آتے ہیں تو نصرت خداوندی انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے (فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ)

۵۔ کنویں کے اندر الہامِ پروردگار جناب یوسفؑ کے لیے سکون و تسلی کا بہترین سامان تھا اور یہ روشن مستقبل کا نشان تھا (فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ)

۶۔ جناب یوسفؑ اپنی جوانی کے آغاز میں وحی الٰہی دریافت کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

۷۔ خداوند تعالیٰ اپنے اولیاء کو آزماتا ہے اور انہیں اس حال میں ہدایت دیتا ہے (وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ)

۸۔ آگاہی آرام و سکون کا وسیلہ ہے (جو چیز جناب یوسفؑ کے لیے کنویں میں آرام و سکون کا باعث بنی وہ وحی تھی (وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا)

۹۔ امید سرمایہ حیات ہے ہم نے یوسفؑ کو وحی کی کہ بہت جلد تم کنویں سے نجات حاصل کر لو گے اور آپ کے برادران اپنے اِس فعل پر شرمساری اُٹھائیں گے (وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ ۔۔ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا)

۱۰۔ جب رذائل موجب رسوائی ہیں تو عقلمند انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کو لگام دے۔(لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا)

۱۱۔ بدترین کاموں کو اشاروں و کنایوں سے نبھایا جائے (بِاَمْرِهِمْ هٰذَا)

آیت نمبر ۱۶

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمۃ الآیات

منصوبہ بندی پر عمل کرنے کے بعد وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔(١٦)

نکات:

(الف) قرآن مجید میں رونے اور آنسو بہانے کی چار قسمیں بیان ہوئی ہیں

١۔اشک شوق:۔عیسائیوں کے ایک گروہ نے جب قرآن مجید کی آیات سنیں(تَرٰۤی اَعۡیُنَہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ) (مائدہ ٨٣) آپ دیکھتے ہیں معرفتِ حق کی بدولت ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

٢۔اشک حزن وحسرت:۔جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ سنتے کہ اُن کے لئے جنگ میں جانے کے امکانات نہیں ہیں تو وہ رو دیتے تھے (تَرٰۤی اَعۡیُنَہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ ۚ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۸۳﴾) (مائد۔ ٨٣) جب کہ ان کی آنکھیں اس غم میں آنسو بہا رہی تھیں کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ تھا(اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡہٰرَ خِلٰلَہَا تَفۡجِیۡرًا ﴿ۙ۹۱﴾) (اسراء۔٩١)

٣۔اشکِ خوف:۔جب بھی اولیاء اللہ کے سامنے ایات الٰہی تلاوت کی جاتیں تو وہ روتے روتے سجدہ میں چلے جاتے (خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا) (مریم۔٥٨) وہ سجدہ میں چلے جاتے اور روتے ہیں (وَ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَ یَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾) وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں اور روتے جاتے ہیں اور اللہ ان کا خشوع مزید بڑھا دیتا ہے (اسراء١٠٩)

٤۔اشک دروغ وفریب:۔مگر مچھ کے آنسو جن میں سراسر دھوکہ ہوتا ہے جیسا کہ برادران یوسف روتے ہوئے اپنے والد کے پاس آئے(یَّبۡکُوۡنَ ﴿ؕ۱۶﴾)

پیغام:

١۔سازشی لوگ جذبات اور وقت سے فائدہ اُٹھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں(عِشَآءً)

٢۔رونا ہر جگہ صداقت کی دلیل نہیں ہوتا لہٰذا ہر گریہ پر اطمینان نہ کیا کرو(یَّبۡکُوۡنَ ﴿ؕ۱۶﴾)

آیت نمبر ١٧

قَالُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَہَبۡنَا نَسۡتَبِقُ وَ تَرَکۡنَا یُوۡسُفَ عِنۡدَ مَتَاعِنَا

فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

اے ہمارے باپ ہم دوڑ میں آپس میں مقابلہ کرنے کے لئے گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے بھیڑیا آیا اور انہیں کھا گیا آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے چاہے ہم جتنا سچے ہوں۔(۱۷)

پیغام:

۱۔ایک جھوٹ کے لئے کئی جھوٹ بولنا پڑتے ہیں برادران یوسف نے اپنی خطا کی توجیہ وتاویل کے لئے تین جھوٹ بولے تھے۔انہوں نے کہا دوڑ کے مقابلے کے لئے گئے تھے۔یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔اور اسے بھیڑیا کھا گیا(نَسْتَبِقُ۔۔وَتَرَكْنَا۔۔فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ)

۲۔کہا گیا ہے جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا حالانکہ وہ جناب یوسف کو کھیل کود کے لئے لے گئے تھےلیکن واپسی پر اپنے والد سے کہا ہم یوسف کو سامان کے پاس چھوڑ گئے تھے(وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا)

۳۔دوڑ کے مقابلے کا رواج سابقہ اقوام میں تھا(نَسْتَبِقُ)

۴۔خیانت کار ڈرپوک اور جھوٹا ہوتا ہے راز کے فاش ہونے سے ڈرتا ہے (وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾)

۵۔جھوٹے کا اصرار ہوتا ہے کہ لوگ اسے سچا کہیں۔(وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾)

آیت نمبر ۱۸

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ ان کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر لائے (جناب یعقوبؑ) نے کہا تم نے اپنی طرف سے ایک بات بنائی ہے خیر میں صبر کرتا ہوں جو اچھا ہے جو بات تم بیان کرر ہے ہو اس پر تو اللہ سے ہی مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔ (۱۸)

نکات:

۱۔ تقدیر الٰہی پر صبر کرنا ایک خوبصورت اور قابل تعریف عمل ہے کہ جناب یعقوبؑ فرماتے ہیں فصبر جمیل! اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جناب یعقوبؑ نے وحی کے ذریعے جان لیا تھا کہ یوسف زندہ ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر جناب یعقوبؑ کوئی ایسا کام کرتے تو ان کے ظن و گمان میں اضافہ ہو جاتا اور وہ کنویں پر جا کر جناب یوسفؑ کا خاتمہ کر دیتے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس سے ظالموں پر توبہ کے دروازے کلی طور پر بند ہو جائیں۔

پیغام:

۱۔ ڈرامہ بازی سے ہوشیار رہیں (بِدَمٍ كَذِبٍ)

۲۔ نام نہاد مظلومیت کے فریب میں نہیں آنا چاہیئے حضرت یعقوبؑ یوسف کی خون آلود قمیص لانے اور مگر مچھ کے آنسو بہانے پر ان کے فریب میں نہیں آئے تھے بلکہ فرمایا تھا یہ سب تمہارے نفوس کی کاروائی ہے (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ)

۳۔ شیطان اور نفس انسانی گناہ کو خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے پھر اس گناہ کے انجام کی تاویل کرتا ہے (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ)

۴۔ جناب یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسف کو بھیڑیے نے نہیں کھایا اس لئے آپ نے ان کے بھائیوں سے ان کی ہڈیاں یا باقی جسم کا مطالبہ نہیں فرمایا (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ)

۵۔ حوادث کے دو رخ تھے بلا وسختی (بِدَمٍ كَذِبٍ) وصبر زیبائی (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ)

۶۔ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام نے حوادث کے سامنے خوبصورت ترین عملی مظاہرہ فرمایا (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ)

۷۔ مشکلات مصائب میں اندرونی صبر و توانائی کے ساتھ ساتھ الٰہی امداد کو بھی اسی ذات سے طلب کرنا چاہیئے (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ)

۸۔ صبر کے لئے خداوند سے دعا کرنی چاہیے (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ)

۹۔ سب سے اعلیٰ صبر کی تعریف یہ ہے کہ دل غم کی آگ میں جلتا رہے آنکھوں سے اشک جاری و ساری ہوں لیکن خدا

فراموش نہ ہو (وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ)

۱۰۔ جناب یوسفؑ کے خلاف ان بھائیوں کی سازش ایک پُر درد کہانی ہے اس لئے انہوں نے اس کو برداشت کرنے کے لئے اللہ سے مدد مانگی (وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَان)

۱۱۔ حضرت یعقوبؑ نے جب اپنی زبان پر (وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۝۱۸) جاری فرمایا اور "عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ" (حجرات ۔ ٦) نہ فرمایا تو برادران یوسف نے سمجھ لیا تھا کہ ان کے اس دعویٰ کو ان کا والد قبول کرنے والا نہیں ہے۔

آیت نمبر ۱۹

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۝۱۹

ترجمۃ الآیات

اور ایک قافلہ آیا انہوں نے اپنے سقاء کو بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا وہ بولا کیا خوب یہ ایک لڑکا ہے اور انہوں نے اسے اپنا سرمایہ قرار دے کر پوشیدہ رکھا اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ (۱۹)

نکات:

۱. خداوند تعالیٰ اپنے خالص اور مخلص بندوں کو ان کی آزمائش کے وقت انہیں اکیلا نہیں چھوڑتا بلکہ حوادث ومشکلات سے نجات دلاتا ہے جناب نوحؑ کو پانی کے اوپر جناب یونسؑ کو پانی کے اندر اور جناب یوسفؑ کو پانی کے کنارے سے نجات دی اور اسی طرح جناب ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے اور جناب موسیٰؑ کو دریا کے درمیان سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غار کے اندر سے اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو شب ہجرت میں نجات دی جب کہ آپ پیغمبرؐ کے بستر پر سوئے ہوئے تھے۔

۲. ارادہ الٰہی کارفرما ہوا کنویں کی رسی جناب یوسفؑ کے لئے وسیلہ بن گئی کہ جناب یوسفؑ کو کنویں کی گہرائیوں سے تخت وتاج اور شاہی محل کی منزل تک جا پہنچایا آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ خدا کی عنایت انسان کو کن کن منزلوں تک لے جاسکتی ہے (وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو (ال عمران ۱۰۳)

پیغام:

۱. کبھی خویش واقارب کنویں میں ڈال دیتے ہیں لیکن خداوند تعالٰی غیروں کے ذریعے راہ نجات پیدا فرماتا ہے (وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ)

۲۔ تقسیم کار مدیریت اور اجتماعی زندگی کے اصولوں میں ایک ہے۔،،وَارِدَهُمْ،،اس کا معنی ہے مسئول آب جس کے ذمہ پانی لانا ہوتا ہے۔

۳۔ معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو انسان کو بھی مال ومتاع کی سے دیکھتے ہیں (بِضَاعَةً)

۴۔ حقیقت کو لوگوں سے تو چھپایا جا سکتا ہے لیکن خدا کے معاملے میں کیا کریں اس کے سامنے تو کوئی چیز مخفی نہیں (وَاَسَرُّوْهُ۔۔۔وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹)

آیت نمبر ۲۰

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝۲۰

ترجمۃ الآیات

اور قافلہ والوں نے جناب یوسف کو چند درہموں کے عوض فروخت کر دیا اور وہ اس بارے میں بے رغبت تھے۔(۲۰)

پیغام:

۱۔ جو مال آسانی کے ساتھ ہاتھ سے چلا جاتا ہے (وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ)

۲۔ غلامی اور بردہ فروشی کا نظام بہت پرانا ہے (وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ)

۳۔ جناب یوسفؑ کے لئے قافلہ والوں کی بے رغبتی آپ کے مستقبل کے لئے فائدہ مند رہی (وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ)

۴۔ جو آدمی کسی قیمتی چیز کی قیمت سے واقف نہیں ہوتا اسے کوڑیوں کے مول بیچ دیتا ہے (بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ) قافلہ والے جناب یوسفؑ کی قیمت نہیں جانتے تھے۔

۵۔روپے پیسے کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے(دَرَاھِمَ)

٦۔باقیمت انسانوں کی قیمت ایک دن ضرور آشکار ہوتی ہے قسمت میں جو آزمائشیں لکھی ہوتی ہیں اسے بھی جھیلنا پڑتا ہے (اگر آج یوسفؑ ایک غلام کی صورت میں بک رہے ہیں تو آنے والا کل انہیں ایک حکمران کے روپ میں دیکھے گا(وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۭ بَخۡسٍ)

۷۔بے معرفت اور غافل مردوں نے جناب یوسفؑ کو چند کوڑیوں کے مول بیچ دیا لیکن با معرفت اور اہل دل عورتوں نے اپنی پہلی نظر میں یک زبان ہو کر کہا (اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (رُبَّ اِمۡرَاَةٍ اَفۡقَهُ مِنۡ رَجُلٍ) بہت سی عورتیں مردوں سے زیادہ احساس وشعور رکھتی ہیں۔

آیت نمبر ۲۱

وَقَالَ الَّذِى اشۡتَرٰٮهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِىۡ مَثۡوٰٮهُ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا‌ ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ فِى الۡاَرۡضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۱

ترجمة الآيات

اور مصر کے جس آدمی نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا اسے عزت کے ساتھ رکھنا ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا پھر ہم اُسے اپنا بیٹا بنالیں اور اس طرح دنیا میں یوسف کے لئے اقتدار ملنے کا سامان کر دیا اور اس لئے کہ ہم انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کریں اور اللہ اپنے امر کے پورا کرنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۲۱)

نکات:

قرآن مجید کے اندر یہ کلمات (عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا) دو مقام پر آئے ہیں ایک اس وقت جب حضرت موسیٰؑ کی صندوق کو پانی سے نکالا گیا تو زوجہ فرعون نے کہا تھا اسے قتل نہ کیجئے شاید مستقبل میں اس سے ہمیں فائدہ حاصل

ہو۔ دوسرا مقام عزیز مصر نے اپنی زوجہ سے کہا تھا اس غلام کو احترام کے ساتھ رکھو شاید آئندہ زمانے میں ہماری مشکلات میں معاون ثابت ہو۔ جی ہاں یہ سب کچھ خداوند تعالٰی کے ارادہ سے ہوا تھا وہاں ظالم حکمران کے دل میں نوزائندہ کی محبت اور یہاں ان کے لئے وہ راہیں ہموار کر دیں جن پر چل کر جناب یوسفؑ نے ان کی حکومت کو سنبھالنا تھا۔

پیغام:

ا۔ بزرگواری کی علامات جناب یوسفؑ میں نمایاں تھیں جن بنا پر حکمران مصر نے اپنی ملکہ سے کہا اسے احترام سے رکھنا(اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ)

۲۔ عزیز مصر کی زوجہ کو اپنے گھر میں مرکزیت حاصل تھی (اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ)

۳۔ اپنے اطراف اور اپنی جان پہچان والے لوگوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی دعوت دیں (اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ)

۴۔ دوراندیش رہیئے تا کہ مستقبل کے امور نگاہ میں رہیں(اشْتَرٰىهُ ..... عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ)

۵۔ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ عزت احترام سے پیش آنا چاہیئے تا کہ ان کی نصرت و یاری کی امید رکھی جاسکے (اَكْرِمِيْ.... اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ)

۶۔ قلوب پر اللہ تعالٰی کی حکمرانی ہے جناب یوسفؑ کے خریدار کے دل میں ان کی بھرپور محبت ڈال دی (عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا)

۷۔ کسی کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت جلدی نہیں کرنا چاہیئے آزماتے جاؤ اور مرحلہ وار فیصلہ کرتے جاؤ (عزیز مصر نے جناب یوسفؑ کو خریدتے وقت انہیں اپنے گھر میں بطور معاون رکھا (عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَا) پھر آہستہ آہستہ ان کے عادات واطوار کو دیکھ کر فرزند قرار دیا(اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا)

۸۔ کسی کو اپنا بیٹا بنا لینے کی رسم گذشتہ ادوار میں موجود تھی(اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا)

۹۔ عزیز مصر کا بیٹا نہیں تھا(اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا)

۱۰۔ اگر خداوند تعالٰی چاہے تو جانی دشمن بھی بہتری و برتری کا سبب بن جاتے ہیں (برادران نے یوسف کو چاہ میں ڈالا اور جناب یوسفؑ کو کاخ وجاہ مل گیا(وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ)

۱۱۔ زیر دستوں کو بے کار خیال نہیں کرنا چاہیئے ممکن ہے کل کے حکمران وہی بن جائیں(مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ)

۱۲۔ علم ودانش کی اساس پر اہم ترین ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں(مَكَّنَّا .... وَلِنُعَلِّمَهٗ)

۱۳۔ تھوڑی سی سختیوں کے نیچے شیرینی کے سمندر موجزن ہوتے ہیں (وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ۔۔۔ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ)

۱۴۔ خداوند تعالیٰ کے قوی و غالب ارادے نے جناب یوسف کو چاہ سے اٹھا کر جاہ پر بٹھا دیا (مَكَّنَّا لِيُوسُفَ)

۱۵۔ خداوند تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اچھائی و زیبائی کو برائی پر غالب کر دیتا ہے (وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ)

۱۶۔ بعض اوقات جس امر کو ہم مصیبت خیال کرتے ہیں حقیقت میں وہ خدا کا ایک منصوبہ ہوتا ہے جس سے اس کا ارادہ پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے (وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ)

۱۷۔ بسا اوقات کوئی حادثہ ظاہراً ناگوار نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس میں اچھائیاں چھپی ہوتی ہیں (جناب یوسفؑ ظاہر میں تو کنویں میں ڈالے گئے تھے لیکن حقیقت کچھ اور بن گئی (مَكَّنَّا لِيُوسُفَ۔۔۔ لَا يَعْلَمُونَ)

۱۸۔ لوگوں کی نظر حوادث کے ظاہر پر ہوتی ہے لیکن وہ خدائی مقاصد سے بے خبر ہوتے ہیں (لَا يَعْلَمُونَ)

آیت نمبر ۲۲

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب وہ پورے طور پر جوان ہوئے ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا ہے اور ہم نیک اشخاص کو یونہی صلہ عطا کرتے ہیں۔ (۲۲)

نکات:

کلمہ اَشُدَّ ،،شد،، سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ،،مضبوط و محکم گرہ،، اس کلمہ سے انسان کی جسمانی روحانی پختگی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال مختلف معانی کے لئے کیا گیا ہے۔

۱. بلوغ: ۔ کے معنی کے لئے آیا ہے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۴ میں آیا ہے (حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ) یعنی مال یتیم کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ سن بلوغ تک نہ پہنچ جائے۔

۲. چالیس سالہ مدت: ۔ چالیس سالہ مدت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے سورہ احقاف کی آیت نمبر ۱۵ میں ہے (بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً) یعنی وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچ جائے اور چالیس سالہ ہو جائے۔

۳. قبل از بڑھاپے کی عمر:۔اس معنی کے لئے بھی سورۂ غافر کی آیت نمبر ۶۷ میں استعمال ہوا ہے(ثُمَّ یُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ ثُمَّ لِتَكُوۡنُوۡا شُیُوۡخًا) پھر تم کو بچہ بنا کر ماں کے پیٹ سے نکالتا ہے پھر زندہ رکھتا ہے تا کہ تم جوانی تک پہنچو پھر اور زندگی دیتا ہے تا کہ بوڑھے ہو جاؤ۔

پیغام:

۱. معاشرے کی قیادت کے لئے جہاں علم ودانش کی ضرورت ہے وہاں جسمانی طاقت وتوانائی کی بھی ضرورت ہے۔(وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ)

۲. عزت وعظمت اپنے وقت میں آجاتی ہے۔(وَلَمَّا بَلَغَ... اٰتَیۡنٰهُ)

۳. حکمت اور ہے علم اور ہے(علم دانش ہے اور حکمت بینش ہے) جو انسان کو حق وحقیقت کی منزل پر پہنچا دیتے ہیں (اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا)

۴. انبیاء علیہم السلام کے علوم کسبی نہیں ہوتے(اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا)

۵. علم وحکمت جب اکٹھے ہو جائیں تو کامیابی کامرانی کا بہترین ذریعہ بن جاتے ہیں(حُكۡمًا وَّعِلۡمًا)

۶. لوگوں کو معزولی اور منصب کے شرائط بتائے جائیں(اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا... وَّ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ)

۷. ہمیں چاہیے نیکیاں کریں تا کہ جزائے الٰہی کے مستحق قرار دیئے جائیں (نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴿۲۲﴾)

۸. اچھے کام کرنے والے ہی اس دنیا میں کامیاب ہیں (كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴿۲۲﴾)

۹. ہر علمی اور جسمانی توانائی رکھنے والا افرد الطاف خداوندی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے بلکہ اس کیلئے محسن ہونا بھی ضروری ہے(وَ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴿۲۲﴾)

آیت نمبر ۲۳

وَرَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَقَالَتۡ هَیۡتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴿۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور یوسف جس عورت کے گھر میں تھے اس نے انہیں اپنی طرف قائل کرنا چاہا اور اُس نے دروازوں کو بند کر دیا اور کہا آ جاؤ (یوسف) نے کہا اللہ کی پناہ یقیناً میرے رب نے مجھے اچھا مقام بخشا ہے بے شک اللہ ظالموں کو فلاح نہیں دیتا۔(۲۳)

نکات:

(الف) قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ) کی تفسیر کے بارے میں دو احتمال ہیں۔

ا۔اس آیت میں ,,اِنَّهٗ رَبِّيْٓ،، کا معنی خداوند تعالی میرا پروردگار ہے کہ جس نے میرا مقام مرتبہ بلند فرمایا اور میں اس کی پناہ چاہتا ہوں۔

۲۔عزیز مصر میرا رب ہے اور میں نے اس کا نمک کھایا ہے اور اس نے میرے بارے میں تجھ سے کہا تھا (اَحْسَنَ مَثْوَايَ) اس کا مقام بلند رکھنا لہٰذا میں اس کی خیانت نہیں کرتا دونوں احتمالات کے طرفداران نے اپنے اپنے شواہد پیش کئے ہیں لیکن ہمارے نظریئے میں پہلا احتمال حق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت یوسفؑ تقوی الٰہی کی وجہ سے ارتکاب گناہ سے محفوظ رہے اس لئے آپ کا مقصود ,,اِنَّهٗ رَبِّيْٓ،، سے عزیز مصر نہیں تھے کہ میں عزیز مصر کے گھر میں رہ رہا ہوں اور اس کا مجھ پر حق بنتا ہے لہٰذا میں اس کی بیوی کے بارے میں برا نہیں سوچ سکتا کیونکہ یہ پہلو اُس پہلو کے مقابلے میں جس میں تقوی الٰہی ہے کوئی وزن نہیں رکھتا البتہ اس سورۃ میں چند مقامات پر کلمہ ,, ربك،، استعمال ہوا ہے اس سے مراد خداوند تعالی کی ذات والا صفات ہے حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر کو اپنا رب کہنا ان کی شان ومنزلت سے بہت دور ہے کیونکہ وہ نبی تھے۔

(ب) اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے خدا کے حضور پناہ کی درخواست کرتے ہیں اور نتیجہ حاصل کرتے ہیں حضرت موسیٰ نے فرعون کے فتنوں سے نجات کے لئے خداوند تعالی سے پناہ مانگی (اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۝۲۷ (غافر ۲۷) مادر مریم فرماتی ہیں (اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) اس سورہ میں حضرت یوسف بھی خدا کی پناہ میں آتے ہیں قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ۔خداوند تعالی نے اپنے پیغمبر اکرمؐ کو حکم فرمایا (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ..) (الناس۔ا)

(ج) اعوذ باللہ کی بجائے فوراً خداوند تعالی کی پناہ میں جاتے ہوئے فرمایا (مَعَاذَ اللّٰهِ) میں اللہ کی پناہ میں ہوں یہ نہیں فرمایا میں اللہ سے پناہ کی درخواست کرتا ہوں کیونکہ ایسا کہتے وقت ان کی ذات کا اظہار ہوتا گویا اس موقع پر اپنی ذاتی حیثیت کے اظہار کی بجائے خدا کی ذات کا سہارا لیا۔

پیغام:

۱. گناہان کبیرہ کے دروازے نرم لہجہ اور پیار ومحبت کی باتوں سے کھلتے ہیں۔(وَرَاوَدَتْهُ ۔۔۔فِيْ بَيْتِهَا)

۲. صرف مردوں کا پاکدامن ہونا کافی نہیں بسا اوقات عورتیں بھی مردوں کی پریشانی کا سبب بن جاتی ہیں (وَرَاوَدَتْهُ)

۳. قدرت وشہوت اس قدر ہوئی کہ اس نے بادشاہ کی بیوی کو اپنے ہی غلام کے عشق کا اسیر بنادیا(وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ)

۴. کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ غلطی کرنے والوں کا نام نہ لیا جائے بلکہ اشاروں کنایوں سے اس کا ذکر کیا جائے(الَّتِيْ)

۵. نوجوان لڑکوں کو ان گھروں میں اکیلا نہیں رکھنا چاہیئے جہاں نوجوان لڑکیاں موجود ہوں کیونکہ اس سے پیار محبت کے دروازے کھل سکتے ہیں (وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَفِيْ بَيْتِهَا)

۶. آغازِ عشق پیار بھری باتوں سے ہوتا ہے اور بتدریج بڑھتا رہتا ہے حضرت یوسفؑ اس گھر میں مستقل رہ رہے تھے ان کی دائمی رہائش آہستہ آہستہ عزیز مصر کی بیوی کے عشق کا سبب بنا(فِيْ بَيْتِهَا)

۷. وہ مسائل جو اخلاقی مفاسد سے متعلقہ ہیں انہیں کھول کھول کر بیان نہیں کر دینا چاہیئے (وَرَاوَدَتْهُ ۔۔۔ وَغَلَّقَتِ)

۸. نامحرم زن ومرد کو اکیلے بند ماحول میں نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ اس ماحول میں برائی کے امکانات ہیں(وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ)

۹. زنا کی برائی تاریخ میں ہمیشہ موجود رہی ہے اس لئے زلیخا نے تمام دروازوں کو اچھی طرح بند کر دیا تھا(وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ)

۱۰. جب انسان پر تمام دروازے بند ہو جائیں تو الٰہی پناہ کے دروازے کھل جاتے ہیں(وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ ۔۔۔ قَالَ مَعَاذَاللهِ)

۱۱. الٰہی آزمائشوں کے انداز مختلف ہیں کبھی چاہ میں کبھی درکاخ میں (وَرَاوَدَتْهُ ۔۔۔ قَالَ مَعَاذَاللهِ)

۱۲. تقویٰ اور ارادے کی پختگی کے ذریعے خطا اور انحرافات پر غلبہ ممکن ہے(قَالَ مَعَاذَاللهِ)

۱۳. خداوند تعالی پر نگاہ ایک ایسا عمل ہے جو گناہوں سے روک دیتا ہے(قَالَ مَعَاذَاللهِ)

۱۴. جہاں گناہوں نے گھیرا تنگ کر دیا ہو وہاں خدا کی پناہ میں آجانا چاہیئے (قَالَ مَعَاذَالله)

۱۵. اگر کوئی حاکم یا بزرگ ہمیں گناہ کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے (هَيْتَ لَكَ ط قَالَ مَعَاذَاللهِ) لوگوں کی اطاعت کی خاطر خدا کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے (لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)

۱۶. حکومتی محل میں بھی انسان اگر چاہے تو پاک دامن وصادق اور امین رہ سکتا ہے(قَالَ مَعَاذَاللهِ)

۱۷. غریزہ جنسی کے خطرات اتنے طاقتور ہیں کہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرنا پڑی (قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ)

۱۸. ھواو ہوس کا پتلا بھی رسوائی اور جگ ہنسائی سے ڈرتا ہے زلیخا نے دروازوں کو مضبوطی کے ساتھ بند کر دیا لیکن جو خدا کا بندہ تھا اس نے کہا (قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ)

۱۹. انجام گناہ (زنا) انسانی کرامت کے لئے ناسازگار ہے (مَعَاذَ اللّٰهِ)

۲۰. نفس کو خداوند کی یاد سے گناہوں سے بچایا جا سکتا ہے (قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ)

۲۱. گناہ کے خلاف پہلا اقدام ذکر خدا ہے اور اس سے پناہ کی درخواست ہے (مَعَاذَ اللّٰهِ

۲۲. تقویٰ کی اعلیٰ ترین قسم یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حقوق اور اس کی محبت میں گناہوں کو ترک کر دیا جائے نہ کہ دنیا میں رسوائی کے خوف سے اور آخرت میں جہنم کے ڈر سے (قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ)

۲۳. الطاف الٰہی کی یاد ترک گناہ کے عوامل میں سے ایک عامل ہے (اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ)

۲۴. انجام گناہ کے نتائج کی یاد ارتکاب گناہ سے روک دیتی ہے (اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ)

۲۵. پاکدامن نوجوانوں کے ساتھ زنا یا اسکی سازش خود اپنی ذات پر اپنے ہمسر پر معاشرے پر اور افراد پر ظلم ہے۔ (اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

۲۶. ایک لمحے کا گناہ انسان کو ابدی کامیابی سے بہت دور کر دیتا ہے (اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

۲۷. ارتکاب گناہ ناشکری اور کفران نعمت ہے (اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

۲۸. جناب یوسفؑ جب بند کمرے میں زلیخا کے ساتھ تھے تو اس وقت انہیں زلیخا کے فلاح کی فکر تھی (اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

۲۹. انسان کو چاہیئے اپنے مقام و مرتبہ کو سمجھے معمولی چیز کے بدلے اپنے آپ کو فروخت نہ کرے (اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

۳۰۔ ہر کام میں اس کی عاقبت کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ (لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

۳۱۔ اگر ایک دروازے سے ظلم داخل ہو تو دوسرے دروازے سے فلاح رخصت ہوجاتی ہے۔ (لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾)

آیت نمبر ۲۴

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمة الآيات

اس نے قصد کیا ان کی طرف اور وہ بھی قصد کرتے اس طرف اگر وہ اپنے رب کی طرف برہان نہ دیکھ چکے ہوتے اس لئے کہ ہم ان سے برائی اور ہوس ناکی کو دور رکھیں کیونکہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ (۲۴)

نکات:

(الف) امام صادقؑ فرماتے ہیں برہان رب وہی نور علم اور یقین وحکمت تھا جس کا ذکر ابھی گزشتہ آیت میں آیا ہے (اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا) (ھود۔ ۲۲) بعض روایات میں آیا ہے کہ برہان رب سے مراد باپ یا جبرئیل کے قیافے کا مشاہدہ ہے ایسی روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں (تفسیر کشف الاسرار)

(ب) قرآن مجید میں دشمنان خدا کی ان سازشوں کا ذکر آیا ہے جو انہوں نے اس کے ولیوں کے خلاف کیں لیکن خداوند تعالیٰ نے ان کی ان شازشوں کو نقش برآب بنا دیا جنگ تبوک کی واپسی پر منافقین نے سازش کی پیغمبر اکرمؐ کی ناقہ کو ڈرایا جائے تا کہ پیغمبر اکرمؐ شہید ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا (وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا) (توبہ ۷۴) وہ چاہتے تھے کہ جو عہد پیغمبر لے چکے ہیں اس کو توڑ دیں۔

(ج) جناب یوسفؑ معصوم اور پاک دامن تھے ان کی زبانی جو اس داستان یوسف کے مرکزی کردار تھے ہم ان کی تفصیل یوں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا (لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾) ہم نے یوسف کی برہان کے ذریعے مدد کی تا کہ برائی اور فحشاء کو ان سے دور کر دیں کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔

۲۔ جناب یوسفؑ نے فرمایا،(رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ) (یوسف۔ ۳۳) پروردیگار! مجھے قید اس چیز سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں دوسرے مقام پر فرمایا میں نے اپنے صاحب خانہ کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی۔

۳. زلیخا نے کہا: بیشک میں نے اسے اپنے ارادے سے پھسلانے کی کوشش کی مگر اس نے اپنی عصمت قائم رکھی۔

۴. عزیز مصر نے کہا (یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ۲۹) یوسفؑ اس معاملے سے درگزر کرو اور (اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ)۔

۵. شاہد نے گواہی دیتے ہوئے کہا اگر قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسف پاک دامن ہے۔(وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ...) (یوسف۔۲۷)

۶. مصر کی عورتوں نے کہا:(مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ) (یوسف۔۵۱) ہم نے اس کے بارے میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

۷. ابلیس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ تمام لوگوں کو فریب دے گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو تیرے بندے ہیں (اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ) (ص۔ ۸۳) اس آیت کے مطابق حضرت یوسف اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے۔

پیغام:

۱. اگر امداد الٰہی حاصل نہ ہو تو ہر کسی کے پاؤں لغزش کھا سکتے ہیں (وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ)

۲. غرایز کے اعتبار سے انبیاء عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں لیکن برہان ربی کی تائید سے گناہ سے محفوظ رہتے ہیں (وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ)

۳. ہر مقام اور ہر جگہ پر برہان پروردگار موجود ہے (وَهَمَّتْ بِهٖ..رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ)

۴. یاد الٰہی کی غفلت گناہوں کے ارتکاب کا سبب ہے اور اللہ کی یاد گناہوں سے محفوظ رہنے کا بہترین وسیلہ ہے (وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ)

۵. خلوص و اخلاص گناہوں سے بچنے کا بہترین عامل ہے (لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ..مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۲۴)

۶. خالصانہ عبادت گناہوں سے بہت دور کر دیتی ہے (لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ..مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۲۴)

۷. خداوند تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی حفاظت فرماتا ہے (لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ..مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۲۴)

۸. برائی اور خلوص ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے.(لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ..مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۲۴)

۹. خلوص و اخلاص صرف حضرت یوسف کے لئے خاص نہیں تھے ان کی راہ پر چلنے والا مخلصین میں سے ہوسکتا

ہے(لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ۔۔مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۲۴)

آیت نمبر ۲۵

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۲۵

ترجمة الآیات

وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ دیا پھر ان دونوں نے اس کے شوہر کو دروازہ پر پایا تو وہ کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔(۲۵)

نکات:

"اِسْتِبَاق" دو یا چند افراد کے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جناب یوسفؑ گناہ سے فرار کرتے ہوئے دروازے سے نکلے اور زلیخا اُن کے پیچھے بھاگی گویا کہ انہوں نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی (قَدّ) کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا طول میں پھٹنا اور (اَلْفَيَا) کے معنیٰ ہیں کسی چیز کو اچانک پالینا۔

پیغام:

۱. صرف معاذ اللہ کہہ دینا کافی نہیں گناہوں سے فرار کرنا بھی ضروری ہے(وَاسْتَبَقَا)

۲. بسا اوقات کوئی عمل ایک جیسا ہوتا ہے لیکن اس کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں (ایک دوڑ رہا ہے تا کہ گناہوں سے آلودہ نہ ہو اور دوسرا دوڑ رہا ہے تا کہ آلودہ کرے(وَاسْتَبَقَا)

۳. گناہ کے ماحول سے فرار لازمی ہے(وَاسْتَبَقَا الْبَابَ)

۴. دروازوں کے بند ہونے کا بہانہ کافی نہیں ہے دروازوں کی طرف حرکت کرنا چاہیے شاید وہ کھل

جائیں(وَاسْتَبَقَا الْبَابَ)

۵. مجرم کا جرم ثابت ہو کر رہتا ہے(وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ)

۶. بعض اوقات خود مجرم ہی مدعی بن جاتا ہے(قَالَتْ مَا جَزَآءُ)

۷. بعض اوقات ایک گناہ گار اپنے آپ کو گناہ سے بری کرنے کے لیے اپنے خویش واقارب کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کرتا ہے (بِأَهْلِكَ)

۸. صاحبان قدرت وطاقت خود گناہ گار ہوتے ہیں الزام دوسروں پر دیتے ہیں(مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا)

۹. مجرم اپنی برأت کے لیے دوسروں پر الزام لگا دیتا ہے(مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا)

۱۰. بعض اوقات سخن حق کو باطل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے(ایک شوہر دار عورت سے اگر کوئی برائی کا ارادہ کرے۔ ۔۔۔تو اس کو سزا دینا بات توحق ہے۔۔۔۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ فرد کون ہے جو برائی کا ارادہ رکھتا ہے(مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَن يُسْجَنَ)

۱۱. زلیخا عاشق نہ تھی بلکہ ہوس کی پتلی تھی ایک عاشق تو اپنی جان معشوق پر قربان کر دیتا ہے نہ وہ تہمت لگاتا ہے اور نہ زندان کی بات کرتا ہے(مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا)

۱۲. زندان اور مجرم کو زندان میں بند کرنے کی تاریخ بہت پرانی ہے(أَن يُسْجَنَ)

۱۳. سزا کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کو اپنے گھر پر غلبہ حاصل تھا(يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)

۱۴. ہوس سے لبریز عشق عاشق کو قاتل بنا دیتا ہے(يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)

۱۵. زلیخا کو حکومتی امور میں نفوذ حاصل تھا اور وہ احکام بھی جاری کرتی تھی(يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)

۱۶۔ کبھی اچانک کام والی جگہ کا دورہ کرنا چاہیے۔(أَلْفَيَا)

آیت نمبر ۲۶۔ ۲۷

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَآ إِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿٢٦﴾

وَإِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٢٧﴾

ترجمة الآیات

جناب یوسفؑ نے فرمایا یہ عورت مجھے پھسلانا چاہتی تھی اور اُس عورت کے خاندان کے کسی فرد نے گواہی دی کہ اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو یہ سچی ہے اور یوسفؑ جھوٹا ہے (کیونکہ اس صورت میں یوسفؑ اور عورت سامنے سے ایک دوسرے کے ساتھ الجھے ہیں اور یوسفؑ کی قمیص سامنے سے پھٹی ہے۔)(۲۶)

اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ جھوٹ بول رہی ہے اور وہ سچوں میں سے ہیں۔(۲۷)

نکات:

(الف) بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ وہ شاہد جس نے حضرت یوسفؑ کی عصمت کی گواہی دی تھی ایک چھوٹا بچہ تھا کہ جس نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح گہوارے میں گفتگو کی اس روایت کی سند ضعیف ہے اس لیے قابل غور نہیں۔ بلکہ وہ روایت بہتر ہے جس میں کہا گیا ہے اس شاہد سے عزیز مصر کے مشیروں میں سے ایک شخص کو مراد لیا جائے جو اس کی بیوی کا قریب کا رشتہ دار اور صاحب دانش و بینش تھا اور اُس نے بھی اتفاق سے وہ کیفیت دیکھ لی تھی جو عزیز مصر نے دیکھی تھی، اگر وہ اصل ماجرا کا شاہد ہوتا تو جملہ شرطیہ کا استعمال نہ کرتا اور یہ نہ کہتا(وَاِنۡ كَانَ)

(ب) حضرت یوسفؑ نے اس معاملے میں کسی قسم کی بات کرنے میں پہل نہ کی اگر عزیز مصر کی بیوی ان پر تہمت نہ لگاتی تو وہ قطعاً ایسی بات نہ کرتے جو اس عورت کی رسوائی کا سبب بنتی اور یہ الفاظ زبان پر نہ لاتے(هِيَ رَاوَدَتۡنِيۡ)

(ج) ہر شخص جو عفت و پاکدامنی کے اعتبار سے جتنا بلند و بالا ہے اتنا معرض تہمت میں ہے عورتوں میں سے کوئی عورت جناب مریمؑ سے زیادہ پاکدامن نہ تھی ان پر بھی ناپاکی کی تہمت لگائی گئی۔ مردوں میں جناب یوسفؑ سے پاک دامنی میں کوئی بڑھ کر نہ تھا ان کی طرف زنا کی نسبت دی گئی۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے ان دونوں شخصیات کی عفت و پاکیزگی کو بہترین انداز میں ثابت فرمایا۔

(د) داستان یوسفؑ میں ان کے کرتے کا بہت بڑا کردار ہے کرتے کا پیچھے کی طرف سے پھٹا ہونا جناب یوسفؑ کی عصمت و پاک دامنی اور عزیز مصر کی زوجہ کے جرم کی دلیل بن گیا۔ ایک دوسرے مقام پر ان کے کرتے کا پھٹا ہوا نہ ہونا ان کے برادران کے جرم کی دلیل بن گیا جب ان کے بھائیوں نے ان کو کنویں میں پھینکا تو ان کی قمیص کو خون سے آلودہ کر کے اپنے باپ کے پاس لے آئے تھے اور کہا تھا یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور اُس کا کرتہ کیوں نہیں پھٹا؟ اس داستان کے خاتمے پر ان کا یہ پیراہن ان کے والد کی بینائی کا ذریعہ بن گیا۔

پیغام:

۱. جس پر اتہام لگایا گیا ہو اُسے چاہیے کہ وہ اپنا دفاع کرے اور حقیقی مجرم کو بے نقاب کرے جب اُس عورت نے کہا(مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا) تو جناب یوسفؑ نے فوراً فرمایا(هِىَ رَاوَدَتۡنِىۡ)

۲. جو شخص مقام قضاوت پر ہے اُسے چاہیئے فریقین کے بیان سننے نہایت ہی باریک بینی سے کام لے اور جب حقائق سامنے آئیں پھر اپنا فیصلہ سنائے (داستان یوسفؑ میں عزیز مصر کی بیوی نے کہا یوسفؑ مجھ سے برائی کا مقصد رکھتا تھا(اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا) تو اُس وقت جناب یوسفؑ نے اس کی تہمت کو رد کرتے ہوئے فرمایا (هِىَ رَاوَدَتۡنِىۡ) پھر شاہد نے صدق اور کذب کو قمیص کے آگے یا پیچھے پھٹنے کے ساتھ مربوط کر دیا۔

۳. بے گناہ پر اپنا دفاع واجب ہے ہر جگہ خاموشی بہتر نہیں ہے(وَشَهِدَ شَاهِدٌ)

۴. حقیقت کو واضح کرنے کے لیے تعاون کرنا بہترین کام ہے(وَشَهِدَ شَاهِدٌ)

۵. قضاوت میں جو گفتگو مستند ہوتی ہے اور قرائن جس کی تائید کرتے ہیں وہ گواہ کی گواہی ہوتی ہے۔

۶. خداوند تعالیٰ اپنے بندوں پر غیر متوقع طور پر اپنی حمایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔(شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا)

۷. جہاں خدا چاہتا ہے وہاں مجرم کے خویش و اقارب خود مجرم کے خلاف مظلوم کے حق میں گواہی دے دیتے ہیں(وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا)

۸. مقام شہادت (گواہی) میں عزیز و اقارب اور حسب و نسب کی رعایت جائز نہیں ہے(وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا)

۹. جب شہادت دینے والے اپنے رشتہ دار کے خلاف گواہی دے رہے ہوں اور اُس کے مقابلے ایک غیر کے حق میں ہوں تو ایسا مورد بہتر اطمینان کا موجب ہے(وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا)

۱۰. قضاوت میں زیادہ توجہ مدعی کے بیان پر ہوتی ہے پھر اس کے بیان کے مدارک کی سند قابل غور ہوتی ہے۔(قَالَتۡ مَا جَزَآءُ.. قَالَ هِىَ رَاوَدَتۡنِىۡ... وَشَهِدَ شَاهِدٌ... اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ)

۱۱. قضاوت میں جرم کو جانچنے کی ضرورت ہوتی ہے(اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ)

۱۲. آثار ظریف سے جرائم کو پہچانا جا سکتا ہے اور اس سے مسائل بھی کشف ہو سکتے ہیں(اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ)

۱۳. قاضی کو چاہیئے کہ وہ دلائل کی بنیاد پر فیصلہ سنائے (اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ قُبُلٍ فَصَدَقَتۡ وَهُوَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ۝۲۶)

۱۴. جرم اور مجرم کی تشخیص کے قواعد کا جاننا ضروری ہے۔(وَاِنۡ کَانَ قَمِیۡصُہٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ)

آیت نمبر ۲۸

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیۡصَہٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّہٗ مِنۡ کَیۡدِکُنَّ ؕ اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمة الآیات

جب اس نے دیکھا کہ قمیص تو پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو کہنے لگا کہ یقیناً یہ تم عورتوں کی چال ہے یقیناً تمہاری چال بہت بھاری ہوتی ہے (۲۸)

نکات:

قرآن مجید نے شیطانی مکر وحیلہ کو کمزور کہا ہے (اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ﴿۷۶﴾) (نساء۔۷۶) لیکن اس آیت میں عورتوں کے مکر وحیلہ کو مضبوط اور بزرگ بیان کیا ہے تفسیر صافی میں آیا ہے کہ وسوسے لمحہ بھر کے لئے ہوتے ہیں، اَن دیکھے ہوتے ہیں اور چوری چھپے ہوتے ہیں جبکہ عورتوں کے وسوسے پیار ومحبت سے لبریز ہوتے ہیں آمنے سامنے ہوتے ہیں اور دائمی ہوتے ہیں۔

(ب) خداوند کبھی کبھار بڑے کاموں کو معمولی ذرائع سے پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے مثلاً:

۱۔ابرھہ بادشاہ کی تباہی وبربادی ابابیل جیسے پرندوں کے ذریعے۔

۲۔تارِ عنکبوت کے ذریعے پیغمبر اسلام کی حفاظت۔

۳۔کوے کے ذریعے نسل انسانی کی تعلیم۔

۴۔نومولود بچے کے ذریعے مریمؑ کی عصمت کا ثبوت۔

۵۔ہُدہُد کے ذریعے ایک ملک کا خدا پر ایمان لانا۔

۶۔سکوں کے ذریعے اصحاب کہف کی شناخت۔

پیغام:

۱۔قضاوت کا دارمدار دلائل پر ہے قضاوت میں حُب اور بغض کی کوئی حیثیت نہیں (فَلَمَّا رَاٰ قَمِيۡصَهٗ.. قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ)

۲۔منطقی استدلال ہر انسان کو مطیع ومنقاد کر دیتا ہے عزیز مصر نے جب شاہد کی بات سنی تو اُس نے اطاعت کی (وَشَهِدَ شَاهِدٌ...قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ)

۳۔جرم کی شناخت میں دقت سے کام لینا چاہیئے (قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ)

۴۔جب منزلِ یقین پر پہنچ جاؤ تو پھر فیصلے میں تردد سے کام نہ لو(فَلَمَّا رَاٰ ... قَالَ)

۵۔عزیز مصر منصف مزاج تھا اُس نے فریقین کے بیانات سے پہلے کسی پر تہمت نہ لگائی بیانات کے بعد فیصلہ جناب یوسف کے حق میں دیا(فَلَمَّا رَاٰ ... اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ)

۶۔حق ظاہر ہو کر رہتا ہے اور مجرم رسوا ہو کر رہتا ہے(اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ)

۷۔حق بات جتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو اسے قبول کرنا چاہیئے (اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ)

۸۔عورتوں کے مکر سے ڈرنا چاہیئے ان کا حیلہ خطرناک ہے (اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ)

۹۔مکر وحیلہ جتنا بڑا ہو قابل کشف وافشا ہے(فَلَمَّا رَاٰ ...قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ ﴿۲۸﴾)

آیت نمبر ۲۹

يُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ٚ وَاسۡتَغۡفِرِىۡ لِذَنۡۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـِٕيۡنَ ﴿۲۹﴾

ترجمة الآيات

اے یوسف اس سے درگزر کر واے عورت اپنے جرم سے توبہ کر یقیناً تو خطا کاروں میں سے ہے۔(۲۹)

پیغام:

۱۔عزیز مصر چاہتا تھا یہ معاملہ مخفی رہے لیکن لوگوں کی ادوار سے عادت رہی ہے وہ ہر ماجرا تک پہنچتے آ رہے ہیں تا کہ یوسف کی پاکدامنی ثابت ہو (يُوسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا)

۲۔لوگوں کے اعمال بد پر پردہ ڈالنا چاہیئے (اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا)

۳۔عزیز مصر نے اپنے مقام و مرتبے کے لئے جناب یوسف سے درخواست کی کہ وہ اس معاملے سے صرف نظر کریں (اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا)

۴۔عزیز مصر نے محل نشینوں کی طرح اپنے مسئلہ ناموس اور غیرت میں سستی کا مظاہرہ کیا استغفار پر اکتفاء کیا اور اپنی بیوی کو کوئی زجر و توبیخ نہ کی (وَاسۡتَغۡفِرِيۡ)

۵۔غیر الٰہی رہبران اپنی آوارہ مزاج بیویوں کے میں کسی قسم کے قطعی فیصلے کرنے کی ہمت نہیں رکھتے (وَاسۡتَغۡفِرِيۡ)

۶۔عورت کے کسی غیر مرد سے ناجائز تعلقات غیر شرعی ہیں (وَاسۡتَغۡفِرِيۡ لِذَنۡۢبِكِ)

۷۔جنسی بے راہ روی جیسے افعال کو جہاں الٰہی ادیان میں ناپسند کیا گیا ہے اس طرح بے دین لوگ بھی اِسے ناپسند کرتے تھے۔(وَاسۡتَغۡفِرِيۡ لِذَنۡۢبِكِ)

آیت نمبر ۳۰

وَقَالَ نِسۡوَةٌ فِى الۡمَدِيۡنَةِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰٮهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ‌ ۚ قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّا‌ ؕ اِنَّا لَنَرٰٮهَا فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ‏ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کر دیا عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کو پھسلانا چاہتی ہے اس کی محبت اس کے دل میں اثر کر چکی ہے ہم اُسے کھلی گمراہی میں دیکھ رہی ہیں ۔(۳۰)

نکات:

''شَغَاف،،کا معنی یہ ہے دل کے بالائی حصے کا پیچیدہ ہونا یا دل کے اوپر وہ نرم اور باریک جھلی جو غلاف کی طرح اُسے اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے اور ''شَغَفَهَا حُبًّا،، کا جملہ بتاتا ہے کہ زلیخا کا دل یوسف کی محبت میں گرہ خوردہ دل کی طرح ہو گیا تھا یعنی اُسے جناب یوسف سے شدید عشق ہو گیا تھا (تفسیر نمونہ)

(ب) دو گروہوں نے جناب یوسفؑ کی وجہ سے دوسروں کی طرف اس کی محبت میں گمراہی کی نسبت دی ایک گروہ ان کے برادران تھے انہوں نے اپنے والد کی یوسفؑ سے بے پناہ محبت کو دیکھتے ہوئے کہا (اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ) ہمارے والد کھلی گمراہی میں ہیں دوسرا گروہ مصر کی عورتوں کا تھا انہوں نے زلیخا کو ان کی محبت میں گمراہ کہا (اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ) (یوسف۔۸)

(ج) ہر ایک نے یوسف کو اپنے لئے چاہا جناب یعقوبؑ نے فرمایا (يٰبُنَيَّ) انہوں نے از راہ فرزند چاہا کاروان نے بطور سرمایہ چاہا (وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ) (یوسف۔۲۰) عزیز مصر نے اس لئے خریدا کہ اسے اپنا بیٹا بنائے گا (نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا) (یوسف۔۵) زلیخا نے از روح معشوق چاہا (شَغَفَهَا حُبًّا)

قیدیوں نے انہیں اپنے خوابوں کی تعبیر بتانے والے کے طور پر جانا () لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے برگزیدہ رسول جانا۔ جو کچھ بھی ان کے لئے ہوا وہ یہی مقام رسالت ہے (نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ) (یوسف۔۳۶)

پیغام:

۱. بادشاہوں کے گھروں کی باتیں بہت جلد عام ہو جاتی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ان امور کی طرف توجہ دیں (وَقَالَ نِسْوَةٌ۔۔امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ)

۲. دروازوں کے بند کرنے کے حفاظتی پروگرام اسے رسوائی سے نہیں بچا سکے (قَالَ نِسْوَةٌ۔۔اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ)

۳. خاندان کے افراد کی غلطیاں خاندان کے سربراہ سے منسوب کر دی جاتی ہیں (اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا)

آیت نمبر ۳۱

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً

وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ‌ ۚ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ ۖ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

پس اس نے جب عورتوں کی مکارانہ باتوں کو سنا تو انہیں بلا بھیجا اور ان سب کے لئے علیحدہ علیحدہ مسندیں بچھوا دیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی تاکہ پھل کاٹیں پھر اس نے یوسف سے کہا ان کے سامنے نکل آؤ جب ان سب نے دیکھا تو انہیں بڑا حسین پایا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں سبحان اللہ یہ بشر نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔(۳۱)

نکات:

(الف) کلمہ "قَطَّعۡنَ" "قطع" سے نکلا ہے اور باب تفعیل ہے اس کا معنی یہ ہوا مصر کی عورتوں نے جب جناب یوسف کو دیکھا تو اس قدر مبہوت ہوئیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو مختلف جگہوں سے چھری سے کاٹ دیا۔

(ب) کلمہ "حَاشَا" "حاشیه" اور کنارے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہ رسم زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے کہ جب لوگ کسی کو عیب سے پاک سمجھتے ہیں تو پہلے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں پھر اس شخص کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں (تفسیر المیزان)

(ج) عزیز مصر کی بیوی ایک سیاست دان عورت تھی زنانِ مصر کو اپنے ہاں دعوت دی تاکہ اپنی رقیبوں کو صورت حال سے آگاہ کرے اور انہیں ان کے ارادے اور مقاصد سے روکے۔

پیغام:

۱۔بعض اوقات دوسرے لوگوں کے ذاتی مسائل زیر بحث لانا ان سے ہمدردی اور دلسوزی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ حسد اور مکارانہ چالیں ہوتی ہیں (بِمَكْرِهِنَّ)

۲۔شاید جب زنانِ مصر نے زلیخا کے یوسف سے عشق معاشقے کی خبر سنی تو ان کے دلوں میں یوسف کے دیکھنے کی

خواہش پیدا ہوئی انہوں نے اس طریقے سے یوسف کا دیدار کیا(بِمَكْرِهِنَّ)

۳۔بعض اوقات مکر وحیلہ کا جواب مکر وحیلہ سے دیا جاتا ہے(مصری عورتوں نے عزیز مصر کی بیوی کے اس راز کے فاش ہونے پر تبصرے اور تجزیئے کئے تو ان کا جواب دینے کے لئے زلیخا نے انہیں اپنے ہاں دعوت دی اور اُسی انداز میں جواب دیا(اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ)

۴۔زلیخا نے اپنے خلاف اٹھنے والے طوفان بدتمیزی کو احسن انداز میں کنٹرول کیا سب سے پہلے ان افراد کی ٹوہ لگائی جو ان سازشوں میں مصروف تھے(یہ بات واضح ہے کہ زلیخا کے ہاں تمام دعوت شدگان ایک علاقہ کے افراد نہ تھے(فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ)

۵۔بعض اوقات ایک مجرم اپنی پاکیزگی اور صفائی کے ثبوت کیلئے جرم کی بات کو عام کردیتا ہے(فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ)

۶۔ہر مہمان کے لئے جداگانہ مہمان کاری پسندیدہ عمل ہے(وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا)

۷۔آقا کی اطاعت سوائے معصیت کے لازم ہے(وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ...)

۸۔شنیدن کی بود مانند دیدن،،سماعت دید کے مثل نہیں ہوسکتی۔(فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ)

۹۔انسان از راہ فطرت صاحب عزت وعظمت کی اس انداز میں قدر کرتا ہے جتنا وہ اس چیز کا مالک ہوتا ہے (اَكْبَرْنَهٗ)

۱۰۔زلیخا مصری عورتوں کو یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ تم نے ایک لحہ یوسف کا دیدار کیا اور اسے برداشت نہ کرسکیں وہ تو میرے گھر میں شبانہ روز رہ رہا ہے!(فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ)

۱۱۔کسی کی کوئی بات سن کر فوراً اس پر تنقید کے پتھر برسانے شروع نہ کردیں کہیں آپ اس کی زد میں نہ آجائیں۔(وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ)

۱۲۔جب تک انسان میدان آزمائش میں نہیں اترتا اس وقت تک بڑھکیں مارتا رہتا ہے جب وہ میدان میں اترتا ہے تو اسے اپنی حیثیت وماہیت کا پتہ چلتا ہے(فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ)

۱۳۔جب انسان کو عشق ہوتا ہے تو اس کیفیت میں ہاتھ کٹ جاتے ہیں کٹنے کا احساس ہی نہیں ہوتا(وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ) اگر آپ سنیں کہ امام علی علیہ السلام کے پاؤں سے حالت نماز میں تیر نکال لیا گیا تھا اور آپ کو تیر نکلنے کا احساس تک نہ ہوا تھا تو تعجب نہ کیجئے کیونکہ ایک عشق اگر کسی انسانی فرد سے ہوجائے تو اس کے دیدار میں ہاتھ کٹ جاتے ہیں اور ہاتھ کے کٹنے کا احساس تک نہیں ہوتا اگر انسان کو عشق معنوی یعنی اپنے رب سے عشق ہوجائے جو جمال واقعی رکھتا ہے تو وہاں انسان کا کیا حال ہوگا!

۱۴۔جناب یوسف اپنے حسن وجمال میں بے مثال تھے اور اسی طرح عفت و پاکدامنی میں بھی بے مثال تھے اور نمونہ عمل میں بھی ہیں(فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ ..وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ)

۱۵۔ ایک عورت کا عشق جناب یوسفؑ پر بھاری ثابت ہوا (عزیز مصر کی بیوی نے اس مہمانی کے ساتھ تمام عورتوں کے لئے اپنے عشق کی توجیہ کر ڈالی کہ اس نے یوسف سے کیوں عشق کیا تھا؟ لیکن برادران یوسف کے پاس یوسف سے حسد کرنے کی کوئی توجیہ نہ تھی)۔

۱۶۔ جمال یوسفؑ یوسفؑ کے لئے آزمائش بن گیا جس نے زندان پہنچادیا لیکن علم اور تقویٰ نے انہیں نجات سے ہمکنار کر دیا۔

۱۷۔ اس زمانے میں اہل مصر خداوند تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر ایمان رکھتے تھے (حَاشَ لِلّٰهِ... مَلَكٌ كَرِيمٌ)

آیت نمبر ۳۲

قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىۡ لُمۡتُنَّنِىۡ فِيۡهِ‌ؕ وَلَقَدۡ رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ‌ ؕ وَلَئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ‏ ﴿۳۲﴾

ترجمة الآيات

اس نے کہا وہ یہی ہے جس کے بارے میں تم لوگ مجھے ملامت کرتی تھیں اور بیشک میں نے اسے اپنے ارادے سے پھسلانے کی کوشش کی لیکن اس نے اپنی عصمت بچائے رکھی اگر اس نے میرا حکم نہ مانا تو ضرور قید کر دیا جائے گا اور ذلیل بھی ہوگا۔ (۳۲)

نکات:

معاشرتی اور نفسیاتی کیفیات مختلف افراد کے سامنے مختلف ہو جاتی ہے ایک وہ وقت تھا کہ عزیز مصر کی بیوی جب اپنے غلط کام کے فاش ہونے سے خوفزدہ ہوئی تو سارے دروازے بند کر دیئے تھے (وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ) لیکن جب زنان مصر کو اپنا ہم خیال پایا تو کھل کر بے خوف وخطر اعلان عام کر دیا (اَنَا رَاوَدْتُّهٗ) میں نے اُسے اس کام کی طرف بلایا تھا اسی طرح جب معاشرے میں ایک برائی برائی ہی نہیں رہتی تو گناہ کا ارتکاب آسان ہو جاتا ہے شاید اس کیفیت سے بچنے کے لئے دعائے کمیل کے اس جملے نے ہمیں متوجہ کیا ہے "اللھم اغفر لی الذنوب التی تحتك العصم" خدایا وہ گناہ جو میری پردہ دری کا

باعث بنتے ہیں وہ معاف فرما دے کیونکہ ابتدا میں گناہ کا ارتکاب سنگین ہوتا ہے لیکن سب پردے اُٹھ جاتے ہیں تو پھر ہر قسم کی ہچکچاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔

پیغام:

۱۔ دوسروں کو ملامت نہ کیا کرو کیونکہ تم خود بھی اس کا شکار ہو سکتے ہو (فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ)

۲۔ گناہ آلود عشق رسوائی اور جگ ہنسائی کا سبب بن جاتا ہے (وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ)

۳۔ جھوٹا شخص رسوا ہو کر رہتا ہے جس نے کل کہا تھا "اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا"، (یوسف۔۲۵) آج اس کے منہ سے نکل رہا ہے "لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ"، میں نے اُسے گناہ کی دعوت دی ہے۔

۴۔ اخلاص وعفت و پاکیزگی ناپاک لوگوں کو رسوا کر دیتی ہے (وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ)

۵۔ بسا اوقات دشمن بھی فریق مقابل کی بے گناہی کی گواہی دیتا ہے "فَاسْتَعْصَمَ"، کبھی مجرم کا ضمیر بھی جاگ اُٹھتا ہے۔

۶۔ پاکیزگی نبوت کا حصہ ہے۔

۷۔ وہ لوگ کیسے پاک طینت ہوں گے جو بدکاروں کی وجہ سے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں (فَاسْتَعْصَمَ۔۔ لَيُسْجَنَنَّ)

۸۔ گناہ گار لوگ اپنے ہدف کو سامنے رکھتے ہیں اور ہر صورت اس سے استفادہ کرتے ہیں (وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ)

۹۔ طاقت قوت کے ساتھ ایمان وتقویٰ نہ ہو تو پھر انسان اپنے نفس کی خواہشات کی راہوں پر چل پڑتا ہے (مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ)

۱۰۔ زلیخا مصری حکومت میں اختیارات رکھتی تھی (لَيُسْجَنَنَّ)

۱۱۔ اقتدار واختیار سے ناجائز فائدہ اٹھانا طاغوتوں کا کام ہے (لَيُسْجَنَنَّ)

۱۲۔ تحقیر وتوہین اور زندان کی دھمکی دینا طاغوتی حربہ ہے (لَيُسْجَنَنَّ۔۔ الصّٰغِرِيْنَ۝۳۲)

۱۳۔ ھوائے نفس اس قدر طاقتور ہوتی ہے رسوائی کے باوجود بھی انسان اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے (رَاوَدْتُّهٗ۔۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ)

۱۴۔ شکست خوردہ عاشق مرنے مارنے پر اُتر آتا ہے (قَالَتْ۔۔ لَيُسْجَنَنَّ۔۔ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ۝۳۲)

۱۵۔ شاہی محلات میں رہنے کا شوق غیرت کے لئے زہر قاتل ہے اگرچہ عزیز مصر کو اپنی بیوی کی خیانت کا علم ہو گیا تھا اور اس نے اسے یوسف کو ایک دوسرے سے دور نہیں کیا۔

۱۶۔خواہشات کے پجاری اور طاغوتی طاقتیں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ذلت وخواری کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۳

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمة الآیات

یوسف نے کہا اے میرے پروردگار! قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اگر تو ان کی چالوں کو مجھ سے دور نہ کرے گا تو میں ان کی طرف جھک جاؤں گا اور نادانوں میں شامل ہو جاؤں گا۔(۳۳)

نکات:

(الف) جناب یوسف سراپا جوانمرد تھے پہلی مرتبہ اپنے بھائیوں کے حسد کا شکار ہوئے لیکن ان کے حسد کو برداشت کیا ان سے کسی قسم کا جھگڑا نہ کیا دوسری مرتبہ زلیخا کے عشق کا نشانہ بنے لیکن گناہ نہ کیا تیسری بار جب آپ کے پاس طاقت وحکومت تھی تو اپنے بھائیوں سے انتقام نہ لیا۔ چوتھی مرتبہ جب اپنے ملک کو خطرات میں دیکھا بجائے کہ اپنے وطن لوٹ جائیں اسی ملک کے کمزور اقتصادیات کو اپنی تدابیر سے نجات دی۔

(ب) ہر شخص ایک محبوب رکھتا ہے جناب یوسف نے اپنی پاکدامنی کے لئے زندان کو محبوب بنایا کچھ لوگوں نے دنیا کو اپنا محبوب بنا رکھا ہے (اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا) (ابراہیم ۳)

لیکن ایک مومن کا محبوب اس کا خدا ہے (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ) (البقرہ) (۱۶۵

پیغام:

۱۔خدا کی ربوبیت پر نگاہ رکھنا آداب دعا میں سے ہے (رَبِّ)

۲۔اولیاء اللہ لذات گناہ پر قید وبند کو ترجیح دیتے ہیں (رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ)

۳۔انسان اپنے رب کی نصرت سے ہر صورت گناہ سے دور رہ سکتا ہے (رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ) گناہوں کی دنیا

سے ہجرت لازم ہے۔)

۴۔رنج وسختی گناہوں کے ارتکاب گناہ کی دلیل نہیں ہوسکتی (رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ)

۵۔دعاومناجات اوراپنے رب کی نصرت گناہوں اورانحرافات جنسی سے بچنے کا بہترین عامل ہے(رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ۔۔۔)

۶۔انسانی شخصیت روح سے مربوط ہے نہ کہ جسم سے اگر روح آزاد ہوتو پھر زندان بہشت ہے اگر روح حیران وپریشان قیدی کی مثل ہوتو محل اس کے لئے زندان ہے(السِّجْنُ اَحَبُّ)

۷۔تنہائیجب گناہوں سے دوری کی خاطر ہوتواس اجتماعیت سے بہتر ہے جس میں دعوت گناہ ہو۔(یوسف تنہائی چاہتے تھے خواہ قید میں جانے سے حاصل ہو۔)

۸۔رضا پروردگار کو بندوں کی رضا پر ترجیح دینا چاہئے(رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ)

۹۔کوئی شخص بھی پروردگار کے لطف کے بغیر محفوظ نہیں ہے(وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ)(سخت حالات میں نجات صرف خدا پر بھروسہ کرنے سے ممکن ہے)

۱۰۔خداوند تعالی اپنے مخلص بندوں کی آزمائشیں سخت سے سخت کردیتا ہے(جناب یوسف اس سے قبل ایک عورت کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اب ایک سے بڑھ کر کئی عورتوں کی نگاہ میں ہیں(كَيْدَهُنَّ، اِلَيْهِنَّ)

۱۱۔جناب یوسف گناہ سے اعراض کرتے ہیں اوراس کے مقابلے میں زنداں کو محبوب جانتے ہیں تواس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عصمت وپاکیزگی جناب یوسف کی رگ رگ میں رچی بسی تھی(رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ۔۔۔اَصْبُ اِلَيْهِنَّ)

۱۲۔بندوں کی رضا کے لئے خدا کو ناراض کرنا جہالت ہے(وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴿۳۳﴾)

۱۳۔گناہ علوم خداوندی اوراس کے عطایا کے سلب کا ذریعہ ہے ہم نے اس سے قبل آیات نقل کی ہیں جس میں ذکر ہے(اتيناه حكما وعلما جبکہ یہاں جناب یوسفؑ فرمارہے ہیں)(اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴿۳۳﴾)

۱۴۔گناہ گاری جہالت ہے(وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴿۳۳﴾)

۱۵۔جب انسان اپنی معلومات کے مطابق جان بوجھ کر عمل نہ کرے تو وہ جاہل بن جاتا ہے(وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴿۳۳﴾)

۱۶۔ہر جگہ آزاد ہونا قابل قدر نہیں اور ہر جگہ قید ہونا قابل مذمت نہیں۔(رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ)

۱۷۔جہالت صرف لاعلمی نہیں بلکہ ختم ہوجانے والے لذت کا انتخاب اوررضائے الہی کو نظرانداز کرنا،خاسل جہالت ہے۔(وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴿۳۳﴾)

آیت نمبر ۳۴

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾

ترجمۃ الآیات

پس اللہ نے یوسف کی دعا قبول کر لی اور یوسف سے ان عورتوں کے مکر کو دور کر دیا بے شک وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۳۴)

پیغام:

۱۔ مردانِ خدا مستجاب الدعوات ہوتے ہیں (فَاسْتَجَابَ لَهُ)

۲۔ کبھی شدائد و آزمائش نصرت الٰہی اور راہ نجات کا سبب بنتے ہیں (رَبِّ السِّجْنُ ... فَاسْتَجَابَ)

۳۔ عفت اور پاکدامنی دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہیں (رَبِّ السِّجْنُ ... فَاسْتَجَابَ)

۴۔ خلوص بھری دعائیں فوراً قبول ہوتی ہیں (رَبِّ ... فَاسْتَجَابَ)

۵۔ جناب یوسف کی دعا عورتوں کے مکر سے بچنے کی فوراً قبول ہوئی ( ) فاستجاب میں فا، فوراً قبولیت کی علامت ہے

۶۔ جو آدمی خدا کی پناہ میں آجائے وہ محفوظ ہو جاتا ہے (فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ)

۷۔ کبھی دشمن دشمنی کرتا ہے لیکن اس کی دشمنی میں فائدہ چھپا ہوتا ہے دشمن نے یوسف کو زندان میں ڈالا اس طرح یوسف کو زلیخا سے نجات مل گئی (فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ)

۸۔ نبوت کے علاوہ دوسرے لوگ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں (جناب یوسف ابھی نبی نہیں بنے تھے لیکن گناہوں سے معصوم تھے (فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ)

۹۔ دعا کی قبولیت دلیل ہے کہ خداوند اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے انہیں دیکھتا ہے اور ان کا علم رکھتا ہے (فَاسْتَجَابَ۔ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾)

۱۰۔ جو لوگ مرجع خلائق ہیں سب سے پہلے آنے والوں کی باتوں کو سنیں اور ان میں غور فکر کریں پھر ان کی مشکلات کو حل کریں کیونکہ خداوند کا طریقہ بھی یہی ہے پہلے وہ سنتا ہے پھر وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے (فَاسْتَجَابَ۔ هُوَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ (۳۴)

آیت نمبر ۳۵

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (۳۵)

ترجمۃ الآیات

پھر قدرت کی علامت دیکھنے کے باوجود انہوں نے فیصلہ کیا کہ کچھ مدت کے لئے یوسف کو ضرور قید کردیں۔ (۳۵)

پیغام:

۱۔ جب ایک دیوانہ کنویں میں پتھر ڈال دے تو ایک سو عقلمند مل کر بھی اسے باہر نہیں نکال سکتے عشق ایک عورت نے کیا لیکن وہ بہت سے مرد جو سربراہان مملکت تھے مل کر پورا زور لگا یا رسوائی ختم نہ کرسکے (بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا)

۲۔ حکومتی ایوانوں میں رہنے والے غیر ذمہ دار اور بے پرواہ ہوتے ہیں (مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ) ان تمام دلائل کے باوجود کہ یوسف حق پر ہے پھر بھی انہیں زندان میں ڈال دیا۔

۳۔ حسن و جمال ہمیشہ بخت آور نہیں ہوتا کبھی وبال جان بھی بن جاتا ہے (ثُمَّ بَدَا لَهُمْ ... لَيَسْجُنُنَّهٗ)

۴۔ طاغوتوں کے درباروں اور محلات میں ہونے والی کاروائیاں اور کسی کی غیر حاضری میں اس کے خلاف فیصلہ دینا محض ایک دکھاوا ہوتا ہے اس طریقے سے بے گناہوں کو مجرم بنا دیا جاتا ہے (لَيَسْجُنُنَّهٗ)

۵۔ بے دین معاشرہ میں بدترین لوگ آزاد اور بہترین لوگ پسِ زندان ہوتے ہیں (لَيَسْجُنُنَّهٗ)

۶۔ صاحبانِ اِقتدار کی پشت پناہی کی وجہ سے مجرمین سے ان کے جرائم کی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی بے گناہوں کو قربان کردیا جاتا ہے (لَيَسْجُنُنَّهٗ)

۷۔ طاغوتی نظام میں جو معصوم ہے وہی مظلوم ہے (لَيَسْجُنُنَّهٗ)

۸۔ پاک و پاکیزہ ہونا اور پاکیزہ بن کر رہنا زحمت و مشقت مانگتا ہے (لَيَسْجُنُنَّهٗ)

۹۔ جب عزیز مصر کے خاندان کی رسوائی ہوگئی اور اس کا چرچا عام ہوا تو حکمرانوں نے یہی فیصلہ کیا کہ یوسف کو ایک مدت کے لئے زندان میں ڈال دیا جائے (لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (۳۵))

۱۰۔جب محکمہ قضاوت حکمرانوں کے زیر اثر ہو تو حکمرانوں کے مخالفین پر قید و بند کی صعوبتیں غیر محدود ہو جاتی ہیں (حَتّٰی حِیۡنٍ﴿۳۵﴾)

آیت نمبر ۳۶

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجۡنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّىۡۤ اَرٰٮنِىۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَقَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّىۡۤ اَرٰٮنِىۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِىۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰٮكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴿۳۶﴾

ترجمۃ الآیات

اوران کے ساتھ قید خانہ میں دو اور جوان بھی داخل ہوئے اُن میں سے ایک نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انگور کا رس نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں پرندے اس سے کھا رہے ہیں ہمیں اس کی تعبیر بتایئے یقیناً آپ ہمیں نیک انسان نظر آتے ہیں۔(۳۶)

نکات:

ہم نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ قیدیوں نے جناب یوسف کو محسن کے نام سے یاد کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے حضرت یوسف کے سلوک کو زندان میں دیکھا تھا کہ وہاں مریضوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی عیادت کرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔(تفسیر نور الثقلین و میزان الحکمۃ ''سجن'')

پیغام:

۱۔جناب یوسف کا قید خانہ عمومی تھا(مَعَهُ السِّجۡنَ)

۲۔خوابوں کو بے فائدہ اور بے کار نہیں سمجھنا چاہیئے بعض اوقات ان میں راز سربستہ ہوتے ہیں (اَرٰٮنِىۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا) یہ بھی ممکن ہے کہ عام انسان اہم خواب دیکھ لے۔

۳۔جو انسان انسان بن کر رہتا ہے وہ ہر جگہ پھل دار شجر کی طرح ہوتا ہے چاہے وہ زندان میں ہی کیوں نہ ہو

(نَبِّئْنَا بِتَأْوِيْلِهٖ)

۴۔نیک وصالح لوگ صفائے دل سے بہت سے سربستہ رازوں کا ادراک کر لیتے ہیں جس کا ادراک دوسرے لوگ نہیں کر سکتے (نَبِّئْنَا بِتَأْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶)

۵۔جب لوگوں کا کسی شخص پر اعتماد ہوجاتا ہے تو وہ اپنے خفیہ اموراس کے گوش گذار کر دیتے ہیں (اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶)

۶۔شائستہ اور صاحبان لیاقت اشخاص قید وبند میں بھی لوگوں کو متاثر کرتے رہتے ہیں(اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶)

۷۔مجرم اور گناہ گار لوگ بھی نیک اور صالح لوگوں کا دل سے احترام کرتے ہیں(اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶)

۸۔نیک اور صالح افراد زندان میں بھی محترم ہوتے ہیں اور لوگوں کا آسرا اور سہارا بھی ہوتے ہیں(اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶)

۹۔جناب یوسف کی نیکی نے انہیں زندان میں ہر دل عزیز بنا دیا کیونکہ انہوں نے قیدیوں کی خدمت کی ان سے اچھا سلوک کیا اس لئے قیدیوں نے انھیں محسن کا لقب عطا کیا۔

۱۰۔انسان بغیر مال وثروت اور آزادی کے بھی محسن بن سکتا ہے کیونکہ جناب یوسف کے پاس زندان میں نہ دولت تھی اور نہ آزادی پھر بھی محسن کہلائے گئے۔

۱۱۔پہلے اچھی سیرت پیش کرو اپنی نیکوکاری کو ثابت کرو پھر دین کی تبلیغ کرو زندان میں جناب یوسف نیک وصالح انسان کے نام سے مشہور تھے تو پھر اپنے قیدی دوستوں کو ان کے خواب کی تعبیر سے قبل انہیں تبلیغ کی اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی۔

۱۲۔صحیح آگاہی احسانات میں سے ہے (ہم نے پُر اسرار خواب دیکھے ہیں ان کی تعبیر بتاؤ (اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶)

آیت نمبر ۳۷

قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَأْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّأْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمۃ الآیات

یوسف نے کہا جو کھانا تم دونوں کو دیا جاتا ہے وہ ابھی تمہارے ہاں آیا بھی نہیں ہوگا کہ میں اس کی تعبیر تمھیں بتادوں گا قبل اس کے کہ وہ کھانا تمہارے پاس آئے۔اس کا ایک جز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے علم عطا کیا ہے میں نے ایسے لوگوں کا مذہب چھوڑا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔(۳۷)

نکات:

(الف) آیت کے پہلے حصہ سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ ابھی جو غذا تمہارے پاس آنے والی ہے از جانب خدا میں جانتا ہوں وہ کیا غذا ہے آپؑ خوابوں کی تعبیر کے علاوہ دوسرے علوم بھی جانتے تھے جس طرح حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو اُنکے گھروں میں ذخیرہ شدہ غذا اور جو غذا انہوں نے کھالی تھی کی خبر دیتے تھے۔

(ب) حضرت یوسفؑ نے انہیں خوابوں کی تعبیر فوراً کیوں نہ دی دوسرے وقت کے لئے کیوں مؤخر کیا؟

جواب:۔اس کا جواب فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کچھ یوں دیا ہے آپ نے تعبیر میں اس لئے دیر کی تا کہ انہیں کچھ وقت کے لئے تبلیغ کرلیں تا کہ پھانسی پانے والا آدمی ایمان لے آئے اور ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جائے۔

(ج) آپ چاہتے تھے کہ جس غذا کی بات وہ کر چکے ہیں وہ آجائے اور ان کی بات کی تصدیق ہوجائے اور ان کا اعتماد بڑھ جائے۔

(د) آپ چاہتے تھے وہ مزید انتظار کرلیں تا کہ تعبیر کی تشنگی میں شدت پیدا ہوجائے اور تعبیر سننے میں غور سے کام لیں۔

(ہ) ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر پھانسی تھی لہٰذا تعبیر میں تاخیر کی تا کہ کچھ دیر کے لیئے وہ پریشانی سے بچ جائے۔

پیغام:

۱۔کبھی کبھی اپنے آپ کو مؤثر بنانے کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ انسان اپنے علمی کمالات دوسروں کے سامنے پیش کرے (قَالَ... نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ)

۲۔اپنے خداداد علم سے دوسروں کو فائدہ پہچانا چاہیئے (نَبَّاْتُكُمَا ... مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ)

۳۔اپنے علوم کی نسبت اپنے رب کی طرف دینی چاہیئے (مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ)

۴۔علم سیکھنے کا ہدف پرورش ہے۔(عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ)

۵۔خداوند تعالیٰ حکیم وعلیم ہے وہ اپنے علم کے دروازے بغیر وجہ کے کسی پر نہیں کھولتا (عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ) کیونکہ میں نے (تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ)

۶۔جب کوئی ظلمات کفر سے فرار کرتا ہے خداوند تعالیٰ اسے منہاج علم پر فراز کر دیتا ہے (عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ) میرے علم کی دلیل ترک کفر ہے۔

۷۔فرصت کے لمحات سے بھرپور طریقے سے استفادہ کیجئے (نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ ... اِنِّیْ تَرَكْتُ) جناب یوسف نے تعبیر بتانے سے پہلے عقیدہ توحید کی بات کی۔

۸۔ایمان کی دو بنیادیں ہیں تولّا اور تبرّا اس آیت میں کفار سے برأت تبرا ہے (اِنِّیْ تَرَكْتُ) اور بعد والی آیت میں اولیاء اللہ کی اتباع و پیروی کی بات ہے وہ تولا ہے (وَاتَّبَعْتُ) (یوسف۔۳۸)

۹۔تبلیغ کرنے میں فوراً کسی کی نفی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ایسی روش کو اپنانا چاہیئے جس کو سامعین فوراً قبول کرلیں (حضرت یوسفؑ نے انہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دیں بلکہ فرمایا کہ میں نے ملت کفر کو چھوڑ دیا ہے (اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ)

۱۰۔تمام ادیان میں عقیدہ توحید اور عقیدہ معاد ساتھ ساتھ رہے۔(قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷)

آیت نمبر ۳۸

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸

ترجمۃ الآیات

اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کے مذہب کی پیروی کی ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں ہم پر اور دوسرے لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل

ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ۔(۳۸)

نکات:

خاندانی شرافت اور نجابت جس طرح افراد کی شخصیت کو مؤثر بناتی ہے اسی طرح ان کی ہر دلعزیزی کا سبب بھی بنتی ہے حضرت یوسف نے اپنے تعارف کے سلسلے میں اپنے خاندان اور اپنے آباؤ اجداد کا سہارا لیا جو خدا کے پیغمبر تھے تاکہ اس طرح سے ایک تو خاندانی شرافت کا لوگوں کو پتہ چل جائے اور دوسرے ان کی دعوت کے تقدس کا علم ہو جائے اور یہی وہ طریقہ ہے جو پیغمبر اکرم محمدؐ اپنے تعارف کے لئے اختیار فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پیغمبر امی ہوں جس کا نام تورات و انجیل میں آیا ہے حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں اور حضرت امام سجادؑ نے شام میں اسی انداز کو اپنایا تھا اور لوگوں کے سامنے تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا (اَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء) میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں!

(ب) قرآن مجید میں لفظ ملت دین کے لئے استعمال ہوا ہے اور قرآن مجید میں ملت ابراہیمی کی یوں نقشہ کشی کی گئی ہے پوری طاقت کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرو، نماز پڑھتے رہو خدا کے ساتھ تعلق مضبوط رکھو دین میں کوئی سختی نہیں ہے خدا کے آگے سر تسلیم رکھو یہی تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔

پیغام:

۱۔حق تک رسائی کے لئے باطل کی پہچان اور اس سے دوری لازمی ہے (اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ)

۲۔انسان کا دادا انسان کے باپ کے حکم میں ہے کلمہ اب کا اطلاق جد پر ہوا ہے (مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ)

۳۔انبیاء علیہم السلام کو پاک و پاکیزہ خاندان سے ہے ہونا چاہیئے (اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ)

۴۔تمام پیغمبرانِ الٰہی کا ہدف ایک ہی تھا (اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ)

۵۔حضرت یوسف نے زندان میں پہلی بار اپنے خاندان کا تعارف پیش کیا (اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ)

۶۔منفی راہوں کے ساتھ ساتھ مثبت راستوں کی بھی نشاندہی ضروری ہے (تَرَكْتُ مِلَّةَ ...وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ ...)

۷۔اپنے آباؤ اجداد پر افتخار کرنا اُس وقت پسندیدہ روش ہے جب وہ حق و توحید کے راستوں کے راہی رہے ہوں (وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ ..)

۸۔انبیاء علیہم السلام کے والدین مشرک نہ تھے (مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ)

۹۔شرک سے پرہیز اور اُسے مبارزہ ادیان الٰہی کی اساس ہے (مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ)

۱۰۔ شرک اپنی تمام اقسام کے ساتھ قابل نفرت ہے چاہے شرک ذاتی ہو یا صفاتی ہو یا عبادی ہو (ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا)

۱۱۔ شرک سے پرہیز اور توحید پر ایمان الٰہی توفیق کے محتاج ہیں (اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۝۳۸)

۱۳۔ نبوت، ہدایت اور توفیق و فضل الٰہی تمام لوگوں کے لئے برابر ہیں (عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ)

۱۴۔ کثرت حقیقی شناخت کا معیار نہیں (اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۝۳۸)

۱۵۔ انبیاء علیہم السلام کے راستے سے روگردانی عظیم کفران نعمت ہے (لَا يَشْكُرُوْنَ۝۳۸)

آیت نمبر ۳۹

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝۳۹

ترجمۃ الآیات

اے میری قید کے ساتھیو! کیا متفرق خدا اچھے ہیں یا ایک اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے۔ (۳۹)

نکات:

(الف) انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ جن کو سانچے اور قالب کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح ہوا اور پانی جن کی اپنی کوئی شکل وصورت نہیں ہوتی جسے برتن میں ڈالو اُسی صورت و شکل کو اختیار کر لیتے ہیں۔

۲۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جو کسی قسم کے اثر کو قبول نہیں کرتے بڑے سخت ہوتے ہیں جیسے لوہا اور فولاد ہر قسم کے بیرونی دباؤ کا بڑی سختی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔

۳۔ وہ جو امام اور رہبر ہوتے ہیں یہ وہ ہوتے ہیں جو دوسروں کو حق کے رنگ میں رنگین کر لیتے ہیں حضرت یوسفؑ کا تعلق اس تیسرے گروہ سے تھا جنہوں نے زندان میں بھی مشرک کو موحد بنا دیا۔

(ب) قرآن مجید میں مختلف مقامات پر تقابل اور استفہام کے طرز استدلال سے کام لیا گیا ہے جن میں سے چند

نمونے یہ ہیں جو خدا کے بارے بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ‌ؕ،، (یونس۔۳۴) کیا جن کو تم نے خدا کا شریک ٹھہرایا ہے ان میں سے کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پیدا کرے پھر اُسے واپس ہٹائے۔

۲۔ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ‌ ؕ،، کیا جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو ان میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کی رہنمائی کرے (یونس۔۳۵)

۳۔ (قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِىۡ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىۡءٍ) کیا خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اپنا پروردگار بناؤ گے جبکہ وہ تو سب کا پروردگار ہے۔ (انعام ۱۶۴)

۴۔ (آللّٰهُ خَيۡرٌ اَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ؕ‏﴿۵۹﴾) (نمل۔۵۹) کیا خدا بہتر ہے یا وہ جسے لوگ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ لوگوں کو محبت و پیار سے بلانا چاہیئے (يٰصَاحِبَىِ)

۲۔ لوگوں کی فطرت کو بیدار کرنے کے لئے محبت و احسان کی شیرینی کو استعمال کرنا چاہیئے (يٰصَاحِبَىِ ...)

۳۔ انسان اپنے ہم نشینوں میں رہتے ہوئے بھی جواب دہ ہے (يٰصَاحِبَىِ السِّجۡنِ)

۴۔ حساس زمان و مکان کے ماحول میں تبلیغ کے لئے استفادہ کیا جائے (يٰصَاحِبَىِ السِّجۡنِ ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ) حضرت یوسفؑ نے زندان میں یہ دیکھا کہ ان کے ساتھیوں کو خواب کی تعبیر کی ضرورت ہے تو آپ نے فرصت کے لمحات کو غنیمت جانا اور تبلیغ کا آغاز کردیا۔

۵۔ استفسار و تقابل رشد و ہدایت کی راہوں میں سے ایک راہ ہے (ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ ...)

۶۔ عقیدہ توحید اساس ایمان ہے حضرت یوسف نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا (ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ ...)

۷۔ متعدد خدا تفرقہ و انتشار کا عامل ہیں خدائے واحد اتفاق و اتحاد کا عامل ہے (ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ ...)

۸۔ انسانی فطرت انتشار و افتراق سے بیزار ہے اسی وجہ سے جناب یوسفؑ توحید کو ثابت کر رہے تھے (ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ ...)

۹۔ وحدت و یگانگی قدرت و غلبہ کا عامل ہے (الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ؕ‏﴿۳۹﴾)

آیت نمبر ۴۰

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

تم لوگ اللہ کے علاوہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو وہ صرف تم اور تمہارے باپ دادا نے تجویز کئے ہیں اللہ نے ان پر کوئی دلیل نہیں اتاری حکومت کا مالک صرف اللہ ہے اسی نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۴۰)

پیغام:

۱۔خدا کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں ہے بلکہ یہ مشرکین کا خود ساختہ نظریہ ہے (مَا تَعۡبُدُوۡنَ ... اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ)

۲۔اکثر حکومتیں، طاقتیں، انجمنیں، ادارے، سیمنار قرار دادیں سیاسی دورے کسی کی حمایت کسی کی مذمت اور کئی دوسرے عنوانات والقاب صرف اسم ہیں لیکن اپنا مسمی نہیں رکھتے یہ سب دور حاضر کے ماڈرن بت ہیں جن کو انسانوں نے بنایا ہے اور وہ سب اپنے خالق کو چھوڑ کر ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں (مَا تَعۡبُدُوۡنَ ... اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ)

۳۔کسی چیز کا پہلے ہونا یا قدیم ہونا حقانیت کی دلیل نہیں ہے (اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ)

۴۔انسانی عقائد کو عقلی یا نقلی دلیل پر مبنی ہونا چاہیئے (اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ)

۵۔غیر اللہ کے کسی فرمان پر عمل نہیں کرنا چاہیئے حکم دینا صرف اللہ کے لئے زیبا ہے (اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ)

۶۔عبادت صرف اللہ کے لئے ہے اور یہی راہ مستقیم ہے (اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ)

۷۔خدائی قوانین کے علاوہ باقی قوانین بے بنیاد اور متزلزل ہیں (ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ)

۸۔محکم و مضبوط عقیدہ کے بغیر کسی اور عقیدہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے (ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ)

۹۔اکثر لوگ دین خداوندی سے جاہل ہیں (ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۴۰) یا تو جاہل بسیط ہیں اپنی جہالت کی طرف متوجہ ہیں یا جاہل مرکب ہیں کہ اپنی جہالت کی طرف متوجہ نہیں ہیں اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں۔

۱۰۔جہالت اور لاعلمی شرک کی پیدائش کے اسباب میں سے ہیں (لَا يَعْلَمُوْنَ۝۴۰)

آیت نمبر ۴۱

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ۝۴۱

ترجمۃ الآیات

اے میرے قیدی ساتھیو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے ساتھیوں کو شراب پلانے والا ہوگا اور دوسرا سولی پر لٹکایا جائے گا پھر پرندے اس کا سر نوچ کھائیں گے جو بات تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔(۴۱)

نکات:

(الف) ''رب'' کا لفظ آقا، مالک، حاکم کے لئے بولا جاتا ہے جیسے ''رب الدار'' گھر کا مالک پس جملہ () کے معنی ہونگے کہ وہ اپنے مالک کو شراب پلائے گا۔

پیغام:

۱۔لوگوں کی عزت نفس کو مجروح نہ کریں خواہ وہ تمہارے ہم عقیدہ نہ بھی ہوں (يٰصَاحِبَيِ)

۲۔ہر آدمی کی باری کا خیال رکھا جائے (اَمَّآ اَحَدُكُمَا) پہلے اس کی باری تھی جس نے پہلے خواب دیکھا تھا۔

۳۔بعض اوقات خواب غیر موحد کا ہوتا ہے لیکن تعبیر مھم رکھتا ہے (فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا)

۴۔خوشخبری کو اولیت دیجئے (اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ...الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ)

۵۔ تعبیر بتانے والے کو چاہیئے کہ خواب کی تعبیر ضرور بتائے چاہے وہ کتنی ناگوار ہی کیوں نہ ہو (فَيُصْلَبُ) وہ پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔

۶۔ جناب یوسف کی خوابوں کی تعبیر پیشین گوئی تھی اور نہ اندازہ تھا بلکہ خدا کی طرف سے حتمی اور قطعی علم تھا (قُضِيَ الْاَمْرُ)

آیت نمبر ۴۲

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؃﴿۴۲﴾

ترجمة الآيات

اوران دونوں میں سے جس کی رہائی کا خیال تھا (یوسف نے) اس سے کہا تھا اپنے مالک سے میرا تذکرہ کرنا مگر شیطان نے اسے بھلا دیا کہ وہ اپنے مالک سے یوسف کا ذکر کرے تو وہ کئی سال قید خانہ میں پڑے رہے۔ (۴۲)

نکات:

(الف) کلمہ ”ظن“ اعتقاد اور علم کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے والی آیت میں جناب یوسفؑ نے صراحت اور قطعیت کے ساتھ خبر دی تھی ان میں سے ایک قید سے رہا ہو جائے گا دوسرا پھانسی پر لٹکایا جائے گا اِسی وجہ سے کلمہ ظن یہاں گمان یا شک کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ قطع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(ب) کلمہ ”بضع“ ایسے عدد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو دس سے کم ہو اکثر مفسرین نے حضرت یوسفؑ کی مدت قید سات سال لکھی ہے۔

(ج) بعض تفاسیر میں جملہ ”فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ“ کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ شیطان نے جناب یوسف کے ذہن سے یادِ پروردگار بھلا دی تھی اور رہائی کے لئے انہوں نے خدا کی بجائے بادشاہ کے ساقی سے امداد طلب کی اور یہ جناب یوسف کے لئے ترکِ اَولیٰ تھا لہٰذا پھر آپ کو مزید کئی سال زندان میں رہنا پڑا لیکن صاحب تفسیر المیزان فرماتے ہیں اس قسم کی روایات قرآن مجید کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ مخلصین پر شیطان اثر انداز نہیں ہوسکتا حضرت یوسف تو مخلصین میں سے

تھے پھر ان پر شیطان کس طرح مسلط ہو سکتا تھا اس بات کا ذکر دو آیتوں کے بعد میں آیا ہے () بھول جانے والے نے ایک مدت بعد یوسف کو یاد کیا اِس سے معلوم ہوا کہ فراموشی کا ربط بادشاہ کے ساقی سے تھا نہ کہ جناب یوسف سے۔

پیغام:

۱۔ انبیاء کرام اپنی روز مرہ کی مشکلات معمول کے راستوں سے حل کرتے ہیں یہ بات توحید اور توکل خدا کے برخلاف نہیں ہے (اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ)

۲۔ ہر تقاضا رشوت نہیں ہوتا (اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ) جناب یوسف نے تعبیر خواب کے عوض میں یہ درخواست نہیں کی تھی بلکہ آپ نے فرمایا تھا میری مظلومیت کو بادشاہ تک پہنچا دینا۔

۳۔ اپنی پاکیزگی اور بے گناہی کو ثابت کرنے کے لئے ارباب بست وکشاد تک رسائی ضرور حاصل کیجئے (اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ)

۴۔ کاخ نشینی اور عیش وعشرت کی زندگی میں انسان اپنے مصائب زدہ دوستوں کو بھول جاتا ہے (نَاجٍ... فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ)

۵۔ جب لوگ اونچے مناصب حاصل کر لیتے ہیں تو اپنے پرانے دوستوں کو بھول جاتے ہیں (فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ)

۶۔ جناب یوسف کا زندان سے باہر آنا اور تہمات سے بری ہونا شیطان کو پسند نہ تھا اس لئے اُس نے آپ کا ذکر اس کے ذہن سے نکال دیا (فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ)

آیت نمبر ۴۳

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾

ترجمۃ الآیات

اور ایک دن بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھی ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں اور دوسری خشک اے معزز لوگو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کی تعبیر بیان کرو۔ (۴۳)

نکات:

(الف) اس سورہ میں چار خوابوں کا ذکر آیا ہے۔

۱۔ جناب یوسف کا خواب۔

۲۔ جناب یوسف کے دو قیدی دوستوں کے دو خواب۔

۳۔ بادشاہ کا خواب۔

خواب اول جو انہوں نے خود دیکھا وہ آپ کے لئے دردسر بنا لیکن جب آپ نے دوسرے لوگوں کو خواب کی تعبیر بتائی تو وہ آپ کے لئے باعث عزت بنی۔ تورات میں آیا ہے کہ بادشاہ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ کمزور گائیں موٹی تازہ گائیوں کو کھا جاتی ہیں پھر دوسری مرتبہ خواب میں خوشہ سبز کو خوشہ خشک کے ہمکنار دیکھا (تفسیر المیزان)

(ب) یہ سوال کہ عزیز مصر ہی مصر کا بادشاہ تھا یا کوئی دوسرا آدمی تھا اس میں اختلاف ہے اس بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ فائدہ سے خالی ہے۔

(ج) کافی میں آیا ہے خواب کی تین قسمیں ہیں کچھ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں (۲) کچھ خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جن میں خوف ہوتا ہے۔

۴۔ کچھ خواب بے سروپا اور پریشان ہوتے ہیں (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ نے ایک ظالم بادشاہ کے خواب سے ایک ملت کو قحط سے نجات دلائی لیکن شرط یہ ہے کہ تعبیر دینے والا یوسف ہو (وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرٰى)

۲۔ بادشاہ نے اپنے ان عجیب وغریب خوابوں کو دو دفعہ دیکھا تھا (أرٰى) تکرار بتاتا ہے کہ اس نے دو دفعہ خواب دیکھا۔

۳۔ خواب میں اشیاء اور حیوانات مشخص علامات رکھتی ہیں مثلاً کمزور گائے قحط کی علامت موٹی گائے خوشحالی کی

علامت ثابت ہوئی(سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡکُلُہُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ)

۴۔رؤساء اور صاحبان اقتدار معمولی سے واقعہ کو اپنے لئے خطرہ خیال کرتے ہیں کہ مبادا اُن کا اقتدار و اختیار ان سے چھین نہ لیا جائے(وَقَالَ الۡمَلِکُ اِنِّیۡۤ اَرٰی۔۔اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ)

۵۔حکمران اپنے مختلف اُمور میں ماہرین کے مشوروں کے ضرورت مند ہوتے ہیں(یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ)

۶۔تعبیر خواب کے لئے صاحبانِ اہلیت کی طرف رجوع کیا جائے ہر کہ ومہ سے خواب کی تعبیر نہ لی جائے(اَفۡتُوۡنِیۡ۔۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ﴿۴۳﴾)

آیت نمبر ۴۴

قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا یہ پریشان خواب ہیں ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔(۴۴)

نکات:

کلمہ ''اَضۡغَاثُ''ضغث کی جمع ہے جس کا معنی ہے مخلوط کرنا۔ضغث کا معنی مختلف لکڑیوں کا گٹھا ہی ہے۔''اَحۡلَامٍ''، حلم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خواب پریشان اس طرح ''اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ''، کے معنی ہوئے ایسے منتشر اور پراگندہ خواب یعنی معبر تعبیر کے لئے ان کے سر کو تلاش نہ کر سکے۔

پیغام:

۱۔اپنی کم علمی اور جہالت کی توجیہ نہ کرو بادشاہ کے مقربین کو خواب کی صحیح تعبیر کا علم نہ تھا لہٰذا اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے کہہ دیا(قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ) یہ خواب پریشان ہے۔

۲۔ہر کام کو اس کے ماہر کے حوالے کرنا چاہیئے خواب کا ماہر اس کی تعبیر بتاتا ہے اور دوسرے اُسے پریشان خواب یا نا قابل تعبیر قرار دیتے ہیں(وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ﴿۴۴﴾)

۳۔کچھ خواب پریشان نظر آتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے ان کی تعبیر ہو۔(قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ)

آیت نمبر ۴۵

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ۝۴۵

ترجمۃ الآیات

اور وہ جو اُن دونوں میں نجات پا گیا تھا اور ایک مدت کے بعد اُسے یاد آیا تو اس نے کہا میں تم لوگوں کو اس کی تعبیر بتا تا ہوں مجھے یوسف کے پاس قید خانہ میں بھیجئے۔(۴۵)

نکات:

کلمہ "امۃ" اگر چہ لوگوں کے اجتماع کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن یہاں مدت کے معنی میں آیا ہے۔
(تفسیر کبیر والمیزان)

پیغام:

۱۔ اچھائی دیر یا سویر ظاہر ہو کر رہتی ہے (وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ)

۲۔ صرف ضرورت کے وقت دوستوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے (جب خواب کی ضرورت پڑی تو یوسف یاد آیا (وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ)

۳۔ جب انسان کسی مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اپنے معمولات میں آجاتا ہے تو اُسے پرانے دوست بھول جاتے ہیں (وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ)

۴۔ جب کوئی انسان کسی کام کی کسی اور کے لئے راہنمائی کرتا ہے تو ایسے ہے جیسے اُس نے وہ کام خود انجام دیا ہو (اَنَا اُنَبِّئُكُمْ)

۵۔ جناب یوسف کے ساتھ کئی دن زندان میں رہنے سے اُسے جناب یوسف کی تعبیرات پر اتنا اعتماد ہو گیا تھا کہ اُس نے بادشاہ سے اس کے خواب کی تعبیر کا قطعی وعدہ کر لیا تھا (اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ)

۶۔ معاشرہ میں اہل خبرہ اور ماہرین کا تعارف کرائیں تا کہ لوگ ان سے استفادہ کریں (فَاَرْسِلُوْنِ۝۴۵)

۷۔ بعض معاملہ فہم افراد گوشہ نشین ہو جاتے ہیں ان سے غافل نہ رہیں (فَاَرْسِلُوْنِ ۝۴۵)

۸۔ ہمیں استاد کو تلاش کرنا چاہیئے نہ کہ استاد کو اپنے ہاں حاضر کرنا چاہیئے (فَاَرْسِلُوْنِ ۝۴۵)

آیت نمبر ۴۶

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝۴۶

ترجمۃ الآیات

اے یوسف اے عظیم راست گو! سات دبلی گائیں سات موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات بالیاں سبز اور سات خشک ہیں ہمیں تعبیر بتایئے تا کہ میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں شاید وہ جان لیں۔ (۴۶)

نکات:

کلمہ "صدیق" اُس پر صادق آتا ہے کہ جس کی رفتار یا گفتار اور عقیدہ اس کی تصدیق کرے یہ آدمی جناب یوسف کے ساتھ زندان میں رہ چکا تھا اس نے ان کی رفتار گفتار سلوک کو دیکھا تھا علاوہ ازیں اپنے اور اپنے دوست کے خوابوں کی تعبیر سن چکا تھا تعبیرات کو واقع کے مطابق دیکھ چکا تھا اس لئے اس نے جناب یوسف کو صدیق کے نام کے ساتھ پکارا۔

(ب) خداوند نے اپنے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کو، صدیق، اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا، (مریم۔ ۵۶) تھے انہیں اپنا خلیل بنایا، وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا، (نساء۔ ۱۲۵) حضرت مریم کو، صِدِّیْقَةٌ، کے نام سے یاد فرمایا، اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ، (مائدہ۔ ۷۵) اور انہیں برگزیدہ بنا دیا، اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ، (آل عمران۔ ۴۲) جناب یوسفؑ کو صدیق کا لقب دیا، یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ، اور انہیں حکومت عطا فرمائی، وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ، (یوسف۔ ۱۲) جناب ادریسؑ کو صدیق کا نام دیا، اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا، انہیں بلند مقام عطا فرمایا (وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا) (مریم۔ ۵۷) اور جن اللہ والوں کو یہ رتبہ نہیں ملا ان کے بارے میں قرآن کا پیغام: یہ ہے (فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ

وَالصِّدِّیقِیْنَ) (نساء۔۶۹)

(ج)صدیق ، امام علیؑ کے القابات میں سے ہے جو آنحضرتؐ نے انہیں ودیعت فرمایا تھا۔(تفسیر اطیب البیان وتفسیر کبیر)

(د)، لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ، کا جملہ احتمال دیتا ہے کہ لوگوں کو حضرت یوسف کی عزت وعظمت اور مقام ومرتبہ سے واقفیت ہوجائے،، میں لوگوں کی طرف لوٹ جاؤں تا کہ لوگوں کو علم ہوجائے کہ آپ کتنے باقیمت گوہر ہیں۔

پیغام:

۱۔سوال کرنے سے پہلے صاحب علم انسان کے کمالات کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہیئے (اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ)

۲۔اپنے سوالات اور مشکلات اس انسان کے سامنے بیان کرنا چاہئیں جو نیک سیرت ہو اور صدیق ہو(اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا)

۳۔حکومتیں ہمیشہ صاحبان دانش وبینش کی نیاز مند رہی ہیں (اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا)

آیت نمبر ۴۷

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا تم لوگ سات سال تک کھیتی باڑی کرتے رہو گے جو فصل ان سالوں میں کاٹو ان میں سے تھوڑی سی مقدار تم کھاؤ باقی اس کے خوشوں میں رہنے دو۔(۴۷)

نکات:

(الف) جناب یوسفؑ نے اپنے قیدی ساتھی کا خیر مقدم کیا اور اُس سے کوئی گلا شکوہ نہ کیا کہ اب ضرورت پڑی تو میں یاد آیا اتنے عرصے سے زندان میں پڑا ہوں تم نے یاد ہی نہ کیا،، آپ نے فوراً بغیر کسی شرط کے بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتادی کیونکہ دانش وحکمت کو اس وقت چھپانا جب معاشرے کو اس کی اشد ضرورت ہو تو ایسا کرنا ناقابل معافی جرم ہے نیک طینت

اور صالح لوگوں کی شان کے خلاف ہے۔

(ب) حضرت یوسفؑ نے تعبیر کے ساتھ قحط کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مکمل اقتصادی پروگرام پیش کردیا آپؑ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ انہیں معلوم ہوجائے کہ وہ تعبیر خواب کے ساتھ ساتھ منصوبہ سازی اور اُمور مملکت چلانے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(ج) اس آیت کریمہ سے علم حکمرانی سیاست مداری، ذخیرہ سازی اور کفایت شعاری کا استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

پیغام:

۱۔رفاہ عامہ کے مفاد کے لئے پروگرام کی صلاحیت رکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنا پروگرام بغیر کسی شرط واحسان کے پیش کردے (تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ)

۲۔معاشرے کو مشکلات سے نجات دینے کے لئے شخصی مشکلات کو نظر انداز کردیجئے (جناب یوسفؑ زندان کی سختیوں میں تھے یہ ان کا ذاتی مسئلہ تھا آپ نے اپنی بات نہ کی بلکہ عوام کی مشکلات کے حل کرنے کا فارمولا پیش کردیا (فَذَرُوْہُ فِیْ سُنْۢبُلِہٖ)

۳۔حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ معاشرے کے مشکلات کو دور کرے (فَذَرُوْہُ فِیْ سُنْۢبُلِہٖ)

۴۔حکومتوں کے لئے لازم ہے کہ وہ قحط وخشک سالی کے لئے پیش بینی کریں خوشحالی کے زمانے میں ہی قحط سالی کے لئے منصوبہ بندی کرلیں (فَذَرُوْہُ فِیْ سُنْۢبُلِہٖ)

۵۔مناسب وقت میں جتنا ممکن ہو مشکل وقت کے لئے حاصل زراعت جمع کرلینا چاہیئے (فَذَرُوْہُ فِیْ سُنْۢبُلِہٖ)

۶۔بندگانِ خدا کو چاہیئے کہ وہ رفاہ عامہ کی فکر کرتے رہیں اور لمبی مدت اور چھوٹی مدت کے منصوبے تشکیل دیں (تَزْرَعُوْنَ۔۔فَذَرُوْہُ۔۔اِلَّا قَلِیْلًا)

۷۔سختی کے بعد آسانی ہے (ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ)

۸۔حالات واقعات کی تشریح کافی نہیں بلکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرنا چاہیئے (قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴿۴۷﴾)

۹۔مدیریت اور منصوبہ بندی میں مدت اور پیریڈ کی بہت زیادہ اہمیت ہے (تَزْرَعُوْنَ۔۔فَذَرُوْہُ۔۔اِلَّا قَلِیْلًا)

۱۰۔پیداوار بڑھانے کی منصوبہ بندی (تَزْرَعُوْنَ۔۔فَذَرُوْہُ) کفایت شعاری اور ذخیرہ سازی ایک ضرورت ہے حالانکہ وہ معاشرے جو منصوبہ بندی کے اعتبار سے پسماندہ ہوتے ہیں ان کی آنے والے حالات پر نظر نہیں ہوتی وہ صرف خرچ کرنا جانتے ہیں۔

۱۱۔ ہنگامی حالات میں پیدوار اور تقسیم پر کنٹرول حکومت کے لئے ضروری امر ہے (تَزْرَعُوْنَ۔۔ فَذَرُوْهُ)
۱۲۔ گندم اگر بالی میں ہو تو اس کی عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے (فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ)
۱۳۔ اگر ممکن ہو تو حوادث طبعی جیسے قحط، زلزلہ، سیلاب، وغیرہ کے مقابلہ کے لئے منصوبہ بندی کرنا چاہیئے (فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ)
۱۴۔ منصوبہ بندی اور مستقبل کی تدابیر توکل بر خدا کے منافی نہیں ہیں (فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ)
۱۵۔ ایسی منصوبہ بندی کرنا چاہیئے جو قابل عمل بھی ہو۔
۱۶۔ ہر سختی اور مشکل بری چیز نہیں ہوتے یہی قحط حضرت یوسفؑ کی حکومت کے لئے مقدمہ بنا علاوہ ازیں لوگوں میں کفایت شعاری اور بہتر کام کرنے کا بھی سبب بنا (تَزْرَعُوْنَ۔۔ فَذَرُوْهُ۔۔ اِلَّا قَلِيْلًا)
۱۷۔ معاشرے کی اقتصادی ضروریات کے لئے طویل المدت منصوبہ بندی کرنا سربراہ مملکت کے لئے لازمی امر ہے۔
۱۸۔ آج کی کفایت شعاری کل کی خودکفالتی کے لئے بہتر ہے آج کا اسراف کل کی محتاجی کا سبب بنتا ہے (قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ۝۴۷)
۱۹۔ کفار کے خواب حقائق کے ادراک کے لئے اور معاشرے کی حفاظت کے لئے ایک بہترین پروگرام دے سکتے ہیں۔
۲۰۔ آج کام کر کے اپنے کل کو بہتر بنا سکتے ہو (تَزْرَعُوْنَ۔۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ)

آیت نمبر ۴۸۔۴۹

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۝۴۸

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۝۴۹

ترجمة الآيات

پھر اس کے بعد سات سال ایسے شدید آئیں گے جن میں وہ غلہ کھا لیا جائے گا جو تم نے ان

سالوں کے لئے اکٹھا کر رکھا ہو گا سوائے اس تھوڑی مقدار کے جو تم بچا کر رکھو گے۔ (۴۸)
اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہو گی اور اس میں وہ پھلوں کا عرق نچوڑیں گے۔ (۴۹)

نکات:

(الف) "یُغَاثُ النَّاسُ" یا تو "غَوْث" سے ہے جس کا معنی ہے لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی، یا "غَیْث" سے ہے بارشیں ہوں گی۔ یہ تمام پریشانیاں اور تلخیاں جاتی رہیں گی (تفسیر المیزان)

(ب) سات موٹی تازی اور لاغر گائیں اسی طرح سات سرسبز اور خشک بالیاں جو خواب میں نظر آئی تھیں حضرت یوسف کے توسط سے چودہ سالہ نعمت و قحط کے سالوں سے تعبیر کئے گئے بلکہ پندرھواں سال جو بارش کے برسنے اور خوشحالی کا سال تھا وہ بادشاہ کو نظر نہیں آیا تھا بلکہ حضرت یوسفؑ نے خدا کی جانب سے از راہ غیب بتایا تھا تاکہ ان کے اعلان نبوت کے لئے راہ ہموار ہو جائے (ثُمَّ یَأْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ)

(ج) اُمور مملکت اور معاشرتی اُمور کو کنٹرول کرنے کے لئے کسی شخص کو مندرجہ ذیل صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے۔
۱۔ لوگوں کا اعتماد (اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۳۶﴾) (یوسف۔ ۳۶) ہم آپ کو نیک کاروں میں دیکھتے ہیں۔
۲۔ صداقت (یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ) یوسف اے سچے دوست۔
۳۔ علم و دانش (میرے رب نے مجھے تعلیم دی حقیقی پیش بینی (عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ) گندم کو خوشوں میں رہنے دو۔
۴۔ حقیقی پیش بینی (فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ)
۵۔ عوام کی خدمت، جب لوگ یوسف کے احکامات کا اجراء کریں۔

پیغام:

۱۔ ہمیں چاہیئے کہ لوگوں کو مستقبل میں آنے والی سختیوں اور مسائل سے آگاہ کریں اور انہیں حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ کریں (سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ)
۲۔ مصائب و شدائد اور ناتوانی کے ایام کے لئے بچت اور منصوبہ بندی بہت ضروری ہے (اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴿۴۸﴾)
۳۔ دور اندیشی اور کفایت شعاری قوموں کو سخت سے سخت طوفانوں سے نجات دلاتے ہیں (یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ﴿۴۹﴾)
۴۔ روزمرہ کے اخراجات سے کچھ اناج بیج اور سرمایہ کے لئے ذخیرہ کرنا چاہیئے (مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴿۴۸﴾)

۵۔شدید ترین حالات میں اصلی سرمایہ کو محفوظ کر لینا چاہیئے (قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۴۸)

۶۔غذائی مواد کو محفوظ کرنے کا طریقہ سیکھنا چاہیئے تا کہ ضائع نہ ہو جائے (مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ)

۷۔ہر مشکل کے بعد آسانی ہے (ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ)

۸۔لوگوں کو آنے والے مشکل حالات کے لئے تیار رہنا چاہیے تا کہ وہ سختیوں کو برداشت کر سکیں (يَاْتِيْ۔۔عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ)

۹۔بادو باران کی پیش گوئی منصوبہ بندی کے لئے مفید امر ہے (يَاْتِيْ۔۔عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ۔۔)

۱۰۔خواب بھی انسان کے مستقبل کے حالات اور مشکلات کے حل کو بیان کر سکتے ہیں (يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ)

۱۱۔انسانوں کی مشکلات کے لئے کام کرنا چاہیئے چاہے وہ لوگ ہمارے ملک وعلاقہ کے نہ بھی ہوں (جناب یوسفؑ نے جو منصوبہ بندی کی تھی وہ آپ کا ملک نہیں تھا۔

۱۲۔علم و دانش ترقی کی علامت ہیں حکومتوں کی بقا اور معاشرتی امن و امان اور بہبود کی ضمانت ہے (جناب یوسف کی قحط وخشک سالی کے لئے منصوبہ بندی ان کے خداداد علم کی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۵۰

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۵۰

ترجمۃ الآیات

اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ پھر جب قاصد ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اپنے مالک کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے یقیناً میرا پرودگار ان کی چال کو خوب جاننے والا ہے۔(۵۰)

نکات:

(الف) جناب یوسفؑ نے بادشاہ کو اس کے خواب کی تعبیر بتادی اور مستقبل کی منصوبہ بندی بھی کردی لیکن بغیر کسی شرط اور عوض کے ان کا کام کردیا اس سے یہ ثابت کردیا کہ نہ تو وہ ایک مجرم ہے اور نہ قیدی بلکہ وہ ایک فوق العادت انسان ہے اور دانا و بینا ہے۔

(ب) جب بادشاہ کا آدمی جناب یوسف کے پاس آیا تو انہوں نے فوراً اپنی رہائی کی خبر پر مسرت کا اظہار نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ ان کے سابقہ ریکارڈ پر دوبارہ غور کیا جائے کیونکہ انہیں یہ پسند نہ تھا کہ بادشاہ کی طرف سے ملنے والی معافی کے احسان مند ہوجائیں بلکہ آپ چاہتے تھے کہ ان کی بے گناہی اور پاکدامنی ثابت ہوجائے اور بادشاہ کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ اس کی حکومت میں کسی حد تک ظلم اور ناانصافی کا راج ہے۔

(ج) ایک حدیث میں آیا ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ مجھے حضرت یوسف کے صبر پر تعجب ہے جب عزیز مصر نے خواب کی تعبیر کے بارے میں انہیں طلب کیا تو انہوں نے یہ نہ فرمایا کہ میں جب تک رہا نہیں ہوجاؤں گا تعبیر نہیں بتاؤں گا لیکن جب انہوں نے یوسف کو رہا کرنا چاہا تو آپ نے اس وقت تک رہائی قبول نہ فرمائی جب تک تہمت رفع نہیں ہوگئی۔

(د) حضرت یوسف نے عزیز مصر کے احترام کی خاطر شاید اس کی زوجہ کا نام نہ لیا اور مہمانی کی مجلس کی طرف اشارہ فرمایا (قَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ)

پیغام:

۱۔ متفکر دماغ جن کی ملک وقوم کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ قید میں ہوں اور مجرم نہ ہوں حکومتی مدد سے انہیں رہا ہونا چاہیئے (وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖ)

۲۔ حکمران متفکرین کے محتاج ہوتے ہیں (وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖ)

۳۔ اگر خدا چاہے تو بادشاہ کو ایک قیدی کا سائل بنادے (وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖ)

۴۔ جناب یوسفؑ نے بادشاہ مصر کو اپنا رب نہ کہا (قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰى رَبِّكَ)

۵۔ رہبر و حاکم چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو ان کے ماتحت کے سامنے ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھا جائے (قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰى رَبِّكَ)

۶۔ ہر قیمت پر رہائی قابل قدر نہیں ہوتی بے گناہی کا ثابت ہوجانا رہائی سے زیادہ افضل ہے (قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰى رَبِّكَ)

۷۔ جو قیدی اپنی رہائی کے بجائے اپنے ریکارڈ کی دوبارہ جانچ پڑتال کی پیشکش کرتا ہے وہ بے گناہ ہوتا ہے (فَسۡـَٔلۡهُ)

۸۔ جناب یوسفؑ نے پہلے لوگوں کے ذہنوں کو صاف کیا پھر ذمہ داری قبول فرمائی (مَا بَالُ النِّسۡوَةِ)

۹۔ اپنی عزت اور حیثیت کا دفاع واجب ہے (مَا بَالُ النِّسۡوَةِ)

۱۰۔ بے دین حکمرانوں کے دربار میں اپنے حقوق کی درخواست جائز ہے (فَسۡـَٔلۡهُ مَا بَالُ النِّسۡوَةِ)

۱۱۔ حساس مواقع پر (جیسے جناب یوسف کا بادشاہ سے معاملہ ہوا) اپنی عزت کی حفاظت کی خاطر حقائق پر پردہ نہیں ڈالنا چاہیئے (مَا بَالُ النِّسۡوَةِ)

۱۲۔ جناب یوسف نے "قَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ" سے اس واقعہ کی طرف اس لئے اشارہ فرمایا کیونکہ واقعہ کا یہ پہلو عمومی تھا اور نا قابل انکار تھا (بَالُ النِّسۡوَةِ الّٰتِىۡ قَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ)

۱۳۔ جناب یوسف کی قید کی سازش میں تمام عورتیں شریک تھیں (بِكَيۡدِهِنَّ)

۱۴۔ اخلاقی مسائل ہوں یا کسی کے گناہ ہوں ان کو اشاروں اور کنایوں میں بیان کریں (اِنَّ رَبِّىۡ بِكَيۡدِهِنَّ عَلِيۡمٌ ۞)

۱۵۔ جب دشمن کی سازش عظیم ہو تو خداوند تعالی کی بھی ان سازشوں پر نظر ہوتی ہے اپنے دوستوں کی اُن سازشوں سے حفاظت کرتا ہے (اِنَّ رَبِّىۡ بِكَيۡدِهِنَّ عَلِيۡمٌ ۞)

آیت نمبر ۵۱

قَالَ مَا خَطۡبُكُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ يُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِهٖ‌ ؕ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمۡنَا عَلَيۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ‌ ؕ قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَـقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۞

ترجمۃ الآیات

اس نے کہا کیا واقعہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے ارادے سے پھسلانے کی کوشش کی تھی

؟ان عورتوں نے کہا اب حق تو نمایاں ہو ہی گیا میں نے ہی یوسف کو اس کی مرضی کے خلاف پھسلانے کوشش کی تھی اور یوسف یقیناً سچوں میں سے ہے۔(۵۱)

نکات:

(الف) لفظ ،،خطب،، کسی اہم معاملہ کی طرف دعوت کرنے کے لئے آتا ہے اس لئے خطیب اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو کسی اہم ہدف کی طرف دعوت دیتا ہے اور ،،حصحص،، کا لفظ ،،حصه،، سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے حق کا باطل سے جدا ہو جانا۔(تفسیر اطیب البیان)

(ب) اس واقعہ میں خداوند تعالیٰ کے طریقہ ہائے کار میں سے ایک ایسا طریقہ بیان ہوا ہے جو پایہ تکمیل تک پہنچا اور وہ یہ کہ جو خدا کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کے لئے کشائش کے راستے کھول دیتا ہے (وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝۲ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ) جو شخص اپنے خدا سے ڈرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے جہاں سے وہ گمان نہیں رکھتا اسے وہاں سے روزی عطا کر دیتا ہے (طلاق ۲۔۳)

پیغام:

۱۔ جب عدالتی معاملات الجھ جائیں اور صحیح نتیجہ سامنے نہ آ رہا ہو تو سربراہ مملکت کو چاہیئے کہ ریکارڈ کی جانچ پڑتال خود کرے اور عدالتی بنچ قائم کرے (قَالَ مَا خَطۡبُكُنَّ)

۲۔ ملزم کو اپنے پورے دفاع اور صفائی کے پورے حقوق دیئے جائیں (قَالَ مَا خَطۡبُكُنَّ) حتّٰی کہ زلیخا بھی موجود تھی (قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ)

۳۔ بہت سی تلخیوں کے بعد خوشیاں بھی آتی ہیں ایک وہ وقت تھا جب عزیز مصر کی بیوی نے کہا تھا (اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا) اب وہی ہے جو کہہ رہی ہے (مَا عَلِمۡنَا عَلَيۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ)

۴۔ مصری عورتوں نے نہ صرف یوسف کی پاکدامنی کا اعتراف کیا بلکہ ان سے ہر قسم کی برائی اور خطا کی نفی بھی کی تھی (مِنۡ سُوۡٓءٍ) اس میں کوئی عیب و گناہ نہیں ہے۔

۵۔ حق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا ظاہر ہو کر رہتا ہے (اَلۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ)

۶۔ حقائق کو منظر عام پر لانے کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے (اَلۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ)

۷۔ ضمیر و وجدان جب بیدار ہوتا ہے تو حق کا اعتراف کرتا ہے (اَنَا رَاوَدۡتُّهٗ) کیونکہ معاشرتی و علاقائی دباؤ بڑے بڑے سرکشوں کو حق کے سامنے سرنگوں کر دیتا ہے (جب عزیز مصر کی بیوی نے باقی تمام عورتوں کو اعتراف کرتے دیکھا تو اس نے بھی اپنی اکڑی گردن حق کے سامنے جھکا دی)۔

۸۔عزیز مصر نے کہا تھا کہ زلیخا کے یوسف کے ساتھ عشق کا واقعہ مخفی رہے لیکن خداوند تعالیٰ نے اس واقعہ کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا بلکہ ہمیشہ کے لئے ہر ایک کے لئے آشکار کر دیا تاکہ جناب یوسف کی پاکدامنی اور عفت ثابت ہوجائے(قَالَتِ... اَنَا رَاوَدْتُّهٗ)

۹۔ جب خدا چاہتا ہے تو دشمن نجات اور رفع تہمت کا وسیلہ بن جاتا ہے(وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾)

آیت نمبر ۵۲

ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىِٕنِیْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

(یوسف نے کہا) میں نے یہ اس لئے کیا کہ انہیں معلوم ہوجائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے ان کے ساتھ خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کاروں کے مکروفریب کو کامیاب نہیں کرتا۔(۵۲)

نکات:

(ا) یہ آیت حضرت یوسفؑ کا کلام ہے یا عزیز مصر کی بیوی کے کلام کا تسلسل ہے؟ اس میں علماء کے دو نظریئے ہیں کچھ مفسرین نے تو اسے حضرت یوسفؑ کا کلام کا حصہ قرار دیا ہے جب کہ کچھ اور حضرات نے اُسے عزیز مصر بیوی کے کلام کا تسلسل قرار دیا ہے لیکن اگر آیت کے مضمون کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو پہلا نظریہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور عزیز مصر کی بیوی کا کلام نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کیا خیانت ہوسکتی ہے کہ ایک پاک دامن انسان کئی سالوں تک زندان میں پڑا رہے۔

(ب) اس کلام کے ذریعے حضرت یوسفؑ نے زندان سے باہر آنے کی تاخیر کی اپنے ریکارڈ کی دوبارہ جانچ پڑتال کی دلیل پیش کی۔

پیغام:

ا۔ایک کریم انسان انتقام نہیں لیتا لیکن اپنی حیثیت کے اعادے اور حقیقت کے اظہار کی کوشش ضرور کرتا ہے(ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ)

۲۔اپنے اذہان کو منفی سوچ سے بہت دور رکھئے (ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ)

۳۔کسی شخص کی بیوی کے بارے میں بری نیت اسی شخص کے ساتھ خیانت ہوتی ہے (لَمْ اَخُنْهُ)

۴۔خیانت ایک ناپسندیدہ عمل ہے چہ جائیکہ وہ کافر کے بارے میں ہو (لَمْ اَخُنْهُ)

۵۔خلوت میں خیانت نہ کرنا حقیقی ایمان کی علامت ہے (لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ)

۶۔خائن شخص اپنی خیانت کی توجیہ کے لئے مختلف حیلے بہانے بناتا ہے (كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴿۵۲﴾)

۷۔جناب یوسف کی کوشش تھی کہ بادشاہ کو اِس طرف متوجہ کریں کہ انقلاباتِ زمانہ اور حوادث کے پیدا ہونے میں خدا کا ارادہ اور اُس کا مقرر کردہ طریق کار ہی مؤثر ہوا کرتا ہے (وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ)

۸۔خائن کسی نتیجہ کی سرحد تک نہیں پہنچ سکتا اور اُس کا انجام برا ہوتا ہے بشرطیکہ ہم خود پاک ہوں (لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ) اللہ تعالیٰ کسی ناپاک کو اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ ہماری عزت آبرو کو تباہ برباد کرے (اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴿۵۲﴾)

۹۔خدا کا طریقہ کار یہ ہے کہ خیانت کرنے والے ناکام ہوں، انہیں شکست ہو اور ان کی رسوائی ہو۔(اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴿۵۲﴾)

آیت نمبر ۵۳

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور میں اپنے نفس کی برأت کا اعلان نہیں کرتا ہوں یقیناً نفس برائی پر آمادہ کیا ہی کرتا ہے مگر یہ کہ میرے پرودگار کا رحم و کرم شامل حال ہوجائے یقیناً میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔(۵۳)

نکات:

(الف) قرآن مجید نے نفس کی اقسام بیان کی ہیں جن کی طرف ہم اشارہ کریں گے۔

۱۔ نفس امارہ:۔ یہ وہ قسم ہے جو انسان کو برائیوں کی طرف رغبت دلاتا ہے اگر عقل اور ایمان کی طاقت ذریعے اس پر قابو نہ پایا جائے تو انسان تباہ و ویران ہو کر رہ جاتا ہے۔

۲۔ نفس لوامہ:۔ یہ وہ قسم ہے جب انسان احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے ملامت کرتا ہے توبہ اور معذرت کی طرف مائل کرتا ہے سورۃ قیامت میں اس کا ذکر آیا ہے۔

۳۔ نفس مطمئنہ:۔ نفس کی یہ وہ قسم ہے جو صرف انبیاء اور اولیاء اللہ اور تربیت یافتہ لوگ رکھتے ہیں اس قسم والے انسان ہر وسوسہ اور حادثہ کے موقع پر سرخرو اور سرفراز نظر آتے ہیں اور صرف خدا ہی کے ساتھ ان کے قلوب وابستہ ہوتے ہیں۔

(ب) اس آیت کریمہ میں حضرت یوسفؑ نے خیانت سے دوری اپنی سرخروئی اور سرفرازی اور شدید ترین آزمائش میں مکمل کامیابی کا سبب خداوند عالم کے لطف وکرم کو قرار دیا اور اپنی انسانی حیثیت کو بری قرار نہیں دیا۔

(ج) متعددہ روایات میں نفس کے خطرات اور اس سے برائت اور نفس کو راضی رکھنے کی باتیں بیان ہوئی ہیں اپنے نفس سے راضی رہنے اور اس کے پیچھے چلنے کو عقل کی خرابی اور شیطانی پھندہ قرار دیا گیا ہے (غرر الحکم)

پیغام:

۱۔ انسانی کمال کی شرط یہ ہے خواہ اُسے ساری دنیا کامل سمجھے لیکن وہ خود کو کامل نہ سمجھے حضرت یوسفؑ کی اس داستان میں ان کے برادران، عزیز مصر کی بیوی، شاہد، بادشاہ وقیدی حتّٰی کہ شیطان تک سب جناب یوسفؑ کے کمال کی گواہی دے رہے تھے لیکن ان کی بلندی نفس اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ آپ اعلان فرما رہے تھے (وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ)۔

۲۔ نفس کی خواہشات بہت زیادہ خطرناک ہیں انہیں سادہ نہ سمجھے (اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ) (اس آیت میں چہار قسمی تاکید موجود ہے (اِنَّ) لام تاکید، صیغہ مبالغہ، اور جملہ اسمیہ)

۳۔ اگرچہ انبیاء معصوم ہیں لیکن پھر بھی انسانی غرائز کے حامل ہیں (اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ)

۴۔ جہاں جناب یوسفؑ نے اپنی عفت اور پاکدامنی کی تہمت کے مقابلے میں اپنا دفاع کیا وہاں اپنے نفس کے شرور کا اعلان بھی کیا اور خدا کی پناہ حاصل کی (اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ)

۵۔ نفس اپنی خواہش کا تکرار کرتا ہے تاکہ انسان کو اپنے قابو میں کرلے (لَاَمَّارَۃٌۢ)

۶۔ اگر انسان اپنی طبع اور غرائز کے طور پر خداوند کے لطف وکرم کے مدار میں نہ ہو تو اس میں منفی میلانات پیدا ہو جائیں (لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ)

۷۔ صرف اور صرف رحمت پروردگار سے نجات ممکن ہے اگر انسان اپنے آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دے تو بہت جلد سقوط کر جائے (مَا رَحِمَ رَبِّیۡ)

۸۔جناب یوسفؑ خداوند تعالی کی خاص تربیت میں تھے اس لئے کلمہ ربی کا تکرار رہوا ہے (اِلَّا مَا رَحِمَ)

۹۔مربی کے اندر رحمت اور بخشش کے جذبات ہونے چاہئیں (اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵۳)

۱۰۔بخشش رحمت الٰہی کا دروازہ ہے پہلے فرماتا ہے وہ غفور ہے پھر فرماتا ہے وہ رحیم ہے۔

۱۱۔تمام حوادث وخطرات میں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے (اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵۳)

۱۲۔خود کو کبھی بھی ہر حوالے سے پاک قرار نہ دیں اور ہر برائی سے دور تصور نہ کریں۔(مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ)

آیت نمبر ۵۴

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝۵۴

ترجمۃ الآیات

اور بادشاہ نے کہا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں اپنا مقرب خاص بناؤں تو پھر جب یوسف نے ان سے گفتگو کی تو (بادشاہ) نے کہا بے شک آج آپ ہمارے بااختیار امانت دار ہیں۔(۵۴)

نکات:

(الف) کتاب لسان العرب میں ہے جب انسان کسی کو اپنا محرم راز بناتا ہے تو اُسے اپنے امور میں داخل کرتا ہے تو اسے کہتا ہے "اَسْتَخْلِصْهُ"

(ب) جب حضرت یوسفؑ زندان سے رہا ہوئے تو زندان کے دروازے پر چند جملے تحریر فرمائے ان جملوں میں زندان کی نقشہ کشی کی گئی ہے (هٰذَا قُبُوْرُ الْاَحْیَاءِ ،بَیْتُ الْاَحْزَانِ ،تَجْرِبَةُ الْاَصْدِقَاءِ ،شَمَاتَةُ الْاَعْدَاءِ ،یعنی زندان ،،زندوں کا قبرستان ہے،رنج وغم کا گھر ہے،،دوستوں کی آزمائش گاہ،،اور دشمنوں کے خوش ہونے کا مقام ہے (تفسیر مجمع البیان)

(ج) جب بادشاہ کو جناب یوسفؑ کی صداقت اور امانت کا یقین ہو گیا انہیں ہر قسم کی خیانت سے پاک اور صاف پایا تو اپنے لئے انہیں منتخب کر لیا یہ تو دنیا کے بادشاہ کا حال تھا اور وہ جو پوری کائنات کا بادشاہ ہے اپنے بندے کو پاک صاف پالے تو وہ خدا خود ہی جانے کہ اس کا مقام کیا ہوگا؟ یقیناً وہ اسے اپنے لئے منتخب کر لے گا جیسا کہ قرآن انبیاء علیہم السلام کے

بارے فرماتا ہے (اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحٰى ﴿۱۳﴾)(طٰہٰ ۔ ۱۳) اے موسیٰ! میں نے تمہیں نبوت کے لئے چن لیا ہے اب جو وحی تمہاری طرف ہو اس کو غور سے سنو! اور فرمایا "وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿۴۱﴾ "(طٰہٰ ۔ ۴۱) میں نے تمہیں اپنے لئے منتخب کرلیا ہے۔

(د) بادشاہ نے "لَدَيْنَا" کا لفظ کہہ کر اسی بات کا اعلان کر دیا کہ جناب یوسفؑ کو ہماری حکومت میں اعلیٰ منصب حاصل ہے صرف میرے لئے نہیں پس حکومت کے تمام ذمہ داروں کو چاہیئے کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔

(ر) حکومت اور امانت جب کسی فرد میں اکٹھی ہو جائیں اگر انسان میں امانت ہو اور وہ حکومت نہیں رکھتا تو وہ کام نہیں کرسکتا جو اُسے کرنا چاہیئے تھا ہاں اگر کسی انسان کے پاس حکومت ہو تو اور امانت نہ ہو تو پھر ملکی خزانہ نہیں بچ سکتا اس لئے حضرت امام علیؑ نے مالک اشتر سے خطاب فرمایا تھا۔ کارمندان کی قابلیت اور رغبت کی شناخت کے بعد انھیں مکمل حقوق دیجئے۔

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ اگر چاہے تو کل کے اسیر کو آج کا امیر بنا دے (وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي)

۲۔ انسان کے اندر جس قدر صلاحیتیں ہوں اسی قدر اُسے کام دینا چاہیئے اور ان کی قدر کرنی چاہیے۔ (تعبیر خواب کے بعد بادشاہ نے حکم دیا اُسے آزاد کردو (ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي)

۳۔ چاہے مشرک ہو یا کافر معنوی کمالات کے قدر دان ہوتے ہیں انسانی خمیر میں ہے کہ وہ کمال سے محبت کرے (أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي)

۴۔ مملکت کے افسران اور اعلیٰ حکام کے مشیروں کو تقویٰ، تدبر، منصوبہ بندی کی صلاحیت اور امانت کا حامل ہونا چاہیئے (أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي... مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿۵۴﴾)(جناب یوسفؑ اپنی عفت، تدبیر، تعبیر خواب کی وجہ سے محبوب ہو گئے اس لئے عزیز مصر نے کہا یہ میرے لئے رہنے دو)

۵۔ پاکیزگی، امانت اور صداقت، بادشاہوں کو جھکا دیتی ہے (أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي)

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نھفتہ باشد

۶۔ انسان جب تک کلام نہ کرے اس وقت اس کے عیب و ہنر سربستہ رہتے ہیں (فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ)

۷۔ جب کوئی بڑی ذمہ داری کسی کو سونپی جارہی ہو تو سربراہ مملکت کو چاہیئے وہ خود اس شخص سے کلام کرے (فَلَمَّا كَلَّمَهُ)

۸۔ جب اہم ترین اور اہم عہدوں پر کسی کو مقرر کیا جائے تو پہلے ان کا امتحان لیا جائے (فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ)

۹۔اگر انسان صادق اور امین ہوتو کافروں کے ماحول واجتماع میں مقبول اور مورد احترام ہوتا ہے(لَدَیْنَا)کا کلمہ تمام کارگزاریوں کا معنی دیتا ہے(اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾)

۱۰۔جب مصر کی عورتوں نے یوسف کے حسن کا نظارہ کیا تو دل دے بیٹھیں اور اپنے ہاتھوں کو کاٹ بیٹھیں جب بادشاہ نے ان کی عفت اور امانت کو دیکھ لیا تو مملکت مصر دے بیٹھا اگر وہ آپ کے تمام کمالات کو دیکھ لیتا تو خدا جانے کیا کرتا؟

۱۱۔جب کسی کی امانت اور صداقت پر اطمینان کرلو تو پھر ذمہ داری سونپنے میں تردد نہ کرو(اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾)

۱۲۔سربراہان مملکت کے مشیروں کو متقی،مدبر،امین،اور منصوبہ بندی پر مہارت تامہ رکھنے والا ہونا چاہیئے (اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ...مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾)

۱۳۔جب ہمیں امین اور ماہرین مل جائیں تو پھر ٹال مٹول سے کام نہیں لینا چاہیئے(عزیز مصر نے فوراً حکم صادر کیا) (اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾)

۱۴۔جس پر اطمینان وایمان پیدا ہو جائے اُسے اختیارات دے دینا چاہیئے(لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾)

۱۵۔جناب یوسف کو کلی اختیارات مل گئے تھے(مَكِيْنٌ)آپ محدود نہ تھے۔

۱۶۔مکین اور امین ہونا دونوں ضروری ہے(مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾)

۱۷۔کسی کو انتخاب کرنے کیلئے،انٹرویو کر لینا اچھا ہے۔(فَلَمَّا كَلَّمَهٗ)

آیت نمبر ۵۵

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴿۵۵﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا مجھے اس زمین کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں حفاظت کرنے والا ہوں اور خوب جاننے والا ہوں۔(۵۵)

نکات:

سوال:۔کیا وجہ ہے کہ جناب یوسفؑ نے اپنے لئے ذمہ داری کی پیش کش کیوں کی؟ یا دوسرے الفاظ میں انہوں

نے ریاست کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب:۔آپؑ نے بادشاہ مصر کے خواب سے لوگوں کے لئے خطرات اور نقصان کو محسوس کر لیا تھا آپ اپنے آپ کو آنے والے ناگوار حالات کا مقابلہ کرنے کے اہل سمجھتے تھے لہٰذا ضرر کو روکنے کے لئے اپنی طرف سے اس ذمہ داری کو قبول کرنے کی پیش کش کی۔

سوال:۔ جناب یوسفؑ نے اپنی تعریف کیوں کی؟

جواب۔ جناب یوسفؑ کا اپنی تعریف کا مقصد اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تھا کہ وہ قحط سالی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ کہ آپ کا مقصد فخر کرنا تھا۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب یوسفؑ نے کافر حکومت کے ساتھ کیوں تعاون فرمایا جب کہ قرآن نے ایسا کرنے سے روکا ہے(وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا)(ھود۔ ۱۱۳) جنہوں نے ظلم کیا ہے ان پر تکیہ نہ کرنا۔

جواب:۔ انہوں نے ظالموں کی حمایت کے لئے ذمہ داری قبول نہ کی تھی بلکہ قحط سالی کے ایام میں لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے قبول فرمایا انہوں نے بادشاہ کی خوشامد میں ایک کلمہ تک بھی نہ کہا تفسیر ظلال القرآن میں ہے کہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سیاستدان خطرناک مواقع پر عوام کو ان کے حال پر چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر جاتے ہیں لیکن جناب یوسفؑ ان کی حفاظت چاہتے تھے علاوہ ازیں اگر ظالم حکومت کو سرنگوں اور تبدیل کرنا ناممکن ہو تو جس حد تک ممکن ہو تو غلط طریقوں اور مظالم کے راستوں کو روکنا چاہیئے اور کچھ حکومتی اختیارات کو ہاتھ میں لے کر کام کرنا چاہیئے۔

تفسیر نمونہ میں ہے ''اہم سے اہم تر'' کے قانون کی حفاظت عقلاً اور شرعاً ایک اصل کلی کی حقیقت رکھتی ہے مشرک نظام حکومت میں شرکت جائز نہیں ہے لیکن ایک ملت کو قحط سے نجات دلانا اس سے زیادہ ضروری ہے اسی لئے تفسیر تبیان والے نے کہا ہے حضرت یوسفؑ نے کسی سیاسی منصب کو قبول نہیں فرمایا تھا کہ ظالم کی مدد ہو فوجی ذمہ داری نہیں سنبھالی تھی تاکہ کسی کا ناحق خون نہ ہو صرف آپ نے اقتصادی ذمہ داری اپنے لئے اختیار فرمائی تاکہ لوگوں کو قحط کی مصیبت سے نجات دلائیں (تفسیر نور الثقلین)

حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ جب ضرورت اس بات کا سبب بن گئی کہ جناب یوسفؑ مصر کی حکومت کے خزانوں کی سرپرستی فرمائیں تو انہوں نے خود ہی اس کی پیش کش کی تھی۔

علی بن یقطین بھی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اجازت کے ساتھ بنو عباس کی حکومت کے وزیر رہے۔تو اس قسم کے اللہ والوں کا وجود مظلوموں کی پناہ گاہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سرکاری کاموں کا کفارہ دینی بھائیوں کی حاجات کو پورا کرنا ہے (وسائل الشیعہ ج ۱۲ ص ۱۳۹)

جب امام رضاؑ سے پوچھا گیا کہ آپ نے مامون عباسی کی ولی عہدی کو کیوں قبول فرمایا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی تھے وہ مشرک حکومت میں ایک اعلیٰ منصب دار تھے میں پیغمبر اکرمؐ کا وصی ہوں ایسے شخص کی حکومت کا عہدہ قبول کیا جو بظاہر مسلمان ہے یہ اور بات ہے کہ میرا منصب قبول کرنا بامر مجبوری تھا جبکہ حضرت یوسفؑ نے اپنی

رضا اور موضوع وعنوان کی اہمیت کے پیش نظر ذمہ داری قبول فرمائی تھی۔

(ب) جونہی جناب یوسفؑ نے مقام ومنزلت حاصل کرلیا تو آپ نے اپنے والدین کی ملاقات کا تقاضا نہ کیا بلکہ مصر کی حکومت کے خزانوں کی ذمہ داری کا تقاضا کیا کیونکہ والدین کی ملاقات کا تعلق محبت کے جذبات سے ہے جب کہ عوام الناس کو قحط کی آفات سے نجات دلانا ان کی اجتماعی ومعاشرتی ذمہ داری تھی۔

(ج) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک ایسے گروہ سے خطاب فرمایا جو اپنے زہد کا اظہار کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اپنے جیسی سخت زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتے تھے آپ نے ان سے فرمایا مجھے بتاؤ تم حضرت یوسفؑ کے بارے میں کیا کہو گے کہ جنہوں نے بادشاہ مصر سے کہا تھا () مجھے سرزمین مصر کے خزانوں کی ذمہ داری دے دو ان کا دائرہ اس قدر وسیع ہوگیا کہ نہ صرف ملک مصر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا بلکہ ان کے اختیارات یمن تک جا پہنچے ان حالات کے باوجود ہم نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا جس نے جناب یوسفؑ پر اعتراض کیا ہو (تفسیر نور الثقلین)

(د) ایک روایت میں ہے کہ امام علی رضاؑ نے فرمایا: جناب یوسفؑ نے پہلے سات سالوں میں گندم کو جمع کیا اور اسے ذخیرہ کر دیا جب قحط کا آغاز ہوا تو آپ نے بڑے جچے تلے انداز کے مطابق لوگوں کی روزمرہ کی ضرورت کے مطابق اُنھیں گندم دیتے رہے اور بڑی دیانت داری کے ساتھ سرزمین مصر کو قحط کی بدترین آفات سے نجات دلائی حضرت یوسفؑ نے قحط کے ان سات سالوں میں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا تا کہ کہیں بھوکے افراد کو فراموش نہ کر بیٹھیں (تفسیر مجمع البیان)

(ر) تفسیر مجمع البیان اور المیزان میں آپ کی منصوبہ بندی کی تصویر کچھ اس طرح کھینچی گئی ہے جب قحط سالی کا آغاز ہوا تو آپ نے سونا چاندی کے عوض گندم دینا شروع کیا آپ نے دوسرے سال جواہرات اور زیورات کے بدلے گندم دینا پیش کیا جب تیسرے سال کا آغاز ہوا تو آپ نے چوپاؤں کی قیمت میں گندم دی آپ نے چوتھے سال غلاموں کے عوض اور پانچویں سال گھروں اور عمارتوں کے عوض چھٹے سال کھیتوں اور زمینوں کے عوض گندم دی جب قحط کا ساتواں سال شروع ہوا لوگوں کو بطور غلام خریدا اور اس کے عوض گندم دی جب سات سال مکمل ہو گئے تو آپ نے بادشاہ سے کہا، تمام لوگ اور ان کا مکمل سرمایہ میرے ہاتھ میں ہے لیکن میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور آپ بھی گواہ رہیں کہ میں ان تمام لوگوں کو آزاد کر رہا ہوں اور ان کا سرمایہ انہیں واپس کر رہا ہوں یہ حکمرانی میرے لئے صرف لوگوں کی نجات کا ذریعہ تھی اب آپ ان کے ساتھ عدل وانصاف کا سلوک کریں۔

بادشاہ یہ ایک ملکوتی گفتگو سن کر جناب یوسفؑ کی معنوی روحانی عزت وعظمت کے سامنے اپنے آپ کو حقیر وپست سمجھنے لگا اس کی زبان پر بے ساختہ کلمہ توحید جاری ہوگیا "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُهُ" میں خداوند تعالیٰ کی وحدانیت اور آپؑ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں میں ایمان لے آیا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ آپ حکومت کریں (اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾) آپ ہی حکومت کے مالک ہیں اور آپ ہی دیانتدار حکمران ہیں۔

(ایک وقت وہ تھا جب جناب یوسفؑ بازار مصر میں فروخت ہو رہے تھے تمام مصر چاہتا تھا کہ یوسفؑ کو خرید کر اپنا غلام بنالیں آخر بادشاہ مصر نے خرید کر اپنا غلام بنالیا پھر آج وہی یوسفؑ ہیں جنہوں نے اپنی تدبیر سے مصر کے ہر فرد کو اپنا غلام بنالیا ہے کل کا غلام آج کا آقا بن چکا ہے)

ملکی، عالمی، معاشی، بحرانوں پر کنٹرول کرنے لئے جناب یوسفؑ کے فارمولے پر عمل کرنا چاہیئے آپ نے اپنی منصوبہ بندی سے پورے ملک اور گردنواح کے علاقوں کو بھوک وافلاس سے بھی بچالیا قحط کے اس بدترین سات سالہ دور میں قومی معاشی بحران کو کنٹرول کیا عوام کو عزت و احترام کے ساتھ روٹی دی انہیں گداگری کی لعنت سے اور در بدری سے بچالیا (عرض مترجم)

(س) افراد کے انتخاب کے سلسلے میں قرآنی معیار کو سامنے رکھا جائے "حَفِيْظٌ" "عَلِيْمٌ" بھی معیار قرآنی میں ہے اس کے علاوہ بھی معیار ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ایمان: ''کیا مومن فاسق کی طرح ہوسکتا ہے؟ یہ آپس میں برابر نہیں ہیں۔''

۲۔ماضی: (والسابقون) سبقت کرنے والے (ان کا کیا کہنا) وہ تو سبقت کرنے والے ہیں یہی لوگ خدا کے مقرب ہیں۔ ۳۔ہجرت: (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ) جن لوگوں نے ایمان کو تو قبول کیا اور ہجرت نہ کی تو تم لوگوں کو ان سے کوئی سروکار نہیں (انفال ۷۲)

۴۔جسمانی اور علمی توانائی: ''اور علم اور جسم کی وسعت اس کے لئے خدا نے زیادہ کردی ہے''۔

۵۔خاندانی شرافت: ''تیرا باپ برا آدمی نہیں تھا۔''

۶۔جہاد و مبارزہ: ''خدا نے مجاہدین کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے۔''

پیغام:

۱۔جہاں ضرورت ہو وہاں پر ذمہ داری کی قبولیت کو رضا کارانہ طور پر قبول کرنا چاہیئے (اجْعَلْنِيْ)

۲۔جس طرح دیانت سیاست سے جدا نہیں اسی طرح نبوت حکومت و سیاست سے جدا نہیں (اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ)

۳۔لائق و فائق اور امور میں مہارت رکھنے والے اپنے کام کی مسئولیت کو خود آپ جانتے ہیں (اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ)

۴۔پہلے اہلیت اور قابلیت کو جانچنا پھر مسئولیت کی درخواست (اَسْتَخْلِصْهُ.. اجْعَلْنِيْ)

۵۔جب آپ کسی فن میں مہارت تامہ رکھتے ہوں اور آپ کو اپنی ذات پر بھرپور اعتماد بھی ہو تو ذمہ داری اٹھانے

کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دو (اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ)

۶۔اگر لائق افراد کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں تو ان کی ذاتی دلچسپیوں کا خیال رکھیں(اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ)

۷۔کسی ملک کی حکومت کے لئے اس ملک کی شہریت کا حامل ہونا ضروری نہیں ہے جناب یوسف مصری شہری نہیں تھے لیکن بلکہ مصر میں بطور حکمران اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا (قوم پرستی کی اجازت نہیں ہے)(اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ)

۸۔ضرورت کے موقع پر اپنی قابلیت اور مہارت کا تذکرہ خدا پر توکل زہد اور اخلاص کے منافی نہیں ہوتا (اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴿۵۵﴾)

۹۔بادشاہ مصر نے جناب یوسف علیہ السلام کے لئے جو اوصاف بیان کئے (مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾) دو صفات جناب یوسفؑ نے اپنے لئے بیان فرمائے (حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴿۵۵﴾) ان مذکورہ اوصاف سے قابل اور ماہر ذمہ داران حکومت کے اوصاف کا علم ہوتا ہے (قدرت، امانت، حفاظت، اور علمی مہارت)

۱۰۔منصوبہ سازی اور اخراجات پر کنٹرول کرتے وقت آنے والی نسلوں کے حصے کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے (حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴿۵۵﴾)

آیت نمبر ۵۶ ۔ ۵۷

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۵۶﴾

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

اسی طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار عطا کیا کہ وہ جہاں چاہیں وہ قیام کریں ہم جسے

چاہتے ہیں اسے اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔(۵۶)
اور آخرت کا اجر ایمان وتقویٰ والوں کے لئے زیادہ ہی بہتر ہے۔(۵۷)

نکات:

(الف)ان دونوں آیات میں جناب یوسف کو''محسن''،''مومن'' اور متقی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

(ب)اس مکمل سورۃ میں خداوند تعالیٰ کے ارادے اور اُس کی قدرت کاملہ کو مخلوق کے ارادوں اور خواہشات کے ساتھ تقابلی جائزے کے طور پر دیکھنا چاہئے۔

۱۔برادران یوسف نے اُنہیں کنوئیں میں ڈالا،غلام بنایا تاکہ وہ ذلیل ورسوا ہوجائیں لیکن عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا تھا''اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ''اس کو عزت سے رکھنا۔

۲۔عزیز مصر کی بیوی نے ان کی عفت اور پاک دامنی پر دھبہ لگانا چاہا لیکن خداوند تعالیٰ نے انہیں پاک و پاکیزہ رکھا۔

۳۔جناب یوسفؑ کے آقاؤں نے چاہا کہ انہیں زندان میں ڈال کر ان کی قوت ارادی کو ختم کردو اور وہ ذلیل رسوا ہوجائیں لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ﴿۳۲﴾''(یوسف۔۳۲)لیکن خداوند تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان کو عظمت ملے اور مصر کی حکمرانی ملے **(مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ)**

(ج)امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حریت اور آزادی آپ میں اس قدر بھری ہوئی تھی کہ آپ بزرگواری کی سرحد پر تھے آپ سے بھائیوں نے حسد کیا اور کنوئیں میں ڈال دیا،زنان مصر کی شہوت نے آپ کا گھیرا تنگ کردیا،آپ زندان میں بے گناہ بند کردیئے گئے،لوگوں نے آپ پر تہمتیں لگائیں ان تمام مصائب وآلام کے بعد آپ کو اقتدار ملا اور ایک طاقتور حکمران بن گئے آپ ان تمام انقلابات زمانہ سے گذرے آپ نے پامردی کا ثبوت دیا کہیں بھی آپ کے پاؤں میں لغزش نہیں آئی (تفسیر نور الثقلین)

(د)اُخروی انعام دُنیوی انعام سے کہیں بہتر ہے کیونکہ اُخروی انعام (الف)محدود نہیں ہے(لهم ما يشائون) ان کے لئے وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے۔

(ب)نہ ختم ہونے والی ہے''خٰلِدِيْنَ فِيْهَا''اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(ج)جنت میں ہر جگہ کوئی محدودیت نہ ہوگی(يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ)

(د)''لاتعداد بے حساب وکتاب،،(اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ)ان کے لئے بے حساب اجر ہے۔

(ھ)مصائب وآلام آفات وامراض سے پاک''لَا يُصَدَّعُوْنَ''دردسر نہیں ہوگا۔

پیغام:

۱۔ ہمیشہ خداوند تعالیٰ کا طریقہ رہا ہے وہ پاکدامن اور متقی افراد کو عزت وعظمت عطا کرتا ہے (وَ كَذٰلِكَ)

۲۔ اگر چہ بظاہر بادشاہ مصر نے جناب یوسفؑ سے کہا تھا (اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴿۵۴﴾) لیکن درحقیقت خداوند تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی تھی (مَكَّنَّا)

۳۔ حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے جو کچھ چاہے کرے (مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ ..)

۴۔ جب ملک بحرانی حالات سے دوچار ہو تو حکومت لوگوں کے مال واملاک میں تصرف کو محدود کر کے انہیں مفاد عامہ کے راہ پر چلا سکتی ہے (يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ ..)

۵۔ تمام اختیارات جناب یوسفؑ کے ہاتھ میں تھے (حَيْثُ يَشَآءُ)

۶۔ حکومت واقتدار اگر اہل کے پاس ہو تو رحمت ہے ورنہ نقصان ہی نقصان ہے (نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا)

۷۔ الٰہی نقطہ نظر سے کوئی بھی کام جزا یا سزا کے بغیر نہیں ہے (وَلَا نُضِيْعُ)

۸۔ لوگوں کے حقوق یا تو جہالت کی وجہ سے ضائع ہوتے ہیں یا بخل اور عاجزی کی وجہ سے یا کوئی دوسرے عوامل دخیل ہوتے ہیں جب کہ خداوند تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کے اجر کو ضائع کرے وہ ان تمام عیوب سے پاک ہے (وَلَا نُضِيْعُ)

۹۔ دنیاوی حکومت واقتدار ایمان اور تقویٰ کے منافی نہیں ہے۔ (مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ ... اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۵۶﴾)

۱۰۔ خدا کی مشیت کا اپنا ایک نظام اور قانون ہے (نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا .. لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۵۶﴾)

۱۱۔ کائنات کی ہر چیز مشیت الٰہی کے ہاتھوں گروی ہے وہ ذات حکیم ہے بغیر دلیل کے وہ کسی کو قدرت وحکومت نہیں دیتا (لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۵۶﴾)

۱۲۔ اللہ کے خالص ومخلص بندے اس دنیا میں بھی اپنی نیکی کا اجر احسن انداز میں پاتے ہیں اور عالم آخرت میں اس سے کہیں بہتر وبرتر اجر کے مستحق ہوں گے (لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۵۶﴾)

۱۳۔ اگر اس دنیا میں کسی نیک وصالح آدمی کو اس کا اجر ثواب نہیں مل سکا تو اسے گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک اور جگہ ہے جہاں اس کی تلافی کر دی جائے گی (لَا نُضِيْعُ ... وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ)

۱۴۔ بادشاہی اور حکومت آخرت کے اجر کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے (وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ)

۱۵۔ خاصانِ خدا کے سامنے مادی وسائل اور ظاہری حکومت کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان کے نزدیک جو مطلوب اور مرغوب شئے ہے وہ ہے آخرت اور اس کی ابدیت (وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ)

۱۶۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو ہم بھی تم پر اپنی رحمت نازل کریں گے (نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا .. لِلَّذِيْنَ .. وَكَانُوْا

يَتَّقُوْنَ﴿۵۷﴾)

۱۷۔ایمان کے ساتھ اگر تقویٰ ہو تو نہایت عمدہ و اعلیٰ ہے ورنہ گناہگار مومن کا انجام غیر واضح ہے (اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴿۵۷﴾)

۱۸۔اگر تقویٰ دائمی خصلت کی صورت اختیار کرلے تو اس کی بہت زیادہ قدر و منزلت ہے (وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴿۵۷﴾)

۱۹۔جب ایمان اور تقویٰ ایک مقام پر اکٹھے ہو جائیں تو یہ کیفیت آخرت کے اجر کا موجب بن جاتی ہے (وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴿۵۷﴾)

۲۰۔تقویٰ کا درجہ ایمان سے بالاتر ہے۔(اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴿۵۷﴾)

آیت نمبر ۵۸

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴿۵۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور برادرانِ یوسف مصر آئے اور یوسفؑ کے ہاں حاضر ہوئے پس اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس کو نہیں پہچان سکے۔(۵۸)

نکات:

(الف) جناب یوسفؑ کی پیشین گوئی کے مطابق مصر کے لوگ سات سال تک نعمتوں اور بارش سے مستفید ہوتے رہے لیکن دوسرے سات سالوں کا آغاز ہوا تو لوگ قحط اور خشک سالی کا شکار ہونے لگے قحط نے اپنا دائرہ اتنا وسیع کردیا تھا کہ ملک مصر سے دور دراز کے علاقے سرزمین فلسطین اور کنعان تک جا پہنچا حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا مصر جاؤ اور وہاں سے گندم لے آؤ آخر کار وہ مصر آئے اور گندم کے لئے درخواست کی اسی دوران جناب یوسفؑ نے غلہ حاصل کرنے والوں کے درمیان انہیں دیکھ لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ جناب یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالنے کے زمانے سے لے کر ان کی سرزمین مصر پر حکومت تک کا درمیانی حصہ بیس سے تیس سال بنتا تھا جب جناب یوسفؑ کنوئیں سے نکلے تھے اس وقت جوان تھے (یابشری ھذا غلام) آپ کچھ عرصہ عزیز مصر کے گھر میں خدمت کرتے رہے پھر کئی سال تک زندان میں رہے پھر قید سے

رہائی کے بعد سات سالہ نعمتوں بھرا دور بھی گزر گیا جناب یوسفؑ کے بھائی مصر اُس وقت آئے جب مصر پر قحط سالی کا راج تھا۔

پیغام:

ا۔قحط سالی کے زمانے میں راشن بندی کا نظام ضروری ہے ہر شخص کو اپنا حصہ لینے کے لئے بذات خود رجوع کرنا چاہیئے تاکہ لوگ اس کے نام سے غلط مفاد نہ اٹھائیں (اِخۡوَةُ)

۲۔قحط کے زمانے میں اگر دوسرے علاقوں کے لوگ اگر تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد ضرور کرنی چاہیئے (وَجَآءَ اِخۡوَةُ یُوۡسُفَ)

۳۔فقر و افلاس وتنگ دستی نے جب ہر طرف ڈیرے ڈال دیئے ہوں تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھ جائیں اُٹھیئے اور دوسرے علاقوں کا رخ کیجئے (وَجَآءَ اِخۡوَةُ یُوۡسُفَ)

۴۔کبھی ظالم مظلوم کا محتاج ہوجاتا ہے (وَجَآءَ اِخۡوَةُ یُوۡسُفَ) پہاڑ کو پہاڑ کے پاس جانا نہیں ہوتا آدم کو آدم کے پاس ضرور جانا ہوتا ہے۔

۵۔جناب یوسفؑ سے ہر سائل آسانی سے ملاقات کر سکتا تھا چاہے وہ غیر ملکی بھی ہوتا (وَجَآءَ اِخۡوَةُ ... فَدَخَلُوۡا) حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ ایسا برنامہ تیار کریں کہ ہر آدمی ان سے آسانی کے ساتھ مل سکے۔

۶۔بچپن کے زمانے میں ذہن پر بننے والے نقوش و مناظر ہمیشہ باقی رہتے ہیں کبھی نہیں مٹتے (فَعَرَفَهُمۡ وَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ﴿۵۸﴾)

۷۔برادران نے جناب یوسفؑ کو بچپن میں دیکھا تھا اب اس ملاقات میں جناب یوسف ایک بزرگوار کی صورت میں تھے لیکن جناب یوسف نے اپنے بچپن کے زمانے میں انہیں دیکھا تھا تو بچپن کی یادیں باقی رہتی ہیں اس لئے آپ انہیں پہچان گئے لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔

آیت نمبر ۵۹

وَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِیۡ بِاَخٍ لَّكُمۡ مِّنۡ اَبِیۡكُمۡ ۚ اَلَا تَرَوۡنَ اَنِّیۡۤ اُوۡفِی الۡكَیۡلَ وَاَنَا خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ﴿۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب یوسفؑ نے ان کی روانگی کے لئے سامان سفر تیار کیا تو کہنے لگے (اگر دوبارہ آؤ تو)

اپنے سوتیلے بھائی کو میرے پاس لے آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپتا ہوں اور بہترین طریقہ پر میزبانی بھی کرتا ہوں۔(۵۹)

نکات:

(الف) حضرت یوسفؑ نے فرمایا (ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم) اپنے پدری بھائی کو میرے پاس لے آنا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے ایک اجنبی کی صورت میں اپنے برادران سے گفتگو کا آغاز کیا اور انہوں نے اپنا تعارف کچھ اس طرح کیا جیسا کہ تفاسیر میں آیا ہے کہ ہم یعقوبؑ کے بیٹے اور جناب ابراہیمؑ کے پوتے ہیں ہمارا والد ایک بوڑھا آدمی ہے ان کے ایک بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا تھا وہ ان کے غم میں سالہا سال سے رو رہے ہیں وہ گوشہ نشین ہو چکے ہیں وہ بینائی کی طاقت سے بھی محروم ہو چکے ہیں اس لئے ہم اپنے ایک بھائی کو ان کی خدمت میں چھوڑ آئے ہیں اگر ممکن ہو تو ہمیں اپنے والد اور بھائی کا حصہ بھی دے دیجیئے تاکہ ہم بخوشی اپنے گھر لوٹ جائیں،، حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ دس اونٹوں کے بار کے علاوہ باپ اور بھائی کے حصے کے دو اونٹوں کے بار کا اضافہ کر دیا جائے۔

(ب) جناب یوسفؑ نے اپنے برادران کی توجہ کے لئے فرمایا (وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾) میں بہترین میزبان ہوں ،، یہ سن کر ان کے بھائیوں نے تسلیم کیا اور اپنی خوشی کا اظہار کیا لیکن خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ان تعبیرات کو جاری فرمایا۔

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ (جمعہ۔۱۱) وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ (اعراف۔۱۵۵) وہ بہترین بخش دینے والا ہے خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ (اعراف۔۸۹) وہ بہترین کشائش والا ہے۔ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ (آل عمران۔۵۴) وہ بہترین تدبر کرنیوالا ہے خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ (انبیاء۔۸۹) وہ بہترین وارث ہے۔ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ (یوسف۔۱۰۹) وہ بہترین حاکم ہے

لیکن ان خطابات کے باوجود بہت سے لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

پیغام:

۱۔ جناب یوسف نے مصر میں ذخیرہ شدہ اناج کو اپنی نگرانی میں رکھا ہوا تھا (وَلَمَّا جَهَّزَهُم)

۲۔ جناب یوسف کی ادارت نے علاقائی اور ملکی سطح کے طویل المیعاد قحط کی پریشانیوں کو ہر طرف سے کنٹرول کیا جہاں مصر کے لوگ استفادہ کر رہے تھے وہاں اطراف کے لوگوں کی مدد بھی ہو رہی تھی (جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ)

۳۔ رازداری بھی لازم ہے اور راست گوئی بھی جناب یوسفؑ نے فرمایا (بِأَخٍ لَّكُم) تمہارا بھائی یہ نہ فرمایا کہ میرا بھائی تاکہ رازداری کے ساتھ سچائی بھی باقی رہے۔

۴۔جب اشخاص یا ادارے یا ممالک مدد کرتے ہیں تو کچھ مصالح کی خاطر اپنی طرف سے شرائط بھی عائد کرتے ہیں (ائۡتُوۡنِیۡ بِاَخٍ)

۵۔بحرانی اور خشک سالی کے ادوار میں کم فروشی ممنوع ہے (اُوۡفِی الۡکَیۡلَ)

۶۔معاملہ کرتے وقت جنس کی مقدار کی تعیین لازمی ہے (الۡکَیۡلَ)

۷۔برائی کا جواب اچھائی کے ساتھ دینا چاہیئے۔جناب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو ان کا پورا حق دیا ان کے مظالم کے بارے میں کوئی بات نہ کی (وَجَآءَ اِخۡوَۃُ یُوۡسُفَ...اُوۡفِی الۡکَیۡلَ)

۸۔مزدور و ملازمین کا یا حکومتی معاونین کا کم تولنا یا انصاف سے کام لینا ذمہ داران افسران بالا کے کھاتے میں جاتا ہے (اَنِّیۡۤ اُوۡفِی الۡکَیۡلَ)

۹۔حضرت یوسفؑ کے زمانے میں مصر میں غلہ خریدنے بیچنے اور تقسیم کرنے کے لئے پیمانے مروج تھے (اُوۡفِی الۡکَیۡلَ)

۱۰۔جب عوام میں مال تقسیم ہو رہا ہو تو اس تقسیم پر ان لوگوں کو مقرر کرنا چاہیئے جو عادل ہوں (اُوۡفِی الۡکَیۡلَ)

۱۱۔طاقت کو انتقام کا ذریعہ نہ بنائیں (اُوۡفِی الۡکَیۡلَ)

۱۲۔مہمان نوازی انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے (خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ﴿۵۹﴾)

۱۳۔جب قحط سالی کے زمانے میں مسافر اور قافلے آپ کے علاقے آئیں تو ان کا احترام کریں (خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ﴿۵۹﴾)

آیت نمبر ۶۰

فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِیۡ بِہٖ فَلَا کَیۡلَ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

اگر تم اسے نہ لائے تو میرے پاس سے نہ تو غلہ ملے گا اور نہ تم میرے نزدیک آنا۔(۶۰)

پیغام:

۱۔ایک سسٹم کو چلانے کے لئے جہاں محبت لازمی ہے وہاں دھمکی اور خوف بھی لازمی ہے پہلے پیغام: اور محبت لازمی

ہے(خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴿۵۹﴾) بعد ازین دھمکی اور الٹی میٹم (فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ)

۲۔غلط فائدہ اٹھانے کے ہر امکان کو ختم کر دینا چاہیئے۔اگر چہ رواج میں بعض حاضرین غیر حاضر لوگوں کا مال لے جاتے ہوں لیکن اس رواج میں بعض لوگ غلط مفاد اُٹھا سکتے ہیں(فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ)

۳۔قانون کے نفاذ میں بھائی اور خاندان اور دوسرے تمام لوگوں کے درمیان امتیاز جائز نہیں (فَلَا كَیْلَ لَكُمْ) ہر شخص اپنا مقرر حصہ لے اور خود آئے)

۴۔دھمکی میں یہ بھی لازم نہیں ہے کہ دھمکی دینے والا اوپر اُسے سو فیصد جاری بھی کرے(فَلَا كَیْلَ لَكُمْ) کیونکہ حضرت یوسفؑ اپنی موجودگی میں بھائیوں کو قحط سالی میں بھوک سے مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

۵۔ایک رہبر کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آرڈر کے اجراء کے لئے ہر قسم کے اقدام کرے(فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ﴿۶۰﴾)

آیت نمبر ۶۱

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ﴿۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا ہم اُسی کے والد سے اس کا مطالبہ کریں گے اور یقیناً ہم ایسا کریں گے۔(۶۱)

نکات:

(الف) پے در پے اصرار کو،،مراودہ،، کہتے ہیں جبکہ اس کے ساتھ التماس یا فریب ہو

(ب) برادرانِ یوسف کی گفتگو سے حسد کی بو آسانی سے محسوس کی جاسکتی ہے انہوں نے ،،ابانا،، ہمارے بابا سے کی بجائے ،،اباہ،، اس کے بابا سے،، کہا، حالانکہ سورۃ کے اول میں برادران یوسف کی گفتگو یہ تھی ،،( ) ہمارے والد یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ ہم سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ بیٹے کا سفر والد کی رضا اور اجازت سے ہونا چاہیئے(سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ)

۲۔ برادران یوسف کو اپنے گزشتہ عمل کی بنا پر اچھی طرح سے معلوم تھا کہ تقاضا اور اصرار کے باوجود ان کے والد بنیامین کو ان کے ساتھ نہیں جانے دیں گے (،،سَنُرَاوِدُ،، ہم اصرار کریں گے)

۳۔ حضرت یعقوبؑ نے جناب یوسف کے بعد بنیامین کو اپنے سے کبھی دور نہ کیا تھا تو اب ان حالات میں انہیں باپ سے جدا کرنا آسان نہ تھا (سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ)

آیت نمبر ۶۲

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور یوسف نے اپنے خدمتگاروں سے کہا ان کی رقم ان کے سامان میں رکھ دو تا کہ جب وہ اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جائیں تو اُسے پہچان لیں اس طرح ممکن ہے وہ واپس آئیں۔(۶۲)

نکات:

(الف) حضرت یوسفؑ کو گزشتہ آیات میں صادق ،،محسن ،،مخلص ،، کے القابات سے یاد کیا گیا،،آپ نے اپنے والد اور برادران کو جو غلہ دیا تھا اپنے حصے سے یا اپنی شخصی ملکیت سے دیا تھا نہ کہ بیت المال سے۔

(ب) آپ نے برادران کی رقم واپس کردی تھی تا کہ رقم کا نہ ہونا ان کے دوسرے سفر کے لئے رکاوٹ کا سبب نہ بنے (لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴿۶۲﴾) علاوہ ازیں رقم کی واپسی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اپنے بھائی کے بلانے میں سنجیدہ ہیں اور ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ بھی نہیں رکھتے تھے اور ان کے سامان میں خفیہ طور پر رقم رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ان پر احسان نہ جتایا جائے اور وہ چوروں کی دست برد سے بھی محفوظ ہو جائیں۔

(ج) جناب یوسفؑ جو کل تک ایک غلام اور خدمتگار تھے آج وہ آقا اور مخدوم بن چکے تھے (لِفِتْيٰنِهِ) لیکن جب اپنے بھائیوں سے گفتگو کی نہ تو ان سے انتقام لیا اور نہ ہی ان سے گلا شکوہ کیا بلکہ ان کا مال وسرمایہ لوٹا کر ان پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ انہیں دوست رکھتے ہیں۔

پیغام:

۱۔کسی لائق منظّم اور لیڈر کے منصوبوں میں جدت ہونی چاہیئے (اِجْعَلُوْا)

۲۔برائی کا جواب اچھائی سے دینا چاہیئے (اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ)

۳۔صلہ رحمی کا مقصد امداد کرنا ہوتا ہے سودا بازی نہیں ہوتا (اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ)

۴۔ضرورت کے زمانے میں والد اور بھائیوں سے رقم لینا انسان کی شرافت ذاتی سے میل نہیں کھاتا (اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ)

۵۔جناب یوسفؑ نے اپنے برادران کی رقوم کو ان کے سامان میں رکھنے کے لئے اہل کاروں کی ایک جماعت کو مقرر کیا تاکہ تہمت کے تمام امکانات رد ہو جائیں اور غلام ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں کہ رقم اپنے پاس رکھ لیں اور کہہ دیں کہ ہم نے رقم مسافروں کے مال میں رکھ دی ہے (اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ)

۶۔جب بھی کسی کی مدد کرو جتنا ممکن ہو مخفی طور پر کرو (فِیْ رِحَالِهِمْ)

۷۔نہ انتقام اور کینہ بلکہ ہدیہ ربط و بندھن کے لئے (اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ ... لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۝۶۲)

۸۔اچھائی کرنا لوگوں کو جذب کرنے کا بہترین وسیلہ ہے ((اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ ... یَرْجِعُوْنَ۝۶۲)

۹۔انسانوں کا مرجع بننے کے لئے ان کی رقم انہیں لوٹا دو ((اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ ... یَرْجِعُوْنَ۝۶۲)

۱۰۔ذمہ دار لوگوں اور اہل کاروں کے لئے ضروری ہے کہ جو آرڈر انہیں جاری کیا گیا ہے اس پر بھرپور طریقے سے عمل کریں تاکہ رہبر اپنے ہدف میں کامیاب ہو جناب یوسفؑ نے سمجھ لیا تھا اس طریقے سے یہ کاروان ضرور واپس آئیگا (لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۝۶۲)

۱۱۔جو برنامے تشکیل دئے جاتے ہیں یا جو پروگرام بنائے جاتے ہیں ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سو فیصد پایہ تکمیل تک پہنچیں (لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۝۶۲)

آیت نمبر ۶۳

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝۶۳

ترجمۃ الآیات

تو جب وہ لوگ اپنے بابا کے پاس واپس گئے تو ان سے کہا اے ہمارے والد صاحب ہم پر غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیئے تاکہ غلہ حاصل ہو سکے یقیناً ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ (۶۳)

پیغام:

۱۔جناب یعقوبؑ اپنے خانوادہ اور اپنے بیٹوں پر مکمل تسلط رکھتے تھے (يَآبَانَا مُنِعَ ..)

۲۔ایک باپ کو اپنے فرزند کے بارے میں امر و نہی کے تمام حقوق حاصل ہیں (فَأَرْسِلْ)

۳۔جناب بنیامین بھی اپنے والد کی اجازت کے بغیر سفر پر آمادہ نہیں ہوئے۔

۴۔کسی چیز کے حصول کے لئے یا کسی کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے محبت بھرے جذبات سے استفادہ کرنا چاہیئے (يَآبَانَا)

۵۔ایک مجرم چونکہ اپنے اندر خوف رکھتا ہے اس لئے بات بات پر تاکیدی جملے استعمال کرتا ہے، وَإِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝۶۳ "انا" حرف لام، اور جملہ اسمیہ پر یہ سب علامات تاکید ہیں۔

آیت نمبر ۶۴

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝۶۴

ترجمۃ الآیات

(یعقوبؑ) نے کہا میں تم پر اس کے بارے میں اطمینان کروں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں کیا تھا؟ بہر حال اللہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور بہترین رحم کرنے والا ہے۔ (۶۴)

نکات:

سوال: جب جناب یعقوبؑ کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ان کے بیٹوں کا سابقہ ریکارڈ کوئی زیادہ اچھا نہیں ہے باوجود اس کے انہوں نے پھر اپنے ایک اور بیٹے کو ان کے کیوں حوالے کر دیا؟

جواب: ـ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس سوال کے جواب میں کئی ایک احتمالات پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں

۱ـ برادران یوسف نے اپنے گزشتہ اقدام سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں کیا تھا وہ اپنے والد کی محبت چاہتے تھے وہ انہیں حاصل نہیں ہو سکی تھی۔

۲ـ برادران یوسف کا بنیامین کے ساتھ حسد جناب یوسف کے مقابلے میں کم تھا۔

۳ـ قحط سالی اور اس کے آفات نے ان کے لئے ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے اُن کے لئے دوبارہ سفر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

۴ـ پہلے حادثہ کو رونما ہوئے دسیوں سال بیت چکے تھے جس کی وجہ سے اُسے فراموش شدہ شمار کیا گیا تھا۔

۵ـ خداوند تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کو ان کے بیٹے کی حفاظت کی یقین دہانی فرما دی تھی۔

پیغام:

۱ـ جس کا ریکارڈ خراب ہو اس پر فوری اعتماد نہیں کرنا چاہیئے (هَلۡ اٰمَنُكُمۡ)

۲ـ گزشتہ تلخ یادیں انسان کو مستقبل کے حوادث سے محفوظ کر لیتی ہیں (هَلۡ اٰمَنُكُمۡ ... عَلٰۤى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ)

۳ـ کسی ایک شکست یا تلخ تجربہ کے ساتھ اپنے آپ کو گوشہ نشین نہ کر دیجئے (هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ ... فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا)

۴ـ برادران یوسف نے اپنے آپ کو محافظ خیال کیا تھا (وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴿۶۳﴾)

۵ـ عوامل ظاہری اور مادی جس قدر بھی فراوان ہوں ان پر بھروسہ نہ رکھیں صرف اور صرف خدا کی ذات پر بھروسہ رکھیں (فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا)

۶ـ خداوند تعالیٰ کی بے مثال رحمت اور اس کی ذات پر توکل کرتے ہوئے حوادث زندگی کا سامنا کرنا چاہیئے (فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا ۖ وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ﴿۶۴﴾)

۷ـ حفاظت کا سرچشمہ رحمت پروردگار ہے (فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا ۖ وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ﴿۶۴﴾)

آیت نمبر ۶۵

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا
يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا
وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی رقم کو پایا کہ وہ انہیں واپس کر دی گئی ہے کہنے لگے ہمیں اور کیا چاہیئے ہماری رقم بھی واپس کر دی گئی ہے اور ہم اپنے اہل وعیال کے لئے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ کا بار غلہ زیادہ لائیں گے اور وہ (غلہ) آسانی سے حاصل ہو جائے گا۔ (۶۵)

نکات:

(الف) شاید آیت کا معنی یوں ہو:۔ اس مرتبہ غلہ کی مقدار جو ہم لے آئے ہیں یہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہو اگر ہم دوسری مرتبہ جائیں گے تو بہت زیادہ لے آئیں گے۔

(ب) کلمہ ''نَمِیْرُ''،''مِیْر'' سے اخذ کیا گیا ہے جس کا معنی ہے،، غذائی مواد،، اسی طرح ''نَمِیْرُ اَهْلَنَا'' کا معنی ہوا کہ ہم اپنے خاندان والوں کو غذا پہنچائیں گے۔

(ج) ''وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ'' کے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کا حصہ ایک اونٹ کے برابر تھا جو وہاں حاضری دے اور اپنا مال لے جائے۔

پیغام:

۱۔ جناب یعقوبؑ کے بیٹے ان کے زیر سایہ زندگی کرتے تھے اور اپنی غذائی اور دوسری ضروریات پوری کیا کرتے تھے (فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ... قَالُوْا يٰۤاَبَانَا)

۲۔ جناب یوسفؑ نہ صرف خود ایک اچھے انسان تھے بلکہ آپ انسان ساز بھی تھے (وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ

اِلَيۡهِمۡ) جناب یوسفؑ نے اپنے حاسد اور جفا کار بھائیوں کو خفیہ طور پر ہدیہ پیش کیا تا کہ دوبارہ واپس آئیں قرآن مجید کا پیغام ہے (اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ) (فصلت۔ ۳۴) برائی کو اچھائی کے ذریعے ختم کرو۔

۳۔ اگر سامان کی قیمت پہلی مرتبہ وصول نہ کی جائے تو خریدار اپنی تحقیر خیال کرتا ہے اگر آپ تحفہ کا قصد رکھتے ہیں تو خریدار سے رقم لے لو پھر عقلمندانہ طریقے سے واپس کر دو (رُدَّتۡ اِلَيۡهِمۡ)

۴۔ اگر آپ مفرور کبوتروں کی اپنے ہاں واپسی چاہتے ہیں تو ان کے آگے دانے ڈال دیجئے۔ جناب یوسفؑ نے ان کی رقم انہیں واپس کر دی تا کہ واپس آئیں (بِضَاعَتَهُمۡ رُدَّتۡ)

۵۔ مرد اپنے گھر کی تمام ضروریات کا ضامن ہے (نَمِيۡرُ اَهۡلَنَا)

۶۔ غذائی راشن بندی کے موجد جناب یوسفؑ ہیں (وَنَزۡدَادُ كَيۡلَ بَعِيۡرٍ)

آیت نمبر ۶۶

قَالَ لَنۡ اُرۡسِلَهٗ مَعَكُمۡ حَتّٰى تُؤۡتُوۡنِ مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاۡتُنَّنِىۡ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّحَاطَ بِكُمۡ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوۡهُ مَوۡثِقَهُمۡ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ‏ ﴿۶۶﴾

ترجمۃ الآیات

جناب یعقوبؑ نے کہا میں اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک تم مجھ سے اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد و پیمان نہ کر لو کہ تم اُسے اپنے ساتھ واپس لے آؤ مگر یہ کہ تم کسی مشکل میں گھیر لئے جاؤ تو پھر جب انہوں نے اپنا عہد دے دیا تو جناب یعقوب نے کہا ہم جو بات کر رہے ہیں اس پر اللہ ضامن ہے۔ (۶۶)

نکات:

(الف) موثق،، کا معنی ہے ہر وہ طریقہ جس سے فریق ثانی کو اطمینان حاصل ہو جائے چاہے وہ عہد و قسم اور نذر کی شکل میں ہو (مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ)

پیغام:

۱۔خویش وقربت پر اکتفاء نہ کیجئے بلکہ مضبوط عہد و پیمان لیجئے (لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى)
۲۔خدا پر توکل اور قسم، نذر، عہد، مضبوط ترین معاہدہ ہے (مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ)
۳۔جس کا قول وفعل قابل اعتماد نہیں اس سے معاہدہ کرتے وقت مکمل اطمینان کرلو (مَوْثِقًا)
۴۔اپنے فرزند کو دوسروں کے ہمراہ آسانی کے ساتھ مت بھیجئے (تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ)
۵۔معاہدوں میں ناگہانی آفات وبلیات کو مدنظر رکھیئے (تکلیف مالا یطاق سے بچیئے)
۶۔تمام تقاضوں کو مکمل کر لینے کے بعد توکل بر خدا سے غافل نہ رہیئے (قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾)

آیت نمبر ٦٧

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۃ الآیات

(یعقوبؑ) نے کہا میرے بیٹو! ایک دروازے سے شہر کے اندر نہ جانا اور مختلف دروازوں سے جانا اور میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا ہر حکم اللہ کے قبضے میں ہے اُس پر میرا بھروسہ ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔(٦٧)

نکات:

(الف) حضرت یعقوبؑ نے برادران یوسف کو وقت سفر چار توحیدی کلمات کے ساتھ نصیحت فرمائی۔
۱۔وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ، میں تم سے خدا کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتا حکم تو صرف خدا ہی کے لئے ہے۔
۲۔اس آیت سے پہلے والی آیت میں ہے،، اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ، مگر یہ کہ تم سب حادثے کا شکار ہو جاؤ یعنی ہر مقام پر ہر قسمی امکانات موجود ہیں۔

۳۔آیت نمبر ۶۳ میں فرمایا (فَاللّٰہُ خَیۡرٌ حٰفِظًا) اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔

۴۔آیت نمبر ۶۷ میں فرمایا (عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ) جی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سراپا خداوند اور اس کی توحید کی طرف ہر وقت متوجہ رہتے تھے ادھر جناب یعقوبؑ کے بیٹے اپنے سفر میں حفاظت کی نسبت اپنی ذات کی طرف دیتے ہوئے کہتے ہیں (وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ) ہم خود اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے ان باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مومن موحد کی علامات کہاں ہیں کہاں نہیں ہیں۔

پیغام:

۱۔اولاد خطاؤں اور گناہوں کے ساتھ پیاری ہے (یٰبَنِیَّ)

۲۔اپنے بیٹوں کی حفاظت اور سلامتی کے لئے سوچ و بچار اور فکر و تدبر ضروری ہے (یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا)

۳۔یا جس وقت ایک عالم اور باخبر انسان وصیت کر رہا ہو تو وہاں اس وصیت یا حکم کے فلسفہ و حکمت کے بارے میں سوالات نہیں کرنا چاہیئں (لَا تَدۡخُلُوۡا ۔۔ پر انہوں نے عمل کیا اس فرمان کی توجیہ نہیں پوچھی تھی۔

۴۔وقت سفر وعظ و نصیحت کا بہترین وقت ہے جناب یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کے وقت سفر فرمایا تھا (لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ)

۵۔حساسیت، بدگمانی، اور نظر بد کے تحفظ کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا چاہیئے جوانوں کے گروہ کا اجنبی علاقے میں جانا بدگمانی اور چغلی کا سبب بن سکتا ہے (لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ)

۶۔لطف اور قدرت خداوندی کو صرف ایک راہ میں منحصر نہ سمجھو اُسے کوئی روک نہیں سکتا وہ ہر راستے تمہاری مدد کر سکتا ہے (یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ)

۷۔صرف روکنے والے نہ بنو بلکہ مسئلے کا حل پیش کرو (لَا تَدۡخُلُوۡا ۔۔۔وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ ۔۔)

۸۔منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے مختلف راستوں کو اختیار کیجئے (وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَۃٍ)

۹۔ایک منجھے ہوئے مدبر و منتظم کے لئے ضروری ہے کہ منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ باقی احتمالات کو بھی نگاہ میں رکھے اس لئے کہ انسان اپنے کاروبار زندگی چلانے کے لئے مکمل اور مستقل حیثیت کا حامل نہیں ہے ہر پہلو پر غور و فکر کرنے کے باوجود بھی خدا کی قدرت ہر ایک پر غالب ہے ہماری منصوبہ بندی اور عقل مندی سو فیصد منصوبوں کی تکمیل کی ضامن نہیں (وَمَاۤ اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ)

۱۰۔تقدیر کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے (وَمَاۤ اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ)

۱۱۔حاکم مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ)

۱۲۔ توکل کے ساتھ ساتھ اونٹ کے زانو کو بھی باندھ دو (وَّادْخُلُوْا ۔۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ)

۱۳۔ جہاں احتیاط لازمی ہے وہاں محاسبہ بھی لازمی ہے (لَا تَدْخُلُوْا) خداوند پر توکل بھی ضروری ہے (عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ)

۱۴۔ خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی پر توکل مت کیجئے (عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ) کیونکہ صرف وہ ذات ہے جو مکمل کفایت کرتی ہے (وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا) (نساء۔ ۱۳۲) وہ بہترین وکیل ہے (نِعْمَ الْوَكِيْلُ) (آل عمران۔ ۱۷۳)

۱۵۔ جناب یعقوبؑ نے خود بھی توکل کیا اور دوسروں کو امر توکل کی تشویق فرمائی (تَوَكَّلْتُ ۔۔۔ فَلْيَتَوَكَّلِ ۔۔)

آیت نمبر ۶۸

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۟۶۸

ترجمة الآيات

اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے والد نے انہیں حکم دیا تھا تو انہیں تقدیر الٰہی سے کوئی چیز بچا تو سکتی نہیں تھی مگر یعقوبؑ کے دل کی ایک حسرت تھی جسے انہوں نے اسے نکال دیا اور یقیناً وہ علم رکھنے والے تھے اس لئے کہ ہم نے انہیں علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۶۸)

نکات:

(الف) حضرت یعقوبؑ کی دلی تمنا کیا تھی وہ پوری ہوگئی؟ اس بارے میں مفسرین کے مختلف نظریات ہیں

۱۔ بنیامین جناب یوسفؑ کے پاس پہنچ جائیں اور جناب یوسف کو خاندانی تنہائی سے نجات ملے خواہ بنیامین پر چوری کا الزام آ بھی جائے۔

۲۔ باپ اور بیٹے کی جلد ملاقات ہو اس کا بیان آئندہ آنے والا ہے خواہش یہی تھی کہ ان کے ذمہ جو کام تھا یہی کہ ان

کے مصر جانے کے مقدمات تیار کریں اور اس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے ایک دروازے سے بھی شہر میں داخل نہ ہوں اس پر عمل ہو بعد میں کیا ہوگا؟ یہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

پیغام:

۱۔ تلخ تجربات انسان کو بہت کچھ سکھا دیتے ہیں بے ادب کو ادب آجاتا ہے بزرگوں کو ستانے والا بزرگوں کے سامنے جھک جاتا ہے (دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ)

۲۔ والدین کی اطاعت لازم ہے (دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ)

۳۔ جب کسی کی بے ادبی کو بیان کیا جائے تو اس کے مؤدب ہونے کا ذکر بھی کرو (دَخَلُوْا ... اَبُوْهُمْ) اگر برادران یوسف نے اس سے قبل باپ کی طرف گمراہی کی نسبت دی تھی تو آج وہی ہیں جو اپنے والد کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

۴۔ منصوبہ بندی، حساب کتاب، اور غور و فکر ارادہ الٰہی کے مرہون منت ہیں اگر وہ چاہے گا تو کامیابی ہوگی اگر وہ نہ چاہے گا تو سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جائے گا (مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ)

۵۔ حضرت یعقوبؑ کچھ اسرار و مطالب سے باخبر تھے مصلحت کی بنا پر خاموش رہے (حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ)

۶۔ اولیاء اللہ کی دعائیں اور حاجات مستجاب ہوتی ہیں (اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا)

۷۔ انبیاء علیہم السلام کے علوم کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (عَلَّمْنٰهُ)

۸۔ اکثر لوگ حقیقی علماء کو نہیں پہچانتے (وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾)

۹۔ اکثر لوگ اسباب و علل پر نگاہ رکھتے ہیں اور خدا کی حاکمیت اور اس پر توکل سے بے خبر ہوتے ہیں (اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾)

۱۰۔ حق و باطل کا معیار اکثریت کا جاننا نہیں ہے۔ (اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾)

آیت نمبر ۶۹

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب یہ لوگ یوسف کے ہاں داخل ہوئے تو یوسف نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھا اور اپنے بھائی کو کہا میں تمہارا سگا بھائی ہوں تو تم ان لوگوں کے سلوک پر پریشان نہ ہونا۔(۶۹)

نکات:

(الف) مفسرین نے لکھا ہے جس وقت فرزندان یعقوبؑ مصر پہنچ گئے تو حضرت یوسفؑ نے ان کی میز بانی کی ان میں سے ہر دو آدمیوں کے لئے غذا کا ایک طبق مقرر فرمایا بنیامین اکیلے رہ گئے جناب یوسفؑ نے اسے اپنے پاس کھانے کی جگہ دی بنیامین نے بھائیوں کی بے وفائی اور جناب یوسفؑ کے ساتھ برے سلوک کی داستان بیان کی اس موقع پر جناب یوسفؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور بنیامین سے کہا گھبراؤ نہیں میں وہی یوسفؑ ہوں تمہارا بھائی آپ نے گفتگو میں کہا(اِنِّیۡۤ اَنَا اَخُوۡکَ) یقین جانو میں تمہارا بھائی ہوں آپ نے اس جملے کے ساتھ باقی احتمالات کا دروازہ بند کر دیا۔

(ب) ”فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴿۶۹﴾“ کے معنی میں دو احتمال ہو سکتے ہیں ایک احتمال کے مطابق معنی ہوگا ”اپنے بھائیوں کی گزشتہ کارستانیوں سے غمگین نہ ہو“ دوسرا یہ کہ ”منصوبہ یہ ہے کہ ملازمین تمہیں یہاں پر روکنے کے لئے پروگرام بنائیں گے کہ پیمانے پیمانے کو تمھارے سامان میں رکھ دیں گے اس طرح منصوبہ مکمل ہوجائے گا اس پر گبھرانا نہیں۔

پیغام:

۱۔ جو برادران کل تک اپنی قوت وقدرت پر نازاں تھے ”نَحۡنُ عُصۡبَۃٌ“ (یوسف۔۸) ہم طاقتور ہیں آج خوردونوش کا سازوسامان حاصل کرنے لئے کمال تواضع وانکساری کے ساتھ آستانہ یوسفؑ کی چوکھٹ کو بوسہ دے رہے تھے (دَخَلُوۡا عَلٰی یُوۡسُفَ)

۲۔ کلام کی دو قسمیں ہیں ایک محرمانہ دوسری واضح اور آشکارانہ جناب یوسفؑ نے محرمانہ انداز میں اپنے بھائی بنیامین سے کہا (اَنَا اَخُوۡکَ)

۳۔ کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو صرف خواص کو بتائی جاتی ہیں (فَلَا تَبۡتَئِسۡ)

۴۔ جب نعمت حاصل ہوجائے تو ماضی کی تلخیوں کو بھول جانا چاہیئے۔ جناب یوسفؑ اور بنیامین کی ملاقات ہوگئی پس گزشتہ پریشانیوں کو بھلا دیا (فَلَا تَبۡتَئِسۡ)

۵۔ جب منصوبہ بندی کی جائے تو اس سے قبل بے گناہ کو آگاہ کر دینا چاہیئے کہ وہ ذہنی طور پر آمادہ ہوجائے آپ نے بنیامین سے فرمایا ہم آپ کو چور کے عنوان سے اپنے پاس روک لیں گے لہٰذا گھبرانا نہیں (فَلَا تَبۡتَئِسۡ)

آیت نمبر ۷۰

فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيۡ رَحۡلِ اَخِيۡهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الۡعِيۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ۝۷۰

ترجمۃ الآیات

اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کرلیا تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی کا پیالہ رکھ دیا پھر منادی کرادی کہ اے قافلے والو یقیناً تم لوگ چور ہو۔(۷۰)

نکات:

(الف)''سِقَايَةٌ''اس پیالے اور برتن کو کہتے ہیں جس میں پانی پیا جاتا ہے،،رحل،،اس خورجین کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر لادا جاتا ہے،،عیر،،اس قافلے کو کہتے ہیں جو خوراک اور غلہ لے جانے کا کاروبار کرتا ہو۔

(ب)ایسا پہلی مرتبہ جناب یوسفؑ نے انوکھا منصوبہ نہیں بنایا تھا بلکہ اس سے پہلے انہوں نے غلے کی قیمت کو بھائیوں کے بوروں میں رکھ دیا تھا تاکہ دوبارہ آئیں اب کی مرتبہ ایک قیمتی برتن کو بنیامین کے بار میں رکھ دیا تھا تاکہ انہیں اپنے پاس ٹھہرائیں۔

(ج)حضرت یوسفؑ نے پہلے مرحلہ میں نوکروں کے ذریعہ بھائیوں کی رقم ان کے سامان میں رکھوائی تھی اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ فِيۡ رِحَالِهِمۡ لیکن ان کے دوسرے سفر میں وہ پیمانہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ بنیامین کے بار میں رکھا تھا اس امر کا نوکروں کو علم نہ تھا کیونکہ آپ اس بات کو مخفی رکھنا چاہتے تھے(جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيۡ رَحۡلِ اَخِيۡهِ)

(د)کتب تفسیر میں موجود ہے کہ جب جناب یوسفؑ اوران کے بھائی بنیامین کی خلوت میں نشست ہوئی تھی تو جناب یوسفؑ نے ان سے پوچھا تھا کیا آپ میرے پاس رہنا پسند کرو گے بنیامین نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔البتہ یہ کہا تھا،،کہ بابا جان نے برادران سے میری واپسی کا عہد لیا تھا،،اس پر جناب یوسفؑ نے فرمایا میں تیرے لئے یہاں رہنے کا منصوبہ تیار کرتا ہوں جناب یوسفؑ نے بنیامین کی رضا کے ساتھ یہ منصوبہ بندی فرمائی تھی،،ایسی فلمیں،نمائشیں،اورڈرامے جن میں ظاہراً کسی کو مجرم اور گناہگار کے طور پر فلمایا جاتا ہے ایسے مناظر میں اس شخص کی رضامندی بھی ہوتی ہے۔یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ لوگ درس حاصل کریں اور حقیقت تک پہنچ سکیں جائز ہیں

(ذ) سوال: ۔اس ماجرہ میں ایک بے گناہ کی طرف چوری کی نسبت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: ۔ بنیامین کو اپنے برادر جناب یوسفؑ کے منصوبے کا علم تھا اور اس نے اپنی رضا مندی کا اظہار بھی کیا تھا لیکن جناب یوسفؑ کے منصوبے سے ان کے برادران کو پریشانی ہوئی تھی لیکن تلاشی کے دوران ان کی پریشانی دور ہوگئی تھی کیونکہ وہ الزام سے بری قرار دیئے گئے تھے اس کے علاوہ سرکاری اہل کاروں کو جناب یوسفؑ کی منصوبہ بندی کا علم نہ تھا تلاشی کے دوران جب انہیں پیمانہ ملا تھا تو عین فطرت کے مطابق بآواز بلند کہا: (اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۝)

(ر) حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا (لا کذب علی المصلح) جو شخص لوگوں کے درمیان اختلاف دور کرنے کے لئے جھوٹ بولے وہ جھوٹ نہیں ہوتا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

پیغام:

۱۔ بعض اوقات کسی واقعہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے ڈرامائی انداز اختیار کرنا پڑتا ہے تو یہ جائز ہے کسی اہم ترین مصلحت کے پیش نظر کسی بے گناہ کی طرف چوری کی نسبت دینے میں کوئی نقصان نہیں اس آدمی کا اس امر سے آگاہ ہونا لازمی ہے (اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۝)

۲۔ اگر ایک گروہ میں ایک آدمی بدعمل ہو تو تمام گروہ کو بدعمل کہا جاتا ہے (اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۝)

آیت نمبر ۷۱۔۷۲

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ۝۷۱

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۝۷۲

ترجمۃ الآیات

انہوں نے ان کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا تمہاری کیا چیز چوری ہوگئی ہے؟ (۷۱)

انہوں نے کہا کہ بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ ہمیں نہیں مل رہا ہے اور جو اسے لا دے اونٹ کے برابر غلہ انعام میں ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ (۷۲)

نکات:

(الف) کلمہ "صُوَاع،اور سِقَايَة ،،دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی پیمانہ اس میں پانی بھی پیا جاتا ہے اور گندم کا وزن یا اندازہ بھی کیا جاتا تھا یہ اس دور کی کفایت شعاری کی ایک علامت تھی کہ وہ لوگ ایک چیز سے کئی کام لیتے تھے،،صواع،، اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں ایک صاع (۳ کلو) گندم آسکے۔

(ب) کلمہ "حِمۡل، حا،،زیر کے ساتھ باراور وزن کے معنی میں آتا ہے لفظ "حَمۡل، حا کے فتحہ کے ساتھ بھی باراور وزن کے معنی میں آتا ہے البتہ اس وزن کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز میں چھپا ہوا ہے جیسے بارش بادل کے اندر چھپی ہوئی ہوتی ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔

(ج)،،وَلِمَنۡ جَآءَ بِهٖ حِمۡلُ بَعِيۡرٍ،، جو شخص اسے لے ائے اس کے لئے ایک بار اونٹ ہے،،فقہی اصطلاح میں اِسے جعالہ کہا جاتا ہے یہ طریقہ سابقہ ادوار میں مروج تھا اور اسے قانونی حیثیت بھی حاصل ہے۔

پیغام:

۱۔ برادران یوسفؑ نے ،، جملہ ،، مَّاذَا تَفۡقِدُوۡنَ) سے سفارش کی کہ جب تک چوری ثابت نہ ہو کسی پر الزام نہیں آنا چاہیئے

۲۔انعام معین کرنا زمانہ قدیم سے رائج ہے (لِمَنۡ جَآءَ بِهٖ حِمۡلُ بَعِيۡرٍ)

۳۔انعام کو افراد اور حالات زمانہ کے مطابق ہونا چاہیئے زمانہ قحط میں ایک اونٹ کا بار بہترین انعام ہے (حِمۡلُ بَعِيۡرٍ)

۴۔ضامن کو معین اور مشخص ہونا چاہیئے (اَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ ﴿۷۲﴾)

۵۔ضامن قابل اعتماد شخص ہو (اَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ ﴿۷۲﴾)

۶۔اطمینان کے حصول کے لئے ضمانت کا رواج بہت قدیم ہے (اَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ ﴿۷۲﴾)

آیت نمبر ۷۳

قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا جِئۡنَا لِنُفۡسِدَ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيۡنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۃ الآیات

قافلے والوں نے کہا اللہ کی قسم تم لوگوں کو بھی علم ہے کہ ہم اس زمین میں خرابی پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔(۷۳)

نکات:

۱۔برادران یوسفؑ نے کہا آپ کو معلوم ہے ہم اس ملک میں چوری یا فساد کے لئے نہیں آئے تھے یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے ملازمین کو کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ چور نہیں ہیں اس بارے میں چند احتمالات ہیں۔

شاید حضرت یوسفؑ کی طرف سے انہیں اشارہ مل چکا تھا کہ یہ لوگ چور نہیں ہیں۔

۲۔جب سرزمین مصر میں داخل ہوئے تھے اس وقت ان کی اچھی طرح پڑتال کر لی گئی تھی جی ہاں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں آنے والے لوگوں کی خوب جانچ پڑتال کر لینی چاہئے خصوصاً اُن دنوں جب ملک بحران سے گذر رہا ہو۔

پیغام:

۱۔اچھا ریکارڈ نجات و برأت کی علامت ہے(لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ)

۲۔مصر کی انتظامیہ مضبوط اور تجربہ کار تھی اور وہ جانتی تھی کہ یہ لوگ فساد کے لئے نہیں آئے (لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ)

۳۔چوری زمین میں فساد کے مترادف ہے(مَّا جِئۡنَا لِنُفۡسِدَ فِی الۡاَرۡضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيۡنَ﴿۷۳﴾)

آیت نمبر ۷۴

قَالُوۡا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ كٰذِبِيۡنَ﴿۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس کی سزا کیا ہونی چاہیے؟(۷۴)

نکات:

معلوم ہوتا ہے اس قسم کا سوال کرنے والے حضرت یوسفؑ تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے بھائی کنعان کے

علاقے کے قوانین کی بات کریں گے اور حضرت یعقوبؑ کا نظریہ پیش کریں گے۔

پیغام:

۱۔سزا کے معین کرنے کے لئے مجرم کے ضمیر کو فیصلے کا اختیار دیا جائے (فَمَا جَزَآؤُهٗ)

آیت نمبر ۷۵

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۷۵﴾

ترجمة الآیات

وہ کہنے لگے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے مل جائے تو وہ آدمی اس کی سزا میں رکھ لیا جائے ہم مجرموں کو اس طرح سزا دیتے ہیں۔(۷۵)

پیغام:

۱۔گزشتہ ادوار میں چور کی سزا یہ تھی کہ اس کو غلام بنا لیا جاتا تھا (فَهُوَ جَزَآؤُهٗ) تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ چور کی سزا ایک سال کی غلامی تھی۔

۲۔قانون میں نہ تو استثناء ہے اور نہ عوض جو چور ثابت ہو جائے وہ ضرور غلام بنے گا (مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ)

۳۔دلائل اس انداز میں ہوں کہ ملزم سکون کے ساتھ الزام کو قبول کرے (مَنْ وُّجِدَ۔۔)

۵۔ایک گروہ میں ایک غلط کار کی غلطی پورے گروہ کی طرف جاتی ہے (مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ)

۶۔غیر ملک میں خلاف ورزی کرنے والے کی سزا خود اس ملک کے قوانین کے مطابق دی جا سکتی ہے نہ کے میزبان ملک کے قوانین کے مطابق (كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۷۵﴾)

۷۔چوری ظلم کا ایک ظاہر و باہر نمونہ ہے (كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۷۵﴾)

آیت نمبر ۷۶

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمة الآيات

پھر یوسف نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں کو دیکھنا شروع کیا پھر اسے اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکالا اس طرح ہم نے یوسف کے لئے ترکیب کی ورنہ وہ بادشاہ کے قانون کے تحت اپنے بھائی کو نہ لے سکتے تھے سوا اس کے کہ اللہ چاہے ہم جسے چاہتے ہیں اس کے درجات بلند کردیتے ہیں اور صاحب علم سے بالاتر ایک اور صاحب علم ہے۔(۷۶)

نکات:

(الف) لفظ "کید" یہ ہر جگہ مذموم معانی کے لئے نہیں آتا ہے لفظ "کید" نقشہ، تدبیر، اور تجویز کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے (کِدْنَا)

(ب) تفتیش اور تلاشی کے موقع پر جناب بنیامین پُرسکون اور آسودہ حال رہے تھے انہوں نے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا تھا کیونکہ وہ صورت حال سے باخبر تھے تدبیر کو مخفی رکھنے کے لئے اور بدگمانی سے بچنے کے لئے تلاشی کا آغاز دوسرے بھائیوں کے سامان سے کیا گیا اور نوبت بنیامین کے سامان تک جا پہنچی پیمانہ ان کے سامان سے برآمد ہوا لہٰذا پہلے سے طئے شدہ پروگرام کے مطابق آپ کو مصر میں رہنا پڑا اور یہ خداوند تعالیٰ کی بتائی تدبیر تھی ورنہ مصر کے قوانین کے مطابق جناب یوسف ان کو چور کے عنوان سے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے۔

پیغام:

۱۔تفتیش وتلاش کے کام پر مامور اہل کاروں کو ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے شک وگمان بھی نہ آئے (فَبَدَاَ بِاَوۡعِيَتِهِمۡ) (پہلے بنیامین کی طرف نہیں گئے بلکہ پہلے دوسرے بھائیوں کی طرف گئے)

۲۔نچلے عملہ کی کاروائی حکام بالا کے کھاتے میں شمار ہوتی ہے "فَبَدَاَ "،جناب یوسفؑ نے تلاشی نہیں لی تھی لیکن قرآن میں ہے،،انہوں نے اس کام کا آغاز کیا۔

۳۔ملزمین کے مال کی تلاشی پر حکمران مجاز ہیں(فَبَدَاَ بِاَوۡعِيَتِهِمۡ)

۴۔نئی سوچ وفکر ایجادات ومنصوبہ بندی الٰہی الہام کے نتیجے میں عمل میں آتے ہیں (كِدۡنَا)

۵۔جناب یوسفؑ کے تمام منصوبے الٰہی الہام کے نتیجے میں عمل میں آئے تھے (كِدۡنَا لِيُوسُفَ)

۶۔بنیامین کا حضرت یوسفؑ کے ساتھ رہ جانا جناب یوسفؑ کے مفاد میں تھا (كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِيُوسُفَ)

۷۔قانون کا احترام اوراس کی پابندی غیر الٰہی نظام میں بھی لازم ہیں (مَا كَانَ لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِيۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ)

۸۔افسران بالا اور حکومتی افراد پر لازم ہے کہ وہ قانون کی پاسداری کریں اوراس سے اعراض نہ کریں۔جناب یوسفؑ مصر کے قوانین کے پابند تھے اس لئے اپنے بھائی کو اپنی نگرانی میں رکھا(لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ)

۹۔معنوی مقامات کے درجے اور مراتب ہوتے ہیں(نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ)

۱۰۔علم وآگاہی ہی فوقیت اور برتری کا سبب ہے(نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ... وَفَوۡقَ كُلِّ ذِيۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ۝۷۶)

۱۱۔بشری علم محدود ہے۔(فَوۡقَ كُلِّ ذِيۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ۝۷۶)

آیت نمبر ۷۷

قَالُوۡۤا اِنۡ يَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوۡسُفُ فِيۡ نَفۡسِهٖ وَلَمۡ يُبۡدِهَا لَهُمۡ ۚ قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ ۝۷۷

ترجمۃ الآیات

(برادران یوسف) نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے ایک بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی تو یوسف نے اپنے دل میں چھپائے رکھا اور ان کے لئے ظاہر نہیں کیا مگر یہ کہا تم منزل کے لحاظ سے برے ہو اور اللہ خوب جانتا ہے اس بات کو جو تم بیان کرر ہے ہو۔(۷۷)

پیغام:

۱۔ملزم یا تو اپنے الزام سے انکار کرتا ہے اور میں نے چوری نہیں کی یا اپنے کام کی توجیہ میں کہتا ہے یہ چوری کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے (فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ)

۲۔حاسد دسیوں سال گذر جانے کے بعد بھی وار کرنے سے نہیں چوکتا (فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ)

۳۔ایک بھائی کے اخلاق کا دوسرے بھائی پر اثر ہوتا ہے اَخٌ لَّهٗ ماں کا اخلاق بیٹے پر اثر کرتا ہے (بنیامین اور جناب یوسفؑ ایک ہی ماں سے تھے۔)

۴۔جہاں دل صاف نہ ہوں وہاں کسی پر الزام کو جلد تسلیم کر لیا جاتا ہے (اِنۡ يَّسۡرِقۡ فَقَدۡ...) پیمانہ کا اس سامان سے نکلنا اس کی چوری پر دلیل نہیں تھا لیکن چونکہ بھائیوں کے دل میں اس کے لئے محبت نہ تھی لہٰذا چوری کے لفظ کو اس کے پلے باندھ کر بات کو پکا اور سچا تسلیم کر لیا۔

۵۔جہاں نفرت ہو اور محبت نہ ہو وہاں تھوڑی سی خلاف ورزی کو بڑا بنا دیا جاتا ہے انہوں نے لفظ "سَرَقَ" نہیں کہا بلکہ "یسرق" کا لفظ استعمال کیا یعنی وہ ہمیشہ یہی کام کرتا ہے۔

۶۔مقصد کے حصول کے لئے مخالفین کے طعنوں کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے (سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ)

۷۔بسا اوقات اپنی عزت کی حفاظت کے لئے دوسروں پر الزام تراشی کی جاتی ہے (سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ)

۸۔جوانمردی اور وسعت قلبی رہبری اور قیادت کی علامتیں ہیں (فَاَسَرَّهَا يُوۡسُفُ)

۹۔اپنے رازوں کو جذبات پر قربان نہ کریں۔جناب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے چوری کی نسبت کو سنا لیکن مصلحت کی خاطر خاموش رہے (فَاَسَرَّهَا يُوۡسُفُ فِىۡ نَفۡسِهٖ)

۱۰۔ہر جگہ راز کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا (وَلَمۡ يُبۡدِهَا لَهُمۡ)

۱۱۔اپنے بھائی سے حسد، جھوٹ، تہمت، یہ وہ دلائل ہیں جن کی بنا پر جناب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے بارے میں فرمایا

(شَرٌّ مَّكَانًا)

۱۲۔ برادران یوسف پھر بھی بنیامین سے اگر اس سے پیمانہ کی چوری فرض کر بھی لیں بدتر تھے کیونکہ وہ تو وہ تھے کہ جنہوں نے اپنے بھائی کو چرایا تھا۔

آیت نمبر ۷۸

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۷۸

ترجمة الآيات

انہوں نے کہا اے عزیز مصر! اس کا باپ بوڑھا ہے تو ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ رکھ لیجئے ہمیں تو آپ نیکی کرنے والے دکھائی دیتے ہیں۔ (۷۸)

نکات:

جب برادران یوسف نے دیکھا کہ حالات کچھ سے کچھ ہو کر رہ گئے ہیں بنیامین کا مصر میں رہنا یقینی ہو گیا ہے اُدھر اپنے والد سے عہد و پیمان بھی تازہ باندھ کے آئے ہیں عہد شکنی بھی ہو رہی ہے جناب یوسفؑ کی گذشتہ داستان کا نقشہ بھی سامنے آ گیا ان تمام حالات کے پیش نظر انہوں نے محسوس کیا کہ بنیامین کی واپسی یقیناً تلخ ہے۔ تو انہوں نے نفسیاتی طریقے سے اپنی درخواست پیش کی محبت بھرے جذبات سے اور خوشامدانہ انداز کو اپنانا شروع کیا کہنے لگے آپ عزیز مصر ہیں آپ ایک حکمران ہیں آپ کا شمار ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جو نیک اور صالح ہیں۔ اسکا باپ بوڑھا ہے آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اس کی جگہ رکھ لیں ان طریقوں سے بنیامین کی سزا معاف کرانے کی کوشش کی۔

پیغام:

۱۔ الٰہی طاقت کے اپنے انداز ہیں ایک نہ ایک دن ہر سنگ دل وظالم کو ذلیل و رسوا کر کے رہتی ہے اس جملہ "يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ" میں التماس والتجاء کی کیسی صورتیں پوشیدہ ہیں۔

۲۔ ابتداء میں صاحبان تقویٰ نفس پرستوں کے ہاتھوں پریشان ہوتے ہیں آخر کار خداوند تعالیٰ انہیں عزت وغلبہ دیتا ہے (يٰۤاَيُّهَا

الْعَزِيْزُ)

٣۔جناب یوسفؑ اپنے زمانہ اقتدار میں بھی ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو نیک اور پرہیزگار تھے (اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝)

٤۔نشیب وفراز، انقلاباتِ زمانہ وسختی وآسانی اور ضعف وقدرت محسنین کے حالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتے (جناب یوسفؑ اپنی زندگی کے تمام ادوار میں نیکوکاروں میں شمار ہوتے رہے (اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝)

آیت نمبر ۷۹

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۝

ترجمة الآيات

تو انہوں نے کہا ''اللہ کی پناہ'' جس کے ہاں سے ہمیں سامان ملا ہے اس کے علاوہ ہم کسی اور کو رکھ لیں؟ اگر ہم ایسا کریں تو اس صورت میں ظالم قرار پائیں گے۔(۷۹)

نکات:

(الف) حضرت یوسفؑ کے کلام میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بنیامین کو چور کے عنوان سے متعارف نہیں کرانا چاہتے تھے اس لئے آپ نے یہ نہیں فرمایا ''وَّجَدْنَا سَارِقًا''، ہم نے انہیں بطور چور کے پایا ہے بلکہ فرمایا ''وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ''، اس کے سامان میں ملا ہے یہ نہیں کہ وہ ہمارا چور ہے۔

(ب) اگر جناب یوسفؑ کسی دوسرے بھائی کو بنیامین کی جگہ پر اپنے ہاں پابند کر لیتے تو منصوبہ بھی ناکام ہو جاتا ہے اُسے طرح طرح کی تکالیف بھی دیتے اس کی دل آزاری بھی کرتے اور جو شخص بنیامین کی جگہ پابند ہوتا وہ اپنے آپ کو ناحق گرفتار خیال کرتا۔

پیغام:

١۔قانون قانون ہے اس کا احترام ہر شخص پر لازم ہے حتیٰ کہ عزیز مصر بھی اُس سے مستثنیٰ نہیں (مَعَاذَ اللّٰهِ)

۲۔نیک وصالح انسان قانون شکنی نہیں کرتا (مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ... قَالَ مَعَاذَ اللهِ)

۳۔قاضی کو چاہیئے قضاوت کے وقت جذبات و احساسات کو ایک طرف رکھے (قَالَ مَعَاذَ اللهِ)

۴۔قضاوت میں بے پناہ حساسیت ہے اس لئے قاضی کو اللہ کی پناہ کا سہارا چاہیئے (قَالَ مَعَاذَ اللهِ)

۵۔جناب یوسفؑ نے دو مقامات پر اللہ تعالیٰ سے پناہ کی درخواست کی ایک جب آپ زلیخا کے ساتھ خلوت میں تھے اور دوسرا یہ مقام جب آپ اپنے بھائیوں میں فیصلہ فرما رہے تھے (قَالَ مَعَاذَ اللهِ)

۶۔قانون شکنی ظلم ہے (کسی شخص کی درخواست سے قانون کو نہیں توڑا جاسکتا (مَعَاذَ اللهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا)

۷۔گناہ گار کی جگہ بے گناہ کو سزا نہیں ملنی چاہیئے چاہے وہ بے گناہ اس پر راضی بھی ہو (مَعَاذَ اللهِ)

آیت نمبر ۸۰

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۃ الآیات

جب وہ لوگ ان کی طرف سے مایوس ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے ان میں سے جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کی قسم دے کر تم سے عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں خطا کر چکے ہو لہٰذا میں تو اس سرزمین سے نہیں ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ میرے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنیوالا ہے۔(۸۰)

نکات:

"خَلَصُوْا" ایک گروہ نے خود کو دوسرے گروہ سے جدا کرلیا۔

(ب) ''نَجِيًّا'' سرگوشی کرنے لگے ''خَلَصُوْا نَجِيًّا'' کے معنی ہوں گے انہوں نے خفیہ میٹنگ کی کہ اب کیا کیا جائے؟

پیغام:

۱۔التماس اورالتجائیں تمہیں احکام الٰہی کے اجراء سے نہ روکیں (فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ)

۲۔گناہ دوری کا سبب بن جاتا ہے ساتھی خطا کار کو چھوڑ دیتے ہیں اپنے بھی پرائے ہوجاتے ہیں (فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا)

۳۔ایک وہ زمانہ تھا جب یہی برادران اپنی طاقت کے بل بوتے پر آپس میں مشاورت کررہے تھے کہ کسی طرح یوسف کی زندگی کا خاتمہ کردیا جائے (اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا ... لَا تَقْتُلُوْا ... وَالْقُوْهُ) (یوسف۔۱۰) آج ہیں کہ التماس والتجا کا کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے ہوئے اس فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ کس طریقے سے بنیامین کو آزادی دلوائیں (خَلَصُوْا نَجِيًّا)

۴۔باپ کی عدم موجودگی میں تمام خاندانی ذمہ داریاں بڑے بھائی پر آتی ہیں (قَالَ كَبِيْرُهُمْ)

۵۔معاشرے میں اور خاندان میں سن رسیدہ کے مراتب محفوظ ہیں (قَالَ كَبِيْرُهُمْ)

۶۔تلخ اور ناگوار حوادث میں تمام تر ذمہ داری بزرگوں پر جاتی ہے اور ذمہ داری کی خلاف ورزی کی صورت میں سب سے زیادہ شرمندگی بھی اٹھانا پڑتی ہے (قَالَ كَبِيْرُهُمْ)

۷۔عہد و پیمان پر عمل درآمد ضروری ہوتا ہے (قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا)

۸۔سخت پیمان اور محکم فیصلہ جات ناجائز مفادات سے روکے رکھتے ہیں (قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا)

۹۔خیانت اور جنایت باضمیر انسانوں کو مرتے دم تک ستاتی رہتی ہے (مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ)

۱۰۔دھرنا دینا زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے (فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ)

۱۱۔پردیس کو اختیار کرنا شرمندگی اُٹھانے سے بہتر ہے (فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ)

۱۲۔بارگاہ خداوندی میں سے اچھائیوں کی امیدیں رکھنی چاہیں۔(وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾)

آیت نمبر ۸۱

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ

اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴿۸۱﴾

ترجمۃ الآیات

تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور جا کر ان سے کہو اے بابا جان آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہمیں جو علم ہوا اس کی ہم نے گواہی دے دی اور غیب کی بات کی ہمیں خبر نہیں ہے۔(۸۱)

پیغام:

۱۔انسان خود غرض ہے جب گندم کی غرض دخیل کار تھی کہ گندم زیادہ ملے تو کہہ رہے تھے (فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا) ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ روانہ کرو آج جب ان پر تہمت لگی تو کہتے ہیں "ابنك" تیرے بیٹے نے چوری کی ہے یہ نہیں کہا کہ ہمارے بھائی نے چوری کی ہے۔

۲۔شہادت اور گواہی علم کی بنیاد پر ہونی چاہیئے (وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا)

۳۔عہد و پیمان میں ناگہانی مصائب وحوادث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے عذر و معذرت کا راستہ کھلا رکھنا چاہیئے (وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ)

۴۔اپنا عذر واضح صورت میں پیش کر دینا چاہیئے (وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴿۸۱﴾)

آیت نمبر ۸۲

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۸۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور بستی والوں سے پوچھیئے جس میں ہم ٹھہرے تھے اور اس قافلے سے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور یقین جانیئے ہم بالکل سچے ہیں۔(۸۲)

نکات:

(الف) "قریہ " کا معنی گاؤں یا بستی نہیں بلکہ قریہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں لوگ جمع ہوں یا رہائش رکھیں خواہ وہ شہر ہو یا گاؤں ہو "وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ" کا معنی ہے اہل قریہ سے سوال کرو۔

(ب) "عیر" اس قافلے کو کہا جاتا ہے جو خورد ونوش کے ساز وسامان کی نقل وحمل کرتا ہے۔

(ج) برادران یوسف اپنے والد کے پاس جناب یوسفؑ کے بھیڑیئے کے کھانے کی دلیل پیش نہ کر سکے تھے لیکن اس مقام پر اپنے دعویٰ کی دو دلیلیں پیش کیں ایک تو مصر والوں سے سوال اور دوسرے اس قافلہ والوں سے سوال جس کے ساتھ وہ یہاں پہنچے تھے علاوہ ازیں انہوں نے جناب یوسفؑ کے واقعہ میں کہا تھا (اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۸۲﴾) اگر ہم سچے بھی ہوں۔

کلمہ "لو" تردید وشک، خوف اور سستی کی نشاندہی کرتا ہے علاوہ ازیں کلمہ "انا" اور حرف لام جو "وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۸۲﴾" استعمال ہوئے ہیں اس کا معنی ہے ہم یقیناً سچے ہیں۔

پیغام:

۱۔ ریکارڈ کی خرابی اور جھوٹ ساری زندگی کے لئے انسان کی باتوں کو شکوک وشبہات کے قریب کردیتا ہے (وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ)

۲۔ عینی گواہوں کی شہادت دعویٰ کے ثبوت کیلئے معتبر ذریعہ ہوتی ہیں (وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ...وَالْعِيْرَ)

۳۔ جب معتبر ذرائع شہادت جمع ہوجائیں تو جھوٹ کی نفی ہوجاتی ہے (وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ..وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۸۲﴾)

آیت نمبر ۸۳

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴿۸۳﴾

ترجمۃ الآیات

(یعقوبؑ نے) کہا تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے تو بہرحال میں صبر کرتا ہوں جو بہتر ہے ممکن ہے اللہ سب کو میرے پاس لے آئے یقیناً وہ بڑا دانا اور حکمت والا ہے۔(۸۳)

نکات:

(الف) جب برادران یوسفؑ جناب یوسفؑ کا خون آلود کرتہ اپنے والد کے پاس لائے تھے اس وقت اپنے آپ کو مغموم بھی ظاہر کر رہے تھے گریہ بھی کر رہے تھے اور کہا تھا۔ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے یہ سن کر جناب یعقوب نے فرمایا تھا (بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ) تمہارے نفوس نے اس کام کو تمہاری آنکھوں میں خوبصورت بنا کر پیش کر دیا ہے اور میں اس پر صبر سے کام لوں گا۔

اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد جب یہ دوسرا واقعہ پیش آیا جس میں ان کے دو بیٹے (بنیامین اور بڑا بیٹا) جدا ہوئے تھے تو آپ نے پھر بھی وہی پہلے والا جملہ زبان پر جاری فرمایا "بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ"

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جناب یوسفؑ کے واقعہ میں تو برادران نے سازش اور خیانت کی تھی جبکہ بنیامین کے سلسلے میں ایسی کوئی بات نہ تھی تو پھر جناب یعقوبؑ کا کلام دونوں مواقع پر ایک جیسا کیوں ہے؟ (بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ)

ا۔ صاحب تفسیر المیز ان نے اس کا جواب یوں دیا ہے جناب یعقوبؑ دراصل یہ بتانا چاہتے تھے کہ ان دو بھائیوں کی ہم سے جدائی تمہاری کاروائی کا شاخسانہ ہے جو تم نے جناب یوسفؑ کے بارے میں انجام دی تھی یا پھر اس سوال کا جواب یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ کی مراد یہ ہو کہ، تم خیال کرتے ہو کہ تم بے قصور ہو تمہارا کام اچھا ہے حالانکہ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے تم ہی قصوروار ہو کیونکہ جب تم نے عزیز مصر کا پیمانہ اپنے بھائی کے سامان میں دیکھا تھا تو اسے چور کیوں سمجھ لیا تھا؟ ہوسکتا ہے کہ کسی اور نے پیمانہ اس کے سامان میں رکھ دیا ہو؟

۲۔ جلدی کیوں واپس آگئے وہیں رک کر خوب تحقیق کر لیتے؟

۳۔ چور کی سزا یرغمال کیوں بتائی؟ ان احتمالات میں صاحب کتاب کا نظریہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ بادشاہ کا پیمانہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا تھا جس کی وجہ سے ان کی طرف چوری کی نسبت دے دی گئی تھی ان کے بڑے بھائی کا مصر میں رہ جانا بھی اس معاملے کی پیروی کرنا تھا یا رحم کی درخواست دینا تھا چور کی جو سزا بتائی گئی تھی وہ ان کے اپنے علاقے میں رائج تھی ان تینوں مقامات پر انسانی قصور نظر نہیں آتا کہ جس کی بنا پر کہا جائے (بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا)

صبر کی کئی قسمیں ہیں:

ا۔ عجز و مجبوری کا صبر جیسا کہ جہنمی کہیں گے (سَوَآءٌ عَلَيۡنَاۤ اَجَزِعۡنَاۤ اَمۡ صَبَرۡنَا) ہمارے لئے برابر ہے صبر کریں یا بے صبری کا مظاہرہ کریں ہمیں نجات نہیں مل سکتی۔

۲۔ علم رکھتے ہوئے رضا کارانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کرنا صبر کی اس قسم کے کئی نمونے ہیں جو ہر جگہ قابل

تعریف ہیں اگر دنیا کے بارے میں ہو تو زہد ہو گا اگر گناہ کے بارے میں ہو تو تقویٰ ہو گا خواہشات نفسانی کے بارے میں ہو تو عفت و پاکدامنی ہو گی مال حرام کے بارے میں ہو تو پرہیزگاری ہو گی۔

۳۔کبھی برائی کو شیطان خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے (وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ) (انفال۔۴۸) کبھی دنیاوی زرق و برق کو اچھائی کی صورت میں پیش کرتا ہے (حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ) (یونس۔۲۴)

پیغام:

۱۔کبھی انسانی نفس برائی کو انسان کے لئے خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ)

۲۔صبر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شیوہ ہے اور "صَبْرٌ جَمِيْلٌ" وہ صبر ہے جس میں صرف اور صرف خدا کی تسلیم و رضا ہوتی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ)

۳۔اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے (عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ)

۴۔حضرت یعقوبؑ کو اپنے تینوں بیٹوں (یوسف، بنیامین اور بڑے بھائی) کی زندگی پر یقین تھا اور ان کی ملاقات کے منتظر تھے (عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا)

۵۔قدرت خداوندی کے نزدیک مشکلات کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے وہ نئی ہوں یا پرانی اس کے نزدیک ان کا حل ایک جیسا ہے خداوند تعالیٰ کل کے گمشدہ یوسف اور آج کے مسافر بھائی کو اکٹھا کرسکتا ہے (جَمِيْعًا)

۶۔مومن تلخ ترین حوادث و مشکلات کو خداوند عالم کی حکمت سمجھتا ہے (الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾)

۷۔جب انسان اپنے علم و حکمت کے آئینے میں افعال خداوندی کا نظارہ کرتا ہے تو سخت سے سخت ترین حوادث میں بھی صبر و شکر کے دامن سے پیوستہ رہتا ہے (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۔۔۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾)

آیت نمبر ۸۴

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور (یعقوبؑ) نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے! یوسف پر افسوس اور ان کی دونوں آنکھیں رنج وغم سے سفید ہو گئیں تو وہ ایک خاموش پیکرِ غم بن گئے۔ (۸۴)

نکات:

(الف) کلمہ "یَاَسَفٰی" کے معنی ہیں ایسا رنج وغم جس میں غصہ اور غصب پایا جائے جناب یوسفؑ چشم گریاں وقلب بریاں اپنی زبان مبارک پر "یَاَسَفٰی" کا کلمہ جاری رکھتے تھے۔

(ب) ایک روایت حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا واقعہ کربلا کے بیس سال بعد تک میرے والد امام زین العابدین ہر مناسب موقع پر گریہ فرماتے تھے جب آپ سے گریہ کا سبب پوچھا جاتا تو فرماتے، حضرت یعقوبؑ کے گیارہ بیٹے تھے ان میں سے صرف ایک غائب ہو گیا تھا حالانکہ وہ زندہ تھا اس کے فراق میں اتنا روئے کہ آنکھیں دے بیٹھے جبکہ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے والد گرامی اپنے بھائیوں اور خاندان نبوت کے سترہ افراد کو شہید ہوتے دیکھا تو میں کیسے نہ گریہ کروں؟

پیغام:

۱۔ حسد کی بدبختی زندگی بھر کے لئے تحقیر و توہین کا روگ ہے (تَوَلّٰى عَنْهُمْ)

۲۔ برادران یوسف کا خیال تھا کہ یوسف کو راستے سے ہٹا کر اس کا مقام لے لیں گے (یخل لکم وجه ابیکم) لیکن حسد نے انہیں اپنے باپ کے قہر غضب کا مستحق بنا دیا (تَوَلّٰى عَنْهُمْ)

۳۔ جناب یعقوبؑ یہ جانتے تھے کہ ظلم صرف اور صرف یوسفؑ پر ہوا ہے اس کے دوسرے بیٹے پر نہیں ہوا ہے (يَاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ)

۴۔ بعض اوقات غم وگریہ نابینائی کا سبب بن جاتے ہیں (وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ)

۵۔ ندبہ وگریہ اور سوز وعشق کے لئے معرفت ضروری ہے۔ جناب یعقوبؑ کو جناب یوسفؑ کی معرفت تھی جس کی وجہ سے ان کے غم میں آنکھیں دے بیٹھے تھے۔

۶۔ شخصیت کے مطابق اس کے مصائب کی اہمیت ہوتی ہے۔ یوسفؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم اور دوسرے لوگوں پر آنے والے مظالم میں فرق ہے اس لئے کہ جناب یوسفؑ کا نام لیا جاتا ہے دوسروں کا نہیں لیا جاتا۔

۷۔ اپنے عزیز واقارب پر غم گریہ اور رنج واندوہ کا مظاہرہ جائز ہے (وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ)

۸۔ برداشت کی حد ہوتی ہے آخر ایک دن صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے(وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ)

۹۔غم غصہ کو پی جانا مردان الٰہی کے صفات میں سے ہے(فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾)

۱۰۔گریہ اور غم صبر کے منافی نہیں ہیں(فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔۔۔يٰٓاَسَفٰى۔۔۔فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾)

آیت نمبر ۸۵

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۃ الآیات

(بیٹوں نے) کہا خدا کی قسم! آپ برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ سخت بیمار پڑ جائیں گے یا اپنی جان دے دیں گے۔(۸۵)

نکات:

"حَرَض" اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے عشق وغم نے نڈھال کر کے رکھ دیا ہو۔

پیغام:

۱۔جناب یوسفؑ جیسی شخصیات ہمیشہ یاد رہنی چاہییں (تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ) اولیاء اللہ دعائے ندبہ میں یوسف زمان (امام زمانؑ کو یاد کر کے آہ وفریاد کے ساتھ روتے ہیں)

۲۔اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ تم کس کو کتنا دوست رکھتے ہو تو دیکھو تم اسے کتنا یاد رکھتے ہو(تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ)

۳۔جو یوسفؑ کی معرفت رکھتا ہے تو وہ جو سوز و درد رکھتا ہے اس کو عام لوگ محسوس نہیں کر سکتے (تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا)

۴۔روحانی ونفسیاتی مسائل جسم بدن پر اثر کرتے ہیں(حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾) جدائی انسان کو توڑ کر رکھ دیتی ہے یا مار دیتی ہے تو پھر موت ومصیبت کے داغ کیا کچھ نہیں کریں گے؟

۵۔محبت پدری اور عمومی تعلقات میں بہت بڑا فرق ہے(مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾)

آیت نمبر ۸۶

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

(یعقوب) نے کہا میں اپنے رنج وغم کی شکایت بس اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(۸۶)

نکات:

(الف) "بث" شدید غم کو کہا جاتا ہے غم کی اُس کیفیت کا نام ہے کہ جس کے باعث انسان اپنے غم کو بیان نہیں کرسکتا۔

(ب) حضرت آدم نے ترک اولیٰ کے وقت بارگاہ خداوندی میں ان الفاظ میں آہ وزاری کی (قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا) (اعراف۔ ۲۳) ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفوس پر ظلم کیا۔حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری کے ایام میں یوں فریاد کی (اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ) مجھے بڑی اذیت ہوگئی ہے۔حضرت موسیٰؑ نے فقرو ناداری میں فرمایا تھا (رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ) (قصص۔ ۲۴) اے میرے پروردگار میں اس کا جو تو مجھ پر نعمت اتارے محتاج ہوں۔ حضرت یعقوبؑ نے فراق فرزند میں کہا تھا (اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ) میں اپنی ظاہری فریاد اور مخفی رنج کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

پیغام:

۱۔توفیق سلب ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہےلیکن شکایت اپنے خدا سے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (اِنَّمَآ اَشْكُوْا...اِلَى اللّٰهِ)

۲۔ایک موحد انسان اپنا درد دل صرف بارگاہ الٰہی میں بیان کرتا ہے (اِنَّمَآ اَشْكُوْا...اِلَى اللّٰهِ)

دست حاجت چو بری ،نزد خداوندی بر
که کریم است ورحیم وغفور است و ودود

نعمتش ناتمناہی ، کرمش بے پایان
ہیچ خوانندہ از این در نرود بے مقصود

جب اپنی حوائج کا ہاتھ پھیلاؤ تو صرف خدا ہی کے آگے پھیلاؤ کیونکہ وہ کریم رحیم اور ودود ہے جس کی نعمتیں بے انتہاء اور جس کا کرم نہ ختم ہونے والا ہے دعا مانگنے والا اس کے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔

۳۔ظاہری آنکھوں سے دیکھنے والے افراد حوادث زمانہ کے اسرار کو سمجھے بغیر راحت و آسانی کے ساتھ گزر جاتے ہیں جبکہ ان کی گہرائیوں میں نگاہ رکھنے والے لوگوں کی نگاہیں ان کے قیامت تک کے اثرات پر ہوتی ہیں (وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ)

۴۔حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے جناب یوسفؑ کے زندہ ہونے پر آگاہ تھے ان کے انجام سے بھی واقف تھے علاوہ ازیں خداوند تعالیٰ اور ان کی صفات کے ایسے حقائق سے باخبر تھے جن کو دوسرے نہیں جانتے تھے (وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝۸۶)

۵ ۔شاید مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝۸۶ ،وہی یوسفؑ کے خواب ہوں کہ جناب یعقوبؑ نے آغاز میں جن کی تعبیر فرمائی تھی۔

آیت نمبر ۸۷

يٰبَنِيَّ اذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ يُّوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ۝۸۷

ترجمۃ الآیات

اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی خبر لو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا یقیناً اللہ کی رحمت سے تو صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔(۸۷)

نکات:

(الف) "تَحَسُّس"، قوت حاسہ کے ذریعے کسی چیز کی تلاش کرنا۔اور "تَجَسُّس"، برائیوں کی جستجو اور تلاش کے معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔جبکہ "تَحَسُّس"، اچھائیوں کی تلاش اور ان کے حصول کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔

(ب) مفردات راغب کے مطابق "رَوح اور رُوح"، جان کے معنی میں آتے ہیں لیکن لفظ "رَوح"، مصائب کے دور

ہونے اور رحمت کے نزول کے بارے میں بولا جاتا ہے گویا مشکلات اور مصائب کے دور ہونے پر انسان کے اندر ایک خوشی کی تازہ لہر آجاتی ہے۔

تفسیر تبیان میں جو "رَوح" کی تشریح کی گئی ہے وہ یہ ہے رَوح کا لفظ "ریح" ہوا سے لیا ہے انسان جس طرح ہوا کے چلنے سے سکون وچین محسوس کرتا ہے اسی طرح اللہ کی رحمت سے بھی اسے مسرت کا احساس ہوتا ہے۔

(ج) روایات کے مطابق رحمت خداوندی سے مایوسی گناہ کبیرہ ہے۔

پیغام:

۱۔ والد کو اپنی اولاد سے تعلقات ہمیشہ کے لئے منقطع نہیں کرنا چاہیئے (وَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ ۔۔ یٰبَنِیَّ ۔۔)

۲۔ معرفت کو تحرک کی ضرورت ہے (اِذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا)

۳۔ لطف خداوندی کا حصول اور کاہلی وسستی کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں (اِذۡهَبُوۡا ۔۔۔ وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا)

۴۔ اولیاء اللہ خود بھی مایوس نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی مایوس نہیں کرتے (وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا)

۵۔ مایوسی کفر ہے (لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴿۸۷﴾) کیونکہ مایوس آدمی اپنے دل میں کہتا ہے کہ قدرت الٰہی اب ختم ہو چکی ہے اور یہ کفر ہے۔

آیت نمبر ۸۸

فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَيۡهِ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ مَسَّنَا وَاَهۡلَنَا الضُّرُّ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَيۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَيۡنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجۡزِى الۡمُتَصَدِّقِيۡنَ﴿۸۸﴾

ترجمة الآيات

پھر وہ جب یوسف کے ہاں داخل ہوئے تو کہنے لگے۔ اے عزیز مصر! ہم اور ہمارے گھر والے سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں ہم تھوڑی سی پونجی لائے ہیں پس آپ ہمیں پورا غلہ دیجئے اور ہم پر یہ خیرات کیجئے یقیناً اللہ خیرات دینے والوں کو اجر عطا کرنے

والا ہے۔(۸۸)

نکات:

(الف) "بِضَاعَةٍ" اس مال کو کہا جاتا ہے جو قیمت کے طور پر ادا کیا جاتا ہے "مُّزْجٰىةٍ" کا لفظ "ازجاۃ" سے لیا گیا ہے جو دھتکار دینے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ مال بیچنے والے کم قیمت کے عوض اپنا مال نہیں دیتے بلکہ خرید کو دھتکار دیتے ہیں تو ایسی قیمت کو "بِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ" کہا جاتا ہے۔

(ب) کچھ مفسرین نے "وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا" سے بنیامین کی واپسی کی درخواست مراد لی ہے۔

(ج) روایات میں آیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں آپ نے جناب یوسفؑ کی تعریف وتوصیف کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ملک کنعان میں قحط کی تباہ کاریوں کا ذکر کیا تھا جب یہ خط جناب یوسفؑ کو ملا تو آپ نے اس خط کو اپنے بھائیوں کے سامنے پڑھا اس کے بوسے لئے آنکھوں سے لگایا اور رونے لگے آپ اس حد تک گریہ کیا کہ ان کے آنسوؤں ان کے پر ٹپکنے لگے برادران یوسف نے ابھی تک یوسفؑ کو نہیں پہچانا تھا یہ کیفیت دیکھ کر حیران ہو گئے کہ ہمارے والد کے بارے میں وہ اتنا احترام کس لئے کر رہے ہیں؟ پھر آہستہ آہستہ ان کے حیرت زدہ قلوب میں امید کی کرن پھوٹنے لگی جب انہوں نے جناب یوسفؑ کو مسکراتے دیکھا تو کہنے لگے کہیں یہ یوسف تو نہیں؟ (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔جناب یعقوبؑ کو یوسفؑ کی ضرورت ہے (فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ) لیکن فرزندان یعقوب کو گندم کی ضرورت ہے (فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ)

۲۔تحقیر وتذلیل کرنے والے ایک دن خود ذلیل وحقیر بن جاتے ہیں ایک دن فرزندان یعقوبؑ نے کہا تھا، "نَحْنُ عُصْبَةٌ" ہم طاقتور جماعت ہیں۔"سرق اخ له من قبل" ہمارے بھائی نے چوری کی تھی (انا ابانالفی ضلال مبین) ہمارا باپ کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے اور آج انکساری کے ساتھ کہہ رہے ہیں (مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ)

۳۔مدد کے حصول کے لئے خاص طریقہ کار کی ضرورت ہوتی ہے وہ طریقے یہ ہیں (ا) مدد کرنے والے کی تعریف و توصیف کی جائے (ایها العزیز)

(ب) اپنے حالات کا تذکرہ اور اپنی ضروریات کو بیان کرنا چاہیئے (مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ)

(ج) مالی حالات کا اظہار (بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ)

(د) مدد کرنے والے کے اندرونی جذبات کو ابھارنا (وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۸۸)

(د) غربت وافلاس انسان کو ذلیل کر دیتی ہے (م مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ)

آنچہ شیران را کند روبہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

جو چیز شیروں کو لومڑی بنا دیتی ہے۔۔۔۔وہ یہی احتیاج ہے فقر وافلاس ہے

آیت نمبر ۸۹

قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۃ الآیات

(یوسف) نے کہا کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔(۸۹)

نکات:

ممکن ہے ایک سوال میں مختلف قسم کے مطالب پوشیدہ ہوں وہ مطالب مثبت ہوں یا منفی اور اذیت دینے والے ہوں حضرت یوسفؑ کا سوال (۱) آپ نے ان سے پوچھا تھا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا تھا ؟ممکن ہو یہ سوال اس لئے ہو کہ میں تمام حالات جانتا ہوں (۲)۔تم نے جو کچھ کیا ہے اچھا نہیں کیا اس کی توبہ کرو (۳)۔ بنیامین کی تسلی کی خاطر ہو وہ اس مجلس میں موجود تھے (۴)۔اپنے برادران کی سرزنش کی خاطر ہو ۵۔اپنی عزت کے اظہار کے لئے ہو ۶۔اس لئے ہو کہ تم نے اس قدر جرائم کئے اب بخشش کی امید کس لئے ؟ مندرجہ بالا تمام اہداف میں صرف پہلے تین مقاصد حضرت یوسفؑ کی عزت ومنزلت کے شایان ہیں باقی احتمالات آپ کی شرافت اور منزلت سے جوڑ نہیں کھاتے جیسا کہ بعد والی آیات اس امر کی وضاحت کرتی ہیں علاوہ ازیں ان لوگوں نے آپ کی طرف آپ کے سامنے چوری کی نسبت دی یہ سن کر بھی آپ خاموش رہے آخر کار اپنے بھائیوں سے فرمایا (لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ) (یوسف۔۹۲)

(ب) جہالت صرف نہ جاننے کا نام نہیں بلکہ خواہشات نفسانی کا غلبہ بھی جہالت کی ایک قسم ہے انسان کو چاہیئے جتنا بڑا عالم ہو اگر گناہگار ہے تو جاہل ہے کیونکہ وہ حقائق پر توجہ نہیں رکھتا اور دوزخ کو خریدنے والا ہوتا ہے۔

پیغام:

۱۔ نامہ اعمال ایک دن ضرور کھلے گا (هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ)

۲۔ جوانمردی اس میں ہے کہ فریق مخالف کی زیادتیوں کی جزئیات کو بیان نہ کیا جائے (مَّا فَعَلْتُمْ)

۳۔ جس وقت تمہیں طاقت قدرت حاصل ہو جائے تو دوسرے مظلوموں کو فراموش نہ کریں (مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ)

۴۔ جوانمردی یہ بھی ہے کہ مجرم کو اس کے عذر کی راہیں بھی بتائی جائیں (اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴿۸۹﴾)

آیت نمبر ۹۰

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۹۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ کہنے لگے کیا واقعی آپ یوسف ہیں کہا میں یوسف ہوں اور میرا بھائی ہے ہم پر اللہ نے احسان فرمایا ہے یقیناً جو پرہیزگاری سے کام لیتا ہے اور صبر کرتا ہے تو بلا شبہ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۹۰)

نکات:

(الف) جوں جوں وقت گذرتا جارہا تھا برادران یوسف حیرت کے سمندر میں ڈوبتے جارہے تھے کہ عزیز مصر نے ان کے والد کے خط کو پڑھ کر شدت سے رونا کیوں شروع کر دیا تھا؟ عزیز مصر کو یوسف کے ماجرا کا کیسے علم ہو گیا؟ قیافہ تو سچ مچ یوسف سے ملتا جلتا ہے کہیں یہ یوسف ہی نہ ہوں؟ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم خود اس سے پوچھ لیں اگر یوسف نہ ہوئے تو لوگ ہمیں دیوانہ نہیں کہیں گے اگر واقعی یوسف ہوئے تو پھر ہمیں شرمندگی اٹھانا پڑے گی اور پھر ہم پر کیا گذرے گی الغرض برادران یوسف کے جسم و جان کو ایک ھیجان نے اپنی شدید لپیٹ میں لے رکھا تھا ماحول پر سناٹا چھا چکا تھا آخر کار اس سناٹے کو ان کے

اس بے ساختہ سوال نے توڑا کیا آپ یوسف ہیں؟ اس ماحول اور محفل میں کیا رنگ بکھرے ہونگے حالات نے کتنے رخ اختیار کئے ہوں گے کوئی ہے مصور جو ان ھیجانی کیفیات کی تصویر کشی کرے شرمندگی اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں پُرنم آنکھیں ، گلے ملنے، ان کیفیات ان تمام مناظر کی تصویر کشی کون کرسکتا ہے ان جذبات واحساسات کی مقدار خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

(ب) ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیئے کہ لوگ سوال کرنے پر خود مجبور ہو جائیں اور ان کے رشد وتربیت کے جذبات کو پروان چڑھایا جائے۔ جناب یوسف نے جو ماحول میسر کیا تھا وہ کچھ اس طرح کا تھا کہ برادران یوسف میں سوال اور جستجو کی تڑپ بڑھتی چلی جارہی تھی وہ خود اپنے آپ سے کہہ رہے تھے کہ،، جناب یوسفؑ بنیامین کو مصر لانے پر کیوں مصر تھے؟ ہمارے اناج میں بادشاہ کا پیمانہ کیوں ملا؟ پہلی مرتبہ ہمارے اناج کی رقم کیوں واپس کردی تھی؟ بادشاہ کو داستان یوسف کا علم کہاں سے ملا؟ ممکن ہے اب ہمیں اناج نہ ملے جب یہ تمام ھیجانی سوالات ان کی روح کی آخری منزل پر آئے تو بے ساختہ بول پڑے کیا آپ یوسف ہیں؟ آپ نے فرمایا جی ہاں۔

(ج) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حضرت قائم علیہ السلام میں حضرت یوسفؑ کی ایک صفت یہ ہوگی کہ لوگ آپ کو نہیں پہچانتے ہوں گے آخر کار خداوند تعالیٰ اجازت دے گا اور آپ اپنا تعارف کرائیں گے (بحار ج ۱۲ ص ۲۸۳)

پیغام:

۱۔ زمانے کا گذرنا، تلخ وشیرین انقلابات، رابطوں اور رشتوں کو تبدیل کردیتا ہے (ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ)

۲۔ اولیاء اللہ نعمات کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیتے ہیں (مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا)

۳۔ صبر وتقویٰ کا اجر اس دنیا میں بھی ملتا ہے اَنَا يُوْسُفُ ... مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ..)

۴۔ حکومت ورہبری اور قیادت کے اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جو حسد وحوادث، تحقیر وشہوت، قید وبند اور پروپیگنڈے کی مسمومیت جیسے کٹھن امتحانات سے آزمائے جاتے ہیں اور سرخرو وسرفراز ہو کو باہر آتے ہیں (مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ)

۵۔ حساس ترین لمحات میں تبلیغ کا فائدہ اُٹھائیں جب برادران یوسف اپنے کئے پر نادم نظر آنے لگے اور جناب یوسفؑ کی باتوں کو توجہ سے سننے کے لئے آمادہ ہوئے تو اس وقت جناب یوسفؑ نے فرمایا (مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ..)

۶۔ لطف خداوندی اس کی حکمت کے مطابق ہے وہ قابلیت واہلیت کے بنا پر عطا کرتا ہے (مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ...)

۷۔ صبر وتقویٰ عزت ووقار عطا کرتا ہے (مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۹۰)

۸۔ صبر وتقویٰ محسنین کی خصوصیات میں سے ہے (مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۹۰)

۹۔ الٰہی طریقہ کار ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے صالح افراد کو حکومت عطا کرتا ہے۔

آیت نمبر ۹۱

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا اللہ کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم بے شک خطاوار تھے۔(۹۱)

نکات:

''ایثار'' دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کے معنی میں آیا ہے برادران یوسف نے اپنی غلط سوچ کی بنا پر ''نحن عصبۃ'' کہہ کر ایک اور غلطی کی تھی اور اس کے ساتھ کہا تھا''اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ''اسے اندھے کنویں میں ڈال دو،،لیکن خداوند تعالیٰ نے اس قدر انہیں افلاس کی پستی سے دو چار کر دیا کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے التماس پر اتر آئے اور کہنے لگے (مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ)ان الفاظ سے انہوں نے اعلان کیا کہ ان کا منصوبہ ناکام ہوگیا''وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ'' آخر ان کی غلط سوچ ایک حقیقت کے تسلیم کرنے میں تبدیل ہوگئی اور کہنے لگے لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ،،اللہ نے آپ کو ہم سب پر غلبہ دیا ہے۔

(الف) برادران یوسف نے تاللہ کے کلمہ کے ساتھ کئی بار قسم کھائی (الف) ''تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ،،(یوسف۔۷۳) خدا کی قسم آپ لوگ تو جانتے ہیں کہ ہم تمہاری سرزمین میں فساد پھیلانے اور چوری کرنے کی غرض سے نہیں آئے تھے۔

(ب) تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ ،،(یوسف۔۸۵) بابا سے کہنے لگے بابا جان خدا کی قسم آپ تو ہمیشہ یوسف ہی کی یاد میں لگے ہوئے ہیں۔

(ج)''تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ،، جناب یوسف سے کہا خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر برتری عطا کی ہے۔

پیغام:

۱۔اگر از روئے حسد کسی کے کمالات اور برتری سے چشم پوشی کریں گے تو آخر ذلت و جبر کا اعتراف کرنا پڑے گا (تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا)

۲۔ارادہ خداوندی کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا (تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا)

۳۔ اگر طاقت و توانائی کے ایام میں کام نہیں کریں گے تو پھر کمزوری و ناتوانی کے دنوں میں شرمساری اُٹھانا پڑے گی (نَحۡنُ عُصۡبَۃٌ ۔۔ وَاِنۡ کُنَّا لَخٰطِـئِیۡنَ﴿۹۱﴾)

۴۔ گناہوں کا اعتراف عفو و بخشش کا باب کھولتا ہے (وَاِنۡ کُنَّا لَخٰطِـئِیۡنَ﴿۹۱﴾)

آیت نمبر ۹۲

قَالَ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ ؕ یَغۡفِرُ اللّٰہُ لَکُمۡ ۫ وَ ہُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ﴿۹۲﴾

ترجمۃ الآیات

یوسف نے کہا آج تم پر کوئی عتاب نہیں ہوگا اللہ تم کو بخش دے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (۹۲)

نکات:

"تَثۡرِیۡبَ" کا معنی ہے توبیخ، سرزنش، گناہ کا شمار کرنا اور زیادہ ملامت کرنا ہے۔

(ب) مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ میں پناہ لے رکھی تھی حضرت عمر نے کہا، آج ہم انتقام لیں گے یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا آج بخشش کا دن ہے آپ نے مشرکین سے پوچھا، آج میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، تو انہوں نے کہا، ہم اچھائی کی امید رکھتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے کریم بھائی ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا آج میں وہی بات کرتا ہوں جو حضرت یوسفؑ نے کی تھی (قَالَ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ) جناب عمر نے یہ سن کر کہا، میں اپنی بات پر سخت نادم ہوں۔

(ج) حضرت علیؑ کا فرمان ہے "اِذَا قَدَرۡتَ عَلٰی عَدُوِّكَ فَاجۡعَلِ الۡعَفۡوَ عَنۡهُ شُكۡرًا لِلۡقُدۡرَةِ عَلَيۡهِ" جب تم اپنے دشمن پر قابو پالو تو اس بات کا شکر ادا کرنے میں اُسے معاف کر دو۔

(د) حدیث میں آیا ہے (جوان کا دل بہت نرم ہوتا ہے) بعد ازیں آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جناب یوسفؑ اپنے والد اور بھائیوں کی نسبت جوان تھے اس لیے فوراً اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔

پیغام:

۱۔ وسعت قلبی ریاست وحکومت کا ذریعہ ہوتی ہے (قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ)

۲۔ جب ایک مجرم اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو فوراً اُسے قبول کرلیجیئے اُسے شرمندہ نہ کیجیئے (لَا تَثْرِيْبَ.. يَغْفِرُ اللّٰهُ)

۳۔ اپنی معافی وبخشش کا اعلان کردینا چاہئے تاکہ دوسرے لوگ سرزنش نہ کرسکیں (الْيَوْمَ)

۴۔ جناب یوسفؑ نے روحانی طریقے سے اپنے خطا کار برادران سے سلوک کیا ہمیں بھی اس طرح کرنا چاہیئے (وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ... قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ)

۵۔ لوگوں کو فوراً معاف کردینا چاہیئے۔ (لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ)

۶۔ قدرت وحکومت کے دنوں میں معاف کردینا اولیاء اللہ کی سیرت ہے (قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ)

۷۔ جرات ومردانگی جناب یوسفؑ سے سیکھنی چاہیئے پہلے تو انہوں نے انہیں معاف کردیا پھر خداوند تعالیٰ سے ان کے لیے مغفرت فرمائی (اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾)

۸۔ جب بندہ اپنے حقوق معاف کرسکتا ہے تو جو خداوند تعالیٰ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ہے تو پھر اُس سے عفو وبخشش کے علاوہ اور کیا اُمید کی جاسکتی ہے۔ (يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ)

۹۔ شرمساروں کو بخش دینا سنت پروردگار ہے (يَغْفِرُ مضارع) آیا ہے۔

۱۰۔ خداوند تعالیٰ کی بخشش ان لوگوں کے شامل حال بھی ہوسکتی ہے جو عرصہ دراز تک دو پیغمبروں (یوسفؑ اور یعقوبؑ) کو تکلیف دیتے رہے۔ (لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ... الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾)

۱۱۔ مظلوم کا ظالم کو بخش دینا بخشش خداوندی کے شامل ہونے کی راہوں کو ہموار کرتا ہے لیکن اُس کی معافی بھی اُس کی رحمت پر منحصر ہے (اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾ کی طرح)

۱۲۔ مغفرت ورحمت کے ساتھ خداوندی تعالیٰ کی تعریف وتوصیف (اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۹۲﴾) دعا واستغفار کے آداب میں شامل ہے۔

آیت نمبر ۹۳

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ

بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ﴿٩٣﴾

ترجمۃ الآیات

اور میرا یہ کرتا لے جاؤ اور لے جا کر میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور میرے پاس اپنے تمام اہل وعیال کو لے آؤ۔ (۹۳)

نکات:

(الف) داستان یوسفؑ میں حضرت یوسفؑ کی قمیض کا کئی ایک مقامات پر ذکر ہے۔

۱۔(وَجَآءُوۡ عَلٰى قَمِيۡصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ)(یوسف۔۱۸) برادران یوسفؑ جناب یوسفؑ کا کرتہ جھوٹے خون سے آلودہ کر کے اپنے والد کے پاس لائے تھے اور کہا تھا اُسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔

۲۔(قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ)(یوسف۔۲۷) پیچھے کی طرف سے پھٹا ہوا کرتا جرم اور مجرم کی علامت بن گیا۔

۳۔(اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ) جناب یوسفؑ کا کرتا آنکھوں کی بینائی سے محروم جناب یعقوبؑ کی شفا کا موجب بن گیا۔

(ب) اگر جناب یوسفؑ کا کرتہ جوان کے تن بدن پر رہا تھا وہ ایک نابینے کی بینائی کو پلٹا سکتا ہے تو کیا اولیاء اللہ سے مربوط اشیا جیسے ان کی قبور ان کے روضوں کی دیواریں، صحن، کپڑے، غلاف وغیرہ دوسرے تبرکات سرمایہ شفا نہیں بن سکتے؟ جی ہاں! ضرور بن سکتے ہیں!

(ج) اس مقام پر حضرت یوسفؑ کی شناخت برادران کی معذرت خواہی جناب یوسفؑ کا معافی کا اعلان عام خداوند تعالیٰ سے ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کا وعدہ یہ تمام مراحل یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔لیکن ابھی وہ مراحل باقی ہیں کہ جن میں جنابؑ یعقوب کی بینائی کی واپسی کا ذکر ہے جو برادران یوسفؑ کے جرائم کی یادگار رہے اس آیت میں اس مشکل ترین مرحلہ کے حل کا راستہ بتایا گیا ہے۔اس روایت کے ضمن میں یہ بھی موجود ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بردران سے فرمایا تھا میرا کرتا میرے والد کے پاس وہ برادر لے جائے جو میرا خون آلود کرتا لے گیا تھا اسی طرح انہیں شادان وفرحان کرے۔

(د) ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ شبانہ روز اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک دسترخواں پر کھانا کھاتے تھے جب ایک دسترخوان پر اکٹھے ہوتے تو شرمندگی محسوس کرتے تو انہوں نے حضرت یوسفؑ تک پیغام: بھجوایا کہ ہمارا دسترخوان علیحدہ ہونا چاہیئے کیونکہ آپ سے ہمیں شرم آتی ہے حضرت یوسفؑ نے جواب دیا ''میں تمھارے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر افتخار محسوس کرتا ہوں ایک وہ وقت تھا جب لوگ مجھے دیکھتے تھے تو پکار اُٹھتے تھے'' (سُبۡحَانَ مَنۡ بَلَّغَ عَبۡدًا بِيۡعَ بِعِشۡرِيۡنَ دِرۡهَمًا مَا بَلَغَ) پاک ہے وہ ذات جس نے بیس درہم کے عوض فروخت شدہ غلام کو آج اتنی بڑی عزت وعظمت عطا

فرمائی۔لیکن اب آپ لوگوں کا وجود میرے لئے عزت کا موجب ہے اب تمام دنیا کو معلوم ہوگیا ہے کہ میں نہ تو غلام تھا اور نہ ہی بے اصل ونسب تھا۔میرے تمھارے جیسے بھائی ہیں اور حضرت یعقوبؑ نبی جیسا والد ہے لیکن پردیسی اور مسافر ضرور ہوں اللہ اکبر! یہ کیا جوانمردی اور بے مثال بردباری ہے!

(ر) مرحوم آیت اللہ العظمیٰ حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدی جب علاج کے لیے ''شہر اراک سے تہران کی طرف تشریف لا رہے تھے تو انہوں نے اپنے سفر کے دوران ایک رات قم میں قیام کیا اہل قم نے ان سے درخواست کی کہ وہ حوزہ علمیہ کو اراک سے قم لے آئیں۔

کیونکہ اہل بیتؑ کا حرم ہے اور حضرت معصومہ علیہا السلام کا مدفن ہے انہوں نے قرآن مجید سے استخارہ لیا تو یہ آیت سامنے آئی (وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾)

پیغام:

۱۔ جو اشیاء اولیاء اللہ سے مربوط ہیں ان سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔(اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ) جناب یوسفؑ کی قمیص سے نابینا کو بینائی مل گئی۔

۲۔ جو شخص نفسانی ھواؤھوس کا مقابلہ کرتا ہے اس کی ہر چیز مقدس ہوتی ہے حتی کہ اس کا لباس بھی۔(بِقَمِیْصِیْ)

۳۔ مقدس اشیاء کو بطور تبرک دیکھنا کافی نہیں ہے ہاتھ لگانا لازمی ہے (فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ)

۴۔ خوشی وغمی کا آنکھوں پر اثر ہوتا ہے۔(وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ ... یَاْتِ بَصِیْرًا)

شاید یہی وجہ ہے کہ جو اولاد اچھی ہوتی ہے تو انہیں آنکھوں کی ٹھنڈک کا نام دیا جاتا ہے۔(جی ہاں! یہ ایک اس صورت میں ہے اگر ہم اسے معجزہ کی نظر سے نہ دیکھیں)

۵۔ وصل بوڑھے کے دل کو زندہ اور نابینا کو بینا کر دیتا ہے (فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا)

۶۔ معجزہ اور کرامت میں سن وسال کی شرط نہیں ہے (بیٹے کے کُرتے سے باپ کی آنکھوں میں بینائی آگئی)

۷۔ جناب یوسفؑ علم غیب جانتے تھے ورنہ انھیں یہ کہاں سے علم حاصل ہوا تھا کہ اس کے کُرتے سے باپ کی آنکھوں میں بینائی آجائیگی (یَاْتِ بَصِیْرًا)

۸۔ خداوند تعالیٰ نے اس چیز کو جو حضرت یعقوبؑ کے حزن واندوہ کا سبب بنی تھی اسے آپ کے لیئے مسرت وشفا کا سبب بنادیا (ایک دن کرتا غم واندوہ کا سبب بنا وہی کرتا آج مسرت وشادی کا سبب بنا)

۹۔ وہ اولاد جنہیں دولت وحکومت میسّر آجائے انہیں اپنے غریب ونادار رشتہ داروں خصوصاً سالخوردہ والدین کی کفالت کرنا چاہیئے (وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾)

۱۰۔فرائض کی ادائیگی کے لیئے معاشرتی ماحول مؤثر ہوتا ہے(وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ﴿۹۳﴾) حضرت یوسفؑ کے لیئے ان حالات میں صلہ رحمی کے لیئے ایسی صورت پیدا ہوگئی تھی کہ ان کے خاندان کے تمام افراد کو ملک مصر آجانا چاہیئے تھا۔

۱۱۔دوسرے لوگوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے خویش واقارب کی خبر گیری بھی ضروری ہے۔ (وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ)

۱۲۔مسکن کی تبدیلی اور ہجرت کے بہت زیادہ فائدے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے اس سے غم انگیز یادیں ختم ہوجاتی ہیں (وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ﴿۹۳﴾)

۱۳۔افرادخانہ اور رشتہ داروں کوحتی الامکان ایک دوسرے کے قریب قریب زندگی بسر کرنا چاہیئے (وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ﴿۹۳﴾)

۱۴۔جناب یوسفؑ کی جرات وجوانمردی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے انہیں برداشت نہ کرتے ہوئے کنویں میں ڈال دیا تھا۔لیکن جناب یوسفؑ نے اپنے تمام برادران اور خاندان کو اپنے ہاں بلالیا تھا(وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ)

۱۵۔خویش واقارب جتنے بھی خطا کار ہوں ان میں سے رابطہ منقطع نہیں کرنا چاہیئے (وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ﴿۹۳﴾)

۱۶۔جو لوگ جدائی کے دکھ جھیل چکے ہیں ان کی فلاح اور سہولت کے اسباب فراہم کرنے چاہئیں (أَجْمَعِيْنَ﴿۹۳﴾) اب جناب یعقوبؑ میں تاب وفرقت باقی نہیں رہی تھی۔

۱۷۔بہترین شفقت ومہربانی وہ ہوتی ہے جو سب کے شامل ہو(أَجْمَعِيْنَ﴿۹۳﴾)

آیت نمبر ۹۴

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴿۹۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو تو یقینا مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔(۹۴)

نکات:

(الف) ''فَصَلَتِ'' کا معنیٰ ہے ''جدا ہوا'' اور ''فَصَلَتِ الْعِیْرُ'' کے معنی ہیں ''کاروان مصر سے جدا ہوا'' اور فاصلے پر پہنچ گیا۔ ''تُفَنِّدُوْنِ'' کی اصل ''فند'' ہے جس کا معنی ہے عقل کی ناتوانی اور بے وقوفی۔ (صواعق المحرقہ)

(ب) حضرت یعقوبؑ کو اس بات کا خوف تھا کہ ان کی مجلس والے لوگ ان کی طرف کم عقلی کی نسبت دیں گے اس لیئے انہوں نے فرمایا (لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ) لیکن اس واقعہ سے بڑھ کر وہ واقعہ ہے کہ حضرت رسولؐ کی طبیعت ناساز ہوئی تھی اور آپ کا وقت رحلت قریب تھا تو آپ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا تھا کہ کاغذ اور قلم لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ کر دوں کہ جس پر تم عمل کر کے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے تو اس مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا تھا ''اِنَّ الرَّجُلَ لَیَهْجُرَ'' یعنی یہ آدمی (رسول اللہؐ) ہذیان کہہ رہا ہے یہ کہہ کر تحریر کا موضوع ضائع کر دیا۔

(ج) سوال: صرف حضرت یعقوبؑ نے جناب یوسفؑ کی خوشبو کیسے محسوس کر لی تھی؟

جواب: اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں انبیاء علیہم السلام جس طرح وحی کا ادراک کرتے تھے اس طرح حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کی خوشبو کو محسوس کیا تھا۔ لیکن ہم ان امور کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن وہ کر لیتے ہیں۔ جب مدینہ کے اردگرد خندق کھودی جارہی تھی اس دوران رسول اللہؐ نے خندق کھودنے کے لیئے کدال زمین پر ماری تو پتھر سے برقی چنگاریاں اٹھیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا ''میں ان چنگاریوں کی روشنی میں ملک روم اور ایران کی حکومتوں کو سقوط کرتے دیکھا ہے'' لیکن کچھ کمزور ایمان لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا۔ ''پیغمبرؐ خوف کی وجہ سے مدینہ کے گرد خندق کھودر ہا ہے لیکن کدال کے زمین پر پڑنے کو کہتا ہے کہ میں ایک طاغوت اور اس کی حکومت کے سقوط کو دیکھ رہا ہوں''

(د) آیت اللہ الخوئی نے نہج البلاغہ کی شرح میں لکھا ہے ''امام کے لیئے نور کا ایک عمود ہوتا ہے جب خدا کا ارادہ ہوتا ہے تو امام اس میں نگاہ کرتا ہے تو انہیں آنے والے واقعات نظر آجاتے ہیں۔ اور کبھی ان کے احوال عام افراد کی طرح ہوتے ہیں۔

میں نے جناب یعقوبؑ سے پوچھا۔ آپ نے ملک مصر اتنے دور فاصلے سے جناب یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر لی تھی لیکن چاہ کنعان تو بہت قریب تھا وہاں اپنے یوسفؑ کو نہ دیکھ سکے تھے۔ تو آپؑ نے جواب میں کہا ''ہمارے حالات برق آسمانی کے مانند ہیں کہیں چمکتی ہے اور کہیں نظر نہیں آتی کبھی میں آسمان پر ہوں وہاں کے مناظر دیکھتا ہوں اور کبھی میرا ایسا حال ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پشت کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔

(ذ) یہ بھی تو ممکن ہے کہ ''یوسف علیہ السلام کی خوشبو سے مراد جناب یوسف کی نئی اور تازہ خبر ہو۔ اس جدید دور میں یہ مسئلہ دنیائے سائنس میں ٹیلی پیتھی کے نام سے معروف ہے جس کا مطلب ہے دور دراز کے مقامات سے افکار کا منتقل کرنا اس

دور میں یہ ایک علمی مسئلہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یعنی جن لوگوں کا باہمی نزدیکی تعلق ہے۔ یا جن لوگوں کے اندر خصوصی روحانی طاقت پائی جاتی ہے جونہی کوئی واقعہ دنیا کے کسی خطے میں پیدا ہوتا ہے انہیں اس کا علم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا بعض اوقات میرے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ میرا دل سخت پریشان ہو جاتا ہے اور میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ میرے آس پاس بیٹھنے والے لوگ میری اس حالت سے واقف ہو جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ امامؑ نے فرمایا تمام اہل اسلام خلقت کے لحاظ سے ایک طینت اور حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ جب کوئی حادثہ دنیا میں کسی دوسرے گوشے میں کسی مسلمان کو پیش آتا ہے تو دوسرا مسلمان اسے روک لیتا ہے حالانکہ اس کے بعد اس کے درمیان دور دراز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس لیئے یہ پریشان ہو جاتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

(ر) اگر حضرت یوسفؑ کی خوشبو جناب یعقوبؑ نے اپنی قوت شامہ سے محسوس کی تھی تو یہ خارق العادت امر ہے اور یہی معجزہ ہے کیونکہ حضرتؑ نے خوشبوئے یوسفؑ کو بہت دور سے محسوس کیا تھا۔ عراق کی ایران پر مسلط جنگ کے دوران ایرانی عوام امام خمینیؒ کے حکم پر مغربی اور جنوبی محاذوں پر جمع تھے ''مسلم بن عقیلؑ نامی کاروائی جاری تھی بندہ بھی اس کاروائی میں موجود تھا اس جگہ پر آیت اللہ اشرفی اصفہانی بھی تشریف فرما تھے اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی انھوں نے حملے کی رات مجھے فرمایا ''مجھے بہشت کی خوشبو آ رہی ہے'' لیکن میں نے جس قدر محسوس کرنے کی کوشش کی مجھے وہ خوشبو محسوس نہ ہوئی۔

جی ہاں! جس شخص کے پاس نوے سال کا علم ہو زہد وتقوی ہو تہجد کی نمازیں ہوں اس کے اندر اس قدر طاقت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ جنت کی خوشبو محسوس کر لے اور دوسروں کو اس خوشبو کا احساس تک بھی نہ ہوا نہوں نے اپنے بارے میں پیشن گوئی فرمائی تھی کہ محراب میں جو موجود تھا آدمی شہید ہو گا وہ میں ہوں گا اور ایسا ہی ہوا۔

ممکن ہے جنت کی خوشبو سے مراد ایک عرفانی خوشبو ہو جس طرح کہ مناجات کی مٹھاس کا ذائقہ معنوی ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے اس خوشبو سے مراد طبعی اور اصلی خوشبو ہو لیکن ہر سونگھنے والا اس کا اہل نہیں جس طرح ریڈیائی لہریں فضاؤں میں گردش کر رہی ہوتی ہیں لیکن ہر ریڈیو ان تمام لہروں کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا۔

پیغام:

۱۔ اگر باطن صاف ہو تو انسان معنوی حقائق کا ادراک کر سکتا ہے۔ لیکن حقائق کا ادراک محدود ہوتا ہے اس طرح نہیں ہے کہ انہیں ہر فرد ہر زمان میں ہر ایک پالے۔ حضرت یعقوبؑ نے قمیص یوسفؑ کی خوشبو اس وقت محسوس فرمائی تھی جب قمیص مصر سے کنعان کی طرف چل چکی تھی۔ (فَصَلَتِ الْعِيْرُ)

۲۔ اگر ہمارے اندر حقائق کے ادراک کی قوت نہیں ہے تو دوسروں کے ادراک کا انکار نہ کریں۔ (لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾)

۳۔ جاہلوں کے درمیان علماء کی زندگی تکلیف دہ اور کٹھن ہوتی ہے۔ (لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾)
۴۔ تمام لوگ حق سننے کی طاقت نہیں رکھتے اور بے خبر ہونے کی نسبت کہنے والے کو دیتے ہیں۔ (لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾)

آیت نمبر ۹۵

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

ترجمة الآیات

لوگوں نے کہا خدا کی قسم! آپ اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۹۵)

نکات:

اس سورۃ کی آٹھویں آیت میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ برادران یوسفؑ نے اپنے والد کے حق میں کہا تھا (اِنَّا اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ) ہمارے والد یوسفؑ اور ان کے بھائی سے بلاوجہ بہت زیادہ محبت کرنے میں کھلم کھلا گمراہی میں ہیں۔ یہاں اس آیت میں انہوں نے کہا (الف) یعنی ابھی تک آپ اپنی گزشتہ خطاء پر قائم ہیں۔

(ب) عوام کو حق حاصل نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کو اپنے اوپر قیاس کریں اور یہ فیصلہ کریں یہ بات ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی حضرت علیؑ کا فرمان ہے (اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ لِمَا جَهِلُوْا) (نہج البلاغہ حکمت ۱۷۲) لوگ جس سے خود جاہل ہوتے ہیں وہ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ جو اس چیز کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ نے کسی عجیب بات پر کبھی کوئی قسم نہ اٹھائی لیکن برادران یوسفؑ نے مختلف اوقات میں کئی دفعہ قسمیں اٹھائیں۔ آیت نمبر ۷۳، ۸۵، ۹۱، ۹۵ میں برادران یوسف کی قسموں کا ذکر موجود ہے۔ جی ہاں! انبیاء علیہم السلام حتی المقدور قسمیں کھانے سے گریز کرتے ہیں۔ (قَالُوْا تَاللّٰهِ)

۲۔ نیک و صالح لوگوں کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے (اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ) اپنے باپ کی طرف گمراہی کی نسبت دینے کا سبب اپنی ذات پر قیاس کرنے کی وجہ سے تھا۔

۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کی جدائی کے عرصے میں ان کی زندگی سے پُرامید تھے اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں میں اس بات کا اظہار فرماتے تھے۔ (اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾)

آیت نمبر ۹۶

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴿۹۶﴾

ترجمۃ الآیات

تو جب خوش خبری دینے والا آیا تو اُس نے (یوسف کا کرتہ) (یعقوب) کے چہرے پر ڈال دیا تو ان کی آنکھیں فوراً روشن ہوگئیں۔ انہوں نے کہا کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟ (۹۶)

نکات:

(الف) اگر (وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ) (ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں) سے مراد بینائی کم ہو" تو پھر" (بَصِيْرًا) کے معنی ہوں گے (ان کی آنکھیں پُرنور ہوگئیں) جو اس امر کی دلیل ہے کہ حزن وخوشی انسانی نگاہ اور قوت باصرہ میں اثر انداز ہوتے ہیں جی ہاں! اگر اس سے مراد مطلق نابینائی ہے جیسا کہ (فَارْتَدَّ بَصِيْرًا) کے کلمات سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر یہ ایک معجزہ اور توسل ہوگا جس کی تائید قرآن کریم فرماتا ہے۔

(ب) یہ دنیا کتنے انقلابات رکھتی ہے اس کے اندر کتنے نشیب وفراز ہیں ایک وُہ بھی دن تھا کہ برادران یوسفؑ جناب یوسفؑ کی بھیڑیے کے کھا جانے کی خبر لائے تھے آج یہ بھی دن ہے وہی برادران یوسفؑ ہیں جو ان کی حکومت کی خبر لائے ہیں۔

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے علم کا سرچشمہ علم الٰہی ہے۔ (اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ۔۔۔)

۲۔ پیغمبران خداوندی اللہ کے وعدوں پر یقین محکم رکھتے ہیں۔ (اَلَمْ اَقُلْ۔۔۔)

۳۔ حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹوں کے برعکس جناب یوسفؑ کی زندگی اور جدائی کے خاتمے کا یقین تھا۔ (اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ۔۔۔)

۴۔ نالائق اولاد اپنے والد کی نابینائی اور لائق اولاد اپنے والد کی بینائی کا سبب ہوتی ہے۔ (وَابْيَضَّتْ

عَیۡنَاہُ ... فَارۡتَدَّ)

۵۔ ارادہ الٰہی قوانین فطرت پر حکومت رکھتا ہے۔ (فَارۡتَدَّ بَصِیۡرًا)

۶۔ اولیاء اللہ کا لباس اور دوسرے تبرکات اپنے اندر بے پناہ اثر رکھتے ہیں (فَارۡتَدَّ بَصِیۡرًا)

۷۔ بعض اوقات کچھ امور جو بظاہر ناپسندیدہ ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر اچھائیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ مصر کا قحط بظاہر ایک بہت بڑی مصیبت تھی۔ لیکن یہی قحط جناب یوسفؑ کی آزادی و بے گناہی و حاکمیت و وصال پدر اور قحط کے کنٹرول بننے کا سبب بنا (اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾)

آیت نمبر ۹۷۔۹۸

قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا کُنَّا خٰطِـِٕیۡنَ ﴿۹۷﴾

قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۹۸﴾

ترجمۃ الآیات

(بیٹوں) نے کہا! اے ہمارے ابا جان! ہمارے گناہوں کی معافی کے لیئے سفارش کیجیئے۔ یقیناً ہم خطاوار تھے۔ (۹۷)

(یعقوب) نے کہا! میں تمہارے لیئے پروردگار سے بخشش کی التجا کروں گا یقیناوہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (۹۸)

نکات:

(الف) حضرت یعقوبؑ کے بیٹے موحّد تھے اور اپنے والد کے اعلیٰ مقام کو بھی جانتے تھے (یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا) انھوں نے ''جس ضلال'' گمراہی سے اپنے والد کو منسوب کیا تھا وہ عقیدے کی گمراہی نہ تھی بلکہ اس ''گمراہی'' سے مراد حضرت یعقوبؑ کی جناب یوسفؑ سے محبت اور تعلق تشخیص میں گمراہی تھی۔

(ب) ظالم کے صرف تین روز ہیں ''روز طاقت وقدرت'' ''روز مہلت اور رُوزِ ندامت'' مظلوم کے بھی تین روز ہیں ''ایک وہ روز حسرت جس روز اس پر ظلم ہوا۔ دوسرا روز حیرت کہ ظالم کے خلاف کیا تدبیر کرے۔ تیسرا روز نصرت اس دنیا میں یا آخرت میں''

(ج) جن لوگوں نے مشکوک شبہات میں اپنے والد سے کہا تھا (اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ۸) (یوسف۔۸) جب مشکوک وشبہات کے پردے ہٹے تو کہہ رہے ہے (اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیۡنَ ۹۷) (د) تفسیر مجمع البیان اوراطیب البیان میں نقل ہے کہ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کی مغفرت کی دعا کے لیئے شب جمعہ یا وقت سحر کا انتظار کیا۔

پیغام:

۱۔ظلم سراپا ذلت ہے جب برادران نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا تھا تو ان کے لیئے وہ خوشی ومسرت اور غلبے کا دن تھا اور جناب یوسفؑ کے لیئے مغلوبیت کا دن تھا۔اور آج کا دن جناب یوسفؑ کے لیئے غلبے کا دن تھا۔

۲۔گناہوں کی مغفرت کے لیئے اولیاء اللہ سے توسل جائز ہے (یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا)

۳۔والد کی دعا میں قبولیت کا خاص اثر ہوتا ہے (یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا)

۴۔توبہ کے لیئے دیر نہیں کرنا چاہیئے (اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا)

۵۔جرم وخطاؤں کا اعتراف بخشش کا ذریعہ ہے (اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیۡنَ ۹۷)

۶۔دعا کی قبولیت میں ساعات کا دخل ہے (قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ)

۷۔والد کی دعا اولاد کے حق میں خاص اثر رکھتی ہے (سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ)

۸۔والد کو کینہ ور نہیں ہونا چاہیئے اولاد کی خطاؤں کو دل میں نہیں رکھنا چاہیئے (اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ)

۹۔اقرار جرم کے وقت مجرم کو لعن طعن نہ کی جائے (اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیۡنَ ۹۷) جب بیٹوں نے کہا ہم خطا کار ہیں تو فوراً باپ نے کہا (سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ)

۱۰۔گناہ گار کو مغفرت خداوندی کی امید دلائیں (قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ)

۱۱۔اولیاء اللہ سے توسل کرنے کے بعد استجابت دعا پر صبر کریں (سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ)

۱۲۔حضرت یعقوبؑ نے اپنے حقوق تو معاف کردیئے اور حقوق الٰہی کے لیئے اپنے فرزندوں سے دعا کا وعدہ فرمایا (سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ رَبِّیۡ)

۱۳۔خداوند تعالٰی کا لطف وکرم بڑے سے بڑے گناہوں اور بڑے سے بڑے خطا کاروں کے شامل حال ہوجاتا ہے (هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۹۸) حالانکہ ان لوگوں کے سبب کئی سال تک دو نبی دکھی اور پریشان حال رہے پھر بھی اس کی کریم ذات سے بخشش ومغفرت کے امیدوار ہیں۔

آیت نمبر ۹۹

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۃ الآیات

توجب وہ سب جناب یوسف کے پاس پہنچے توانہوں نے اپنے ماں باپ کواپنے ساتھ بٹھایا اللہ نے چاہا تو اطمینان کے ساتھ مصر میں داخل ہو جایئے ۔(۹۹)

نکات:

(الف) میں نہیں جانتا کہ داستان کے اس ھیجان انگیز منظر کو کس طرح اور کس انداز میں ادا کروں! جناب یوسفؑ اپنے والدین کے استقبال کے لیئے شہر سے باہر شاھی خیمہ لگایا ہوا تھا اور آپ ان کے احترام میں کھڑے ہوئے تھے تاکہ جب وہ تشریف لائیں تو انہیں عزت واحترام کے ساتھ شہر میں لے چلیں (فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ... ادْخُلُوْا مِصْرَ) یہ تو ایک فطری امر ہے کہ جب جناب یوسفؑ کے والدین اور برادران سفر کی تیاری کر رہے تھے تو کنعان کی فضاؤں کا منظر ہی عجیب تھا۔ اہل کنعان دیکھ رہے تھے کہ کئی سالوں کے بعد جناب یوسفؑ کی سلامتی کی خوشخبری ملی ہے جناب یعقوبؑ کی بینائی واپس آئی ہے اب جناب یعقوبؑ شوق ومحبت کی کیفیات کے ساتھ اپنے بیٹے سے ملنے کے لیئے کس طرح بیتاب ہیں اور کس بے تابی کے ساتھ تیاری کر رہے ہیں۔صرف خاندان یعقوبؑ کے گھر میں خوشیاں نہیں منائی جارہی تھیں بلکہ اہل شہر بھی خوشیاں منا رہے تھے خصوصاً انہیں اس بات کی زیادہ خوشی تھی کہ جناب یوسفؑ مصر کے خزانوں کے مالک اور وہاں کے حاکم بن چکے ہیں۔اور زمانہ قحط سالی میں وہ ان کی مدد کر چکے تھے۔کس طرح ان ہیجانی لمحات کی تصویر کشی کی جائے جہاں ہر طرف شوق عشق ومحبت اور تمناؤں نے کائنات میں قوس وقزح کے رنگ بکھیر دیئے ہوں۔!!

(ب)(اَبَوَيْهِ) (اس کے والدین) کا کلمہ بتاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ بھی زندہ تھیں لیکن جس سوال کا جواب مجھے اب تک نہیں مل سکا وہ یہ ہے کہ اس پوری طویل داستان میں ان کے سوز وگداز اور گریہ ونالہ کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس موضوع پر سکوت کے پردے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟

(ج) بعض روایات میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو قسم دی اور بہت زیادہ اصرار کیا کہ وہ اپنی

دردبھری آپ بیتی بیان کریں جناب یوسفؑ نے اپنی داستان کا آغاز اس طریقے سے کیا آپ نے فرمایا ''میرے بھائی مجھے کنویں کے کنارے پر لے گئے اور جھڑکیں دے کر میرا کُرتا اُتارا'' اتنا سن کر جناب یعقوبؑ غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔ جب غش سے آفاقہ ہوا تو داستان کے دوبارہ جاری رکھنے کی فرمائش کی لیکن جناب یوسفؑ نے عرض کیا ''اے بابا جان'' آپ کو جناب ابراہیمؑ واسماعیلؑ اور اسحاق علیہم السلام کے حق کی قسم مجھے داستان کے بیان کرنے سے معاف فرمائیں'' یہ سن کر جناب یعقوبؑ نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا (تفسیر نمونہ ومجمع البیان)

پیغام:

۱۔شہر سے باہر استقبال کرنا شاندار کام ہے (فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلٰی یُوۡسُفَ) شہر سے باہر جناب یعقوبؑ کے مراسم بجالائے گئے اور جناب یوسفؑ وہاں خیمہ زن تھے۔

۲۔عہدہ ومنصب ہمیں والدین کے احترام سے غافل نہ کردے (وَقَالَ ادۡخُلُوۡا مِصۡرَ)

۳۔اگر کسی ملک کا سربراہ بھی اپنے ملک کے امن وامان کی بات کرے تو اسے بھی خداوند تعالیٰ کے لطف وکرم کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ (اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ) جب تک خدا نہ چاہے امن قائم نہیں ہوسکتا۔قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ایک امت نے پہاڑ کے پتھروں سے اپنے گھر بنائے تاکہ وہ ہمیشہ محفوظ رہ جائیں لیکن قہر خداوندی نے انہیں آناًفاناً تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا (وَکَانُوۡا یَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا اٰمِنِیۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتۡہُمُ الصَّیۡحَۃُ مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾)

(حجر ۸۲۔۸۳)

۴۔رہائش وسکونت کے لیئے اس جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں امن وامان کارفرما ہو (اٰمِنِیۡنَ ﴿۹۹﴾)

۵۔جہاں یوسفؑ جیسے حکمران صاحب اقتدار ہوں تو وہاں امن وامان خودبخود قائم ہوجاتا ہے۔(اٰمِنِیۡنَ ﴿۹۹﴾)

آیت نمبر ۱۰۰

وَرَفَعَ اَبَوَیۡہِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَہٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ ہٰذَا تَاۡوِیۡلُ رُءۡیَایَ مِنۡ قَبۡلُ ۫ قَدۡ جَعَلَہَا رَبِّیۡ حَقًّا ؕ وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَجَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ

هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾

ترجمة الآیات

اور یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب سجدہ میں گر گئے اور انہوں نے کہا اے بابا یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا ہے اور اس نے مجھ پر احسان کیا اس نے مجھے زندان سے نکالا بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈالا آپ کو بیابان سے یہاں لے آیا یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اسے اپنی تدبیر سے انجام دیتا ہے یقیناً وہی دانا اور حکمت والا ہے۔(۱۰۰)

نکات:

(الف) ''عرش'' اس تخت کو کہا جاتا ہے جہاں بادشاہ بیٹھتا ہے۔ (خَرُّوْا) کا معنی ہے زمین پر گرنا (بَدْو) کا معنی ہے ''بیابان وصحرا'' (نزغ) کا معنی ہے فساد کی غرض سے کسی کام میں مداخلت کرنا۔

(ب) (لطیف) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کا معنی ہے اس کی قدرت کاملہ پیچیدہ سے پیچیدہ امور میں اندر تک نفوذ رکھتی ہے۔ اس آیت میں یہ اسم اس مناسبت سے استعمال ہوا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی زندگی میں پیچیدہ ترین گرھیں تھیں۔ جن کو کھولنے کے لیئے صرف قدرت خداوندی ہی کام تھا۔ جس نے اس میں نفوذ کیا اور انہیں کھول دیا۔

(ج) جناب یوسفؑ کعبہ کی مثل ہو گئے ان کے والدین اور برادران نے ان کی طرف منہ کر کے ان کی عظمت اور کرامت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا سجدہ کیا (خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا) اگر یہ سجدہ غیر اللہ کے لیئے ہوتا اور شرک ہوتا تو حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ جو اللہ کے نبی تھے قطعاً اس برائی کو برداشت نہ کرتے یہ سجدہ تعظیمی تھا عبادت کے لیئے نہ تھا اس لیئے یہاں کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

پیغام:

۱۔ آپ جس مقام ومنصب پر فائز ہوں اپنے والدین کو اپنے سے اعلیٰ وبرتر سمجھیں۔ (رَفَعَ اَبَوَيْهِ) جس نے رنج وغم زیادہ اٹھا رکھے ہوں اس کی عزت وعظمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

۲۔ انبیاء کرام بھی تخت نشین ہوئے ہیں (عَلَى الْعَرْشِ)

۳۔حکمرانوں کے حقوق کا احترام لازمی ہے ان کے آگے تواضع سب پر ضروری ہے (خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا)

۴۔جب والدین اور برادران نے جناب یوسفؑ کا سجدہ کیا تو یہ ان کے خواب کی تعبیر تھی ۔(رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ... خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا)

۵۔خداوند تعالیٰ کی ذات صاحب حکمت ودانش ہے وہ کبھی دعا کی قبولیت اور خواب کی تعبیر ایک عرصہ بعید کے بعد عطا فرماتا ہے ۔(هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ)

۶۔منصوبوں کو حقیقت کا جامہ پہنانا کار خداوندی ہے ۔(قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا) جی ہاں! یہ مقام فکر ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنی استقامت اور صبر کی بات نہیں کرتے بلکہ تمام امور کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں ۔

۷۔اولیاء اللہ کے خواب سچے ہوتے ہیں ۔(جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا)

۸۔واسطوں اور اسباب کے میسر آجانے کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف دینا چاہیئے جناب یوسفؑ کی زندگی میں انھیں اس مقام حکومت وعزت تک پہنچانے میں بہت سے اسباب وعلل کا ہاتھ ہے لیکن وُہ فرماتے ہیں (وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ)

۹۔جب مصائب کے طوفان تھم جائیں اور مسرت وقدرت حاصل ہوجائے تو اقارب کی پہلی ملاقات میں ماضی کی تلخیوں کا ذکر نہ کیا جائے (اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ) جناب یوسفؑ نے جب اپنے والد سے پہلی ملاقات کی تو زبان پر شکر خدا تھا آپ نے حالات کی تلخی کا ذکر نہ کیا۔

۱۰۔ہمیں جوانمردی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور مہمان کے دل کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہیئے آیت کریمہ میں ہے حضرت یوسفؑ نے زندان سے رہائی کی بات کی لیکن کنویں سے نجات کا تذکرہ نہ کیا کہ کہیں برادران شرمندہ نہ ہوں ۔(اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ)

۱۱۔ہمیشہ تحمل وبردباری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے بغض وانتقام سے بچنا چاہیئے جناب یوسفؑ فرماتے ہیں (نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ) شیطان نے وسوسہ ڈالا ورنہ برادران اتنے بُرے نہ تھے ۔

۱۲۔اولیاء اللہ زندان کے دخول اور خروج کو اللہ کی توحید اور اس کی ربوبیت کی مرضی پر محمول کرتے ہیں (رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ) کے کلمات جناب یوسفؑ کی زبان پر تھے جب آپ زندان سے باہر آئے تو فرمایا (اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ)

۱۳۔ہر سختی کے بعد آسانی ہے (اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ)

۱۴۔بادیہ نشینی میعادنہیں ضرورت ہے (وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ .... جَآءَ بِكُمْ)

۱۵۔والدین کی زندگی اپنی اولاد کے قرب میں بسر ہورہی ہو تو یہ ایک بہت عظیم لطف پروردگار ہے ۔ (وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ .... جَآءَ بِكُمْ)

۱۶۔حضرت یوسفؑ کے زمانے میں مصر تہذیب وتمدن کا مرکز تھا لیکن کنعان دیہی آبادی پر مشتمل تھا (جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ)

۱۷۔اچھی زندگی اور ترقی کے لیئے سفر کرنا چاہیئے (جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ)

۱۸۔ایک خالص مخلص انسان تمام امور کا مرکز خداوند تعالیٰ کی ذات کو سمجھتا ہے۔حوادث ومصائب کا خدا کے حضور شکوہ وشکایت نہیں کرتا اس آیت میں یہ کلمات (جَعَلَهَا رَبِّيْ۔ اَحْسَنَ بِيْٓ ۔اَخْرَجَنِيْ۔وَجَآءَ بِكُمْ) اپنے رب کی مہربانیوں کے ذکر پر مشتمل ہیں۔

۱۹۔برادران اور خاندان کے دوسرے افراد کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوششوں میں ہمیشہ لگا رہتا ہے۔(مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ)

۲۰۔اپنے آپ کو دوسروں پر برتر خیال نہ کرو (بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ) جناب یوسفؑ نے فرمایا کہ شیطان نے برادران کو فریب دیا بلکہ آپ نے فرمایا شیطان نے میرے اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالی آپ نے اپنے آپ کو ایک فریق قرار دیا۔

۲۱۔جس طرح حضرت یعقوبؑ داستان کے آغاز میں آپ کے بچپن میں فرمایا تھا (اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ) (یوسف۔۵) جناب یوسفؑ نے بھی وہی انداز اپنایا (مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ)

۲۲۔خداوند تعالیٰ کے تمام کام لطف وکرم اور اس کی مہربانیوں کے ساتھ ہوتے ہیں (اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ)

۲۳۔تمام تلخ وشیریں حوادث وواقعات خداوند تعالیٰ کے علم وحکمت کی بنیاد پر وجود میں آتے ہیں۔ (الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾)

۲۴۔معاف کر دینے کے بعد کسی کو شرمندہ نہ کیجئے جب جناب یوسفؑ نے اپنے برادران کو معاف کر دیا تو داستان کو نقل کرتے وقت کنویں کا نام نہ لیا تا کہ بھائی شرمسار نہ ہوں۔

۲۵۔حضرت یعقوبؑ نے داستان کے آغاز میں جناب یوسفؑ سے فرمایا تھا۔(اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾)(یوسف۔۶) داستان کے خاتمے پر حضرت یوسفؑ نے فرمایا (اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾) یہ دونوں موارد قابل توجہ ہیں۔

آیت نمبر ۱۰۱

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾

ترجمۃ الآیات

اے میرے رب تو نے مجھے ایک طرح کی حکومت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم دیا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا پروردگار ہے مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔(۱۰۱)

نکات:

(الف) اولیاء اللہ جب اپنی عزت وعظمت اور دولت وقدرت کی طرف مخاطب ہو کر کہتے ہیں خداوندا یہ سب کچھ جو میرے پاس ہے تیری عطا ہے حضرت یوسفؑ نے بھی ایسا ہی کیا اپنے والد سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے کلام کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا۔ خداوند تعالیٰ نے حکومت مصر دو آدمیوں کو عطا کی ان دو میں سے ایک فرعون تھا جس نے اپنی حکومت کی نسبت اپنی طرف دی (الیس لی ملك مصر) دوسرے حضرت یوسفؑ تھے آپ نے اپنے ملک وحکومت کی نسبت خداوند تعالیٰ کی طرف دی (اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ)

(ب) حضرت ابراہیمؑ کی فکر ان کی اولاد میں جلوہ گر ہوتی نظر آتی ہے انہوں نے فرمایا تھا (اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾) (بقرہ ۱۳۱) میں نے عالمین کے پروردگار کو تسلیم کیا ہے۔ ان کے بعد ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ اپنی اولاد کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا (فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾) (البقرہ: ۱۳۲)

''اس دنیا سے جب بھی رخصت ہونا ایمان کی دولت کے ساتھ رخصت ہونا'' (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا) اور اس مقام پر حضرت یعقوبؑ کے فرزند حضرت یوسفؑ بارگاہ خداوندی میں اس کی تسلیم ورضا میں اپنی موت کے خواہش مند ہیں اور اپنے رب کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہیں (رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ) حضرت ابراہیمؑ صالحین میں سے تھے ارشاد خداوندی ہے (اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ) (بقرہ ۱۳۰) اور جناب یوسفؑ کی درخواست بھی یہی ہے کہ مجھے ان کے ساتھ ملحق فرمانا (اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾)

(ج) جناب یوسف کی خداوند تعالیٰ نے ہر موڑ و منزل پر محافظت فرمائی انہیں علم کی دولت سے مالا مال فرمایا انہیں قدرت وحکومت عطا فرمائی ہر قسم کے خطرات ان سے دور فرمائے پھر بھی وہ اپنی عاقبت و آخرت کے لحاظ سے

پریشان نظر آتے ہیں۔ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو سلطنت وحکومت، کرسی و مال، علم و دانش مختلف حیلوں سے حاصل کرتے ہیں خدا جانے ان کا انجام کیا ہوگا۔

(د) خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کے علم کی تعلیم دی (وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ) (بقرہ ۳۱) حضرت داوٴدؑ کو زرہ سازی کا علم عطا فرمایا (وَعَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ) (انبیا ۸۰) حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا (عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّيۡرِ) (نمل ۱۶) حضرت یوسفؑ کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا (عَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ) اور پیغمبر اکرمؐ کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔

پیغام:

۱۔ ملک وسلطنت کی عطا کارہائے خداوندی میں سے ہے (رَبِّ قَدۡ اٰتَيۡتَنِیۡ مِنَ الۡمُلۡكِ)

۲۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ حکومت ہمیں اپنی فکر یا مال وقدرت یا اپنی منصوبہ بندی سے حاصل ہوئی ہے درحقیقت اس کا اصل عامل ارادہ خداوندی ہے (اٰتَيۡتَنِیۡ)

۳۔ خداوند تعالیٰ جو کچھ ہمیں عطا فرماتا ہے یا واپس کر لیتا ہے یہ سب کچھ ہماری تربیت کے لیئے ہوتا ہے (رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ... رَبِّ قَدۡ اٰتَيۡتَنِیۡ)

۴۔ حکومت درحقیقت صاحبان علم و دانش کا حق ہے نہ کہ جاہل لوگوں کا (اٰتَيۡتَنِیۡ... عَلَّمۡتَنِیۡ) حضرت یوسفؑ کا علم و دانش ان کی حکومت کا وسیلہ بنا۔

۵۔ ہر جگہ اور ہر حالت میں اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دینا چاہیے۔ (اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ)

۶۔ قدرت وحکومت اور سیاست ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے انسان دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر وہ جس کے لطف خداوندی شامل حال ہو وہ دین کے ساتھ رہتا ہے (تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا) جناب یوسفؑ نے کنویں میں بھی یہ دعا مانگی زندان میں بھی دعا مانگی لیکن جب آپ کو اقتدار ملا تو آپ نے فوراً دعا مانگی خدایا مجھے مسلمان بنا کر اس دنیا سے اٹھانا۔

۷۔ بندگان خدا اوج عزت وطاقت وقدرت کے زمانے میں موت قیامت اور اپنے انجام کی فکر میں ہوتے ہیں (تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ۝۱۰۱) اس طرح زوجہ فرعون، فرعون کے محل میں اپنی آخرت وعاقبت کی فکر میں تھی (رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَيۡتًا فِی الۡجَنَّةِ) اے میرے پروردگار! جنت میں اپنے پاس میرا گھر بنادے۔ (تحریم ۱۱)

۸۔ خداوند تعالیٰ کی عزت وعظمت صرف اس لیئے نہیں ہے کہ اس نے ہمیں اپنی نعمات سے مستفید کیا ہے بلکہ وہ کل کائنات کا خالق ہے (فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ)

۹۔ جناب یوسفؑ کا اعزاز وافتخار اس بات میں نہیں ہے کہ وہ لوگوں پر حکمران ہیں بلکہ ان کا اعزاز یہ ہے کہ اللہ ان

پر حاکم ہے (اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ)

۱۰۔کارِ خیر میں انجام بخیر ہونے اور اس کی پائیداری کو اہمیت حاصل ہے نہ کہ اس کے آغاز کو اہمیت حاصل ہے انبیاء علیہم السلام اپنے انجام خیر کی دعا فرماتے رہے۔ (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا) جب میں اس دنیا سے رخصت ہونے لگوں تو مجھے تسلیم کر کے مروں۔ (تفسیر المیزان)

۱۱۔دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمات کو یاد کیا جائے (رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ) بعدازیں اپنی حوائج بیان کرنا چاہیئے (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا)

۱۲۔جب تمہیں حکومت وقدرت حاصل ہو جائے تو خداوند تعالیٰ کی مناجات سے غافل نہ ہو جایئے (رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ ..)

۱۳۔صحیح وعادلانہ حکومت کے لیئے علم ودانش کو اہمیت حاصل ہے (رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ ..)

۱۴۔بارگاہ خداوندی میں دعاؤں اور مناجات میں صرف دنیا کے مسائل کی بات نہ ہو (اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ)

۱۵۔حضرت یوسفؑ ہیجان انگیز لمحات میں بھی اپنے خدا کی طرف متوجہ تھے اور اس کی بارگاہ میں محو مناجات تھے۔ (فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ)

۱۶۔انسانی اقتدار کی کوئی حیثیت نہیں (مِنَ الْمُلْكِ) انسانی علم بھی محدود ہے (مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ) لیکن خداوند تعالیٰ کی حکومت پوری کائنات پر ہے (رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ .. فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ)

۱۷۔خداوند تعالیٰ زمین وآسمان کا خالق ہے وہ اپنے بندے کو ہر قسم کی بلاؤں اور مصائب سے نجات دلا سکتا ہے اور اسے بلند ترین درجات پر پہنچا سکتا ہے۔ (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا) (تفسیر المیزان)

۱۸۔اپنے ایمان واسلام پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے اپنے ایمان کی آخر تک حفاظت کیجیئے (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا)

۱۹۔ایمان کا آخری درجہ ہے کہ انسان اپنے خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر لے۔ (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا)

۲۰۔سب سے بہترین نعمت عاقبت بالخیر ہے جو خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا)

۲۱۔کوئی حکومت تا ابد نہیں ہے (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا)

۲۲۔نیک وصالح لوگوں کی آرزو ہوتی ہے کہ وہ ایمان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوں اور صالحین کے ساتھ ملحق ہوں (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾)

۲۳۔نیک وصالح انسان حکومت اس لیئے چاہتے ہیں کہ وہ خدمت خلق کریں اور معاشرے کی اصلاح کریں۔ (وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾)

۲۴۔آخرت میں صالحین اعلیٰ ارفع مقام پر فائز ہوں گے (اس لیئے جناب یوسفؑ نے ان سے ملحق ہونے کی دعا مانگی) (وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴿۱۰۱﴾)

حضرت یوسفؑ کی خصوصیات یا ایک کامیاب رہنما کی خصوصیات:

داستان یوسفؑ کے آخر میں ان کی سیرت کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے

۱۔سخت ترین حالات اور مصائب ومشکلات میں بھی خدا کی طرف مکمل توجہ (رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ ..)خوشی ومسرت کے لمحات میں بھی اس کی ذات کی طرف مکمل توجہ (رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ)

۲۔انحرافی گروہوں اوران کی گمراہ کن پالیسیوں سے روگردانی (اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴿۳۷﴾) (یوسف۔۳۷)

۳۔سابقہ الٰہی رہبروں کے اصولوں کی پیروی (وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ..وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ)

۴۔زندگی کے آخری سانس تک رضائے پروردگار کی راہوں پر برقرار رہنے کا پختہ عزم (تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا)

۵۔رقیبوں اور حاسدین کے مقابلے میں وقار وعظمت کا مظاہرہ (اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا)

۶۔حوادث زمانہ اس کے مصائب وآلام پر صبر واستقامت (يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ...بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا)

۷۔آسائش وراحت پر پاکدامنی اور تقویٰ کو ترجیح (مَعَاذَ اللّٰهِ، رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ)

۸۔اجنبی اور بیگانوں سے اپنی حقیقت کو پوشیدہ رکھنا۔(وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ)

۹۔بے پناہ علم (عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ...اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ)

۱۰۔فصاحت وبلاغت اور خوبصورت طرز تکلم (فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ)

۱۱۔خاندانی شرافت ونجابت (اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ)

۱۲۔فکری ونظری مخالفین کے ساتھ نرمی ومدارات (يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ)

۱۳۔پیکر خلوص واخلاص (كان من المخلصين)

۱۴۔دوسرے لوگوں کی ہدایت واصلاح کے لیئے دلسوزی اور قلبی لگاؤ (ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴿۳۹﴾) (یوسف۔۳۹)

۱۵۔منصوبہ بندی اور ایجادات کی بھرپور صلاحیت (جَعَلَ السِّقَايَةَ. اِئْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ .فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ)

۱۶۔تواضع وانکساری (رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ)

۱۷۔عفو ودرگزر (لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ)

۱۸۔جرات اور جوانمردی (نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ)

۱۹۔امانت داری (اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾) (یوسف۔۵۵)

۲۰۔مہمان نوازی وضیافت (اَنَا خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۵۹﴾) (یوسف۔۵۹)

آیت نمبر ۱۰۲

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ ۚ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ یَمۡکُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۃ الآیات

یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں حالانکہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب انہوں نے اپنے اپنے منصوبے کو پختہ کیا اور وہ سازش کر رہے تھے۔ (۱۰۲)

پیغام:

۱۔انبیاء علیہم السلام وحی کے ذریعے غیب سے آشنا ہوتے ہیں (ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ۔۔)

۲۔انبیاء علیہم السلام تمام علم غیب نہیں جانتے (مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ)

۳۔اگر خداوند تعالیٰ نہ چاہے تو لوگوں کے فیصلے (اَمۡرَهُمۡ) ان کا اجماع (اَجۡمَعُوۡۤا) اور ان کی سازشیں (یَمۡکُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾) کسی بھی صورت میں کارآمد نہیں ہوسکتیں۔

۴۔پے در پے اور مربوط حوادث میں اصلی اور ابتدائی نکتے کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے داستانِ یوسف کا مرکزی نقطہ جناب یوسفؑ کو صفحۂ ہستی سے مٹانا تھا۔ (اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ یَمۡکُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾)

آیت نمبر ۱۰۳

وَمَاۤ اَکۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور آپ کتنے ہی خواہش مند ہوں ان لوگوں میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔(۱۰۳)

نکات:

(الف) کلمہ ''حرص'' کا معنی ہے کسی چیز سے شدید قسم کا تعلق اور اس کے حصول کے لیئے بے پناہ کوشش و کاوش

پیغام:

۱۔ دینی عقائد کے لحاظ سے اکثر لوگوں پر قرآن مجید میں متعدد مرتبہ تنقید کی گئی ہے۔ (وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ ... بِمُؤْمِنِيْنَ۝۱۰۳)

۲۔ پیغمبران گرامی لوگوں کی ہدایت کے لیئے سوز درد رکھتے ہیں (حَرَصْتَ)

۳۔ ہر حرص قابل مذمت نہیں (پیغمبران گرامی لوگوں کے ایمان لانے پر حریص تھے)۔(حَرَصْتَ)

۴۔ لوگوں کی کج فہمی حقیقت کے بیان کرنے میں رکاوٹ نہیں بنی چاہئے۔(وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ ... بِمُؤْمِنِيْنَ۝۱۰۳)

۵۔ لوگوں کی اکثریت کا ایمان نہ لانا پیغمبروں کی کوتاہی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ انسان کی اپنی خودمختاری اور آزادی کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ خود ایمان لانا ہی نہیں چاہتے۔(مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۝۱۰۳)

آیت نمبر ۱۰۴

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۴

ترجمۃ الآیات

حالانکہ آپ ان سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے اور یہ قرآن تو تمام جہانوں کے لیئے بس ایک نصیحت ہے۔(۱۰۴)

نکات:

۱۔پیغمبر اسلامؐ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنے تبلیغی فریضے کی ادائیگی کے سلسلے میں لوگوں سے اس کا اجر طلب نہ فرمایا کیونکہ لوگوں سے کچھ ایسی توقعات دعوت تبلیغ کے عمل کو قبول کرنے کو مشکل بنا دیتی ہے جیسا کہ سورہ طور کی آیت نمبر ۴۰ میں ہے (اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ) (طور۔۴۰) اگر آپ ان لوگوں سے اجرت مانگتے ہوتے تو ان پر یہ سنگین ہوتا اگر ہم دوسری آیت کو دیکھتے ہیں تو اس میں اجر رسالت مودت فی القربیٰ کو قرار دیا گیا ہے۔(اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) (شوری ۲۳)

یہ اس لیئے ہے کہ اہل بیتؑ کی پیروی اور ان سے محبت ان کے لیئے سودمند ہے نہ کہ پیغمبرؐ کے لیئے۔ایک اور مقام پر سورۂ سباء میں ہم دیکھتے ہیں (قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ) ''سباء ۴۷''

۲۔جی ہاں! جو شخص اہل بیتؑ کو دوست رکھے اور ان کی اطاعت کرے تو ان کی اطاعت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اور خداوند تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

(ب) قرآن کریم ذکر ہے کیونکہ۔

۱۔خداوند تعالیٰ کی آیات اس کی نعمات اور صفات یاد دلاتی ہیں۔

۲۔انسان کو اس کا ماضی اور مستقبل یاد دلاتا ہے۔

۳۔معاشروں کو ان کے عروج وزوال کے اسباب کی یاد دلاتا ہے۔

۴۔عرصہ محشر کی یاد دلاتا ہے۔

۵۔کائنات کی عزت وعظمت کی یاد دلاتا ہے۔۔

۶۔تاریخ ساز شخصیات کی تاریخ اور ان کی سیرت وکردار کی یاد دلاتا ہے۔

(ج) قرآنی معارف واحکام ایسے حقائق ہیں جنہیں یاد کرنا ضروری ہے ہمیشہ ہر وقت ان کا ذکر ضروری ہے کیونکہ قرآن کو ذکر کہا گیا ہے اور ''ذکر'' ایسے علم ومعرفت کو کہا جاتا ہے جو ہر وقت ذہن میں حاضر رہے انسان ان سے کبھی غافل نہ ہو۔

پیغام:

۱۔ایک مبلغ کو چاہیئے کہ وہ عوام سے کسی قسم کے توقعات نہ رکھے اپنے آپ کو اس میدان میں اس طرح رکھے جس طرح انبیا علیہم السلام تھے۔(وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ)

۲۔تبلیغ میں مک مکا و بری بات ہے لیکن اگر کوئی خود دے دے تو لے اسے لینے میں کوئی حرج نہیں۔(تسئل)

۳۔معارف قرآن فطرت کے مطابق ہیں تمام لوگ ان سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں کلمہ ''ذکر'' کا معنیٰ مطلب

یہی ہے کہ انسان اپنے اندر سے ان کے حقوق سے واقف ہے لیکن وہ بھول بھلیوں کا شکار ہے۔

۴۔ پیغمبروں کا کام تذکرہ و یاد آوری اور انسانی فطرت کو بیدار کرنا ہے۔ (ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۴﴾)

۵۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت عالمین کی رسالت ہے۔ (لِلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۴﴾)

۶۔ کچھ لوگوں کا ایمان نہ لانا حتیٰ کہ ایک جگہ پر اور ایک ہی وقت میں اکثریت کا ایمان نہ لانا دینی مبلغین کو دلبرداشتہ کر دے۔ وہ مایوس نہ ہو جائیں، اگر زمین کے کسی خطے میں لوگ ایمان نہیں لاتے تو کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ (لِلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۴﴾)

آیت نمبر ۱۰۵

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴿۱۰۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے یہ لوگ بغیر فکر و توجہ کے گزر جاتے ہیں۔ (۱۰۵)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ کے اندر رسول اکرمؐ اور امام اور ہر اس رہبر کے لیئے تسلی کا سامان ہے جو حق و حقیقت کے لیئے اپنے آپ وقف کیئے ہوئے ہیں۔ انہیں یہ پیغام دیا گیا ہے اگر لوگ ان کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کی طرف توجہ نہیں دیتے تو کوئی بات نہیں وہ بالکل نہ گھبرائیں عوام الناس کا تو ہمیشہ سے یہ طریقہ ہی رہا ہے۔ وہ کارخانہ قدرت ہمیشہ سے دیکھتے چلے آرہے ہیں لیکن ایک لحہ بھر کے لیئے اس کی کائنات اور اس کی خلقت میں غور نہیں کرتے یہ ذہن کو ہلا دینے والے زلزلے عقول کو حیران کر دینے والی سورج و چاند کی گرہنیں گرجنے والے بادل چمکنے والی بجلیاں ستاروں اور کہکشاؤں کی گردشیں غرض عالم ارض و افلاک کا ہر جوہر دیکھتے ہیں لیکن غور نہیں کرتے۔

(ب) جملہ (يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا) کے تین معانی ہوتے ہیں۔

۱۔ آیات الٰہی کے انسانی مرور سے مراد اس کی آیات کا مشاہدہ ہے۔

۲۔ آیات الٰہی کے انسانی مرور سے مراد زمین کی حرکت و گردش ہے کیونکہ زمین کی حرکت کے ساتھ انسان اجرام

سماوی پر جا سکتا ہے۔(تفسیر المیزان)

۳۔آسمانی آیات ہر مرور انسان کے فضائی اسباب و وسائل کے ساتھ آسمانوں پر چلنے پھرنے کی پیشین گوئی ہے (سفر نامہ حج آیت اللہ صافی)

(ج)(اعراض) ''روگردانی'' غفلت سے بہت زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ذات توحید کی آیات سے کائنات بھری پڑی ہے (كَاَيِّنْ) انسان مسلسل ان سے مربوط ہے (يَمُرُّوْنَ) انسان نہ صرف ان آیات کو فراموش کرتا ہے اور نہ صرف ان سے غافل رہتا ہے بلکہ اکثر اوقات جان بوجھ کر ان سے منہ پھیر لیتا ہے۔

پیغام:

۱۔کائنات کا ذرہ ذرہ ''خداشناسی'' کی طرف دعوت دیتا ہے۔(اية)

۲۔جب انسان لڑائی جھگڑے پر اتر تا ہے تو کسی چیز کو قبول نہیں کرتا(وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ۔۔يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴿۱۰۵﴾)

۳۔سطحی نگاہ اور غور وفکر کی معدومیت کے ماحول میں رشد و ہدایت کا حصول مشکل ہے (يَمُرُّوْنَ۔۔۔ مُعْرِضُوْنَ﴿۱۰۵﴾)

۴۔اکیلا علم کافی نہیں حق کو قبول کرنا لازمی ہے پھر ایمان کی منزل ملتی ہے(يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴿۱۰۵﴾)

۵۔کسی داستان کا احسن القصص ہونا فائدہ مند نہیں ہے جی ہاں! اس وقت وہ مفید ہے جب اس سے حاصل ہونے والے دروس اور عبرت و موعظہ پر عمل کیا جائے۔(وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴿۱۰۵﴾)

آیت نمبر ۱۰۶

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴿۱۰۶﴾

ترجمة الآيات

ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لائے بھی ہیں تو اس کے ساتھ شریک ٹھہرتے ہیں۔(۱۰۶)

نکات:

(الف) حضرت امام رضاؑ کا فرمان ہے اس آیت میں ''شرک'' کفر و بت پرستی کے معنی کے لیئے نہیں آیا بلکہ اس سے مراد خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور طرف توجہ کے معنی کے لیئے استعمال ہوا ہے (تفسیر نمونہ)

حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے انسان کے اندر شرک اس طرح چلتا ہے جس طرح تاریک رات میں سیاہ رنگ کی چیونٹی سیاہ رنگ کے پتھر پر چلتی ہے تو شرک اس سے بھی مخفی چال چلتا ہے (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۶۹۷)

حضرت امام باقرؑ نے فرمایا لوگ عبادت میں تو موحد ہیں لیکن اطاعت میں شرک کرتے ہیں (کافی ج ۲ ص ۲۹۲)

ایک اور روایت میں نقل ہوا ہے کہ اس آیت میں شرک سے مراد ''شرک نعمت'' ہے جب انسان کہتا ہے ''فلاں آدمی نے میرا کام کر دیا'' یا ''فلاں نہ ہوتا تو میں برباد ہو گیا ہوتا'' وغیرہ (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ ایمان کے کئی مراتب ہیں ایمان خالص جس میں ذرہ برابر شرک نہ ہو بہت کم ہے (وَمَا يُؤْمِنُ ۔۔۔ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴿۱۰۶﴾)

مخلص مومن کی علامات

۱۔ مومن مخلص ہوتا ہے انفاق و اخراجات میں (لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا) (انسان، ۹) کسی سے اجر اور شکریے کی امید نہیں رکھتا۔

۲۔ عبادت و بندگی میں (وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا) (کھف ۱۱۰) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں کرتا۔

۳۔ ابلاغ و تبلیغ میں (اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ) (ہود، ۲۹) اپنے خدا کے سوا کسی سے اجرت نہیں مانگتا۔

۴۔ ازدواجی زندگی میں (اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ) (نور، ۳۲) فقر و افلاس سے ہراساں نہیں ہوتا خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔

۵۔ لوگوں سے میل ملاقات میں (قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ) (انعام، ۹۱) اللہ کی رضا کے علاوہ کسی چیز کو نہیں چاہتا۔

۶۔ میدان جنگ ہو یا اللہ کے دشمن کا سامنا ہو (وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ) (احزاب، ۳۹) اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

۷۔ محبت و الفت میں (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ) (بقرہ، ۱۶۵) اللہ سے بڑھ کر کسی اور سے محبت نہیں رکھتا۔

۸۔ تجارت اور کسب معیشت میں (رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ) (نور، ۳۷)

یاد خدا سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

مشرک مومن کی علامات

۱۔عزت وعظمت کا مرکز لوگوں کو خیال کرتا ہے (اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ) (نساء،۱۳۹)

۲۔اچھے برے اعمال کو خلط ملط کر دیتا ہے (خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا) (توبہ ۱۰۲)

۳۔لوگوں سے میل ملاقات میں پارٹی اور گروہ بندی کی بنا پر تعصب وحسد کا شکار ہوجاتا ہے۔ (كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ) (مومنون، ۵۳)

۴۔عبادت میں سستی کاہلی اور ریاکاری کرتا ہے (الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ٥ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ٦) (ماعون، ۵،۶)

۵۔میدان جنگ میں لوگوں سے خوفزدہ ہوجاتا ہے (يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ) (نساء، ۷۷)

۶۔تجارت اور دینوی امور میں سب سے آگے رہتا ہے (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ) (تکاثر، ۱)

۷۔دین و دنیا کے انتخاب میں دنیا کو سامنے رکھتا ہے اور پیغمبرؐ کو اکیلا چھوڑ دیتا ہے۔ (وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا) (جمعہ، ۱۱)

آیت نمبر ۱۰۷

اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۱۰۷

ترجمۃ الآیات

کیا یہ لوگ اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ کی طرف سے انہیں کوئی عذاب گھیر لے یا اچانک ان پر قیامت برپا ہوجائے اور انہیں خبر تک نہ ہو۔ (۱۰۷)

نکات:

(غَاشِيَةٌ) ایسی سزا اور عذاب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو پورے فرد یا معاشرے کو لپیٹ میں لے لے۔

پیغام:

۱۔کوئی شخص اپنے آپ کو سزا اور عذاب سے دور نہ سمجھے (اَفَاَمِنُوۡۤا)

۲۔جب انسان قہرالٰہی کی طرف متوجہ ہوتو یہی توجہ اسے راہ حق کی طرف حرکت دینے میں مؤثر ہوتی ہے۔ (اَفَاَمِنُوۡۤا)

۳۔قہرخداوندی اطراف واکناف سے گھیرے میں لے لیتا ہے اس سے فرار ممکن نہیں (غَاشِیَةٌ)

۴۔معمولی سا عذاب انسان کو اپنی گرفت میں لینے کے لیئے کافی ہے (غَاشِیَةٌ مِّنۡ عَذَابِ)

۵۔قیامت کی یاد انسانی تربیت کے لیئے مؤثر ہوتی ہے (تَاۡتِیَهُمُ السَّاعَةُ)

آیت نمبر ۱۰۸

قُلۡ هٰذِهٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ ۟ؔ عَلٰی بَصِیۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمة الآیات

کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف پوری بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں اور اللہ پاک و پاکیزہ ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(۱۰۸)

نکات:

توحید کی طرف دعوت دینے والے عام لوگوں سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں گزشتہ دو آیات میں بتا چکے ہیں کہ عام لوگوں کا ایمان اکثر طور پر شرک سے آلودہ ہوتا ہے (وَمَا یُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾) لیکن آسمانی مبلغ بانگ دہل کہتا ہے (وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾)

پیغام:

۱۔انبیاء علیہم السلام کا راستہ روشن، قابل شناخت اور واضح ہوتا ہے۔(هٰذِهٖ سَبِیۡلِیۡۤ)

۲۔ راہ حق وحقیقت پر چلنے والوں کو اپنے منشور کا بے خوف وخطر کا اعلان کر دینا چاہئے۔ (هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ)

۳۔ رہبر کی دعوت خدا کی طرف ہونی چاہئے نہ کہ اپنی طرف (اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ)

۴۔ رہبر کو رہبری وقیادت کے لیئے بصیرت کامل کا حامل ہونا چاہئے (عَلٰى بَصِيْرَةٍ)

۵۔ لوگوں کو چشم بستہ اور بغیر علم وآگاہی کے کام کو مکمل کرنے کی ترغیب نہیں دینا چاہئے (عَلٰى بَصِيْرَةٍ)

۶۔ پیغمبرؐ اکرم کے پیروکاروں میں سے ہر ایک کو مبلغ ہونا چاہئے بصیرت اور مکمل آگاہی کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلانا چاہئے (اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۔ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ)

۷۔ محور تبلیغ یہ ہے کہ شرک سے خداوند تعالیٰ کی ہر طرح تنزیہ وتقدیس ہونی چاہئے (سُبْحٰنَ اللّٰهِ)

۸۔ دین اسلام کے مبلغین کو خالص اور مخلص ہونا چاہئے (مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾)

۹۔ توحید وشرک کی نفی دین اسلام کی بنیاد ہے (اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۔۔۔ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾)

آیت نمبر ۱۰۹

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمة الآيات

اور آپ سے قبل ہم ان بستیوں میں صرف مردوں کو ہی بھیجتے رہے ہیں جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی کیا وہ روئے زمین پر چلے پھرے نہیں تو وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا؟ صاحبان تقویٰ کے لیئے تو آخرت کا گھر ہی بہتر ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ؟ (۱۰۹)

نکات:

انبیاء علیہم السلام کے مخالفین ہمیشہ یہ بہانہ بناتے چلے آئے ہیں کہ انبیاء ہمارے جیسے انسان کیوں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کی بھی یہی سوچ تھی جس کی بنا پر یہ آیت ایک طرف تو ان کے سوال کا جواب دے رہی ہے اور دوسرے پہلو سے انہیں تنبیہ کر رہی ہے۔

پیغام:

۱۔تمام انبیاء مرد تھے (وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا) کیونکہ تبلیغ وہجرت اور مسافرت کے امکانات مرد کیلئے زیادہ تھے۔

۲۔انبیاء علیہم السلام کے علوم کا مرکز وحی تھا قرآنی اصطلاح میں اس علم کو علم لدنی کا نام دیا گیا ہے (نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ)

۳۔انبیاء علیہم السلام مرد تھے اور ان کے درمیان رہتے تھے نہ وہ فرشتے تھے اور نہ گوشہ نشین اور نہ ہی آرام پسند افراد تھے (مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى)

۴۔سیر وسفر ہدف دار ہونا چاہئے (اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا ۔۔فَيَنۡظُرُوۡا)

۵۔حقائق کی دریافت کے لیئے مثبت نظر ایک کامل طریقہ ہے (فَيَنۡظُرُوۡا)

۶۔زمین میں سیر وسیاحت تاریخ سے آگاہی درس عبرت حاصل کرنا ہدایت وتربیت کا بہترین ذریعہ ہے (فَيَنۡظُرُوۡا)

۷۔عبرت حاصل کرنے اور آنے والی نسل کے لیئے آثار قدیمہ کی حفاظت بہت ضروری ہے (فَيَنۡظُرُوۡا)

۸۔انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا، وحی کا نزول اللہ کے مخالفین کی ہلاکت غرض یہ سب کچھ خدائی طریقہ کار رہا ہے۔(كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ)

۹۔کفار کو پیغمبروں کی مخالفت سے اس دنیا میں سوائے قہر وہلاکت کے کچھ نہیں ملتا تھا لیکن اہل تقویٰ کو آخرت کی ہر نعمت مل جاتی ہے جو دنیا سے ہر صورت بہتر ہے (وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ)

۱۰۔بشر کا اپنے امور میں عقل وفکر کا استعمال قرآن اور انبیاء کے اہداف میں سے ہے۔(اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۝۱۰۹)

۱۱۔انسان کا عقل وخرد سے کام لینا اسے مکتب انبیاء علیہ السلام کی طرف لے جاتا ہے۔(اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۝۱۰۹)

آیت نمبر ۱۱۰

حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ

نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

یہاں تک کہ جب انبیاء (لوگوں سے) مایوس ہو گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ ان سے جھوٹی باتیں کہی گئی تھیں تو ان کے پاس ہماری نصرت پہنچ گئی تو جسے ہم نے چاہا اسے نجات مل گئی ہمارا عذاب ٹالا نہیں جا سکتا۔ (۱۱۰)

نکات:

۱۔ جب طول تاریخ میں جھانکا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اپنی دعوت تبلیغ پر مکمل جان کاری کا مظاہرہ فرماتے تھے آخر ایک وقت آ گیا آخر ایک وقت آتا کہ لوگوں کی ہدایت سے مایوس ہو جاتے تھے لیکن ان کے ہٹ دھرم دشمن اپنی دشمنی اور مخالفت سے باز نہیں آتے تھے قرآن مجید نے اس کے چند نمونے دکھائے۔

(الف) انبیاء کی مایوسی کے چند نمونے

حضرت نوحؑ دور دراز کے عرصہ تک اپنی امت کے لوگوں کو دعوت توحید دیتے رہے چند گنے چنے لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ) (ہود ۳۶) جو لوگ ان پر ایمان لائے ہیں بس وہی ہیں ان کے علاوہ کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی نفرین میں جو ان کی مایوسی کی علامت فرمانے لگے (لَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا) (نوح ۲۷) ان لوگوں سے کافر اور فاجر کے علاوہ اور کوئی پیدا نہیں ہوگا۔

حضرت ہودؑ، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور تبلیغ میں بھی کفار کے ایمان نہ لانے کے حالات کے بہت سے نمونے ملتے ہیں۔

(ب) لوگوں کی بدگمانیاں

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں لوگوں کی بدگمانیاں کفار نے انبیاء کی دھمکیوں کو جھوٹا خیال کیا تھا سورہ ہود ۲۷ آیت میں ہے (بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ) ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو (ہود ۲۷) اس طرح فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا (اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا) یقیناً میرا گمان ہے کہ تم پر جادو کیا گیا ہے۔ (اسراء ۱۰۱)

(ج) نصرت خداوندی کے چند نمونے

قرآن کریم نے نصرت خداوندی کو حق جانا ہے خداوند نے اپنے اوپر اپنے مخلص بندوں کی نصرت واجب قرار دی ہے (كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ) مومنین کی نصرت ہم پر لازم ہے (روم ۴۷) ایک دوسرے مقام پر فرمایا (نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ) ہم نے ہود اور ان کا ساتھ جو لوگ مومن تھے ان کو نجات دی۔ (ہود ۵۸) اب رہی بات خداوند تعالیٰ کے قہر و غضب کی جب مجرمین پر اس نے اپنا قہر نازل فرمایا تو اسے کوئی اور نہ پلٹا سکا، (وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ) (رعد ۱۱)

پیغام:

۱۔ انسانی سنگدلی اور ہٹ دھرمی اس حد تک جا پہنچتی ہے کہ پیغمبران الٰہی جیسے بردبار انسانوں کو بھی مایوسی کا شکار بنا دیتی ہے (اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ)

۲۔ حسن ظن اور حسن نیت اور حوصلے کی بھی ایک حد ہوتی ہے (حَتّٰٓى)

۳۔ جہاں محنت و کاوش کے آثار نظر نہ آ رہے ہوں وہاں ضرور اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے کچھ لوگوں سے اعراض کر لینا ہی بہتر ہوتا ہے (اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ)

۴۔ مجرمین کو ڈھیل دینا ان سے عذاب موخر کرنا سنت الٰہی ہے (حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ) کہ ہم نے اس قدر مہلت دی کہ انبیاء مایوس ہو گئے۔

۵۔ عذاب الٰہی سے مجرمین کو ڈھیل اور مہلت نے انہیں جرأت تکذیب عطا کی (حَتّٰٓى اِذَا ... وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا)

۶۔ جب انبیاء لوگوں کی ہدایت سے مایوس ہوئے تو پھر قہر الٰہی نازل ہو گیا (اِذَا اسْتَيْئَسَ ... لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا)

۷۔ انبیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کا بھی ایک خاص زمانہ ہوتا ہے۔ (اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ ... جَآءَهُمْ نَصْرُنَا)

۸۔ خداوند تعالیٰ کا قہر و غضب انبیائ اور مومنین سے دور رہتا ہے۔ (نَصْرُنَا ... بَاْسُنَا)

۹۔ خدا کا قہر و غضب ہو یا اس کی نصرت و مہربانی سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ (نَصْرُنَا ... بَاْسُنَا)

۱۰۔ انسان کے مقہور و معذب ہونے یا نجات پانے میں اُس کا اپنا ہاتھ رہا ہے۔

۱۱۔ ارادۂ خداوندی اور اُس کی مشیت قانون کے مطابق ہے۔

۱۲۔ خدائی راستہ کہیں نہیں رُکتا۔ (جب لوگ حالات کو اُس منزل تک لے آتے ہیں کہ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا تو وہاں پر قدرتِ خدا جلوہ گر ہو جاتی ہے۔)

۱۳۔ خداوند تعالیٰ کے قہر وغضب کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ خداوند تعالیٰ کی سُنت ہے کہ انبیاء کی حمایت کی جائے اور مجرمین کو ہلاک کر دیا جائے۔ (جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ... لَا يُرَدُّ بَأْسُنَا)

آیت نمبر ۱۱۱

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾

ترجمۃ الآیات

بلا شبہ صاحبانِ عقل کے لئے اُن کے واقعات میں سامانِ عبرت ہے۔ وہ قرآن کوئی افسانہ نہیں ہے جسے گھڑ لیا گیا ہو بلکہ اس سے پہلے آئے ہوئے کلام کی تصدیق ہے اور ہر بات کی تشریح ہے اور صاحبانِ ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ (۱۱۱)

نکات:

(الف) ''عبرت'' و ''تعبیر'' دونوں کا معنی ''عبور'' ہے۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف جانا۔

خواب کی تعبیر کو ''تعبیر خواب'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ خواب سے انسان حقائق تک جا پہنچتا ہے۔ ''عبرت'' کے معنی ہیں ''دیکھی اور سُنی جانے والی اشیاء سے عبور کر کے اَن دیکھی اور اَن سُنی اشیاء تک رسائی حاصل کرنا۔''

(ب) ''قَصَصِهِمْ'' سے شاید تمام انبیاء علیہم السلام کے قصوں کی طرف اشارہ ہو یا پھر داستانِ یوسف کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ جناب یعقوبؑ برادرانِ یوسف، عزیزِ مصر اور جناب یوسفؑ کی زندگی کے تلخ و شیریں حوادث جن کا اس سورۃ میں ذکر ہوا ہے وہ مراد ہوں۔

پیغام:

۱۔ قصوں کی امتیازی خصوصیات یہ ہوتی ہیں کہ وہ نصیحت وعبرت آموز ہوں۔ اس لئے سورۃ کے آغاز میں کہا گیا ہے ''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ'' (یوسف۔ ۳) اور سورۃ کے آخر میں بتایا گیا ہے ''لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ

عِبْرَةٌ‘‘

۲۔حضرت یوسفؑ نے اپنی زندگی میں پیش آنے والی تمام مشکلات اور حوادث میں سے گذر کر عزت وغلبہ حاصل کیا ۔اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کے مکروحیلوں، سازشوں، مخالفتوں کو جھیلتے ہوئے حکومت وسلطنت حاصل کی ۔(لَقَدۡ كَانَ فِي قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ)

۳۔داستانوں سے صرف صاحبانِ عقل عبرت حاصل کرتے ہیں۔(عِبۡرَةٌ لِّأُولِي الۡأَلۡبَابِ)

۴۔قرآنی قصوں سے عبرت حاصل کرنے کا کوئی خاص زمانہ نہیں۔ ہر دور میں درس وعبرت حاصل کر سکتے ہیں (لِّأُولِي الۡأَلۡبَابِ)

۵۔قرآنی داستانیں حق وحقیقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہر داستان اپنے مقام پر عبرت آموز ہے۔

۶۔سچی اور حقیقی بات گہرا اثر رکھتی ہے۔(عِبۡرَةٌ ..... مَا كَانَ حَدِيثًا يُفۡتَرَىٰ)

۷۔قرآن مجید اور دوسری سماوی کتب کا مرکز بھی ایک ہے اور منزل بھی ایک ہے۔(تَصۡدِيقَ الَّذِي ....)

۸۔قرآن مجید انسان کی تمام ضروریات کی تفصیل پیش کرتا ہے۔(تَفۡصِيلَ كُلِّ شَيۡءٍ)

۹۔قرآن مجید سراپا ہدایت ہے۔(هُدًى)

۱۰۔صرف اہلِ ایمان ہی قرآن کریم کی رحمت و ہدایت سے مستفید ہوتے ہیں۔(هُدًى وَرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُؤۡمِنُونَ ۝١١١)

۱۱۔نکات: پیدا کرنے کے لئے اور درسِ عبرت کے حصول کے لئے عقل و دانش کا ہونا ضروری ہے۔(لِّأُولِي الۡأَلۡبَابِ) لیکن نورِ خداوندی اور اُس کی رحمت کے حصول کے لئے بھی ایمان کا ہونا ضروری ہے۔(لِّقَوۡمٍ يُؤۡمِنُونَ ۝١١١)

۱۲۔داستانِ یوسف متلاشیانِ حق وحقیقت کے لئے آیت پروردگار ہے (آیاتٍ لِلسَّائلین) صاحبانِ دانش وبینش کے لئے سامانِ عبرت (عِبۡرَةٌ لِّأُولِي الۡأَلۡبَابِ) اہلِ ایمان کے لئے سرمایۂ رُشد وہدایت اور رحمتِ ربُّ العالمین ہے۔(هُدًى وَرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُؤۡمِنُونَ ۝١١١)

وَالۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ الۡعَٰلَمِينَ

سُوۡرَۃُ الرَّعۡدِ

پارہ: ۱۳

سورۂ نمبر: ۱۳

آیات: ۴۳

رکوع: ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ رعد کی ایک جھلک

یہ سورۃ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی

اس میں ۴۳ آیات ہیں۔

اس سورۃ کی وجہ تسمیہ اس سورۃ کی آیت ۱۳ میں بیان ہوئی ہے کہ آسمانی کڑک بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

اس سورۃ میں بہت سے مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ عظمت قرآن توحید زمین و آسمان کی تخلیق آفتاب و ماہتاب کی تسخیر پھلوں اور نباتات کی پیدائش قیامت اور عدل الٰہی لوگوں کی ذمہ داری، وعدہ وفائی، صلہ رحمی، صبر کا مظاہرہ اور انتقام سے پرہیز حقیقی سکون اللہ پر ایمان ہی سے ملتا ہے۔ پیغمبران خداوندی کے مخالفین کا بدترین انجام ان تمام مطالب پر یہ سورۃ مشتمل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے۔

آیت نمبر ۱

الٓمّٓرٰ ۟ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ

وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ①

ترجمۃ الآیات

الف لام میم را، یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(۱)

پیغام:

۱۔ قرآن کریم، ایک بہت ہی عزت وعظمت والی کتاب ہے۔(تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ)

۲۔کتب سماوی کا نزول، انسانی تربیت کیلئے ہے(اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ)

۳۔قرآن حق ہے اس میں باطل کا شائبہ تک نہیں ہے(اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ)

۴۔حق وحقانیت ہی حقیقی معیار ہے نہ کہ کثرت۔اکثر لوگوں کا اعراض وانکار اور ان کا ایمان نہ لانا راہ حق کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔(الۡحَقُّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ①)

۵۔اکثر لوگ راہ حق سے دور ہیں اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ①)

۶۔رہبر کے علم میں ہونا چاہئے کہ لوگوں کی کثرت اُس پر ایمان نہیں لائے گی لہٰذا اُسے چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ آمادگی کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کرے۔آیت کا مکمل مفہوم یہی ہے

آیت نمبر ۲

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر نظر آنے والے ستونوں کے بلند کیا پھر وہ پورے اقتدار کے ساتھ عرش پر متمکن ہوا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت تک رواں ہے۔ وہی امور کی تدبیر کرتا ہے وہی آیات کو تفصیل سے بیان کرتا ہے شاید تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو۔ (۲)

نکات:

(الف) قرآن مجید میں بہت سے آیات ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ زمین و آسمان کی حفاظت خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

اسی جاری آیت کا پیغام: ہے (اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۔(رعد۔۲) اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ) یقیناً اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو گرنے سے بچائے ہوئے ہے اگر وہ گرنے پر آ جائیں تو اللہ کے علاوہ کوئی اور انہیں نہیں بچا سکتا۔ (فاطر ۴۱)

وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ خداوند تعالیٰ آسمان کو گرنے سے بچائے ہوئے ہے۔ (حج ۶۵)

(ب) حضرت علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں کہ "تفصیل" سے مراد آسمانی کروں اور زمین کا ایک دوسرے سے جدا کرنا ہے اس کی جدائی کا مشاہدہ ہم پر یہ واضح کر رہا ہے کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دے گا۔

(ج) ''عمد''، ''عمود'' کی جمع ہے جس کے معنی ''ستون اور پایہ'' ہیں۔

(د) حضرت امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خداوند تعالیٰ تمام مخلوقات سے کس طرح حساب لے گا؟ تو آپ نے فرمایا اس طرح جس طرح وہ سب کو روزی ورزق دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر فخر رازی)

پیغام:

ا۔آسمان ستونوں پر قائم ہیں (بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا) ان کا ہمارے مشاہدے میں نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ نہیں ہیں۔ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں: فَثَمَّ عَمَدٍ وَلٰكِنۡ لَا تَرَوۡنَهَا (بحار. ج.۶۰ ص.۷۹) آسمانوں کے ستون ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

۲۔آفتاب مسلسل حرکت میں ہے (كُلٌّ يَّجۡرِىۡ)

۳۔کُرات آسمانی اپنی حرکت کے لحاظ سے زمان اور وقت کے تحت گردش کرتے ہیں (لِاَجَلٍ مُّسَمًّى)

۴۔نظام کائنات الٰہی تدبیر کے ساتھ چل رہا ہے۔ (يَّجۡرِىۡ)

۵۔آیات کی تفصیل کیئے اللہ کا ہاتھ کھلا ہے (چاہے وہ آیات تشریعی ہوں یا تکوینی) (يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ)

۶۔نظام کائنات کا ایک ہدف ومقصد ہے (يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ ۔لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ۝۲) تخلیق کائنات قیامت کے بغیر بے مقصد ہے۔

۷۔معاد پر دلیل درحقیقت توحید کی دلیل ہے جو خالق ہے وہی مدبر ہے وہ ہی سب کچھ ہے وہ ہی قیامت کو برپا کرے گا۔ (رَفَعَ اسۡتَوٰى، يُدَبِّرُ ۔۔ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ۝۲)

آیت نمبر ۳

وَهُوَ الَّذِىۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡهٰرًا‌ ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيۡهَا زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ‌ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ‏ ۝۳

ترجمۃ الآیات

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اُس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور ہر طرح کے پھلوں

سے اس میں دو دو قسمیں قرار دیں۔ وہی رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے غور وفکر کرنے والوں کیلئے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں۔(۳(

نکات:

(الف) اس سے پہلے والی آیت آسمانوں کے متعلق تھی اور اس آیت میں زمین اور اُس کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

(ب) ''رواسی'' جمع ہے ''راسیه'' کی جس کے معنیٰ ہیں ثابت رہنا، ٹِکے رہنا ایک مقام پر ثابت و استوار پہاڑوں کو ''رواسی'' کہتے ہیں۔

''زوج'' اور ''زوجان (زوجین)'' ان دونوں کے معنیٰ ہیں ''نر اور مادہ''

(ج) اگرچہ ماہر نباتات ''لینے'' نے اٹھارویں صدی عیسوی میں نباتات کے جوڑا جوڑا ہونے کے قوانین کو دریافت کیا لیکن اسلام ایک ہزار کئی سو سال قبل اس نکتے کی طرف اشارہ کر چکا ہے۔ جی ہاں! بعض لوگ بعض نباتات مثلاً کھجور کے نر اور مادہ کے مسئلہ کو سمجھ چکے تھے لیکن باقی تمام نباتات کے بارے میں قرآن مجید نے تشریح فرمائی۔

نباتات میں نر و مادہ کبھی ایک درخت یا ایک شگوفے میں ہوتے ہیں اور کبھی دو درختوں اور دو شگوفوں میں موجود ہوتے ہیں۔

(د) ''مَدَّ الْاَرْضَ'' کا جملہ ممکن ہے کہ زمین کو پانی کے نیچے سے کھینچے جانے کی طرف اشارہ ہو کیونکہ روایات میں ''دَحْوُ الْاَرْضِ'' کا نام دیا گیا ہے۔ موجودہ ماہرین ارضیات کا نظریہ بھی یہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آغاز میں زمین پانی کے نیچے تھی (واللہ عالم)

(ر) نظام آفرینش کی بنیاد زوجیت پر ہے۔

۱۔ نباتات میں زوجیت ہے (وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ۝) (حج۔۵)

۲۔ حیوانات میں زوجیت ہے (وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا) (شوریٰ۔۱۱)

۳۔ انسانوں میں زوجیت ہے (جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا) (شوریٰ۔۱۱)

۴۔ کائنات کی تمام اشیا میں قانون زوجیت کارفرما ہے (وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ) (ذاریات۔۴۹)

پیغام:

۱۔ زمین کا بچھاؤ حکمت و دانش اور تدبر کے ساتھ عمل میں آیا ہے (مَدَّ الْاَرْضَ) زمین کا سطح دار اور پہاڑوں پر مشتمل ہونا اس کے اعتدال پر قائم رہنے کا موجب اور انسانوں کے بے پناہ فائدے کیلئے ہے اگر تمام زمین سطح دار اور پہاڑوں پر مشتمل ہوتے تو زندگی ناممکن ہو جاتی۔

۲۔ پہاڑ پانی کا ذخیرہ ہوتے ہیں دریا اور نہریں پانی کی تقسیم کا سبب ہیں اور یہ دونوں ہی حیات انسانی کیلئے راہیں ہموار کرتے ہیں۔ (رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا)

۳۔رات و دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا اور اس عمل کا تسلسل کے ساتھ جاری رہنا زندہ رہنے کا سبب ہے (یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ) اگر ایسا نہ ہوتا تو حرارت کی وجہ سے ہر چیز جل کر بھسم ہو جاتی یا پھر نور اور حرارت کی عدم موجودگی سے کائنات پژمردہ اور یخ بستہ ہو جاتی۔

۴۔یہ کائنات ایک مدرسہ ہے جائے غفلت نہیں ہے (لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۝۳)

آیت نمبر ۴

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝۴

ترجمة الآیات

اور زمین میں باہم پیوست ٹکڑے ہیں ہیں اور انگوروں کے باغات نیز کھیتیاں اور کھجور کے درخت ہیں۔جن میں سے کچھ دہرے تنے کے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے نہیں ہوتے۔ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ان میں سے بعض کو بعض پر ذائقہ میں ہم فوقیت دیتے ہیں، عقل سے کام لینے والوں کیلئے یقیناً ان چیزوں میں نشانیاں ہیں۔(۴)

نکات:

کلمہ "صنوان"، اپنے ظاہر کے اعتبار سے تثنیہ کا صیغہ نظر آتا ہے لیکن یہ "صنو"، کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے شاخیں جو درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں اور یہاں مانند اور مشابہ کے معنیٰ میں آیا ہے۔

پیغام:

۱۔زمین کے مختلف قطعے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوتے ہیں اور قطعہ خاص استعداد کا حامل ہوتا ہے۔(قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ)

۲۔مختلف انواع کے پھل اپنے رنگ، ذائقے اور خوشبو کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں یہ سب خداوند تعالیٰ کی قدرت کی

نشانیاں ہیں۔(لَاٰیٰتٍ)

۳۔پھلوں کی اقسام بھی مختلف ہیں ان کے رنگ ونسل وخاندان بھی مختلف ہیں یہ سب خدا کے ارادے اور اُس کی مرضی ومنشاء کے مطابق ہیں حالانکہ پانی کا ذائقہ تو ایک ہے (یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ)

۴۔ہم جواریت یکسانیت کی دلیل نہیں ہے برتری کا معیار اچھی پیداوار ہے۔(مُّتَجٰوِرٰتٌ ۔نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ)

۵۔صاحبان عقل ودانش خوردنی اشیاء کے ساتھ ساتھ اپنی ایمانی روح کوتقویت پہنچاتے ہیں۔جبکہ دوسرے افراد شکم پُری کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔(لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۴)

آیت نمبر ۵

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۵

ترجمۃ الآیات

اگر آپ تعجب کریں تو قابل تعجب ان کی یہ بات ہے کہ کیا جب ہم خاک ہوجائیں گے تو ہم از سرنو پیدا ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہے جو اپنے رب کے منکر ہو گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہونگے۔اور یہ دوزخی ہوں گے۔کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(۵)

نکات:

(الف)اس آیت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب ہے آپؐ لوگوں کے انکار پر تعجب نہ کریں یہ لوگ مردوں کے زندہ کرنے میں میری قدرت کاملہ میں بھی تعجب کا اظہار کرتے ہیں انہیں یقین نہیں ہے۔

(ب) قیامت کے منکرین کے پاس قیامت کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں وہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید

سمجھتے ہیں جبکہ خداوند تعالی نے قرآن مجید کی عدالت اور حکمت و دانش کی تشریح فرمائی ہے جن سے قیامت کے وقوع کا تعلق ہے اور بار ہا منکرین قیامت کے سوالوں کا جواب دے چکا ہے کسی مقام پر فرماتا ہے کہ اگر تم قیامت کے برپا ہونے پر شک رکھتے ہو تو اپنی ابتدائی تخلیق پر غور کرلو کہ ہم نے تمہیں مٹی اور نطفے سے کس طرح پیدا کیا ہے۔(يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (سورہ حج ۵) ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔اے میرے رسول ان لوگوں سے کہہ دو جو پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کرسکتا ہے وہ تمہیں دوسری مرتبہ بھی پیدا کرسکتا ہے یہاں کوئی تعجب کی بات نہیں۔قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ؀ (یٰس ۔۷۹)

پیغام:

۱۔معاد کا انکار خداوند تعالی کی قدرت و حکمت و عدالت کا انکار ہے اور یہ انکار کفر ہے۔(اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا)

۲۔منکر معاد کا ہدف صرف دنیا ہے اس لئے وہ مادیت ،نفس پرستی اور جہل وخرافات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔اس لئے اسے میدان محشر میں عذاب الہی کے زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔(الْاَغْلٰلُ)

۳۔قیامت کے دن منکرین کی گردنوں میں زنجیر نہیں پہنائے جائیں گے بلکہ زنجیر ان کی گردنوں کے اندر سے سوراخ کر کے گزارے جائیں گے۔یہ دردناک کیفیت ان کیلئے ناقابل برداشت ہوگی۔(فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ)

۴۔منکرین الہی نے قہر الہی سے بچنے کا کوئی سامان نہ کیا ہوگا اس لیے وہ اللہ کے دائمی عذاب میں ہوں گے (خٰلِدُوْنَ ۝)

آیت نمبر ۶

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمۃ الآیات

اور وہ آپ سے بھلائی سے قبل برائی کیلئے جلدی کرتے ہیں حالانکہ ان سے قبل عذاب کے

واقعات پیش آ چکے ہیں اور آپ کا پروردگار ان کے ظلم وزیادتی کے باوجود یقیناً ان سے درگزر کرنے والا ہے۔اور یقیناً تمہارا پروردگار سخت سزا دینے والا بھی ہے۔(۶)

نکات:

(الف)الْمَثُلٰتُ ''مثلة'' کی جمع ہے ایسے عذاب اور سزا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو عذاب وسزا انسان کی طرف متوجہ ہو۔

(ب) کبھی انسان کی عداوت اور ہٹ دھرمی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنی ہلاکت کی خودخواہش کرتا ہے لیکن حق کو قبول نہیں کرتا قرآن مجید نے بطور نمونہ ان لوگوں کے احوال بیان کئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

کافر کہتے تھے(وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انفال ۳۲) خدایا اگر قرآن حق اور تیری طرف سے ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں دردناک عذاب میں گرفتار کر دے(کیونکہ ہم اس کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾)اگر ہم اس قرآن کو غیر عرب (عجمی) پر نازل کرتے اور پیغمبرؐ اس کو قبول کرنے کیلئے کہتے پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے وہ نہ تو ایمان لائے اور نہ قبول کیا۔(شعراء۱۹۸۔۱۹۹)

اہل کتاب کفار ومشرکین سے کہتے تھے(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾) (نساء۔۵۱)

تمہارا راستہ اسلام کے راستے سے بہتر ہے حالانکہ اہل کتاب مشرکین سے زیادہ اسلام سے قریب ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی نے انہیں حق کے اظہار سے دور رکھا۔

(ج) کچھ لوگ عذاب الٰہی کے نزول کی تعجیل میں ہیں ممکن ہے ان کی یہ آرزو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ہو۔

۱۔اقوام گزشتہ کی تاریخ سے صرف نظر کرنا یا اس سے غفلت و بے پرواہی برتنا اور قہر الٰہی پر یقین نہ کرنا۔

۲۔دوسرے لوگوں کے کمالات پر حسد کرنا جس طرح کہ تاریخ اسلام میں موجود ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام کو جب منصب امامت وولایت حاصل ہوا تو ایک شخص سے یہ برداشت نہ ہو سکا تو اُس نے اس حقیقت کو قبول کرنے کی بجائے اپنی موت اور عذاب کی خداوندتعالیٰ سے آرزو کی سورۃ معارج کے شان نزول کے بارے میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۔کمتری اور نا اُمیدی کا احساس اور تمام راستوں کا مسدود پانا۔

۴۔تمسخر واستہزاء سے کام لینا اپنی بات پر اڑ جانا خواہ اس راہ میں جان بھی چلی جائے

۵۔قرآن مجید فرماتا ہے اگر خداوند تعالیٰ اپنی مخلوق کو ان کی خطاؤں کی وجہ سے فوراً اپنے عذاب میں معذب کرتا تو روئے زمین پر کوئی انسان باقی نہ رہتا۔ بہرحال وہ ازراہ لطف صبر کرتا ہے۔شاید کے اس کے بندے توبہ کرلیں۔(وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلۡمِهِمۡ مَّا تَرَكَ عَلَيۡهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى) (نحل ۶۱) ایک اور مقام پر فرمایا (وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوۡا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ) (فاطر ۴۵) اور اگر اللہ لوگوں کو ان کی حرکات کی پاداش میں اپنی گرفت میں لے لیتا تو وہ روئے زمین پر چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔

پیغام:

۱۔انسان جب اپنی ہٹ دھرمی پر آتا ہے وہ اس قدر ذہنی پستی کا شکار ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی ہلاکت و نابودی کو قبول کرلیتا ہے۔لیکن حق کو قبول نہیں کرتا۔(وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ) (عنکبوت۔۵۳)

۲۔اقوام گزشتہ کی تاریخ انسان کیلئے بہترین نمونہ عبرت ہے۔(وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ)

۳۔قہر خداوندی کو مذاق مت سمجھو اور اقوام گزشتہ کی تاریخ کی طرف توجہ دو۔(مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ)

۴۔خداوند تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے۔ان سے مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا۔(لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ)

۵۔توبہ اور واپسی کا دروازہ ہٹ دھرم اور ضدی مزاج لوگوں کیلئے بھی ہر وقت کھلا ہے۔(لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ ... رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۝۶)

۶۔انسان جتنا بھی برا ہوجائے پھر بھی خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔(لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ)

۷۔لطف خدا اس کے قہر پر سبقت رکھتا ہے۔(مَغۡفِرَةٍ ... الۡعِقَابِ۝۶)

۸۔خوف اور امید اکٹھے تربیت کا سبب ہیں۔(لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ ... لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۝۶)

۹۔قہر خدا اور لطف الٰہی دونوں ربوبیت کے مقام ہیں۔(رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ .. رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۝۶)

آیت نمبر ۷

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَآ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ۝۷

ترجمۃ الآیات

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی! آپ تو محض تنبیہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک رہبر ہوا کرتا ہے۔(۷)

نکات:

۱۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "اَنَا الْمُنْذِرُ" میں ڈرانے والا ہوں اور آپ نے امام علی بن ابیطالبؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا(اَنْتَ الْهَادِیُ بِكَ یُهْتَدَی الْمُهْتَدُوْنَ بَعْدِیْ) اے علی آپ ہادی ہیں اور میرے بعد ہدایت پانے والے آپ سے ہدایت حاصل کریں گے۔(تفسیر کبیر۔ج ۱۹۔ص۔۱۴۔طبری وابن کثیر واحقاق الحق۔ج۔۳۔ص ۸۷)

پیغام:

۱۔کفار اللہ اور اُس کے رسول سے ناحق توقعات رکھتے ہیں (اپنی ذاتی خواہشات اور ہوا و ہوس کے مطابق معجزات و آیات کا مطالبہ کرتے ہیں)۔(لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ)

۲۔ہٹ دھرم اور حیلہ پرور لوگ خطاب خداوندی کے لائق نہیں ہوتے (اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ) اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کے سوال کا جواب ہی نہیں دیا بلکہ اپنے رسولؐ سے خطاب فرمایا۔

۳۔تربیت کیلئے انذار و ابشار دونوں ضروری ہیں (اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝)

۴۔جاہل اور غافل معاشرہ کیلئے بشارت سے قبل انزار ضروری ہے۔اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ (قرآن مجید میں لفظ انذار ۱۲۰۔مرتبہ آیا ہے ایک سو مرتبہ صرف مکہ میں نازل ہوا)

۵۔پیغمبروں کا کام ہی ابشار و انزار تھا۔(اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ) وہ ہر ایک کیلئے اور موقع بے موقع معجزے کی فرمائش کی تکمیل کیلئے تشریف نہیں لائے تھے (لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ)

۶۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حجت تمام لوگوں پر تمام کرتا ہے اور زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی (وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝)

۷۔انبیاء صرف زمین مشرق کے ساتھ خاص نہیں تھے۔(وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝)

۸۔ہمارے موجودہ زمانے میں بھی ہمارے لئے زندہ امام یا ہادی کے وجود کا ہونا لازمی ہے (وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝) (مجمع البیان اور کنز الدقائق میں حدیث موجود ہے کہ لفظ 'ھادٍ' سے مراد آئمہ معصومین ہیں)

آیت نمبر ۸

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہر مادہ کیا اٹھائے ہوئے ہے اور ارحام میں کیا کمی ہوتی ہے اور کیا اضافہ ہوتا ہے اور اُس کے ہاں ہر چیز کی ایک (معین) مقدار ہے۔ (۸)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ میں پہلی بات ہر مادہ کے حمل کے بارے میں ہے کہ خداوند تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے (خواہ اس مادہ کا رحم ہو جس طرح انسان اور حیوان کی مادہ کا رحم ہے خواہ اس طرح کا رحم نہ ہو جیسے نباتات اور جمادات کی مادہ ہیں پھر ان موجودات کا تذکرہ ہے جن کا رحم ہوتا ہے۔

(ب) غیض کا معنیٰ ہے (نطفہ) کو جذب کر لینا یعنی اللہ تعالیٰ اس پانی سے آگاہ ہے جسے رحم اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور اس میں تبدیلیاں لاتا رہتا ہے اور اضافے کرتا رہتا ہے۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی بارآوری کو جانتا ہے (يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى)

۲۔ علم خداوندی میں تمام چیزوں کے جزئیات بھی ہیں۔ (جنین یعنی ماں کے پیٹ میں بچہ اور اس کی تمام صفات، استعداد، شکل وصورت اور اُس کی جنس کو بھی جانتا ہے)۔ (يَعْلَمُ ۔۔ تَغِيْضُ ۔۔۔ وَمَا تَزْدَادُ)

۳۔ نومولود کے تکامل یا نقص میں رحم مادر کا کافی عمل ہوتا ہے۔ (تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ)

۴۔ تخلیق کائنات کا نظام بچے تلے پیمانے کے مطابق ہے (بِمِقْدَارٍ) یعنی اگر مدت حمل کم ہو یا زیادہ ہو جائے یا جڑواں بچے پیدا ہوں یا اس کے علاوہ بچے ناقص الخلقت پیدا ہوں یا اعضاء کا اضافہ ہو غرض اس طرح کی کمی یا زیادتی ایک بچے کے اندازے اور صحیح صحیح فارمولے کے مطابق ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۹

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹

ترجمۃ الآیات

(وہ) پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا بزرگ و برتر ہے۔(۹)

نکات:

(الف) انسان اپنی حدود میں محدود ہے شہود وغیوب اس کے دائرہ امکان میں نہیں ہیں اپنے حواس خمسہ کے اعتبار سے بہت سے جانوروں سے بھی محدود ہے لیکن وہ ذات جو غیوب وشہود کی خالق ہے اس کے بارے میں ایسی باتوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ب) حضرت امام صادق علیہ السلام نے ''عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ'' کے بارے میں فرمایا: ''اَلْغَيْبُ مَا لَمْ يَكُنْ وَالشَّهَادَةُ مَا قَدْ كَانَ'' غیب وہ چیز ہے جو نہ ہو اور شہادت وہ چیز ہے جو ہو۔ (تفسیر برہان)

پیغام:

ا۔ خداوند تعالی ہر کمال کے اعتبار سے بزرگ و برتر ہے اور ہر نقص وعیب سے مبرا ومنزہ اور پاک و پاکیزہ ہے (اَلْمُتَعَالِ)

آیت نمبر ۱۰

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝۱۰

ترجمۃ الآیات

تم میں سے کوئی آہستہ بات کرے یا اونچی آواز سے بات کرے اور کوئی رات کے پردہ میں

چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو (اس کیلئے) برابر ہے۔(۱۰)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ ظاہراً سابقہ آیت کی توضیح وتکمیل ہے لیکن ان آیات میں سے ایک ہے جو خداوند تعالیٰ کے علم کلی پر دلالت کرتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ تمام انسانوں کے تمام احوال واعمال چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے خلوت میں ہوں یا جلوت میں، حتیٰ کہ انسان کے افکار ونیات سب سے آگاہ وباخبر ہے قرآن مجید بیان فرماتا ہے اگر انسان ایمان کی اس منزل پر آ جائے کہ خداوند تعالیٰ اُس کے ہر حال سے ہر وقت آگاہ وواقف ہے تو یہ تقویٰ وحیا کے اعتبار سے وہ بزرگ ترین عامل ہے جو انسانی تربیت میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس سے نیک وصالح لوگوں کیلئے تشویق کا سامان پیدا ہوتا ہے اور بدکار لوگوں کیلئے تہدید کے اسباب پیدا ہوتے ہیں اس آیت میں عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آہستہ باتوں اور خفیہ اور شبانہ کاموں کے متعلق اپنے علم کا پہلے تذکرہ کیا اور دن کو اور جلوت کے کاموں کے علم کا ذکر بعد میں کیا ہے۔

(ب) کلمہ ''سَارِبٌ''، ''سَرْب'' سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ''جاری پانی'' ہے۔ لیکن اس شخص کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو دن کو کام کی غرض سے چلے۔

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ کے علم کی نسبت تمام اشیاء کی طرف برابر ہے (اس کے علم کو ہم اپنے علم سے نسبت نہیں دے سکتے کیونکہ ہم بعض چیزوں کا علم زیادہ جانتے ہیں اور بعض کا کم جانتے ہیں اور بعض کو تو بالکل نہیں جانتے۔ (سَوَآءٌ مِّنْكُمْ)

آیت نمبر ۱۱

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

ترجمۃ الآیات

ہر شخص کے آگے اور پیچھے اپنی اپنی باری پر آنے والے محافظ فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے حکم

سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت یقیناً اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلے۔ اور جب اللہ کسی قوم کو بُرے حالات میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرلے تو اُس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ کے سوا ان کا کوئی حامی ہوتا ہے۔(۱۱)

نکات:

''مُعَقِّبٰتٌ'' ''مُعَقِّبَۃٌ'' کی جمع ہے اس کے آخر میں جو ''تاء'' ہے وہ مؤنث کی علامت نہیں ہے بلکہ مبالغہ کیلئے ہے۔ جیسے ''علامۃ'' میں ''تاء'' مبالغہ کیلئے ہے۔ اس لئے یہ فعل ''یَحْفَظُوْنَہٗ'' کا فاعل ہے اور مذکر ہے۔ یہاں کلمہ ''مُعَقِّبٰتٌ'' ''پیچھا کرنے والے'' کے معنی کیلئے استعمال نہیں ہوا اس لئے کلمہ ''بَیْنِ یَدَیْہِ'' کے ساتھ اس کا تضاد بھی نہیں بنتا بلکہ اس سے یہاں مراد وہ ملائکہ ہیں جو شب و روز یکے بعد دیگرے زمین پر آتے ہیں۔

(ب) اس آیت میں ''اَمْرِ اللّٰہِ'' سے مراد عذاب الٰہی نہیں ہے کیونکہ ملائکہ اللہ کے عذاب کے مقابلے میں انسان کی حفاظت نہیں کرتے بلکہ اس سے مراد طبعی حوادث و خطرات ہیں کیونکہ طبعیت بھی اللہ کی مخلوق ہے اور جو کچھ اس پر گزرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارادے و اختیار سے ہوتا ہے۔

(ج) متعدد آیات و روایات میں آیا ہے کہ بہت سے ملائکہ ہیں جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں اور اُس کے اعمال کو ریکارڈ میں لاتے ہیں۔ اور وہ حوادث جو اللہ تعالیٰ کے حتمی ارادہ سے مربوط نہیں ہوتے ان سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں روایات سے یہ بھی علم میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کسی انسان کے بارے میں حتمی ارادہ ہو جائے تو اُس وقت ملائکہ حوادث سے اُس کی حفاظت نہیں کرتے۔

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے دو قسموں پر مشتمل ہیں ایک ارادہ حتمی اور دوسرا ارادہ غیر حتمی (قضاو قدر) ملائکہ صرف ان حوادث سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں جو غیر حتمی ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حفاظت انسان کے اختیار کو سلب کرنے کا سبب نہیں بنتی۔ انسانوں اور اُمتوں کی تقدیر خود ان کے اپنے اختیار میں ہوتی ہے۔

(د) فرشتوں کی حفاظت انسانی جان کی بھی ہوتی ہے اور علاوہ ازیں ان کے اعمال و کردار کی بھی ہوتی ہے۔ (وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ (انفطار۔۱۰) ... یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً (انعام۔۶۱) اور اس طرح ان کے ایمان و افکار کی حفاظت کرتے ہیں اور وسواس و انحرافات شیطانی سے بچاتے ہیں (یَحْفَظُوْنَہٗ) اس حفاظت میں انسانی روح و جسم دونوں شامل ہوتے ہیں۔

(ر) امام سجاد علیہ السلام نے اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ گناہ جو نعمات کو تبدیل کردیتے ہیں وہ لوگوں پر ظلم و

خداوند تعالیٰ کی ناشکری اور ان نیک کاموں کا ترک کرنا ہے جو انسان کے معمولات میں شامل ہو چکے ہوتے ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

(س) یہ آیت انسانی معاشرہ کے مورد میں ہے نہ فرد انسانی کے بارے میں ہے یعنی جب معاشرہ صالح ہو جاتا ہے تو اُس پر خداوندی برکات کا نزول ہوتا ہے جب معاشرتی انحراف و بگاڑ پیدا ہو جائے تو پورا معاشرہ قہر الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جبکہ یہ قاعدہ کلیہ کسی صالح یا غیر صالح فرد پر لاگو نہیں ہوتا کیونکہ یہ ممکن ہے بعض اوقات انسان تو نیک و صالح ہوتا ہے لیکن خدائی آزمائش کی وجہ سے مشکل حالات کا شکار ہو جاتا ہے یا انسان غیر صالح ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُسے ڈھیل دے دیتا ہے تاکہ اُس کیلئے اتمام حجت ہو جائے۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد نہیں چھوڑا (لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ)

۲۔ ملائکہ میں سے کچھ ایسے ملائکہ ہیں جو انسان کی محافظت کرتے ہیں (لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ)

۳۔ خداوند تعالیٰ انسان کی ناگہانی حوادث سے حفاظت فرماتا ہے (لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ ... يَحْفَظُوْنَهٗ) نہ ان حوادث سے جن کیلئے انسان خود زمین ہموار کرتا ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ)

۴۔ مختلف قسم کے خطرات و حوادث انسان کو ہر وقت گھیرے میں لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ (مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ)

۵۔ جب خداوند تعالیٰ انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو اس وقت تک واپس نہیں کرتا جب تک وہ ناشکری نہ کرے (اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ)

۶۔ بخت و مال و دولت وغیرہ کیلئے فال و نجوم کو معیار نہ بنایئے تمہاری تقدیر تمہارے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ (حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ)

۷۔ خداوند تعالیٰ کی حفاظت اس وقت تک ہے جب تک انسان کُفران نعمت نہ کرے بصورت دیگر وہ لطف الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا)

۸۔ ظاہری اور باطنی نعمات کے حصول کا دارومدار نفسانی کمالات اور اندرونی حالات پر ہوتا ہے (حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ) ایک اور مقام پر فرمایا ہے (وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ) اگر آبادیوں کے رہنے والے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے۔ (سورہ اعراف ۹۶)

۹۔ ارادہ الٰہی ہر ارادے سے بالاتر ہے (وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ)

آیت نمبر ۱۲

هُوَالَّذِىۡ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّيُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۚ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وہ ہے جو تمہیں ڈرانے اور اُمید سے وابستہ کرنے کیلئے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری گھٹائیں پیدا کرتا ہے۔ (۱۲)

نکات:

۱۔ آسمانی بجلی اور گرج ایک طرح سے انسان کیلئے خوف و وحشت کا موجب ہیں کیونکہ بے موقع بارش آ جاتی ہے، سیلاب آ جاتے ہیں جو ہر طرف تباہیاں پھیلا دیتے ہیں۔ کہیں آگ بھڑک اُٹھتی ہے جبکہ دوسری طرف سے یہی گرج و چمک مسرت و نشاط کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ بارش کے برسنے سے باغات و درخت سیراب ہو جاتے ہیں ان میں زندگی کی لہر آ جاتی ہے کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ فضا و ہوا صاف و شفاف ہو جاتی ہے۔

پیغام:

۱۔ بجلی اور گرج اگرچہ بظاہر طبعی عوامل ہیں لیکن ان تمام عوامل کا مبداء و موجد خداوند تعالیٰ کی ذات والا صفات ہے۔ (يُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ)

۲۔ طبعی فزکس اور کیمسٹری کے اصولوں کی دریافت ہمیں خدا پر ایمان سے نہ روک دے یا ہمارے ایمان کو کمزور نہ کر دے کیونکہ فطرت اور اُس کے قوانین اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ (يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ ۔۔ يُنۡشِئُ السَّحَابَ)

آیت نمبر ۱۳

وَيُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ مِنۡ خِيۡفَتِهٖ ۚ وَيُرۡسِلُ

الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور بادل کی گرج اس کی تعریف کے ساتھ اور فرشتے اُس کے خوف سے تسبیح کرتے ہیں اور وہی گرتی ہوئی بجلیاں روانہ کرتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گراتا ہے۔ جب وہ لوگ اللہ کے بارے تکرار کر رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت عذاب والا ہے۔ (۱۳)

نکات:

(الف) قرآنی پیغام: کے اعتبار سے تمام موجودات خداوند تعالیٰ کی تسبیح تہلیل میں مصروف ہیں اور وہ بھی اپنے علم و شعور کی بنا پر مصروف تسبیح ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید اس مطلب کو اس انداز میں بیان کرتا ہے کہ جس سے انسانی ذہن خود بخود متوجہ ہو جاتا ہے اور جو لوگ اس امر پر یقین نہیں رکھتے ان کی تردید ہو جاتی ہے۔ مثلاً

۱۔ ''سَبَّحَ'' یا ''یُسَبِّحُ'' جیسے الفاظ کو قرآن کریم میں لایا گیا ہے جو تسبیح کے معنیٰ پر بڑی صراحت کے ساتھ دلالت کرتے ہیں۔

۲۔ اس مطلب کو متعدد سورتوں میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ موجودات کی تسبیح کے مسئلہ کو سورۃ کے ابتداء میں اور بسم اللہ کے بعد فوراً ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ تمام موجودات کیلئے اس معنیٰ سے ملتے جلتے اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے موجودات کیلئے کہا گیا (كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ) (بقرہ ۱۱۶) ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ ستاروں اور نباتات کے سجدہ کیلئے (وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ) ستارے اور درخت اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ (رحمن ۶) زمین و آسمان کیلئے کہا گیا (قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ) ان دونوں سے کہا ہمارے پاس اطاعت کرتے ہوئے آؤ۔ (فصلت ۱۱) تمام موجودات اپنی نماز اور تسبیح سے آگاہ ہیں۔ (كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ) ان میں سے ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔ (نور ۴۱)

۵۔ انسان کو خطاب ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں جانتے (وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ) ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ (اسراء ۴۴)

۶۔ ''محال'' ''حیلہ'' سے مشتق ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ موجودات میں سے ہر نوع کی چارہ جوئی اور تدبیر مخفی ہے کیونکہ

چارہ جوئی اور تدبیر کیلئے علم و قدرت کا ہونا ضروری ہے لہٰذا مفسرین نے ''شَدِيْدُ الْمِحَالِ'' کا معنیٰ '' شَدِيْدُ الْقُوَّةِ وَ الْعَذَابِ'' کیا ہے۔

۷۔ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد اکٹھے بیان ہوئے ہیں جیسے ''وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ '' ایک اور آیت '' وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ '' اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی ثناء میں تسبیح نہ کرتی ہو۔ (بنی اسرائیل ۴۴) اس لئے ہم بھی رکوع اور سجود میں '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اور '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ '' کا ذکر کرتے ہیں۔

۸۔ اہل سنت کی بہت سے روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بادل کی گرج سنتے تو اپنا سلسلہ کلام منقطع فرماتے اور دعا میں مشغول ہو جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی دعا کی مشغولیت کا حکم دیتے۔ (تفسیر در منثور)

۹۔ کبھی کبھار گرج گناہ گار اُمتوں پر عذاب الٰہی بن کر نازل ہوئی جیسے قوم ثمود پر (فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ) تو انہیں ان کے اعمال کے سبب ذلت آمیز عذاب کی بجلی نے گرفت میں لے لیا۔ (فصلت ۱۷)

پیغام:

۱۔ بادل کی گرج بھی فرشتوں کی مثل شعور و آگاہی کے تحت خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ کیونکہ '' رعد'' اور '' فرشتے'' کے الفاظ اکٹھے آئے ہیں (وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ)

۲۔ ملائکہ کی تسبیح خوف خدا کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ (مِنْ خِيْفَتِهٖ)

۳۔ بادل کی گرج کا پیدا ہونا اور کسی کو اپنی لپیٹ میں لینا اچانک نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اسی کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے (وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ)

۴۔ ہٹ دھرم اور ضدی انسان جیسے لوگوں کو بجلی جیسی خطرناک چیز بھی باز نہیں رکھ سکتی (يُجَادِلُوْنَ)

۵۔ خداوند تعالیٰ کے ساتھ کبھی بھی تمہیں دھوکہ، فریب جنگ وجدال کا خیال تک بھی نہ آئے کیونکہ اس ذات سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ (وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝۱۳)

۶۔ ہر حیلہ اور تدبیر میں برائی نہیں ہوتی بعض اوقات کچھ لوگوں کے خلاف سخت تدبیریں اور منصوبہ بندی ضروری ہو جاتی ہے۔ (وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝۱۳)

آیت نمبر ۱۴

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ

بِشَیۡءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیۡهِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ
وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

ترجمہ آلات

صرف اللہ کو پکارنا برحق ہے اور اُسے چھوڑ کر جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے ایسے ہی جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ پانی اس کے منہ تک خود بخود پہنچ جائے۔ حالانکہ وہ اُس تک پہنچنے والا نہیں ہے۔ اور کافروں کی (اُس طرح کی) پکار بے فائدہ ہے۔ (۱۴)

نکات:

(الف) قرآن مجید نے متعدد مقامات پر انسان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دی ہے اور اُسے غیر اللہ سے دُوری کا درس دیا ہے اور اس کے علاوہ اس امر کیلئے تیار کیا ہے کہ اُسی ذات کو وہ اپنا مرکز ٹھہرائے اس لئے ارشاد فرمایا اگر انسان صرف مجھے پکارے گا تو میں اُسے جواب دوں گا (اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ) دُعا کرنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں) (بقرہ ۱۸۶) اگر وہ میرے علاوہ کسی اور کو پکارے گا اور ان سے اپنی حاجت روائی چاہے گا تو وہ اس کی بات نہیں سنیں گے اگر وہ سن بھی لیں تو اس کی بات پر عمل نہیں کریں گے (اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ؕ) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سن نہیں سکتے اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے (فاطر ۱۴)

(ب) اس ناتوان ومحدود انسان کو اپنی حوادث بھری زندگی میں ایک قابل اطمینان پناہ گاہ کی ضرورت ہے انبیاؑ نے اُسے اس قسم کی حقیقی پناہ گاہ سے متعارف کرا دیا۔ ''لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ'' اس ذات کے علاوہ باقی لوگوں (طاغوتوں) کی مدد استعمار کیلئے ہوتی ہے یا استثمار کیلئے ہوتی ہے یا اپنے پروپیگنڈے یا اپنے مشن کی حفاظت کیلئے ہوتی ہے اگر ان کے نزدیک کوئی چیز بے وقعت ہے تو وہ صرف انسان ہے۔

(ج) انسان فطری طور پر حق کا پیاسا اور حقیقت کا متلاشی ہے۔ (لِیَبۡلُغَ فَاهُ) لیکن وہاں تک رسائی کی راہوں کو گم کر بیٹھتا ہے لیکن جو چیز اُسے سکون دے سکتی ہے وہ صرف اور صرف خدا پر ایمان اور اس سے عشق وعلاقہ، دعا اور مناجات ہے (وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ) اللہ کے علاوہ سب دھوکہ اور اس کے بغیر کسی اور کو پکارنا حماقت ہے۔

پیغام:

۱۔صرف اور صرف خدا کی طرف چلیے غیروں کا پیچھا چھوڑ یئے اس کے سوا کوئی کارساز نہیں (لَا یَسۡتَجِیۡبُوۡنَ لَہُمۡ بِشَیۡءٍ)

۲۔لوگوں کے شرک کا بنیادی عامل ان کے باطل تصورات ہیں (کَبَاسِطِ کَفَّیۡہِ...وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ)

۳۔جو شخص خالص و مخلص ہو کر اپنے رب کو پکارتا ہے تو وہ ذات اس کے دامن کو بھر دیتا ہے اور جو شخص غیر خدا سے مانگتا ہے وہ خائب و خاسر رہتا ہے۔(لَہٗ دَعۡوَۃُ الۡحَقِّ...وَمَا دُعَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾)

آیت نمبر ۱۵

وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡھًا وَّظِلٰلُھُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ جو آسمانوں اور زمین میں رہنے والے سب شوق سے یا جبر سے اور ان کے سائے بھی صبح و شام اللہ ہی کا سجدہ کرتے ہیں۔(۱۵)

نکات:

(الف) لفظ ''مَنۡ'' ذوی العقول کیلئے استعمال ہوتا ہے۔جبکہ لفظ ''مَا'' غیر ذوی العقول کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن دوسری آیات میں جو اس آیت کے مشابہ ہیں لفظ ''مَا'' کا استعمال ہوا ہے۔جیسے ''وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ'' جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کیلئے سجدہ کرتی ہیں۔(نحل/۴۹) اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں بھی تمام موجودات کا سجدہ مراد ہے اس آیت میں لفظ ''ظِلَال'' موجود ہے جو ذوی العقول میں سے نہیں ہے۔

(ب) ممکن ہے کہ سایہ کے سجدہ سے مراد اُس کا زمین پر ہمیشہ گرا رہنا ہو جس طرح فارسی میں ایک مثال استعمال ہوتی ہے۔''سرو سوارہ می رود، غنچہ پیادہ می رود۔ سرو سوار ہو کر چلتا ہے اور غنچہ پیدل چلتا ہے۔

(ج) ''اصال'' اصل کی جمع ہے اور وہ ''اصیل'' کی جمع ہے اصل کا معنیٰ ہے انتہا یعنی دن کا آخری وقت۔

پیغام:

۱۔ کائنات کا ذرہ ذرہ رب کائنات کا سجدہ کرنے والا ہے اور اسی کا مطیع ہے تو پھر ہمیں کیا ہے کہ اس کی اطاعت نہ کریں اور اس کا سجدہ نہ کریں۔ (وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا ۔ ۔ ۔)

۲۔ سجدہ صرف اور صرف اللہ ہی کیلئے ہے (وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا ۔ ۔ ۔)

۳۔ مومن کا سجدہ اپنے خدا سے عشق و علاقہ کا سجدہ ہوتا ہے اور دوسروں کا سجدہ اپنی ضرورت، مجبوری اور تذلل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (طَوْعًا وَّ كَرْهًا)

۴۔ اگر تمام موجودات اس کی اطاعت و اتباع میں آ جائیں تو ان کے تمام آثار و عواض بھی اور اعمال و کردار بھی خدائی اطاعت کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ (وَّظِلٰلُهُمْ)

۵۔ موجودات کا سجدہ دائمی ہے۔ (يَسْجُدُ ۔ ۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾)

آیت نمبر ۱۶

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

ان سے پوچھیئے آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دیجیئے اللہ ہے۔ (تو ان سے) کہہ دیجئے تو پھر کیا تم نے اللہ کے سوا ایسوں کو اپنا اولیاء بنا لیا ہے جو اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں؟ (ان سے) کہہ دیجئے کیا بینا اور نابینا یکساں ہو سکتے ہیں۔ کیا تاریکی اور

روشنی برابر ہو سکتی ہے۔کیا ظلمت اور نور برابر ہو سکتے ہیں جنہیں ان لوگوں نے اللہ کا شریک بنایا ہے کیا انہوں نے اس مخلوق کی طرح خلق کیا جس کی وجہ سے پیدائش کا مسئلہ ان پر مشتبہ ہو گیا؟ کہہ دیجئے اللہ ہی ہر چیز کا خلق کرنے والا ہے اور وہ یکتا اور غالب آنے والا ہے۔(۱۶)

نکات:

(الف) سوال و جواب کے انداز میں مسائل کا بیان کرنا تبلیغی، تربیتی اور تعلیمی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اس طریقہ کار کی طرف قرآن مجید نے زیادہ زور دیا ہے۔(قُلْ مَنْ...)

(ب) روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا تاریک رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔(بحار، ج ۷۲، ص ۹۳) اس کا نمونہ یہ ہے جب انسان کہے یہ کام خدا اور فلاں آدمی کی مہربانی سے ہوا ہے۔

پیغام:

۱۔مشرکین اس قدر متعصب ہوتے ہیں کہ واضح ترین سوالات کا جواب بھی نہیں دیتے اس لئے پیغمبر اکرمؐ کو ہی ان سوالات کا جواب دینا پڑا (قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔قُلِ اللّٰهُ)

۲۔کفار صرف اللہ کی خالقیت کے قائل ہیں (وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ۔لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ) (سورة عنکبوت ۶۱) اللہ کے علاوہ دوسروں کو مدبر کائنات جانتے ہیں۔(قُلْ مَنْ رَّبُّ ----)

۳۔انسان کیلئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ نفع کو جلب کرے اور ضرر کو دفع کرے اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ اپنے نفع ونقصان کیلئے مخلوق کی اطاعت کرے (يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا)

۴۔جب کوئی حق کو جان لے اور قبول نہ کرے تو وہ آنکھوں سے بھی اندھا ہے اور دل سے بھی اور وہ اندھیر نگری میں رہ رہا ہے۔(هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ)

۵۔اللہ کے علاوہ کوئی اور آفریدگار جہاں نہیں ہے کہ ہم مخلوق کی پہچان میں دھوکہ کھا جائیں (فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ)

آیت نمبر ۱۷

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ

السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

اس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ندی نالے اپنی مقدار کے مطابق بہنے لگے۔ پھر سیلاب نے پھولے ہوئے جھاگ کو اُٹھایا۔ اور ان (دھاتوں) پر بھی اسی طرح کی جھاگ اُٹھتی ہے جنہیں لوگ زیور اور سامان بنانے کیلئے آگ میں گرم کرتے ہیں اس طرح اللہ حق و باطل کی مثال کو واضح فرماتا ہے پھر جو جھاگ ہے وہ تو بے کار ہو کر ختم ہو جاتی ہے اور جو چیز لوگوں کے فائدے کی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے اللہ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔ (۱۷)

نکات:

(الف) اس آیت میں باطل کے تعارف کیلئے دو مثالیں پیش کی گئیں ہیں ایک مثال تو اس جھاگ کی ہے جو پانی کے اوپر آجاتی ہے اور دوسری اُس جھاگ کی ہے جو دھاتوں کے پگھلتے وقت ان کے اوپر آجاتی ہے اور انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔

(ب) باطل جھاگ کی مانند ہے کیونکہ:

۱۔ وہ جھاگ کی مانند جلد معدوم ہو جاتا ہے۔

۲۔ سایہ حق کے نیچے رہتا ہے۔

۳۔ حق کو عارضی طور پر چھپا دیتا ہے۔

۴۔ اس کا ظاہر تو بڑا خوبصورت ہوتا ہے لیکن اس میں کوئی پائیداری نہیں ہوتی جس طرح جھاگ نہ تو پیاسے کی پیاس بجھا سکتی ہے اور نہ اُس کی وجہ سے روئیدگی ہوتی ہے یہی حال باطل کا ہے۔

۵۔ حالات و شرائط کے خاتمے پر خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

۶۔ بہت اونچا جا کر خوب شور وشین سے کام لیتا ہے لیکن ڈھول کی طرح خالی خولی ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس امر

کی یوں وضاحت فرمائی ہے کہ

(الف) بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ (انبیاء ۱۸) بلکہ ہم باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر کچل دیتا ہے۔

(ب) وَيَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ (شوریٰ۔ ۲۴) اللہ باطل کو نابود کر دیتا ہے۔

(ج) وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ (سباء ۴۹) اور باطل نہ تو پہلی بار ایجاد کرتا ہے اور نہ ہی دوبارہ پلٹ سکتا ہے۔

(د) اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (اسراء ۸۱) باطل تو مٹ جانے والا ہے۔

(ذ) وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ، (اسراء۔ ۸۱) حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔

(ر) مثال و تمثیل کے ذریعے عقلی مسائل بہت جلد فہم میں آ جاتے ہیں یہ طریقہ ہٹ دھرم لوگوں کو خاموش کرا دیتا ہے لہٰذا قرآن کریم نے اس طریقہ کو بہت زیادہ استعمال کیا۔

پیغام:

۱۔ فیض الٰہی کا دریا رواں دواں ہے ہر کس اپنے ظرف و وسعت کے مطابق استفادہ کرتا ہے۔ (اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا)

۲۔ ضروری وسائل (مَتَاعٍ) اور رفاہی مسائل (حِلۡيَةٍ) کی تیاری و تلاش لائق تحسین ہیں۔ (وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِي النَّارِ)

۳۔ حوادث کی بھٹی میں خالص و ناخالص اُمور و افراد واضح ہو جاتے ہیں اس طرح حق و باطل ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔

(يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ ۔۔ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ)

۴۔ باطل کا وجود کسی خاص جگہ اور کسی خاص موقع سے تعلق نہیں رکھتا (جھاگ جہاں سیلاب پر ظاہر ہوتی ہے وہاں پگھلی ہوئی دھاتوں پر بھی اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ (زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ)

۵۔ باطل کا سرچشمہ ناخالص ہوتا ہے جس سے حق و حقیقت آلودہ ہو جاتے ہیں (يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ)

۶۔ حق و باطل روز ازل سے دست بگریبان چلے آرہے ہیں آخر کار باطل کو راہ فرار اختیار کرنا ہوتا ہے۔ (فَيَذۡهَبُ جُفَآءً)

۷۔ لوگوں کے مفادات کی ضمانت صرف حق کے پاس ہے (مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ)

۸۔ حق کو پائیداری و ثبات حاصل ہے (فَيَمۡكُثُ فِي الۡاَرۡضِ)

۹۔ ہر دولت و ثروت اور حکومت و اقتدار اور دانش و حکمت اور احباب جن سے لوگوں کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں وہ لازوال ہوتے ہیں (مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِي الۡاَرۡضِ)

۱۰۔ جو کچھ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ وہ بارش کی طرح خالص وحق ہوتا ہے لیکن جونہی وہ مادی چیزوں سے آمیختہ ہو جاتا ہے تو ناخالص بھی بن جاتا ہے اور باطل اور جھاگ کی پیدائش کا سبب بھی ہو جاتا ہے (اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً)

آیت نمبر ۱۸

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں ان کیلئے بہتری ہے اور جنہوں نے اُس کی دعوت قبول نہ کی وہ اگر ان سب چیزوں کے مالک بن جائیں جو زمین میں ہیں اور اتنی دولت اور بھی ان کے ساتھ ہو تو وہ آخرت میں ان سب کو اپنی نجات کیلئے بطور فدیہ کے دے دیں لیکن ایسے لوگوں کا بہت برا حساب ہوگا اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔(۱۸)

نکات:

(الف) قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حساب وکتاب چند طریقوں سے ہوگا۔

۱۔ کچھ لوگ وہ ہونگے جن کا حساب نہایت ہی آسان ہوگا(حِسَابًا يَّسِيْرًا) (انشقاق۔۸)

۲۔ کچھ وہ لوگ جن کا حساب سخت ترین ہوگا(حِسَابًا شَدِيْدًا) (طلاق۸)"سوٗ الحساب" "سوٗالحساب سے مراد حساب کی سختی ہے۔

۳۔ بعض لوگ بغیر حساب دوزخ میں داخل کیئے جائیں گے ان کیلئے کوئی عدالت نہیں لگائی جائے گی (فَلَا نُقِيْمُ

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا) (کہف ۱۰۵)

۴۔ کچھ خاصان خدا ایسے ہوں جو بغیر حساب جنت میں داخل کیئے جائیں گے۔ (اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ) (زمر ۱۰)

(ب) ایسی روایات واحادیث موجود ہیں جن میں آیا ہے کہ جولوگ دوسرے لوگوں کو معاف کرتے ہیں اوران کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کا حساب کتاب نہایت آسان ہوگا مشرکین بغیر کسی حساب کے جہنم میں داخل ہوں گے اس طرح صابرین بھی بلاحساب بہشت میں داخل ہوں گے۔ (کتاب معاد از مؤلف تفسیر نور)

(ج) قرآن مجید کا استجابت کے اعتبار سے ایک اور پہلو بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگیں اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ان کی حوائج برلائے تو جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول انہیں پکارے تو ان کی پکار پر انہیں بھی لبیک کہنا چاہیے (اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) (انفال ۲۴) اس عنوان کی دواور آیات بھی ہیں (فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ) ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا (انبیاء ۸۸) (فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ) ان کے پروردگار نے ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا (آل عمران ۱۹۵)

دعوت کی اقسام

ا۔ دعوت کی مختلف اقسام ہیں۔

حق کی طرف دعوت دینے والے

(الف) انبیاً کرام علیہم السلام (اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ) میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں (یوسف ۱۰۸) (وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ) رسول تمہیں دعوت دیتا ہے (آل عمران ۱۵۳) (دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ) اس کی اجازت سے اللہ کی طرف بلاتا ہے (احزاب ۔ ۴۶)

(ب) مومنین (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ) تم اس گروہ میں سے بن جاؤ جو خیر کی طرف دعوت دیتے ہیں (آل عمران ۱۰۴)

(ج) جن (يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ) اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہو (احقاف ۳۱)

۲۔ باطل کی طرف دعوت دینے والے۔

(ا) آئمہ کفر (اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ)

(ب) شیطان (كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ) شیطان انہیں بلاتا رہتا ہے (لقمان ۲۱) (مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ) میرا تم پر کوئی تسلط نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں پکارا تھا (ابراہیم ۔ ۲۲)

(ج) مشرکین (اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ) یہ وہ ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں (سورۃ بقرہ ۔ ۲۲۱)

دعوت کا موضوع:

(الف) زندگی (دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) تمہیں بلاتے ہیں تا کہ تمہیں زندہ کر دیں (انفال ۲۴)

(ب) راہ مستقیم (لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ) تا کہ تمہیں نجات کی طرف دعوت دیں۔

(مومنون ۔ ۷۳)

(ج) مغفرت (وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ) اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے (بقرہ ۲۲۱)

(د) جنت (وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ) اور اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ (یونس ۲۵)

(ر) نجات (اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ) میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں (غافر ۔ ۴۱)

۳۔ دعوت حق کے خلاف مخالفین کا رویہ:۔

(الف) تہمت

۱۔ ساحر: (اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ) یقیناً یہ صاحب علم جادوگر ہے (سورۃ اعراف ۱۰۹)

۲۔ شاعر: (بَلْ هُوَ شَاعِرٌ) بلکہ وہ شاعر ہے (سورۃ انبیاء ۵)

۳۔ کاھن: (فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ) یقیناً آپ اپنے رب کی نعمت کے کاھن نہیں ہیں (سورہ طور ۲۹)

۴۔ دیوانہ: (اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ) اور وہ کہتے ہیں کہ آپ دیوانہ ہیں (سورہ حجر/۶)

۵۔ جھوٹا: (لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ) یقیناً ہم تمہیں جھوٹوں میں سے جانتے ہیں (اعراف ۔ ۶۶)

۶۔ اقتدار کا بھوکا: (يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ) تم پر اقتدار حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (مومنون ۲۴)

(ب) دھمکی:۔

۱۔ (لَرَجَمْنٰكَ) ہم تم پر ضرور سنگ باری کریں گے (ھود ۹۱) (اَوْ يَقْتُلُوْكَ) یا آپ کو قتل کر دیں گے (انفال ۳۰)

۲۔ تحقیر: (اَهٰذَا الَّذِيْ ...) کیا یہ وہی ہے؟ (انبیا ۳۶)

۳۔ شک وشبہ: (اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ) کیا تم جانتے ہو کہ صالح اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ (اعراف/۷۵)

۴۔ سازشیں اور جنگ:۔ (وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ) جب کفار

شازشیں کرتے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں یا شہر سے نکال دیں۔(انفال۔۳۰)

۴۔ دعوت قبول نہ کرنے کی عوامل:۔

(الف) آباؤاجداد کی اندھی تقلید

(ب) تعصب

(ج) تکبر

(د) نفسانی خواہشات (فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ) اگر وہ دعوت کو قبول نہ کریں تو جان لیجیئے کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔(قصص/۵۰)

۵۔ دعوت کو قبول کرنے کے ثمرات:

(الف) اجر وثواب:۔ (وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ) اور ان لوگوں کیلئے اپنے فضل و کرم کو زیادہ کر دیتا ہے۔(نساء ۱۷۳)

(ب) حیات:۔ (دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) جب تمہیں اس امر کی طرف دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔(انفال ۲۴)

(ج) حُسن زندگی: (لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى) جو لوگ اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں ان کیلئے نیکی ہے۔(رعد/۱۸)

پیغام:

۱۔ اچھائیاں مومن کے انتظار میں ہیں (الْحُسْنٰى)

۲۔ قیامت کے دن نہ تو سودے بازی کا نظام ہوگا اور نہ عوض وفدیہ کی بات ہوگی (لَافْتَدَوْا بِهٖ)

۳۔ دعوت خداوندی کو رضا کارانہ اور شوق ورغبت سے قبول کرنا چاہیے (اسْتَجَابُوْا)

آیت نمبر ۱۹

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

تو کیا وہ جو جانتا ہے جو آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے اس شخص کی مثل ہوسکتا ہے جو نابینا ہے؟ نصیحت تو صرف صاحبان عقل ہی قبول کرتے ہیں۔(۱۹)

نکات:

(الف) اس آیت سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی زندگی عطا کرنے والی دعوت کو قبول کرتے ہیں یہ اور اُس کے بعد والی آیات اس دعوت کی قبولیت کے اثرات کو واضح کررہی ہیں۔

(ب) انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے عقل و علم کی وجہ سے صاحب فکر ہے لیکن بعض اوقات عادات اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے یہ صفات مغلوب ہو جاتی ہیں اس لئے انسان کو ہمیشہ اس بات کی طرف متوجہ رہنا چاہیے کہ اُس کے مرکزی نقطے پر پردے نہ پڑیں۔(تفسیر فرقان)

قرآن مجید میں صاحبان عقل وخرد کی نشانیاں

۱۔قرآن مجید میں ''اُولُوا الۡاَلۡبَابِ'' کا لفظ قرآن مجید میں سولہ مرتبہ آیا ہے اور ہر مرتبہ ایک خصوصی وصف و کمال کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

صاحبان عقل و خرد احکام الٰہی کی حکمت سے آگاہ ہیں (وَلَكُمۡ فِي الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الۡاَلۡبَابِ) (بقرہ۔۱۷۹) اے صاحبان عقل! قصاص میں تمہاری زندگی (کا راز پوشیدہ) ہے۔

۲۔وہ مستقبل پر نگاہ رکھتے ہیں۔(وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى ۚ وَاتَّقُوۡنِ يٰۤاُولِي الۡاَلۡبَابِ) اپنے لئے زادراہ مہیا کرو کیونکہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے اور اے صاحبان عقل مجھ سے ڈرتے رہنا۔(بقرہ۔۱۹۷)

۳۔اس دنیا کو صرف گزرگاہ سمجھو اس کو ابدی منزل اور مقصد خیال مت کرنا (لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ الَّذِيۡنَ .. وَيَتَفَكَّرُوۡنَ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا) صاحبان عقل وہ ہیں جو آسمان اور زمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدایا! تو نے یہ سب کچھ بیکار پیدا نہیں فرمایا۔(آل عمران۔۱۹۱)

۴۔تاریخ انسانی سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔(لَقَدۡ كَانَ فِيۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ) ان کے قصے اور داستانوں میں صاحبان خرد کیلئے سامان عبرت ہے۔(یوسف ۱۱۱)

۵۔ بہترین اور معیاری باتوں کو قبول کرتے ہیں۔(الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط ... وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ)
جو باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور ان میں اچھی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہی صاحبان عقل ہیں۔(زمر ۱۸)

۶۔ یہ لوگ شب زندہ دار اور عبادت گزار ہوتے ہیں(اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ.. اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ) جو شخص رات کی گھڑیوں میں خدا کی بندگی کرتا ہے صرف صاحبان عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(زمر/۹)

پیغام:

۱۔ قرآن کریم ایسے انسان کو اندھا سمجھتا ہے جو حق سے بے خبر ہو اس لئے قرآن نے ''كَمَنْ هُوَ لَا يَعْلَمُ ''(اس شخص کی طرح ہے جو نہیں جانتا) کی بجائے (كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى) کہا ہے کہ وہ اس شخص کی مانند ہے جو اندھا ہے۔

۲۔ دین فطرت انسان کے عین مطابق ہے صرف تذکر کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ غفلت کی وجہ سے پردے نہ پڑ جائیں۔(اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ...)

۳۔ وہ عقل جو انسان کو آسمانی کتاب کی حقانیت تک رسائی نہ دے وہ عقل نہیں ہے۔(اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹)

۴۔تعقل اور تذکر ہی سے منافع بخش علم حاصل ہوتا ہے۔(اَفَمَنْ يَّعْلَمُ..يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹)

۵۔عقل سلیم اور فطرت خالص تک رسائی حاصل کرنے کیلئے گناہ اور غفلت کی زندگی سے کنارہ کشی لازمی ہے۔(اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹)

آیت نمبر ۲۰

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰

ترجمۃ الآیات

جو (لوگ) اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے۔(۲۰)

نکات:

(الف) "عَهۡدِ اللّٰهِ" حق اور عدل الٰہی کے ساتھ عشق و علاقہ جیسے فطری وعدہ کا نام ہے اس طرح یہ کلمہ عالم ہستی، مبداء اور معاد کے حقائق کے ادراک جیسے عقلی معیاروں کو بھی شامل ہے اور واجبات پر عمل کرنے اور محرمات سے محفوظ پروگرام جیسے معاہدات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس کلمہ کا اطلاق ان عہدوں پر بھی ہوتا ہے جو انسان ایک دوسرے کے ساتھ باندھتے ہیں اور جن کی ادائیگی اللہ نے واجب قرار دی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

(ب) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد شدہ عہدوں میں سے ایک اہم ترین عہد الٰہی رہبروں کی امامت و رہبری بھی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متعدد آزمائشوں میں کامیابی حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عہدہ امامت عطا فرمایا جب انہیں یہ عہدہ ملا تو آپ نے خداوند تعالیٰ کے حضور اپنی اولاد کیلئے اس عہدے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے "مقام امامت" کی عظمت کو بیان کرنے کیلئے یہ نہیں فرمایا کہ یہ ظالم لوگ اس تک نہیں پہنچ سکیں گے بلکہ فرمایا "لَا يَنَالُ عَهۡدِي الظّٰلِمِيۡنَ" (بقرہ۔ ۱۲۴) میرا عہد (امامت) ظالموں تک نہیں پہنچ پائے گا)

(ج) "میثاق" اس چیز کا نام ہے کہ جس کے ساتھ انسان وثوق اور اطمینان پیدا کرتا ہے کیونکہ ایک الٰہی رہبر کے وجود سے انسانوں کے قلوب اور ان کی جانوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس کو بھی میثاق کہا جاتا ہے۔

(د) والدین کا احترام، امانتوں کا ان کے مالکوں تک پہنچانا جیسے عہد و پیمان کو نہ صرف اسلامی حقوق میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ انہیں انسانی حقوق میں جگہ دی گئی ہے۔ لہٰذا ہر صاحب عقل و خرد کیلئے لازم ہے کہ ان کی پابندی کرے۔

پیغام:

۱۔ عقل سلیم انسان کو دین خداوندی کا وفادار بناتی ہے۔ (اُولُوا الۡاَلۡبَابِ... الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ) (الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ الۡمِيۡثَاقَ ﴿۲۰﴾)

۲۔ عہد و پیمان کی پاسداری عقل و خرد کے آثار میں شمار ہوتی ہے۔ (اُولُوا الۡاَلۡبَابِ... الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ)

۳۔ معاشرتی عہد و پیمان کی پاسداری مومن عاقل کی خصوصیات میں سے ہے۔ (وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ الۡمِيۡثَاقَ ﴿۲۰﴾)

آیت نمبر ۲۱

وَالَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَيَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ

وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے جن رشتوں کے قیام کا حکم دیا ہے وہ انہیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے بھی خائف رہتے ہیں۔(۲۱)

نکات:

(الف) روایات میں آیا ہے کہ جن روابط کے قیام کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان میں سے ایک صلہ رحمی بھی ہے یعنی خانوادگی تعلقات کا بحال رکھنا اور مذہبی تعلقات، الٰہی رہبروں اور پیشواؤں کے ساتھ دائمی اور گہرے تعلقات کو قائم رکھنا یہ خط ولایت کی اطاعت و پیروی ہے۔(تفسیر صافی)

(ب) جب اس موجودہ دور پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس دور کی اہم ترین ضروریات کا بہترین اور مضبوط ترین سرمایہ یعنی تیل کی دولت ان کے قدموں میں ہے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کا مرکز ومحور عشق و وحدت (خانہ کعبہ) ان کی آنکھوں کے سامنے ہے اور بہترین مکتب و منطق (اسلام) کی دولت وعزت سے بھی مالا مال ہیں ان تمام اسباب کے باوجود بھی شکست خوردہ ہیں اور نام نہاد سپر طاقتوں کے زیر تسلط ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ الٰہی رہبروں سے مربوط نہیں ہیں۔ اس لئے سورہ بقرہ کی آیت ۲۷ کے مطابق ''وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ'' (خدا نے جن تعلقات کے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں توڑ دیتے ہیں) کے ساتھ ہیں (وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ) زمین میں فساد برپا کرتے ہیں'' کا ذکر بھی ہے ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف قطع رحمی سے زمین میں فساد برپا نہیں ہوتا بلکہ خدا کی طرف سے مقرر شدہ رہبروں اور راہنماؤں کی حکومت کو تسلیم نہ کرنے سے ہی اسلامی معاشرہ طاغوت کے چنگل میں گرفتار ہو کر تباہی و بربادی کے دھانے پر پہنچ سکتا ہے۔

(ج) جن اُمور کے ساتھ خداوند تعالیٰ نے مربوط رہنے کا حکم دیا ہے اُن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔علماء کے ساتھ علمی تعلقات جیسے ''فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو (نحل ۴۳)

۲۔لوگوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات جیسے ''اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا'' صبر کرو صبر کی تعلیم دو اور جہاد کیلئے تیار رہو۔(آل عمران۔۲۰۰)

۳۔والدین کے ساتھ محبت وشفقت سے بھرپور تعلقات، جیسے ''وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا'' والدین کے ساتھ اچھا سلوک

کرو۔(بقرہ۸۳)

۴۔ضرورت مندافراد کے ساتھ مالی تعلقات جیسے''مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے(بقرہ ۲۴۵)

۵۔معاشرتی اُمور کو چلانے کے تعلقات جیسے''وَشَاوِرۡھُمۡ فِی الۡاَمۡرِ''اوران سے مشورہ کرو۔(آل عمران ۱۵۹)

۶۔اسلامی حکمران اوراُس کی حکومت سے تعلقات''اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ'' اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔(نساء ۵۹)

۷۔اہل ایمان کے ساتھ تمام وجوہات کے ساتھ تعلقات جیسے''اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ''(حجرات۔۱۰)تم مسلمانوں کیلئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے۔

۸۔اولیاء خدا کے ساتھ معنوی رابطہ(لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ)(احزاب۔۲۱)

صلہ رحمی

صلہ رحمی اپنے مفہوم کے اعتبار سے کافی وسعت رکھتا ہے جہاں رشتہ داروں سے میل ملاقات کا حکم ہے وہاں ان کے ساتھ مالی تعاون کی سفارش بھی ہے حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ''جہاں انسان کے اموال پر زکواۃ واجب ہے وہاں دوسرے حقوق بھی ہیں جن کی ادائیگی واجب ہے پھر آپ نے اسی مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔(تفسیر صافی)

۱۔شاید آپ کی دوسرے حقوق سے مراد خمس ہو۔

۲۔صلہ رحمی کی اہمیت کے پیش نظر اتنا ہی کافی ہے کہ خداوندتعالیٰ نے اُسے اپنے ذِکر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ارشاد ربانی ہے وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ،،اوراُس اللہ کا خوف کروجس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داروں کے بارے میں بھی(پرہیز کرو)(سورۃ نساء۱)

۳۔''اَرۡحَامَ''کا لفظ بھی وسیع مفہوم رکھتا ہے صرف خاندان اور رشتہ داروں میں منحصر نہیں ہے اس میں عظیم تر اسلامی معاشرہ بھی شامل ہے جس میں تمام افراد اُمت برابر شامل ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔''اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ،،مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں(حجرات ۱۰)جن کے والد بزرگوار پیغمبر اسلامؐ اور امام علیؑ ہیں اس بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا''اَنَا وَ عَلِیٌّ اَبَوَا ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ،،(بحار،ج ۲۳،ص ۲۹۵)

۴۔حضرت امام صادق علیہ السلام جب اس دنیا سے انتقال فرما رہے تھے تو اُس وقت آپ نے حکم دیا کہ میرے اُن اقارب کو میرے طرف سے ہدیہ دیا جائے جنہوں نے میری قرابت کا خیال نہیں رکھا''جب اس امر کی تعمیل پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تھا تو آپؑ نے مندرجہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی تھی۔(تفسیر نور الثقلین)

ایسے احکام ہمیں اس بات کا درس دیتے ہیں کہ صلہ رحمی کے شرائط میں یہ بھی نہیں ہے کہ جو رشتہ دار ہم سے تعلق نہیں رکھتے تو ہم بھی ان سے صلہ رحمی نہ کریں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

۵۔ ''وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ'' اور ''وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ'' کی توضیح و تشریح میں یہ عرض ہے اگرچہ ''خشیت'' اور ''خوف'' بعض مقامات پر مترادف اور متشابہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ دونوں سے ایک ہی معنیٰ مراد لیا جاتا ہے، لیکن در حقیقت ان دونوں کے درمیان فرق ہے اور فرق یہ ہے ''خشیت'' سے مراد وہ قلبی خوف اور تاثر ہے جو کسی انسان کے دل میں کسی شخصیت کی عظمت اور احترام کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جبکہ ''خوف'' کے معنیٰ میں اس سے زیادہ وسعت پائی جاتی ہے اور ہر طرح کے ڈر اور خوف کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ایک دوسرے لحاظ سے کسی تلخ حادثہ کے موقع پر ''خشیت'' کا استعمال ہرگز نہیں ہوتا مثلاً انسان کبھی یہ نہیں کہتا کہ مجھے سردی یا بیماری وغیرہ سے ''خشیت'' ہے جبکہ سردی، گرمی، بیماری جیسے اُمور کے موقع پر ''خوف'' کے لفظ کا استعمال عام ہے لہٰذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ خشیت صرف عالم لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے اور خوف ہر شخص کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے ''اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا'' اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ (فاطر ۲۸)

پیغام:

۱۔ مذہبی اور الٰہی تعلقات کی برقراری اور ان کی حفاظت عقل سلیم کی علامت ہے (اُولُوا الْاَلْبَابِ... وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ)

۲۔ ہمیں صرف اور صرف حکم الٰہی کی تعمیل کیلئے اپنے عزیز و اقارب سے اپنے تعلقات بحال رکھنے چاہئیں خواہ وہ ہم سے قطع تعلق کیوں نہ کریں (مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ)

۳۔ دید اور باز دید کے سلسلے میں گناہوں کے ارتکاب سے اجتناب ضروری ہے۔ جن میں سے ایک گناہ آنکھوں سے اشارہ کرنا اور کن انکھیوں سے دیکھنا بھی ہے۔ (يَصِلُوْنَ... وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ)

۴۔ عظمت الٰہی کو سامنے رکھ کر اس سے ڈرنا چاہئے اور اس کی سزا سے بچنا چاہئے۔ (وَيَخْشَوْنَ... وَيَخَافُوْنَ)

۵۔ قطع رحمی حساب کی شدت کا سبب ہے (يَصِلُوْنَ.. وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝۲۱)

آیت نمبر ۲۲

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ اپنے رب کی رضا کی خاطر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور اچھائی سے برائی کو دور کرتے ہیں آخرت کا گھر ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے۔ (۲۲)

نکات:

(الف) کلمہ ''صَبَرُ'' بھی ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے جہاں صبر کا مفہوم مشکلات پر صبر کرنا ہے وہاں عبادات کو پابندی سے ادا کرنے، گناہوں کا مقابلہ کرنے، مصائب میں بردباری اپنانے، اطاعت میں سر تسلیم خم کرنے اور نعمات کے حصول پر تکبر وغرور سے اجتناب کرنے کو بھی شامل ہے۔

(ب) ''وَجْهِ رَبِّهِمْ'' کے معنیٰ ہیں پروردگار عالم کی توجہ اور رضامندی کا حصول۔

(ج) نماز کو ادا کرنا ''عَهْدَ اللهِ'' کے مصداقوں میں سے ایک مصداق ہے جس کا تذکرہ گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے بعض روایات میں ہے ''اَلصَّلٰوةُ عَهْدَ اللهِ'' نماز الٰہی عہد ہے۔

(د) صبر و نماز خالق کائنات کے ساتھ مربوط ہیں۔ خرچ کرنا اور نیکی کرنا بندگان خدا سے مربوط ہیں۔

(ذ) انفاق کے کئی درجات ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے خرچ کرنا (اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ) ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ (بقرہ ۲۵۴)

۲۔ کسب حلال اور اپنی کمائی سے عطا کرنا جیسے (اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ) جو مال تم کماتے ہو اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے عمدہ حصہ خرچ کرو۔ (بقرہ ۲۶۷)

۳۔ محبوب ترین چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) تم ہرگز ہرگز نیکی نہیں پا سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ (آل عمران ۹۲)

۴۔ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دینا جیسے (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) اور وہ اپنے

آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوں۔(حشر ۹)

(ذ) صاحب تفسیر المیز ان کے مطابق ''عُقْبَى الدَّارِ'' کے معنیٰ ہیں ''اس دنیا میں انجام بخیر ہو'' لیکن یہ بھی ممکن ہے اس کا معنیٰ دونوں جہاں کے انجام کی خیریت ہو۔

(ک) برائی کو اچھائی کے ساتھ دور کرنے کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے اگر مومنین میں سے کوئی مومن ناشائستہ کام انجام دے تو ہمیں اُس سے چشم پوشی کرنا چاہئے یہ حکم صرف مومنین کے ساتھ خاص ہے ظالم اور مفسد لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کریں جو وہ ہمارے ساتھ کر چکے ہوں۔ اگرچہ اسلام اخلاق، پیار ومحبت وعفو وبخشش کا دین ہے لیکن اس کا یہ پیغام: بھی ہے۔(وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ) بدکار لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔(نور ۲)

(ر) دین اسلام ایک جامع دین ہے اور ''أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾'' کامل افراد ہیں

قرآن مجید میں ''يُوفُونَ، يَصِلُونَ، يَخْشَوْنَ، يَخَافُونَ، صَبَرُوا، أَقَامُوا، أَنْفَقُوا، يَدْرَءُونَ'' جیسے جملات اس بات کی علامت ہیں کہ کامل ومکمل انسان اپنے عہد وپیمان پر پورے اترتے ہیں اور اپنے تعلقات کی پاسداری کرتے ہیں وہ صاحبان تقویٰ ہوتے ہیں۔ گوشہ نشینی کی بے معنیٰ وبے روح زندگی کو چھوڑ چھاڑ کر میدان عمل میں موجود اور سرگرم رہتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ وہ صبر واستقامت ایک عظیم سرمایہ بھی ہے اور لائق تحسین بھی ہے جو صرف اللہ کی رضا کیلئے ہو اور ہر قسم کے تعصب، ہٹ دھرمی اور عداوت وعناد سے پاک ہو۔(صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ)

۲۔ نماز کو قائم کریں نہ کہ صرف پڑھیں یعنی نماز کو اس کے آداب، شرائط، حدود اور احکام کے ساتھ بجالائیں۔ (وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ)

۳۔ خداوند تعالیٰ کے ساتھ رابطہ اس کی مخلوق کی امداد کے بغیر قبول نہیں ہے۔ ہر پہلو سے امداد کرنا چاہئے صرف مالی تعاون کافی نہیں۔(وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا)

۴۔ اللہ کے بندوں پر خرچ کرنے کے بعد مغرور نہ ہونا جو کچھ آپ نے کسی کو دیا ہے وہ اُسی ذات کا دیا ہوا ہے (وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ)

۵۔ جب کسی کام میں رضائے الٰہی کی نیت ہو تو پھر اعلانیہ دیں یا چھپا کر دیں بات ایک ہے۔(سِرًّا وَعَلَانِيَةً)

۶۔ حکمت ودانش کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی مدد اعلانیہ کرنا چاہئے اور کبھی مخفیانہ (سِرًّا وَعَلَانِيَةً)

۷۔ گناہوں کی تختی کو توبہ کے آنسوؤں کے ساتھ دھو دو۔ برائی کو اچھائی کے ذریعے مٹا دو مظالم کی بھڑکتی آگ کو عفو وبخشش کے آب زلال سے بجھا دو، گالی کا جواب مٹھاس بھرے سلام سے دو، عذاب کی ہولناکیوں کو صدقہ کے ذریعے ابدی

نعمات میں بدل دو، جفا کا جواب صلہ رحمی کی حسین صورت میں دے دو، ظلم و استبداد کا علاج مشاورت سے کرو، طاغوت و شیطان کی ولایت کو حق وحقیقت کی ولایت کے ساتھ منقلب کر دو۔ (وَّيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ)

۸۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی صاحبان دانش و بینش کیلئے ہے (اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ... اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى الدَّارِ ۝۲۲)

آیت نمبر ۲۳

جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ۝۲۳

ترجمۃ الآیات

جاودانی حیات والی جنتیں ہیں جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے آباء اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی داخل ہونگے اور ملائکہ ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔ (۲۳)

نکات:

(الف) قرآن مجید میں لفظ "جَنّٰات" اور "جنت" ۱۳۷ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ انہیں میں سے "جَنّٰتُ عَدۡنٍ" کا استعمال گیارہ مرتبہ ہوا ہے۔ کتاب درمنثور میں ایک حدیث میں آیا ہے "جنات عدن" ایک مخصوص بہشت کا نام ہے (تفسیر فرقان)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میری زندگی کی طرح ہو اور اس کی موت میری موت کی طرح ہو اور میری بہشت جنت عدن میں میرے ساتھ ہو تو اُسے چاہیئے کہ امام علی علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو اپنا امام اور رہبر تسلیم کرے کیونکہ یہ بزرگوار علم وفہم میں تمام لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہیں اور از راہ ہدایت و رہبری دین و دنیا کے ہادی ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

(ب) قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس امر کا ذکر ہوا ہے کہ ایک خاندان کے صالح افراد بہشت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے۔ اس آیت کریمہ میں خاندان کے بعض افراد مثلاً باپ، شوہر، بیوی اور اولاد کا تذکرہ صرف انہیں کی خصوصیات پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ خاندان بھر کے تمام نیک و صالح افراد کو شامل ہے خواہ یہی مذکورہ افراد ہوں۔ خواہ مائیں

،بہنیں اور برادران ہوں۔ البتہ ان افراد میں ماں کا ذکر نہیں ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ ماں ایک انسان کے باپ کی بیوی ہوتی ہے اور اسے لفظ ازواج میں داخل کیا گیا۔ جس طرح کہ بہن اور بھائی باپ کی اولاد ہوتے ہیں چچے اور پھوپھیاں باپ کی اہل بیت شمار ہوتے ہیں۔

(ج) آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتگان الٰہی انسان کے ہمیشہ ساتھ مربوط رہتے ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (برزخ اور قیامت) کبھی تو وہ انسان پر درود بھیجتے ہیں (يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ) وہی وہ ہے جو تم پر درود و سلام بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (احزاب ۴۳)

کبھی وہ اس کیلئے استغفار کرتے ہیں (وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) اور وہ صاحبان ایمان کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ (مومن ۷) کبھی اس کیلئے دعا کیلئے اپنے ہاتھ بلند کرتے ہیں (رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنٍ) پروردگارا! انہیں ہمیشہ کیلئے جنت کے باغات میں داخل فرما (مومن ۸)

جب انسان پر موت کا وقت آتا ہے اور عالم برزخ کے آغاز میں اس طرح خطاب کرتے ہیں (اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا) نہ تو خوف کھاؤ اور نہ رنج (فصلت ۳۰)

''سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ'' کے جملے کے ساتھ ان کی روح قبض کرتے ہیں (تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ) انہیں ملائکہ اس عالم میں اٹھاتے ہیں کہ وہ پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں اور ان سے ملائکہ کہتے ہیں تم پر سلام ہو۔ (نحل ۳۲) عالم آخرت میں ان پر ہر طرف سے سلام کریں گے۔

(د) بہشت کے آٹھ دروازوں کا ذکر ہے یہ ذکر صاحبان عقل اولوا الالباب کے اوصاف کی تعداد کے مطابق ہے گویا ان مذکورہ آٹھ اوصاف میں سے ہر ایک صفت انسان کیلئے جنت کا دروازہ کھولتی ہے اور اسے سعادت و سربلندی کے راستے پر گامزن کرتی ہے۔

(ر) جنت میں ہر شوہر اور بیوی ہر باپ اور اولاد ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی نہیں بسر کریں گے۔ کیونکہ قیامت کے دن نسبی اور سببی رشتے ختم ہو جائیں گے (فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ) (مومنون۔۱۰۱) اس دن ہر انسان اپنے اعمال کی گرفت میں ہوگا (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ) (مدثر۔۳۸) اس دن انسان کی اپنی ذاتی جدوجہد ہی کام آئے گی (لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى) (نجم ۳۹) جی ہاں! اگر بعض رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ ملحق ہونگے تو وہ بھی اپنی صلاحیت اور استعداد کی بنا پر، اسی طرح کی کئی ایک اور آیات جیسے سورۃ مومن ۸ اور سورۃ طور ۲۱ ہیں ان میں آپ انہیں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

پیغام:

۱۔بہشت میں داخلے کی شرط صالح ہونا اور استعداد کا حامل ہونا ہے (مَنۡ صَلَحَ)

۲۔بہشتی خانوادہ وہ ہوگا جن کے افراد کے درمیان حق پر مبنی ہمبستگی ہوگی۔(وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ)

۳۔دین اسلام میں احساسات اور جذبات کا احترام ایک اُصولی حیثیت رکھتا ہے بنابرین اگر انسان کیلئے رہائشی نظام و مقام مثالی ہو لیکن وہ اگر اپنے خاندان سے جدا ہو اور دور ہو تو اس میں مزہ اور لطف زندگی نہیں ہوتا (یَّدۡخُلُوۡنَہَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ)

آیت نمبر ۲۴

سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ترجمۃ الآیات

(اور کہیں گے) تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا۔ پس تمہارا یہ عاقبت کا گھر کیا ہی عمدہ گھر ہے۔ (۲۴)

نکات:

(الف) قرآنی امتیازات میں ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مطالب کو نہایت عمدہ اور سادہ ترین اور مختصر ترین کلمات میں ادا کرتا ہے جن میں یہ خوبصورت ''سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ'' کا جملہ ہے۔ جو نہایت ہی مختصر اور آسان سا جملہ ہے لیکن مطالب و مفاہیم سے لبریز اور مقاصد کے اعتبار سے نزدیک تر ہے۔ اس کا تاریخی سلسلہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت آدم علیہم السلام تک چلا جاتا ہے جیسے ''سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ ،سارے جہانوں میں نوح پر سلام (صافات ۷۹) ''سَلٰمٌ عَلٰی مُوۡسٰی وَھٰرُوۡنَ'' موسیٰ اور ہارون پر سلام (صافات ۱۲۰۔)

(ب) سلام:۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم شریف ہے انبیاء کیلئے تہنیت، اہل بہشت کیلئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے مبارک بادی کا تحفہ فرشتگان کا زمزمہ، اہل اسلام کی بین الاقوامی زبان، دونوں جہانوں میں اہل بہشت کا شعار، خالق اور مخلوق کا ذکر، اندر جانے اور باہر آنے کے وقت کی صدا، خطوط اور بیان کا شروعاتی کلمہ، یہ ایسا کلمہ ہے جو زندوں، مُردوں، چھوٹوں بڑوں، سبھی کے ساتھ اس کے ذریعے خطاب کیا جاتا ہے اس کا جواب دینا ہر انسان پر ہر حال میں واجب ہے۔

(ج) سلام:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تہنیت وتبریک ہے، دعا، امان اور احترام کا پیغام: ہے(سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ) (یٰس ۵۸) جب ہم اپنی نماز کے آخر میں سلام پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَيۡنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيۡنَ'' اس سلام کے ذریعے ہم طول تاریخ کے تمام ادوار کے صالح بندگان سے مربوط ہوجاتے ہیں تمام امتیازات برطرف ہوجاتے ہیں اس سلام میں نہ سال وسن کی بات ہے اور نہ مال وحسن کی بات ہے نہ مقام کا خیال ہے اور نہ زبان وزمان کا تصور بلکہ اس سلام میں انسان کائنات کے تمام بندگان صالح سے مربوط ہوجاتا ہے اور ان پر درود وسلام بھیجتا ہے۔

(د) روایات میں آیا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ حساب وکتاب سے قبل بہشت میں داخل ہوں گے تو اس وقت ملائکہ ان سے سوال کریں گے کہ تم بغیر حساب وکتاب کے کیسے جنت میں آگئے ہو تو وہ جواب میں کہیں گے کہ ہم دنیا میں اللہ کی اطاعت واتباع میں رہے مشکلات ومصائب پر صبر کرتے رہے تھے۔ ہم نے اپنی زندگی صبر وشکر سے بسر کی تھی ان کے جواب پر فرشتگان الٰہی ''سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ'' کے خطاب کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے۔ (تفسیر قرطبی)

(ذ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ''ہم صبر کرنے والے ہیں'' لیکن ہمارے شیعہ ہم سے زیادہ صابر ہیں کیونکہ ہمارا صبر جس چیز کیلئے ہے ہم اُسے جانتے ہیں اور ہمارے شیعہ اس چیز سے نابلد ہیں پھر بھی وہ صبر کرتے ہیں اس پر ان کا صبر ہم سے زیادہ ہے۔ (تفسیر صافی)

صبر کے بارے میں چند نکات:

۱۔ صبر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہئے (وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ) آپ کا صبر اللہ ہی کی مدد سے ہوگا (نحل۔۱۲۷)

۲۔ صبر کا ہدف ومقصد صرف اور صرف رضائے پروردگار ہونا چاہئے ریاکاری اور اپنی نیک نامی اور دوسرے مقاصد سے بچنا چاہئے (وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ) اور اپنے پروردگار کیلئے صبر کریں (مدثر ۷)

۳۔ صبر انبیاء علیہم السلام کی صفات میں سے ہے۔ (كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيۡنَ) تمام انبیاء صابرین میں سے تھے۔ (انبیاء ۸۵)

۴۔ صبر جنت کی چابی ہے (اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ ...) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم آسانی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تمہارے سامنے ۔۔۔ (بقرہ ۲۱۴)

۵۔ الٰہی آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے پر بندگان الٰہی پہچانے جاتے ہیں اور اسی کے ذریعے مجاہدین اور صابرین کے چہرے منور ہیں۔ (وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ) ہم یقیناً سب کو آزمائیں گے تاکہ یہ دیکھیں کہ تم میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون لوگ ہیں (محمد ۳۱)

۶۔ صبر الٰہی درود وسلام کا وسیلہ ہے (اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ) (بقرہ۔۱۵۷) ان کیلئے پروردگار عالم کی طرف سے صلوات ہے (بقرہ ۱۵۷) حضرات محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات کی ایک وجہ یہی ان کا صبر ہے کیونکہ اس کائنات کے وہ سب

سے زیادہ صابر تھے۔

۷۔صبر کا ایمان کے ساتھ ایسا رابطہ ہے جیسے سر کا بدن سے ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ کَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ" (بحار الانوار، ج ۹، ص ۲۰ ۔ ۳)

۸۔صبر اہل بہشت کے درجات کا پیمانہ ہے۔"سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ "تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر سے کام لیا (سورۃ رعد ۲۴)

"اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا" یہی وہ لوگ ہیں جنہیں صبر کی وجہ سے جنت کے بالا خانے دیے جائیں گے۔(فرقان ۷۵) "وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا" اور انہیں ان کے صبر کے عوض جنت اور حریر جنت عطا فرمائے گا.(دھر ۱۲)

۹۔صبر کے بہت سے مدارج ہیں حدیث شریف میں آیا ہے مصائب پر صبر کے تین صد درجے ملتے ہیں اطاعت خداوندی پر چھ سو درجے حاصل ہوتے ہیں اور عصیان و معصیت سے بچنے پر نو سو درجے حاصل ہوتے ہیں۔(بحار الانوار، ج ۱۷، ص ۹۲)

۱۰۔قرآن مجید میں جہاں بے حساب اجر کا ذکر ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو صابر ہیں۔(اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ) صبر کرنے والوں ہی کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔(زمر ۱۰)

۱۱۔قرآن مجید میں صبر کے ساتھ شکر کا ذکر بھی ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مشکلات بھی نعمات خداوندی ہیں(لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ) ہر صبر اور شکر کرنے والوں کیلئے (ابراھیم ۵)

۱۲۔امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام سجاد علیہ السلام کو وصیت میں صبر کی تلقین فرمائی تھی۔"يَا بُنَيَّ اصْبِرْ عَلَى الْحَقِّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا) اے فرزند عزیز! حق پر صبر کرنا خواہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو (بحار جلد ۷۰ ص ۱۸۴)

۱۳۔بعض اوقات ایک اقدام میں صبر کے کئی نمونے جمع ہو جاتے ہیں جس طرح حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے سلسلے میں حضرت ابراہیمؑ کا اقدام ہے اس میں اطاعت اور تسلیم پر صبر علاوہ ازیں مصیبت پر بھی صبر کے نمونے جمع ہیں۔

پیغام:

۱۔ تمام کمالات کا سرچشمہ صبر ہے (بِمَا صَبَرْتُمْ) جہاں صاحبان عقل کے کمال کی علامات بیان ہوئی ہیں وہاں ان کی آخری علامت صبر بیان کی گئی ہے۔فرشتے بھی مومنین پر درود و سلام کی بنیاد صبر کو قرار دیتے ہیں۔

۲۔ ورود و دخول کے وقت سلام کرنا فرشتوں کا شیوہ ہے۔(يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ ۔۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ) سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ (رعد)

۳۔ بہشت دار السلام ہے جہاں فرشتے ہر طرف سے اہل بہشت کو سلام کہیں گے۔ (مِّنۡ كُلِّ بَابٍ۔۔ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ)

۴۔ جو لوگ ہمیشہ صابر و شاکر ہیں اور صبر جیسی عظیم نعمت کا سہارا لئے ہوئے ہیں ان کا احترام کرنا چاہئے۔ (سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۔۔۔ بِمَا صَبَرۡتُمۡ)

۵۔ الٰہی نظام میں درود و سلام اور مبارکبادی کے کلمات بھی اسی حکمت و دانش کے تابع ہیں اور وہ ایمان پر عمل ہے نہ وہ خوشامد ہے اور نہ مبالغہ آرائی ہے۔ (سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۔۔۔ بِمَا صَبَرۡتُمۡ)

آیت نمبر ۲۵

وَالَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ۙ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡۤءُ الدَّارِ‏ ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ اللہ کے پیمان کو مضبوطی سے باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور اللہ نے جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں توڑ ڈالتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کیلئے ٹھکانہ بھی برا ہوگا۔ (۲۵)

نکات:

(الف) صاحبان عقل و دانش کی نیک اور واضح ترین صفات کہ وہ الٰہی عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو مضبوط و مستحکم رکھنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندگان کے بالمقابل ایک اور گروہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو ان کے برعکس صفات کے حامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور جن رشتوں کے استحکام کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کی پروا نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ''عُقۡبَى الدَّارِ'' کے مقابلے میں ''سُوۡۤءُ الدَّارِ'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

(ب) ''فساد فی الارض'' کا جملہ قرآن مجید میں متعدد بار استعمال ہوا ہے اور یہ جملہ یا تو خاص قسم کے افراد کے بارے میں استعمال ہوا ہے یا پھر اعمال کے بارے میں، جن افراد کو مفسد فی الارض کہا گیا ہے ان میں سے ایک تو فرعون ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے ''اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ'' وہ یقیناً مفسدین میں سے تھا (قصص ۴) اس طرح وہ افعال واعمال ہیں جن کا تعلق ''فساد فی الارض'' سے ہے۔ جیسے کھیتوں اور انسانی نسلوں کی ہلاکت ہے۔ (بقرہ ۲۰۵)

فرقہ پرستی، تفرقہ بازی اور انسانی قتل کو بھی فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے قرآن کریم میں مفسد فی الارض کی سزا موت یا اُس کے اعضاء کو کاٹنا یا جلاوطنی قرار دی گئی ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں فساد پیدا کر کے صرف اپنی دنیا بنانے کی فکر کرتے ہیں تو قیامت کے دن ان کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو لطف وکرم پروردگار سے محروم ہوں گے۔

(ج) حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے فرزند کو از راہ وصیت فرمایا ''اِيَّاكَ وَ الْمُصَاحِبَةَ الْقَاطِعَ لِرَحْمِهٖ فَاِنِّيْ وَجَدْتُهٗ مَلْعُوْنًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ) ان لوگوں کی دوستی اور محفل وصحبت سے دور رہو جو قطع رحمی کرتے ہیں میں نے انہیں قرآن مجید میں ملعون پایا ہے (يَقْطَعُوْنَ ... لَهُمُ اللَّعْنَةُ)

پیغام:

۱۔ تبلیغ اور تربیت کے جہاں اور بہت سے انداز ہیں وہاں باہمی تقابل بھی ایک خوبصورت انداز ہے يُوْفُوْنَ کے ہمراہ عُقْبَى الدَّارِ کا ذکر آیا ہے اور يَنْقُضُوْنَ کے ساتھ ''سُوْٓءُ الدَّارِ'' کا ذکر آیا ہے۔

۲۔ تمام انحرافات کا ابتدائی نقطہ انسان کی خدا سے جدائی اور دوری ہے (يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ ... يُفْسِدُوْنَ)

۳۔ قطع رحمی کا شمار ان گناہوں میں ہوتا ہے جو کبیرہ گناہ ہیں کیونکہ اللہ نے ایسے لوگوں کیلئے عذاب کا وعدہ فرمایا ہے (وَيَقْطَعُوْنَ ... وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾)

۴۔ انسانی فساد ہر جگہ اثر انداز ہوتا ہے (وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ)

آیت نمبر ۲۶

اَللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ جس کی چاہے روزی بڑھا دیتا ہے اور گھٹا دیتا ہے اور لوگ اس دنیاوی زندگی پر خوش ہیں جب کہ دنیاوی زندگی اُخروی زندگی کے مقابلے میں ایک (عارضی) سامان ہے۔(۲۶)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ میں رزق کی فراخی اور وسعت اور کمی اور تنگی کی نسبت خداوند تعالی کی طرف دی گئی ہے کہ جس کو چاہے رزق وافر دے اور جس کو چاہے اس کے رزق میں کمی پیدا کردے لیکن یہ سب کچھ مصالح اور حکمت کے تحت ہوتا ہے بعض آیات اور روایات میں اس امر کے اسباب وشرائط بھی بیان ہوئے ہیں ان اسباب میں ایک سبب انسان کے گناہ ہیں جن کی وجہ سے رزق میں تغیر وتبدل پیدا ہو جاتا ہے اسی مفہوم پر مشتمل دعائے کمیل کے الفاظ بھی ہیں "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُغَیِّرُ النِّعَمَ" خداوندا! میرے وہ گناہ معاف فرمادے جو نعمتوں کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

(ب) بعض اوقات جب خداوند تعالیٰ اپنے بندے کی آزمائش کرتا ہے تو اس کی روزی میں کمی پیدا کر دیتا ہے، جس طرح قرآن کریم میں بیان ہوا ہے (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ... وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ...) (سورۃ بقرہ ۱۵۵) ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔۔۔اموال کی کمی کے ساتھ۔۔۔

بعض اوقات جب ایک انسان دوسرے لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیتا ہے جس طرح اس باغ کا قصہ جو سورۃ قلم میں ہے جو جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ بسا اوقات یتیموں سے بے رخی رزق کی کمی کا سبب بن جاتی ہے جس طرح ارشاد الٰہی ہے (كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ) بلکہ تم یتیم کی عزت کیوں نہیں کرتے ہو (فجر ۱۷)

(ج) ان تمام مذکورہ بیانات کے ساتھ ساتھ اہم ترین بات یہ ہے کہ زندگی میں اگر ہمیں رزق وسیع مل جائے تو یہی رزق کی وسعت باغی وسرکش نہ بنادے اگر کسی موڑ پر رزق تنگ ہو جائے تو یاس وناامیدی ہمیں گھیر کر زمین پر نہ گرادے کیونکہ نظام الٰہی کی بنیادیں حکمت اور آزمائش سے مربوط ہیں یہ چانس اتفاقات اور بخت واقبال صرف مفروضے ہیں۔

پیغام:

۱۔ رزق وروزی اللہ کے ہاتھ میں ہے عیاری ومکاری، عہد شکنی اور تعلقات کے انقطاع سے روزی حاصل نہیں ہوتی۔ رزق کی وسعت کا راز تعلقات کی بحالی اور انفاق فی سبیل اللہ میں ہے (يَبْسُطُ الرِّزْقَ)

۲۔ رزق کی کمی بھی خداوند تعالی کی حکمت مصلحت کے تحت ہے اس لئے آیت میں لفظ ''وَيَقْدِرُ'' آیا ہے

''یَضِیقُ''نہیں آیا۔

۳۔اگر چہ یہ دنیا بہت کم اور بہت محدود ہے لیکن اپنے چاہنے والوں کو خوب فریب دیتی ہے(وَفَرِحُوا)

۴۔دنیا کا دامن نہایت ہی کوتاہ ہے اور بہت زیادہ ناپائیدار ہے بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے اس سے دل لگی صرف فریب ہے اور کچھ نہیں(اِلَّا مَتَاعٌ ۲۶)

آیت نمبر ۲۷

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۲۷

ترجمۃ الآیات

اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں اس (رسول) پر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا؟ کہہ دیجیئے اللہ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اُس کی راہنمائی فرماتا ہے۔(۲۷)

نکات:

(الف) ہر پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت کیلئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کوئی علامت رکھتا ہو اسی علامت کو معجزہ کہا جاتا ہے طبعاً یہ معجزہ خاص امور میں ہوتا ہے اور واضح صورت میں ہوتا ہے لیکن وہ لوگ جو ہٹ دھرم ہوتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرنا چاہتے تو وہ پیغمبر سے اپنی خواہشات کے مطابق معجزے کا تقاضا کرتے ہیں۔ایسے لوگ اگر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں تو ان کیلئے قرآن کریم ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔

(ب) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پانی اور غذا مریض کیلئے ضرر کا باعث بن جاتے ہیں حالانکہ یہ ضرر نہ تو پانی میں ہوتا ہے اور نہ غذا میں لیکن ضرر کا باعث وہ بیماری ہوتی ہے جو مریض کے اندر ہوتی ہے۔اسی صورت میں جو لوگ روحانی مریض ہوتے ہیں تو وہ بھی جسمانی مریض کی طرح خداوند تعالیٰ کی پاک و پاکیزہ آیات کو قبول کرنے سے اعراض و انکار کرتے ہیں اور بے چینی کے شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اس لئے ہٹ دھرمی والی روح

ان میں تحریک پکڑتی ہے اور وہ ہدایات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں ''یُضِلُّ'' کا مفہوم یہی ہے۔

کچھ ہدایت اور گمراہی کے بارے میں

۱۔ ہدایت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ ابتدائی ۲۔ تکمیلی

ابتدائی ہدایت ہر انسان سے مربوط ہے''انا ہدیناہ السبیل'' ہم نے ہر انسان کو سیدھے راہ کی ہدایت کی (دھر ۳) لیکن ہدایت تکمیلی کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ابتدائی ہدایت کو قبول کر لیتے ہیں جس طرح ایک استاد تدریس کے ابتدائی دنوں میں اپنے ہر شاگرد کو ایک جیسے مطالب کی برابر برابر تعلیم دیتا ہے۔ لیکن ایک مدت گزرنے کے بعد محنتی اور کوشش کرنے والے طلباء کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیتا ہے اور انہیں اضافی تعلیم دیتا ہے (وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى) جو لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں اللہ انہیں مزید ہدایت کرتا ہے۔ (محمد ۱۷)

لیکن وہ لوگ جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے (وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی آیت آتی ہے وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (انعام ۴)

(وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ) اگر ہم آسمان سے کتاب کو کاغذ میں نازل کریں اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مس بھی کریں تو پھر بھی کہیں گے یہ کھلم کھلا جادو ہے۔ (انعام ۷)

اسی مضمون کی ایک اور آیت (وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا) اگر وہ ہر ایک معجزے کو بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے (انعام ۲۵) تو ایسے لوگوں سے دست شفقت اٹھا لینے اور ان کے دلوں پر مہر ضلالت لگانے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ جاتا۔ لیکن خداوند تعالیٰ ہر حال میں حکیم بھی ہے عادل بھی ہے اس کے تمام کام اس کے عدل اور حکمت کے عین مطابق ہیں جس طرح کہ اس کا فرمان ہے ''يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ''، يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ، يَغْفِرُ مَنْ يَّشَآءُ، يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ، يَخْلُقُ مَنْ يَّشَآءُ، وغیرہ۔ ان سب امور کا تعلق اس کے عدل اور حکمت کے ساتھ ہے کہیں اگر اس کا فرمان ہے ''يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ'' (جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کسی ضابطے اور کسی میعار کے بغیر ہدایت فرماتا ہے بلکہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں پر ہدایت کیلئے ایمان کی شرط قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے ''وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ'' (جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت کرتا ہے (تغابن ۱۱) ایک اور مقام پر حق کی رضا اور خوشنودی جو سلامتی کے راستے پر گامزن رہنے کے ساتھ ہدایت کا سبب ہوتی ہے جیسے اس کا فرمان ہے ''يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ'' (مائدہ ۱۶) جہاں اس کا فرمان ہے ''يُضِلُّ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'' (جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے) ایک دوسری آیت میں اسراف اور شک و تردید کو گمراہی کا سبب قرار دیا گیا

ہے، فرمان ہے ''يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ '' (اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے جو اسراف کرنے اور شک کرنے والا ہوتا ہے (مومن۔۳۴)

مندرجہ بالا بیان کی مزید وضاحت کیلئے یہ عرض ہے کہ اگر کسی برتن کا منہ آسمان کی طرف ہو تو اس کے اندر بارش نازل ہوگی اگر اس کا منہ زمین کی طرف ہو تو اس کے لئے آسمان سے نازل ہونے والی کوئی بھی چیز مفید نہیں ہوگی یہی مثال انسان کی ہے اگر اس کی روح کا دھانہ مادیات کی طرف ہو تو اس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معنوی بارش سے کبھی مستفید نہ ہوگا ارشاد الٰہی ہے ''اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ '' انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے کر اس سے محبت کر لی ہے اور اللہ بھی یقیناً کافر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا (نحل۔۱۰۷)

پیغام:

۱۔ہٹ دھرم اور ضدی مزاج کفار ہر لحظہ ایک جدید معجزہ طلب کرتے ہیں۔بیرونی معجزہ دکھانا مشکل نہیں اصل بات ان کے اندر کی ہے جو عناد و عداوت سے پُر ہے۔(لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ)

۲۔الٰہی سنت ہے کہ وہ اپنے تمام بندوں کیلئے سامان ہدایت فراہم فرماتا ہے (اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى) یقیناً ہم پر انسانوں کی ہدایت ضروری ہے (لیل ۱۲) لیکن اگر کوئی خود کجروی اختیار کرے تو خداوند تعالیٰ بھی اُسے سزا کے طور پر گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے (يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ)

۳۔حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی کلید ہدایت ہے (وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾)

۴۔اگرچہ لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔لیکن الٰہی ہدایت ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو اپنے اندر اس کی آمادگی پیدا کرتے ہیں (وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾)

آیت نمبر ۲۸

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

(یہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے ہیں اور ان کے قلوب یاد خدا سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور یاد

رکھو! یاد خدا ہی سے قلوب کو اطمینان ملتا ہے۔ (۲۸)

نکات:

(الف) یاد الٰہی صرف زبانی ذکر کا نام نہیں پھر بھی یہ اس کے روشن مصداق میں سے ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ خدا کو ہر حال میں یاد رکھنا چاہئے بالخصوص اس وقت جب گناہ کا خیال آئے۔

(ب) یاد خدا کی بے شمار برکتیں ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ خدا کی نعمات کی یاد اس کے شکر کا سبب بنتی ہے۔

۲۔ اس کی طاقت وقدرت کی یاد اس پر توکل کا سبب بنتی ہے۔

۳۔ اس کے لطف وشفقت کی یاد اس کی محبت کا سبب بنتی ہے۔

۴۔ اس کے قہر وغضب کی یاد اس سے خوف کا سبب بنتی ہے۔

۵۔ اس کی عظمت و بزرگی کی یاد اس سے خشیت کا سبب بنتی ہے۔

۶۔ اس کے ظاہر و باطن کے عالم ہونے کی یاد اس سے حیا اور پاکدامنی کا سبب بنتی ہے۔

۷۔ اس کے عفو وکرم کی یاد اس سے امیدیں وابستہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کا سبب بنتی ہے۔

۸۔ اس کی عدالت کی یاد اس سے تقویٰ اور پرہیزگاری کا سبب بنتی ہے۔

(ج) انسان حریص ہے اس کے مطالبات کی کوئی سرحد نہیں وہ کمال مطلق کا ہدف رکھتا ہے لیکن خدا کے سوا کائنات کی ہر چیز محدود ہے انسان کا وجود عارضی ہے اس لئے اس کے قلب و دماغ کو کوئی چیز مطمئن نہیں کر سکتی سوائے اس ذات کے جو اس کی خالق ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے قلوب میں یاد خدا سمائی رہتی ہے ان کے بالمقابل ایسے لوگ بھی ہیں جو اس عارضی دنیا کی متاع قلیل پر راضی ہوجاتے ہیں (رَضُوۡا بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِهَا) (یونس۔ ۷)

(د) نماز یاد خدا ہے اور قلب کے اطمینان کا سبب ہے۔ ''وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ'' میری یاد کیلئے نماز کو قائم کرو (طہ ۱۴) ''اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ''

(ذ) یہ بھی تو ممکن ہے کہ ''اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾'' کے معانی یہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو تمہیں یاد کرتا ہے اس ذات کی یاد کی وجہ سے تمہارے قلوب کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے یعنی اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ ہمیں یاد فرماتا ہے اور ہم ہر وقت اس کے حضور میں ہیں تو یہی کیفیت سرمایہ سکون بن جاتی ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی تیار کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خطاب فرمایا تھا ''وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡیُنِنَا'' ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کرو (سورہ ہود ۳۷) اس خطاب سے انہیں اطمینان ملا تھا۔ حضرت امام حسینؑ نے میدان کربلا میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے وقت فرمایا تھا ''هَیِّنٌ عَلَیَّ

اَنَّہٗ بِعَیْنِ اللّٰہِ'' مجھ پر یہ مشکل آسان ہوگئی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے حضور ہو رہا ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے قلبی سکون کا اظہار فرمایا۔اسی طرح دعائے عرفہ میں آپ کے الفاظ ہیں''یَاذَا کِرَ الذَّا کِرِیْنَ ''اے یاد کرنے والوں کو یاد کرنے والے اللہ!

(ر) یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اس آیت کریمہ میں ہے کہ قلوب کو بالخصوص مومنین کے قلوب کو یاد خدا سے اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن دوسری آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی مومن خدا کو یاد کرتے ہیں تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ''مومن وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کی یاد کی جاتی ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں (انفال۔۲) تو کیا اطمینان اور لرزہ براندام ایک جگہ اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کسی انسان میں سکون و اطمینان اور خوف و لرزہ کا یکجا ہونا درج ذیل مثالوں کی طرف توجہ دینے پر واضح ہو جاتا ہے۔

ا۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی اطمینان وسکون کے تمام مقدمات رکھتا ہے لیکن باوجود اس کے وہ نتیجہ سے گھبرا رہا ہوتا ہے مثال کے طور پر جب ایک ماہر (Specialist) سرجن اپنے علم اور تجربہ سے مطمئن ہوتا ہے لیکن کسی اہم شخصیت کے آپریشن کے موقع پر وہ گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

۲۔اولاد اپنے والدین سے سکون اور اطمینان محسوس کرتی ہے لیکن ان کے قلوب میں ان کا ڈر بھی موجود رہتا ہے کہ کہیں ان سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جو ان کی ناراضی کا باعث بن جائے۔

۳۔بعض اوقات انسان اس منزل پر ہوتا ہے کہ فلاں مشکل اور پریشانی اس کی آزمائش اور ترقی کا ذریعہ ہے اس اعتبار سے وہ خوش بھی ہے اور مطمئن بھی لیکن اس اطمینان کے ساتھ اس کے دل میں گھبراہٹ بھی ہے کہ کیا وہ کامیاب ہوگا یا نہیں؟

۴۔صاحبان ایمان جب قرآن کریم کی تلاوت کے دوران عذاب دوزخ اور قہر خداوندی پر مشتمل آیات کو پڑھتے ہیں تو ان کے اجسام میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے لیکن جب وہ رحمت ورضوان اور بہشت خداوندی کی طرف نظر کرتے ہیں تو ایک قسم کا انہیں بھرپور سکون ملتا ہے اور اس سے ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدینؑ دعائے ابوحمزہ ثمالی میں فرماتے ہیں''اِذَا ذَکَرْتُ ذُنُوْبِیْ فَزِعْتُ وَ اِذَا رَاَیْتُ کَرَمُکَ طَمِعْتُ'' جب میں اپنے گناہوں کو اور تیرے عدل وغضب کو یاد کرتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں اور جب تیرے لطف وکرم اور عفو وبخشش کو یاد کرتا ہوں تو امیدوار ہو جاتا ہوں۔

صاحب تفسیر المیزان اس جملے کی توضیح کیلئے قرآن کریم سے شاہد پیش کرتے ہیں (تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ) ابتداء میں تو انسان کے دل پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔(زمر ۲۳)

جو آدمی یاد خدا سے غافل ہوتا ہے اسے اطمینان وسکون نصیب نہیں ہوتا اطمینان وسکون کے بغیر زندگی اجیرن ہو جاتی

ہے ایک ویرانی سی چھا جاتی ہے ارشاد خداوندی ہے''وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا'' جو میرے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کیلئے بڑی تنگی کی زندگی و معیشت ہے۔(طہ۔۱۲۴)

سکون و اطمینان کے عوامل

اطمینان وسکون کے مختلف عوامل ہیں لیکن علم وعرفان کا اپنا ایک مخصوص جلوہ ہے جو سب سے اہم ترین ہے اوران تمام اسباب کا سرنامہ ہے۔

۱۔ جو شخص یقین کی اس منزل پر ہے کہ اس کے ہر کام کے ایک ایک ذرہ کا حساب ہوگا''مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ'' (زلزلہ۔۷) تو وہ اپنی سعی وکوشش کی سرگرمیوں کو جاری وساری رکھتا ہے۔

۲۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ وہ لطف پروردگار اوراس کی رحمت کی بنیاد پر پیدا ہوا ہے (اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ) (ھود۔۱۱۹) تو اس سے منزل امید ملتی ہے۔

۳۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ظالموں کی گھات میں ہے''اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ''(فجر ۱۴) تو اسے سکون کی منزل مل جاتی ہے۔

۴۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا راستہ روشن ہے اوراس کا مستقبل تابناک اور ماضی سے بہتر ہے''وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى''(اعلیٰ ۱۷) تو اُسے اطمینان کی منزل مل جاتی ہے۔

۵۔ جس شخص کو یہ معلوم ہے کہ اس کا امام اور رہبر ایک کامل مکمل انسان ہے اور وہ منصوص من اللہ ہے اور وہ معصوم بھی ہے (قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (بقرہ ۱۲۴) تو اسے سکون وآرام کی حیات مل جاتی ہے۔

۶۔ جس شخص کو یہ معلوم ہے کہ اس کا نیک کام میں سے سات سو گنا بلکہ بے انتہا ثواب کا وسیلہ ہے اوراس سے صادر ہونے والی برائی صرف ایک ہی خطا شمار ہوتی ہے تو اس کا قلب مطمئن رہتا ہے''مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ'' جولوگ اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک دانہ ہو جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں (بقرہ ۲۶۱)

۷۔ جس شخص کو یہ علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک وصالح لوگوں کو دوست رکھتا ہے (اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) (بقرہ ۱۹۵) تو ایسا شخص ہر نیک کام دلچسپی سے ادا کرتا ہے۔

۸۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کے اچھے کام ظاہر ہوں اور برے کام چھپے رہیں گے۔''يَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ'' تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔

بے چینی اور پریشانی کے عوامل

موجودہ صدی کی ایک انٹرنیشنل اور حیران و پریشان کن بیماری وہ افسردگی و بے چینی ہے اس بیماری کی کچھ علامات بیان کی گئی ہیں جیسے چڑچڑاپن، ذہنی تناؤ احساس کمتری اور بے مقصد سوچ وغیرہ ہیں تو اس کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ بیمار شخص ہر شے کو اپنی مرضی کے مطابق نہیں پاتا تو وہ پریشانی کا شکار ہوجاتا ہے۔ حالانکہ ہم تمام چیزوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

۲۔ افسردہ حال انسان سوچتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ سب لوگ اسے کیوں پسند نہیں کرتے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسی بات نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ اور جناب جبرائیل کے بھی تو دشمن ہیں اس لئے انسان کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ سب لوگ اس کے دوست ہوں۔

۳۔ افسردہ انسان خیال کرتا ہے کہ ساری دنیا خراب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور ایسا خیال کرنے والے فرشتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا تھا۔

۴۔ افسردہ انسان خیال کرتا ہے کہ ساری خرابیوں کا مرکز صرف اس کا وجود ہے۔

۵۔ افسردہ و پریشان خاطر انسان کام کے آغاز میں تذبذب اور پریشانی کا شکار ہوجاتا ہے۔ تنہائی اور خوف کا احساس کرتا ہے اس کا علاج امام علیؑ نے یہ تجویز فرمایا تھا۔ ''اِذَا خِفۡتَ مِنۡ شَیۡءٍ فَقَعۡ فِیۡهِ'' جب تم کسی چیز سے خوف زدہ ہو تو اس میں کود پڑو کیونکہ ہر چیز کا خوف اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ (بحار، ج ۷۱، ص ۳۶۲)

۶۔ ایک افسردہ انسان اس امر سے خائف ہوتا ہے کہ اس کے مستقبل کا کیا بنے گا؟ تو اس کا علاج خدا کی ذات پر توکل ہے۔

۷۔ کیونکہ انسان بعض کاموں میں جب ناکام ہوتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ دوسرے تمام کاموں میں بھی اسی طرح کے نتائج اس کے سامنے آئیں گے۔

۸۔ جب انسان مادی طاقتوں کے سہارے لیتا ہے تو جب انہیں روبہ زوال دیکھتا ہے تو پریشان ہوجاتا ہے۔

۹۔ اس پوری بحث کا خلاصہ ہے کہ لوگوں کا کسی کے اچھے کاموں کی تعریف نہ کرنا گناہ ہے، موت کا خوف، گھر والوں سے کہنا، تم نہیں جانتے، یا تم نہیں کر سکتے۔ جلد بازی میں فیصلے جات اور غلط سوچ وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو بہت سی پریشانیوں کا موجب بنتے ہیں۔ انہیں ذکر الٰہی عفو و بخشش اور لطف و مہربانی کے ساتھ سکون اور اطمینان میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

میں ہمدان حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی برسی کی مناسبت سے تقریر کی غرض سے آیا ہوا ہوں۔

تو اس موقع پر اس آیت: الذین اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ '' کی تفسیر لکھی ہے۔ حضرت

امام خمینیؒ نے اپنے وصیت نامہ کے آخر میں لکھا ''من با دلی آرام و قلبی مطمئن و ضمیری شاد و روحی امیدوار به فضل الٰہی از خدمت شما مرخص می شوم'' میں پرسکون دل کے ساتھ اور پُرمسرت ضمیر کے ساتھ شادان و فرحان اپنے پروردگار کے فضل وکرم کی امید کے ساتھ تم سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوا چاہتا ہوں۔

پیغام:

۱۔ حقیقی توبہ کی علامت

۲۔قلبی اطمینان کے بغیر ایمان کامل وکارساز نہیں ہے۔(اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ)

۳۔صرف زبان کے ذکر کے ساتھ کام نہیں بنتا بلکہ قلبی اطمینان کا ہونا ضروری ہے۔(اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ)

۴۔قلوب کو یاد خدا ہی اطمینان ملتا ہے (بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾)

۵۔اس دور حاضر میں بھر پور انداز میں سرمایہ ہے طاقت وقدرت ہے، مکاری وعیاری ہے سب کچھ ہے لیکن سکون نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۹

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے ان کیلئے خوشحالی اور ان کیلئے بہترین ٹھکانہ ہے۔(۲۹)

نکات:

(الف) لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔مومن: جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں۔

۲۔کافر: نہ وہ ایمان رکھتے ہیں اور نہ عمل صالح کرتے ہیں۔

۳۔فاسق: وہ لوگ ہیں جو ایمان تو رکھتے ہیں لیکن ان کے اعمال صالح نہیں ہوتے۔

۴۔منافق: وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں رکھتے لیکن ان کا ظاہر اچھا ہوتا ہے۔

(ب) لفظ ''طوبیٰ'' درخت ہے جس کی جڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیؑ کے گھر میں ہیں اور اس کی شاخیں اہل ایمان کے سروں پر ہیں (بحار الانوار، ج ۸، ص ۱۱۷ تا ۱۲۰۔) شاید یہ بطور مثال کے ہو اور سمجھانا مقصود ہو کہ تمام نیکیوں اور خوبیوں کا دارو مدار ان مخصوص رہبروں کے ساتھ ہے جو منصوص من اللہ ہیں۔ اگر ان کے ساتھ رابطہ ہو تو سب کچھ قبول ہے ورنہ قبول نہیں۔

(ج) جب کچھ سطحی فکر لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات پر اعتراض کیا کہ آنحضرتؐ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کے اس قدر بوسے کیوں لیتے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: جب مجھے شب معراج بہشت لے جایا گیا تو مجھے شجر طوبیٰ کا پھل کھلایا گیا۔ اس پھل سے حضرت فاطمہ زہراؑ کا وجود عمل میں آیا۔ جب میں جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے بوسے لیتا ہوں، اس طریقے سے بہشت کی خوشبو حاصل کر لیتا ہوں (بحار، ج ۸ ص ۱۸۸)

(د) بے ایمان اور غیر صالح اعمال لوگوں کی کامیابی عارضی ہوتی ہے جیسا کہ امام علیؑ کا فرمان ہے ''لَا خَيْرَ فِي لَذَّةٍ مِنْ بَعْدِهَا النَّارُ'' اس لذت میں کوئی بہتری نہیں جس کے بعد جہنم کا عذاب ہو (بحار، ج ۴۱، ص ۱۰۴)

پیغام:

۱۔ اس دنیا کی پرسکون اور خوبصورت زندگی اور اُخروی کامیابی ایمان اور عمل صالح کے زیر سایہ ہے۔ (اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... طُوْبٰى لَهُمْ ... وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾)

۲۔ دنیاوی کامیابیاں اس وقت قیمتی ہو سکتی ہیں جس وقت اُخروی کامیابیاں بھی ساتھ ہوں اگر دنیاوی کامیابیاں آخرت بنانے میں مانع ہوں تو پھر حیرانی و پریشانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾)

آیت نمبر ۳۰

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۠ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی قوم میں بھیجا ہے جس سے قبل بہت سی قومیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ ان کے سامنے اس کی تلاوت کریں جس کی آپ کی طرف وحی کی ہے جبکہ وہ خدائے رحمٰن کا انکار کرتے ہیں کہہ دیجیئے وہی میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ (۳۰)

نکات:

(الف) اگرچہ پیغمبر اکرمؐ عربوں میں مبعوث ہوئے لیکن دوسری آیات کی وضاحت کے مطابق آپ تمام اُمتوں کیلئے نبی بن کر تشریف لائے اس لئے قرآن مجید نے فرمایا "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ" ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (سبا ۲۸)

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت سنت الٰہی ہے اور یہ اس کے لطف و کرم اور رحمت و رافت کی دلیل ہے (كَذٰلِكَ .. بِالرَّحۡمٰنِ)

۲۔ تبلیغ و تربیت کیلئے ہر قوم کی تاریخ کا مطالعہ لازمی ہے (قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهَآ)

۳۔ انبیاء علیہم السلام کے فرائض میں سے ہے کہ وہ لوگوں پر وحی الٰہی کی تلاوت کریں۔ (لِّتَتۡلُوَاۡ)

۴۔ کفر کی طاقت کے سامنے ڈٹ جاؤ اور اپنے عقیدہ کا بھرپور انداز میں دفاع کرو (يَكۡفُرُوۡنَ بِالرَّحۡمٰنِ ؕ قُلۡ هُوَ رَبِّىۡ)

۵۔ جب خدا پر توکل کی دولت مل جائے تو کفر کے سامنے ڈٹ جانے کا بہترین اور پُرقدرت عامل ہے (قُلۡ هُوَ رَبِّىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ)

۶۔ خداوندتعالیٰ پر ہمارے ایمان کی دلیل یہ ہے کہ ہم دل کی گہرائیوں سے اسے اپنا رب سمجھیں (رَبِّىۡ) اس کی توحید کا اقرار کریں (لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) اس کی ذات کو اپنے لئے مضبوط ترین پناہ گاہ سمجھیں (عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ) اور اسے اپنا مرجع سمجھیں۔ (وَاِلَيۡهِ مَتَابِ ۝۳۰)

آیت نمبر ۳۱

وَلَوۡ اَنَّ قُرۡاٰنًا سُيِّرَتۡ بِهِ الۡجِبَالُ اَوۡ قُطِّعَتۡ بِهِ الۡاَرۡضُ اَوۡ كُلِّمَ
بِهِ الۡمَوۡتٰى ؕ بَلۡ لِّلّٰهِ الۡاَمۡرُ جَمِيۡعًا ؕ اَفَلَمۡ يَايۡـَٔسِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ
لَّوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا
تُصِيۡبُهُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَةٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِيۡبًا مِّنۡ دَارِهِمۡ حَتّٰى
يَاۡتِىَ وَعۡدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے کلام کرتے (تو پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ یہ تمام کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں کیا اہل ایمان پر یہ بات روشن نہیں ہوئی کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتا اور ان کافروں پر ان کے اعمال کی وجہ سے آفت آتی رہے گی یا ان کے گھروں کے قریب (مصیبت) آتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے یقیناً اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔(۳۱)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ کفار کی عداوت اور ہٹ دھرمی کو بیان کرتی ہے اس آیت کی مثل سورۃ انعام کی آیت ۱۱۱ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اگر ہم ان پر فرشتے نازل کریں اور ان کے ساتھ مردے باتیں کریں اور تمام چیزیں ان کے ساتھ محشور ہوں پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(ب) قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس نے پہاڑوں سے بھی سخت ترین چیزوں کو ہلا کر رکھ دیا ہر قسم کے مردوں کو زندہ کیا اور عرب کے سنگ دل اور ہٹ دھرم اور عقل و دانش سے کوسوں دور لوگوں کو حیات بخشی اگر کوئی ایسی کتاب سے جو پہاڑوں کو چلا دے اور مردوں کو زندہ کر دے تو وہ یہی قرآن کریم ہی ہے جس کے بارے میں فرمان ہے "اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ..." (تفسیر صافی)

(ج) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ''قرآن کریم میں ایسے علوم و رموز ہیں کہ جن کے ذریعے کائنات کے سربستہ رازوں سے پردے اٹھائے جاسکتے ہیں اور اس پر تصرف کیا جاسکتا ہے (سُيِّرَتْ بِهِ، اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ، اَوْ كُلِّمَ بِهِ)

پیغام:

ا۔ اس انتظار و توقع میں نہ رہیں کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے (لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا)

۲۔ عداوت و ہٹ دھرمی اور ضد و عناد انسانی معاشرہ کا خاصہ رہا ہے (اگر کوئی حق و حقیقت کا متلاشی ہوتا ہے تو اس کے ایمان کیلئے صرف ایک معجزہ بھی کافی ہوتا (قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ، اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ، اَوْ كُلِّمَ بِهِ)

۳۔ جب الٰہی نکتہ نظر سے انسان کائنات کے نظام کو دیکھتا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سب امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں (بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا)

۴۔ معجزہ الٰہی ارادہ سے معرض وجود میں آتا ہے ضدی مزاج اور ہوا و ہوس کے پرستاروں کی فرمائش پر نہیں (بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا)

۵۔ الٰہی ارادہ انسان کے اختیاری طور پر ہدایت قبول کرنے میں ہوتا ہے از راہ جبر و اکراہ نہیں ہوتا (اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا) یہی پیغام: سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں بھی آیا ہے (لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ) دین میں کوئی جبر نہیں۔

۶۔ کافروں کو اس بات کے انتظار میں رہنا چاہئے کہ یا تو ان کے اپنے ملک پر خدائی قہر و غضب نازل ہوگا یا ان کی سرحدوں پر (وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ)

۷۔ الٰہی قہر و غضب کا تعلق صرف جہان آخرت سے نہیں ہے تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ

۸۔ ہر مقام پر وعظ و نصیحت اور استدلال و برہان ہی کام نہیں آتے کبھی کبھی قہر و غضب بھی لازمی ہو جاتا ہے۔ تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ

۹۔ مصائب و آلام کا نزول خود ہمارا اپنا کردار و عمل ہے (بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ)

۱۰۔ یہ خدائی نظام رشد و ہدایت ہے کبھی تو وہ ہمیں براہ راست متنبہ کرتا ہے اور کبھی بالواسطہ طور پر دوسروں پر عذاب نازل کر کے یا علاوہ ازیں ہمارے اطراف و اکناف میں مصائب نازل کر کے ہمیں درس عبرت دیتا ہے۔ (اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ)

۱۱۔ دوسروں پر عذاب کے نزول سے ہمیں درس عبرت لینا چاہئے (اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ)

۱۲۔ ہمیں کبھی بھی وعدہ و وعید الٰہی میں شک نہیں کرنا چاہئے (لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾)

آیت نمبر ۳۲

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾

ترجمۃ الآیات

اور آپ سے قبل بھی بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا۔ تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں گرفت میں لے لیا تو دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا (شدید) تھا۔ (۳۲)

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی ملکوتی تاریخ کا مطالعہ مشکلات ومصائب اور شدائد کا مقابلہ کرنے کیلئے صبر و بردباری کا درس دیتا ہے۔ (وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ)

۲۔ جو فرد الٰہی فرستادگان کا مذاق اڑاتا ہے وہ کافر ہے (فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا)

۳۔ مہلت دینا خداوند تعالیٰ کا حتمی اور ازلی طریقہ رہا ہے (فَاَمْلَيْتُ) اس مہلت سے مومن توبہ اور عمل صالح کی ادائیگی کا فائدہ اٹھالیتا ہے اور کافر اپنی گناہوں کی زندگی پر مُصر رہتا ہے۔

۴۔ الٰہی مہلت سے ہمیں بے پروا نہیں ہو جانا چاہئے کیونکہ اس کا قہر و غضب اچانک نازل ہوتا ہے (ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ)

۵۔ اگر آپ کسی کو کسی کام پر مامور کرتے ہیں تو اسے اس ماموریت کے ساتھ یہ بھی سمجھا دو کہ مشکلات اور مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑے گا علاوہ ازیں اس کی حوصلہ افزائی بھی کردو (فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾)

آیت نمبر ۳۳

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ

شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ ذات جو ہر نفس کے عمل پر حاضر و ناظر ہے (بے جان بتوں کی طرح ہو سکتا ہے جنہیں) ان لوگوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے؟ کہہ دیجئے ان کے اسماء (اور اوصاف) بیان کرو (جس طرح اللہ کے اسماء ہیں) کیا تم اللہ کو ایسی اطلاع دینا چاہتے ہو جسے وہ اس زمین میں نہیں جانتا یا یہ محض ایک کھوکھلی سی بات ہے۔ اصل میں کافروں کیلئے ان کی مکاری کو زینت دے دی گئی ہے۔ اور ان کیلئے سیدھا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے اللہ جسے گمراہ کر دے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ (۳۳)

نکات:

(الف) خداوند تعالیٰ قائم ہے اس کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ تمام امور کی تدبیر کرنا اور کائنات کی ہر زاویہ سے کفایت وحفاظت ونظارت کرنا اور نظم وضبط کے تحت امور کو چلانا۔

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ سوالیہ انداز میں انسانی عقل وفطرت کو فیصلے کی دعوت دیتا ہے کیونکہ انسانی عقل وفطرت شرک کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتے۔ (اَفَمَنْ... اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ)

۲۔ جو فرد خدائے علیم وواحد وقیوم سے کٹ جائے تو وہ شرک میں جا پڑتا ہے اور متعدد خداؤں کی پرستش کے حلقہ میں گرفتار ہو جاتا ہے (شُرَكَآءَ)

۳۔ بت پرستی اور شرک اس قدر بے دلیل و بے منطق ہیں کہ مشرکین اور بت پرست اپنے معبودوں کے نام اور اوصاف تک بیان نہیں کر پاتے۔ (قُلْ سَمُّوْهُمْ)

۴۔ شاید مشرکین بھی دل کی گہرائیوں سے اپنے معبود بتوں کو قبول نہ کرتے ہوں (اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ)

۵۔جس فرد کیلئے انحرافی مسائل خوبصورت انداز میں پیش ہوں تو وہ راہ حق اور صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے (زُيِّنَ ... وَصُدُّوْا)

۶۔شرک کفر کی ایک قسم ہے (وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ... بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا)

۷۔اپنی منصوبہ بندی اور تدابیر پر نازاں نہیں ہونا چاہئے (زُيِّنَ ... مَكْرُهُمْ)

آیت نمبر ۳۴

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

ترجمة الآيات

ان کیلئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ مشقت والا ہے اور انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔(۳۴)

نکات:

۱۔آخرت کا عذاب شدید ترین عذاب ہے کیونکہ قیامت کے دن ہر قسم کے اسباب و وسائل منقطع ہو جائیں گے (وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ) (بقرہ ۱۶۶)

۲۔نسب اور ہر قسم کی رشتہ داری کسی کام نہیں آئیں گی۔فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ (مومنون۔۱۰۱)

۳۔فدیہ و عوض قبول نہیں کیا جائے گا۔(يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ.. بِبَنِيْهِ ..وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ.. وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا... كَلَّا) (معارج ۱۱ تا ۱۵)

۴۔معذرت خواہی فائدہ نہیں دے گی (يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ) مومن ۵۲)

۵۔عذاب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی (لَا يُخَفَّفُ) بقرہ۔۱۶۲)

۶۔عذاب روحانی بھی ہوگا اور جسمانی بھی ہوگا (ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ) (دخان۔۴۹)

پیغام:

۱۔ جو آدمی اس دنیا میں خدا کا شریک ٹھہرائے گا اسے دنیا میں بھی عذاب ہوتا ہے (لَهُمۡ عَذَابٌ فِي... الدُّنۡيَا)

۲۔ مشرکین کو شفاعت نصیب نہیں ہوگی (وَ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ)

آیت نمبر ۳۵

مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِيۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلۡكَ عُقۡبَى الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا ۖ وَّعُقۡبَى الۡكٰفِرِيۡنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

پرہیزگاروں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان ایسی ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں۔ یہ ہے پرہیزگاروں کی عاقبت اور کافروں کا انجام تو آگ ہے۔ (۳۵)

نکات:

(الف) قرآن کریم میں تعلیم و تربیت کے جو طریقے اپنائے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ افراد اور حالات کا باہمی تقابل کیا جاتا ہے اور حق اور باطل کے انجام کو بیان کیا جاتا ہے اسی انداز کو سامنے رکھتے ہوئے اس آیت سے قبل والی آیت میں مشرکین کے مستقبل کا ذکر کیا گیا ہے اور زیر بحث آیت میں صاحبان تقویٰ کے انجام کو بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگ ان دونوں قسم کے اشخاص کی سرنوشت کا جایزہ لیں اور بہتر سے بہتر آگاہی حاصل کرسکیں اور اپنے اس تجزیہ و تحلیل کی روشنی میں اپنی راہوں کو متعین کرسکیں۔

(ب) جنت میں جو سائے ہوں گے وہ دائمی ہوں گے وہاں سورج و درخت اور سائے ہوں گے لیکن دنیاوی سایوں کی طرح نہیں ہونگے کیونکہ دنیاوی سائے خاص اوقات میں ہوتے ہیں جیسے وقت صبح اور وقت عصر، ظہر اور رات کو ختم ہوجاتے ہیں یا کم ہوجاتے ہیں لیکن جنت کے سائے ہمیشہ اور ایک صورت میں ہونگے۔

(ج) سوال:۔ سورۃ دھر کی ۱۳ ویں آیت میں آیا ہے" لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا " وہاں پر نہ تو وہ سورج کو دیکھیں گے اور نہ ہی نقصان پہچانے والی سردی کو تو اس لحاظ سے زیر بحث آیت میں سائے کی بات کیوں کی گئی ہے؟

جواب:۔ سورج کے نہ دیکھنے کا مطلب، اس کی جلا دینے والی حرارت ہے حالانکہ وہ تو روشنی دینے والا ایک قدرتی نظام ہے وہ تو موجود ہوگا جب وہ موجود ہوگا تو اس کا نور بھی ہوگا جب نور رہو گا تو سایہ بھی ہوگا۔

پیغام:

۱۔ ہم صرف بہشت کی شبیہ یا مثال کا ادراک کر سکتے ہیں (مَثَلُ الْجَنَّةِ) ورنہ ہم جیسی مخلوق اس کا حقیقی ادراک نہیں کر سکتی۔

۲۔ بہشت کی نعمات نہ تو موسم و وقت کی محتاج ہیں اور نہ مقام و موضع کی نہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ فاسد و خراب ہونے والی ہیں۔(دَآئِمٌ)

۳۔ بہشت کی قیمت تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے بغیر بہشت حاصل نہیں ہوگی۔ اس محدود زندگی میں تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی قیمت اخروی دائمی کامیابی ہے (الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ ... اُكُلُهَا دَآئِمٌ) یہ سودا سستا ہے مہنگا نہیں ہے۔

۴۔ افراد کے ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ مت دیجیے انجام کار پر نگاہ رکھو (عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا)

۵۔ مومن کو متقی ہونا چاہئے کیونکہ "الْمُتَّقُوْنَ" کے بالمقابل "الْكٰفِرِيْنَ" آیا ہے۔

آیت نمبر ۳۶

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝۳۶

ترجمۃ الآیات

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ پر نازل ہونے والی کتاب سے خوش ہیں اور ان جماعتوں میں بعض ایسے ہیں جو اس میں کچھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے مجھے تو صرف حکم ملا ہے کہ میں اللہ کی بندگی کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں میں اس کی

طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔(۳۶)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ یہ بھی قرآن کریم کی دوسری آیات مثلاً سورۃ قصص ۵۲، سورۃ بقرہ ۱۲۰۔ سورۃ اعراف ۱۵۹ کی مانند اہل کتاب کے ان افراد کی تعریف و توصیف کر رہی ہے جو حق کو قبول کرنے والے اور نیک دل ہیں۔ اس آیت کا بیان ہے کہ جو اہل کتاب سچے ہیں وہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ بے جا تعصب سے پرہیز کرتے ہیں وہ لوگ جب سلام اور آیات الٰہی کا سامنا کرتے ہیں تو خوشی خوشی ایمان لے آتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ اگرچہ آیات کا قبول کر لینا بھی اہم بات ہے لیکن انہیں خوش ہو کر قبول کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے(يَفْرَحُوْنَ)

۲۔ پروردگار عالم کے تمام احکام پر ایمان لانا لازمی ہے بعض کو تسلیم کر لینا کفایت نہیں کرتا(بِمَآ اُنْزِلَ)

۳۔ فرقہ واریت و گروہ بندی اور اندھی تقلید حق کو قبول کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں (وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ)

۴۔ منکرین حق کے مقابلے میں جوانمردی کے ساتھ ڈٹ جانا چاہیے(مَنْ يُّنْكِرُ...قُلْ)

۵۔ خالصانہ بندگی کی دلیل یہ ہے کہ ہمارا حال اور استقبال اللہ کے ہاتھ میں ہے (اَعْبُدَ اللّٰهَ ... وَاِلَيْهِ مَاٰبِ۝۳۶)

۶۔ توحید و نبوت، قیامت تمام آسمانی ادیان کے مشترکہ اصول ہیں توحید (اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ) نبوت (اِلَيْهِ اَدْعُوْا) معاد(وَاِلَيْهِ مَاٰبِ۝۳۶)

آیت نمبر ۳۷

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ۝۳۷

ترجمۃ الآیات

اور اسی طرح اس قرآن کو ہم نے عربی میں ایک حکم نامہ بنا کر نازل کیا ہے اور اگر آپ نے علم

آ جانے کے بعد بھی لوگوں کی خواہشات کی اتباع کی تو اللہ کے مقابلے میں آپ کو نہ کوئی مدد گار ملے گا اور نہ کوئی بچانے والا۔(۳۷)

نکات:

ا۔اس آیت کریمہ میں کلمہ ''حُکۡمًا '' ان تین میں سے کسی ایک معنیٰ کیلئے آیا ہے۔

حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔

۲۔خدائی احکام۔

۳۔حکمت ودانش۔

پیغام:

ا۔ انبیاءعلیہم السلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کا نزول خداوند تعالی کی دائمی سنت رہی ہے۔(وَ كَذٰلِكَ)

۲۔پیغام :وحی لوگوں کی ہی زبان میں ہونا چاہئے(حُكۡمًا عَرَبِيًّا)

۳۔الٰہی احکام روشن وواضح ہیں اور ہر قسم کی کجی اور ابہام سے پاک ہیں(عَرَبِيًّا)

۴۔خواہشات کی پوجا پاٹ سے بھی پست تر دوسروں کی خواہشات کی تکمیل ہے۔(اَهۡوَآءَهُمۡ)

۵۔سعادت کے حصول کیلئے صرف علم کافی نہیں ہے کیونکہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ انسان علم کے باوجود بھی انحرافات کو اپناتے ہوئے دوسرے لوگوں کی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔(اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ)

٦۔صاحبان علم کی مسؤلیت دوسروں سے کہیں زیادہ ہے(جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ)

۷۔حقیقی وواقعی علم قرآن کریم ہی ہے(اَنۡزَلۡنٰهُ ۔۔جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ)

۸۔خداوند تعالیٰ کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے اگر انبیاءعلیہم السلام کجروی اپنائیں گے تو اللہ انہیں بھی تنبیہ فرماتا ہے(مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ)

۹۔جب انسان گمراہ اور منحرف لوگوں کی رضا کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو پھر اس سے الٰہی نصرت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔(اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ ۔۔۔مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ)

آیت نمبر ۳۸

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً ہم نے آپ سے قبل بھی بہت سے رسول بھیجے اور انہیں ہم نے ازواج اور اولاد سے بھی نوازا اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے ہر زمانے کیلئے ایک نوشتہ ہے۔(۳۸)

نکات:

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم رسول اللہؐ کی اولاد ہیں اور حضرت زہراؑ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دوسرے انبیاء کو دیا ہے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ (بحار، ج ۲۴، ص ۳۶۵)

پیغام:

۱۔ بعثت انبیاء سنت الٰہی ہے۔ (اَرْسَلْنَا رُسُلًا)

۲۔ پیغمبر اسلامؐ خاتم الانبیاء ہیں (قَبْلِكَ) کا فرمان ہے (بَعْدِكَ) کا فرمان نہیں ہے۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام بھی دوسرے لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ان کی بھی اولاد و ازواج تھیں۔ (اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً)

۴۔ انبیاء کے معجزات ان کی اپنی مرضی سے وقوع پذیر نہیں ہوتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے معجزے ہوئے تھے۔ (اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ)

۵۔ قوانین الٰہی کے نزول میں زمانے کو بڑا دخل حاصل ہے (لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ)

آیت نمبر ۳۹

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔(۳۹)

نکات:

ا۔مقدرات خداوندیا آیات وروایات کے مطابق خدا کی تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔

وہ امور جن کی مصلحت دائمی ہوتی ہے اس لئے ان کے قوانین بھی دائمی ہوتے ہیں۔اسی مضمون پر مشتمل یہ آیات ہیں۔

''مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ '' ہمارے کلام میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی (ق۔۲۹)

''وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ '' اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نپا تلا حساب ہے(رعد ۸) تو اسی طرح کی تقدیر لوح محفوظ میں ثبت ہے''فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ''(بروج ۲۲) اور اسی طرح سے صرف مقربان بارگاہ الٰہی ہی خدا کے اذن سے آگاہ ہوتے ہیں''۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ (مطففین ۲۰/۲۱۔)

۲۔وہ امور جو حتمی اور دائمی نہیں ہوتے لوگوں کے اعمال اور کردار کے مصالح کے تابع ہوتے ہیں مثال کے طور پر لوگوں کا گناہوں سے توبہ کی مصلحت میں عفو ودرگزر شامل ہے یا صدقہ دینے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں یا مظالم کی وجہ سے قہر خداوندی کا نزول ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بیان کے مطابق یہ نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے نظام کائنات کو چلانے کیلئے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ ذات اپنے لامحدود علم وحکمت کی بدولت کیفیات کے تغیر وتبدل سے تخلیق اور قوانین میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کی تبدیلیاں خدا کی لاعلمی یا نظر ثانی یا اس کی پشیمانی کی علامات نہیں ہیں بلکہ حکمت ومصلحت وحالات کی تبدیلی یا ان امور کے اختتام کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں اس بارے میں بہت سے مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ا۔''رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ''تم مجھ سے دعا کرو تا کہ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں (مومن ۶۰) چنانچہ انسان آہ وزاری اور اپنی دعا کی وجہ سے اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے۔

۲۔''لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا '' شاید کہ اللہ کوئی صورت پیدا کردے (طلاق۔ا)

۳۔''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ '' خداوند تعالیٰ ہر روز اسی روز کی مخصوص شان کے ساتھ ہے۔(رحمان ۲۹)

۴۔''فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ'' جب انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ نے بھی انہیں گمراہی میں چھوڑ دیا۔(صف ۵)

۵۔''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ'' اگر گاؤں والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کرلیں تو ہم ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیں گے۔(اعراف۔۹۶) ایمان اور تقویٰ کے ساتھ خدا کے غضب وغصہ کو لطف وبرکت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

۶۔''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ''(خداوند تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں)(رعد۱۱)

۷۔''اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ'' جو لوگ توبہ کرتے ہیں، ایمان لے آتے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیتا ہے۔(فرقان ۷۰)

۸۔''وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا'' اگر تم لوٹ آئے تو ہم بھی لوٹ آئیں گے(بنی اسرائیل ۸)

سوال:۔ اگر اللہ تعالیٰ کا علم اس کی عین ذات ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تو پھر جو کچھ علم الٰہی میں آچکا ہے اسے عمل کی شکل اختیار کرنا چاہئے بصورت دیگر جہالت کے زمرے میں آجائیگا؟

جواب:۔ خداوند تعالیٰ کا علم اسباب وعلل پر مبنی ہے اسے علم ہے کہ اگر اس نے اس ذریعہ کو اختیار کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اگر کسی اور ذریعہ کو اپنایا تو اس کا نتیجہ اور ہوگا خدائی علم، اسباب وعلل کے علم سے جدا نہیں ہے۔

بداء کیا ہے؟

ایک اعتراض جو اہل سنت برادران شیعوں پر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات خدا کی طرف ''بدائ'' کی نسبت دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں ''بداء'' کے معنی ہیں، علم الٰہی میں تبدیلی، اور خدا کا واقعہ کے خلاف سمجھنا، حالانکہ شیعہ حضرات کی بداء سے مراد ایسی چیزوں کا ظاہر ہونا ہے جنہیں ہم انسان ان کے خلاف خیال کرتے ہیں۔

تخلیق میں ''بداء'' کا مقصد یہ ہے جیسے کسی قانون میں تنسیخ کردی گئی ہو مثال کے طور پر ہم کسی حکم کو ظاہری طور پر سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ کیلئے ہے لیکن ایک عرصہ کے بعد دیکھتے ہیں کہ وہ حکم تبدیل ہوجاتا ہے تو ہم اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ قانون اور حکم بنانے والا جاہل تھا یا وہ اپنے اس حکم وقانون سے نادم ہوگیا ہے بلکہ معروضی حالات اس حکم یا قانون میں تبدیلی کا سبب بنے ہیں یہ بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی ڈاکٹر مریض کے حالات کے پیش نظر ایک نسخہ تجویز کرتا ہے اس کے مطابق اسے دوائی دی جاتی ہے لیکن مریض کے حالات کی تبدیلی کی وجہ سے پھر ایک دوسرا نسخہ تجویز کیا جاتا ہے یہی مفہوم ''بداء'' کا ہے

بعض آیات کی منسوخی بھی ایک طرح کی بداء ہے اور اسے تمام اسلامی فرقے تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی۔ اس لئے بداء کو اسی معنیٰ اور بیان کے ساتھ لینا چاہئے۔ پس بداء کے معنیٰ نہ تو ہماری جہالت ہے اور نہ خداوند تعالیٰ کی لاعلمی!

بداء کے نمونے

۱۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے ذبح کا جو حکم فرمایا تھا تو اس کے مطابق حضرت اسماعیلؑ ذبح ہو جائیں گے اور ان کا خون زمین پر بہے گا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس حکم سے مراد صرف حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش تھی نہ کہ جناب اسماعیلؑ کا ذبح ہونا تھا۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مناجات تیس روز کا تھا ''وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً'' (اعراف ۱۴۲) ہم نے اس سے اتنی مدت کا وعدہ ہی سمجھا تھا۔ لیکن بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ابتداء ہی سے اس کے چالیس دن کا پروگرام تھا لیکن امتحان کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اسے دو مرحلوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ پہلے تیس راتیں اور بعد میں دس راتیں سامنے آئیں۔

۳۔ ہم نے سمجھ رکھا تھا کہ مسلمانوں کا قبلہ ہمیشہ ''بیت المقدس'' ہی رہے گا لیکن تحویل قبلہ کی آیات نے ہم پر یہ ظاہر کیا کہ تمہارا قبلہ ہمیشہ کیلئے کعبہ ہے۔

۴۔ جب خداوند تعالیٰ کے عذاب کے آثار ظاہر ہو گئے تو حضرت یونسؑ دیکھ کر مطمئن ہو گئے کہ عذاب الٰہی نازل ہوگا اور یہ کافر قوم ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گی اس لئے آپ لوگوں سے علیحدہ ہو کر باہر چلے گئے لیکن ان کی قوم ایمان لے آئی تھی تو ان سے عذاب بھی ٹل گیا (اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ (یونس ۹۸)

المختصر ''بداء'' کے معانی نہ تو خدا کی لاعلمی ہے اور نہ اس کے علم کی تبدیلی کیونکہ خداوند تعالیٰ پہلے ہی سے جانتا تھا کہ اسماعیلؑ کا خون نہیں بہایا جائے گا۔ جناب موسیٰؑ کے مناجات کی مدت چالیس راتیں ہونگی، اہل اسلام کا دائمی قبلہ کعبہ ہی ہوگا۔ جناب یونسؑ کی قوم نجات حاصل کر لے گی لیکن ظاہری حالات اور احکام مختلف تھے کہ جن کو دیکھ کر انسان کو دوسرا رخ نظر آتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی بلکہ ہماری نظر میں یہ ہے کہ ایک نئی چیز نے جنم لیا۔

اس مفہوم کے لحاظ سے ''بداء'' کے تربیتی اثرات بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اپنی عمر کے آخری لمحات تک حالات کی تبدیلی کا امیدوار رہتا ہے اس کے اندر توکل بر خدا کا جذبہ جوان ہو جاتا ہے ظاہری حالات میں گم ہو کر نہیں رہ جاتا۔ خداوند تعالیٰ کی قدرت اور اس کی غیب پر انسان کا ایمان زیادہ سے زیادہ پختہ ہو جاتا ہے وہ توبہ، صدقہ، مناجات اور دعا کے ذریعے کوشش و کاوش کرتا ہے تاکہ حوادث اور قہر خداوندی اس سے ٹل جائیں۔

۵۔ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے توحید پر ایمان کے ساتھ ساتھ ''بداء'' پر ایمان کا عہد بھی لیا تھا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کیلئے ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے کہ وہ پہلے اسے نہیں جانتا تھا تو ایسے شخص سے دور رہو۔ (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ تکوینی یا تشریعی نظام کی تبدیلی کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔(يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ)

۲۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کو اپنے حال پر نہیں چھوڑا۔(يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ)

۳۔کائنات پر حکم فرما قوانین کا منسوخ کردینا یا باقی رکھنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔(يَمْحُوا اللهُ ...)

۴۔اللہ تعالیٰ کا محو و اثبات اس کے علم و حکمت کی اساس پر ہے۔(وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۳۹)

۵۔اس جہان آفرینش کا ایک عظیم دفتر ہے جس میں تمام واقعات درج ہیں۔(الْكِتٰبِ ۳۹)

آیت نمبر ۴۰

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۴۰

ترجمۃ الآیات

(اے پیغمبرؐ اپنے کاموں کا نتیجہ دیکھنے کا انتظار نہ کریں کیونکہ) ہم ان سے جو وعدہ کریں گے اگر اس کا کچھ حصہ تمہاری زندگی میں تمہیں دکھائیں گے یا پھر تمہیں دنیا سے اٹھالیں گے یقین رکھو کہ ہم اپنے وعدے کو ضرور پورا کریں گے پس تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے اور حساب کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔(۴۰)

پیغام:

۱۔مسلمانوں پر جو خدا کا لطف و کرم ہوتا ہے یا کفار پر جو قہر و غضب کا نزول ہوتا ہے وہ تو خدائی وعدے کا ایک حصہ ہوتا ہے (بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ)

۲۔جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسے برگزیدہ افراد کی بھی اگر وفات ہوجاتی ہے تو اسے بھی خدائی وعدے کی تکمیل کے سلسلے میں کوئی فرق نہیں پڑتا جب وعدے کی تکمیل مقصود ہوتی ہے تو اس کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ)

آیت نمبر ۴۱

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۴۱

ترجمۃ الآیات

کیا ان لوگوں کو نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو اس کے اطراف و جوانب سے گھٹاتے ہوئے چلے آتے ہیں؟ اللہ حکم صادر فرماتا ہے اس کے حکم کو پس پشت ڈالنے والا کوئی نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔(۴۱)

نکات:

۱۔ بہت سی روایات میں آیا ہے کہ اس آیت میں جو زمین کے اطراف سے نقص کا ذکر ہوا ہے اس کا مطلب بزرگ علماء کرام کی وفات اور ان کا فقدان ہے (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ ہمیں چاہئے کہ ہم گزشتہ اقوام عالم کی تاریخ سے درس عبرت حاصل کریں اور خدائی وعدوں اور وعید میں شک نہیں کرنا چاہئے (اَوَلَمۡ يَرَوۡا)

۲۔حکومتوں کا زوال اور شخصیات کی اموات خداوند تعالیٰ کے حکم پر ہوتی ہے۔نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا

۳۔اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کے احکام نا قابل شکست ہیں۔ (لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ)

۴۔تمام اشخاص اور طاقتیں بتدریج زمین سے اٹھتی چلی جا رہی ہیں اور یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ برقرار رہے گی نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ

آیت نمبر ۴۲

وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا ‌ؕ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ‌ ؕ وَسَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ترجمة الآيات

اور بے شک ان سے پہلے والوں نے بھی مکاریاں کی ہیں لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں وہ ہر نفس کے عمل پر حاضر و ناظر ہے اور کافروں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کا گھر کس کیلئے ہے۔ (۴۲)

نکات:

(الف) انسان کو اپنے خالق کی طرف متوجہ کرنے اور غیر اللہ سے منقطع کرنے کیلئے قرآن مجید نے کچھ اس طرح اہتمام کیا ہے کہ اس نے وہ تمام ممکن راستے جو غیر اللہ کی طرف میلان کا سبب تھے بند کر دیے ایک جگہ فرماتا ہے ''اِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا'' (تمام عزت خدا کیلئے ہے) یعنی اگر تم عزت کی طلب میں لوگوں کے پیچھے دوڑتے ہو تو تمہیں اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ تمام عزتیں اللہ کیلئے ہیں۔ ایک اور مقام پر فرماتا ہے ''اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا'' تمام قدرت و طاقت خدا کے پاس ہے'' ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے ''فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا'' تمام تدبیریں خدا کیلئے ہیں تاکہ انسان عزت، قدرت اور سیاست کی تلاش میں انسانوں کے پیچھے مارا مارا نہ پھرتا رہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کے مکر و تدبیر کا ایک بہترین نمونہ یہ ہے کہ وہ گمراہ لوگوں کو کھلی چھٹی دے دیتا ہے اس سے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اختیار کردہ راستہ ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں خبردار کیا ہے کہ کافروں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ تمہاری رسی ڈھیلی کر دینا تم سے محبت کی دلیل ہے ہم تو انہیں اس لئے کھلی چھٹی دیتے ہیں تاکہ ان کا پیمانہ لبریز ہو جائے۔

پیغام:

۱۔ دین کے رہبروں کو مخالفین کی مکاری و عیاری اور سازشوں سے نہیں گھبرانا چاہئے کیونکہ یہ سلسلہ تاریخ انبیاء میں پہلے دن سے چلا آ رہا ہے (وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ)

۲۔تاریخ سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ دیکھیں انجام خیر کس کا ہوا "لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ"

۳۔تمام تدبیروں اور ان کے اثرات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لوگوں کے پیچھے بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں (فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا)

۴۔اللہ کے مقابلے میں انسانی تدبیروں کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ مکاری اور عیاری تو وہاں موثر ہوتی ہے جہاں فریق ثانی غافل ہو (يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ)

آیت نمبر ۴۳

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں کہہ دیجئے میرے اور تمہارے درمیان گواہی کیلئے اللہ ہے اور وہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے وہ کافی ہیں۔(۴۳)

نکات:

(الف)اس سورۃ کی پہلی آیت میں ہم نے پڑھا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ پر نازل ہوتا ہے وہ سب حق ہے یہ اور بات ہے کہ اس پر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور اس سورۃ کی آخری آیت میں بھی ہم یہی پڑھ رہے ہیں کہ کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باطل لوگ انبیاء الٰہی اور اس کے کلام کے ساتھ کس قدر بغض وعناد رکھتے ہیں۔

(ب) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کے پاس کتاب کا صرف جز تھا تو اس نے اس تھوڑے سے علم کے زور پر ملک سباء سے ملکہ بلقیس کا تخت چشم زدن سے قبل ان کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا تو پھر جس کے پاس کتاب کا کلی علم تھا خدا جانے اس کی قدرت اور طاقت کی کیا حد ہوگی۔

(ج) روایات کے مطابق جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ حضرت امام علیؑ ہیں (تفسیر کنز الدقایق)

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ کی نصرت وحمایت پر ایمان ہر قسم کی تکذیب وتحقیر کے مقابلے میں مضبوط ترین ڈھال ہے (قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ)

۲۔ کتاب اللہ کا علم انسانی عزت وعظمت کو اتنا بلند کرتا ہے کہ اس کی شہادت اللہ تعالیٰ کی شہادت کے ساتھ جگہ پاتی ہے۔ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۝۴۳

۳۔ بعض اوقات ایک لائق وفائق انسان کی گواہی ہزاروں لوگوں کے انکار پر بھاری ہوجاتی ہے گویا کیفیت کو دیکھا جاتا ہے کمیت کو نہیں دیکھا جاتا یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۝۴۳

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ إِبْرَاهِيمَ

پارہ ۱۳

سورہ نمبر ۱۴

تعداد آیات ۵۲

رکوع ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سورۂ ابراہیم کی ایک جھلک

اس سورۃ کریمہ کی آیات کی تعداد ۵۲ ہے۔ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی البتہ اس کی ۲۸ اور ۲۹ نمبر آیات جن کے اندر مقتولین بدر کا ذکر ہے مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں انبیاء کرامؑ کی رسالت حضرت ابراہیمؑ کے مواعظ، بشارتوں اور دعاؤں کا تذکرہ ہے۔

روایات کے مطابق اس سورۃ کی تلاوت عظیم الشان برکات کی حامل ہے ان برکات میں سے مصائب و آلام، تنگدستی اور جنون سے تحفظ بھی ہے اس سورۃ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں بہت سے مطالب کو ذکر کیا گیا ہے لہٰذا اسے سورۃ ابراہیمؑ سے موسوم کیا گیا۔ سابقہ سورتوں یونسؑ، ہودؑ اور یوسفؑ کی طرح اس کا آغاز بھی ''الر'' کے کلمہ سے کیا گیا ہے۔ ان تمام سورتوں کی اولین آیت اوصاف قرآن کے بارے میں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے

آیت نمبر ۱

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۱

ترجمۃ الآیات

الف۔ لام۔ را۔ یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے (شرک اور جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کے) نور کی طرف لے آئیں۔ غالب آنے والے قابل ستائش اللہ کے کے راستے کی طرف۔ (۱)

نکات:

۱۔ قرآن مجید میں لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنے کا ذکر کئی مرتبہ آیا ہے۔

کبھی تو اس کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے (اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے (بقرہ ۲۵۷)

۲۔ کبھی انبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ (اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آؤ۔ (ابراہیم ۵)

۳۔ کبھی کتاب کی طرف نسبت دی گئی ہے (كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئیے۔ (ابراہیم ۱)

۴۔ کفر و فرقہ پرستی و جہالت و شرک اور شک و شبہات کو ''ظلمات'' سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ انسان جب ان صفات سے متصف ہوتا ہے تو حیران و سرگردان ہوتا ہے جس طرح اندھیرے میں حیران و پریشان ہوتا ہے۔

۵۔ نور روشنی و بینائی، تحریک و بیداری اور رشد و ہدایت کا وسیلہ ہے یہی نور آسمانی کتاب اور الٰہی پروگرام میں موجود

ہے کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ

پیغام:

۱۔ صرف قرآن کافی نہیں ہے لوگوں کی ہدایت کیلئے الٰہی رہبر کا ہونا ضروری ہے (کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ)

۲۔آسمانی کتابوں اور انبیاء کی بعثت کا فلسفہ نوع بشر کو ظلمتوں سے چھٹکارا دلانا ہے لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ جہالت کی دلدل سے نکال کر علم کے نور کی طرف لانا، کفر کی تاریکیوں سے ایمان کے نور کی طرف رہبری کرنا، فرقہ بندی کے بکھیڑوں سے وحدت واتحاد کی پرمسرت زندگی کی طرف اور گناہ ومعصیت کی سرگردانیوں سے تقویٰ وپرہیزگاری کے نورانی ماحول کی طرف ہدایت کرنا ہے۔

۳۔تبلیغ ورہبری کا مرکز ومحور اور سرمایہ صرف قرآن ہی کو ہونا چاہئے کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ

۴۔ظلمات تو کثرت کے ساتھ ہیں لیکن نور تنہا ہے حق بھی اکیلا ہے لیکن باطل بے شمار ہیں۔ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کلمہ نور مفرد ہے اور ظلمت کا کلمہ جمع آیا ہے۔

۵۔پیغمبران گرامی اور آسمانی کتابیں وسیلہ ہدایت ہیں لیکن ہدایت کا مرکز ومحور اذن پروردگار ہے (بِاِذْنِ رَبِّهِمْ)

۶۔الٰہی راستہ عزت وعظمت، سربلندی وکمال کا راستہ ہے (اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ)

آیت نمبر ۲

اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ۲

ترجمۃ الآیات

وہ اللہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کیلئے ہے پس کافروں کیلئے شدید ترین عذاب کی سزا ہے۔(۲)

پیغام:

۱۔ قانون وشریعت اس چیز کا نام ہے کہ اس ذات کی اطاعت وپیروی کریں جس نے کائنات کو خلق فرمایا اور وجود

کائنات اسی کے دم قدم سے قائم ہے كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

۲۔ وہ ذات جو پوری کائنات کی مالک ہے اس کے انکار سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ کفار کی سزا کا سبب بن جاتا ہے۔ (وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ)

آیت نمبر ۳

الَّذِيۡنَ يَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ﴿۳﴾

ترجمۃ الآیات

(کفار) وہ لوگ ہیں جو دنیوی حیات کو اخروی حیات پر ترجیح دیتے ہیں اور (لوگوں کو) راہ خدا سے روکتے ہیں اور اس میں انحراف لانا چاہتے ہیں اور یہی لوگ گمراہی میں بہت دور تک چلے گئے ہیں۔ (۳)

نکات:

(الف) خدائی راستے کو مسدود کرنا کسی ایک یا دو موارد میں محدود نہیں بلکہ اپنے مفہوم میں وسعت رکھتا ہے۔ بلکہ غلط پروپیگنڈہ اعلانیہ فسق وفجور و غافل و کاہل بنانے والے مسائل کی ترویج وشکوک وشبہات کی ایجاد واختلافات کو ہوا دینا و گمراہ کن نشریات و دین حق کو غلط انداز میں پیش کرنا و نااہل و جاہل لوگوں کو دینی رہبروں کے عنوان سے متعارف کرانا اس قسم کے سیکڑوں نمونے ہیں جن کے ذریعے خدائی راستے سے ہٹایا جا سکتا ہے۔

(ب) اس دنیا سے فائدہ اٹھانا جائز ہے لیکن دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا بہت زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس دنیا کی محبت عبادت خداوندی انفاق فی سبیل اللہ، جہاد راہ خدا، کسب حلال، صداقت وشرافت اور شرعی امور کے انجام دینے سے روک دیتی ہے۔

پیغام:

۱۔ حُب دنیا کفر کی راہوں کو ہموار کرتی ہے اور دین خداوندی سے برسر پیکار ہونے کا سبب بنتی ہے جس کا نتیجہ

ضلالت ہی ضلالت ہے یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③

۲۔تمام گمراہیوں کا سرچشمہ خود انسان کے اپنے افعال و اعمال ہوتے ہیں یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا

۳۔انسان خود مختار ہے اور وہ ایک راستے پر دوسرے راستے کو ترجیح دے سکتا ہے اور اس کا انتخاب کرسکتا ہے ۔(یَسْتَحِبُّوْنَ)

۴۔کفار کے تین مرحلے:

(ا) دنیا کو اپنا مرکز و محور بنا کر خدائی راہ سے منحرف ہوجاتے ہیں۔(یَسْتَحِبُّوْنَ)

(ب) پھر وہ اپنے افعال و کردار سے دوسروں کو صراط مستقیم سے ہٹاتے ہیں (وَيَصُدُّوْنَ)

(ج) آخر میں اپنی تمام توانائیاں ان لوگوں کو راہ راست سے ہٹانے کیلئے خرچ کردیتے ہیں جو متلاشیان حق و حقیقت ہوتے ہیں۔(وَيَبْغُوْنَهَا)

۵۔مزاج کفر عامل گمراہی ہے ۔الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ② الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا

۶۔ضلالت و گمراہی کئی درجات و مراحل کی حامل ہے اس کے درجات جتنے گہرے ہوتے جائیں گے حق سے اتنی دوری ہوتی جائے گی۔(ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③)

آیت نمبر ۴

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

ترجمة الآيات

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس قوم کی لسان میں تا کہ انھیں واضح انداز میں سمجھا سکے پھر

اس کے بعد اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے وہی بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔(۴)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ میں "بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ" سے مراد صرف لوگوں کی زبان نہیں ہے کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات بات کرنے والا ان موجود لوگوں میں ان کی زبان میں بات تو کرتا ہے۔لیکن لوگ صحیح صورت میں اس کی بات کو سمجھ نہیں پاتے۔ بلکہ اس کلمہ سے مراد ہے آسان اور قابل فہم گفتگو کرنا تاکہ لوگ خدائی پیغام: کو سمجھ سکیں اسی مطلب کو دوسری آیت میں بیان کیا گیا ہے۔"يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ" ہم نے قرآن مجید کو آپ کی لسان میں آسان کر دیا ہے(مریم۔۹۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ ان کی زبان کی گرھیں کھول دی جائیں تاکہ ان کی اُمت کے لوگ ان کی باتوں کو سمجھ سکیں(وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِيۡ) (طہ۔۲۷)

(ب) اللہ تعالیٰ کی طرف گمراہ کرنے کی نسبت بیان ہوئی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اس کے دین کے مقابلے میں ھٹ دھرم ہوجاتے ہیں تو ان لوگوں کو اپنے لطف و کرم سے محروم کردیتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت چاہتا ہے وہ اپنے بندوں کو براہ راست گمراہ کرنا نہیں چاہتا۔اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ وہ آسمان سے کتابیں بھیجتا اور نہ ہی کسی پیغمبر کو بھیجتا۔قرآن کریم کی دوسری آیات میں آیا ہے کہ خداوند عالم ظالموں، فاسقوں اور اسراف کرنے والوں کو گمراہ کرتا ہے۔تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انسان خود ہی گناہ اور مظالم کے ذریعے اپنی گمراہی کے سامان کرتا ہے۔

(ج) بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ "يَشَآءُ" کا فاعل خود لوگ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو خود اپنی گمراہی چاہتے ہیں اور ان لوگوں کو ہدایت کرتا ہے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں جس طرح یہ آیت ہے "كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ.." ہم ان لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں جو راہ پر چلنا چاہتے ہیں(بنی اسرائیل ۲۰۔)

(د) رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنی قومی زبان میں ابلاغ و تبلیغ کرنا دین اسلام کے عالمگیر ھونے سے متصادم نہیں ہے۔کیونکہ پیغام: الٰہی کسی خاص زبان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اسی طرح قرآن کریم کا حکم یہی ہے کہ کچھ لوگ دین سیکھیں اور انہیں مطالب کو دوسروں تک پہنچائیں۔

پیغام:

۱۔ انبیاء اپنی قومی زبان اور ثقافت پر عبور رکھتے ہیں اور ان کے فہم کے مطابق انہیں تبلیغ کرتے ہیں۔(بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ)

۲۔خداوند تعالیٰ لوگوں پر اتمام حجت فرماتا ہے(بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ)

۳۔ دینی رہبروں کا لوگوں کے ساتھ رابطہ عاطفت و محبت کی اساس پر براہ راست ہوتا ہے (بِلِسَانِ قَوْمِهٖ)

۴۔ تبلیغ سادہ آسان اور روشن طریقوں سے ہونی چاہئے جو ہر ایک کیلئے قابل فہم ہو۔ (بِلِسَانِ قَوْمِهٖ)

۵۔ خدائی ہدایت وضلالت حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ (فَيُضِلُّ... وَيَهْدِيْ... وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④)

آیت نمبر ۵

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

ترجمۃ الآیات

اور بتحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا (اور اسے حکم دیا) کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں خدا کے ایام یاد دلاؤ ہر صابر وشاکر کیلئے یقیناً ان میں نشانیاں ہیں۔ (۵)

نکات:

روایات کے مطابق حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ الشریف کے یوم ظہور اور روز رجعت اور روز قیامت کو ''بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ''میں سے شمار کیا گیا ہے (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کو حامل معجزات ہونا چاہئے۔ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ

۲۔ تمام انبیاء کرام کا ہدف ایک ہے اس سورۃ کے اول میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ اور اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکالو اور نور ہدایت کی طرف لے آؤ (اَخْرِجْ قَوْمَكَ)

۳۔ انبیاء کرام کی اولین ماموریت خود ان کی اپنی قوم کی تعلیم وتربیت ہوتی ہے۔ (قَوْمَكَ)

۴۔ گزشتہ اقوام کی یاد سے لوگوں کا تاریکیوں سے نجات حاصل کرنا اور ظالموں پر خدائی قہر وغضب کا نازل ہونا اور

مظلوموں پر لطف وکرم کے امور میں غور وفکر پر مبنی ہے۔(وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ)

۵۔تاریخ اقوام عالم کے مطالعہ سے انسان کے اندر صبر وشکر کا مادہ پیدا ہوتا ہے جب انسان ان کے مصائب وآلام کو یاد کرتا ہے اور پھر ان کے اختیار واقتدار کے ایام پر نظر کرتا ہے تو اس کے اندر صبر واستقلال کے جذبات جنم لیتے ہیں (اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝)

۶۔ویسے تو سارے ایام اللہ کے ایام ہیں لیکن ان ایام کی شان ہی اور ہے جن ایام میں اللہ کی قدرت آشکار ہوئی (خصوصاً وہ ایام جن میں اللہ نے کفار پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور اہل ایمان پر اپنا لطف وکرم نازل فرمایا (بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ)

۷۔''ایام اللہ'' کی عظمت کے اظہار کیلئے جو ایام خوشی سے مربوط ہیں ان میں جشن مسرت منانا اور جو ایام غمی سے مربوط ہیں ان میں سوگواری کیلئے مجالس برپا کرنا جایز ہے۔(وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ) (برعکس وہابیوں کے جو انحرافی عقاید رکھتے ہیں۔)

۸۔مومن مصائب وآلام کے زمانے میں صبر کے دامن سے سکون حاصل کرتا ہے اور اختیار واقتدار کے زمانے میں شکر سے کام لیتا ہے (صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝)

۹۔صبر حق وحقیقت کے ادراک کا ضامن ہے (لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ)

آیت نمبر ۶

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

ترجمۃ الآیات

اور (یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا، اللہ نے تمہیں جس نعمت سے نوازا ہے اسے یاد کرو جب اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات عطا فرمائی وہ تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔(۶)

پیغام:

۱۔ تلخ وشیریں حوادث قید و بند اور حریت و مسرت کے باہمی تقابل سے نعمات خداوندی کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔(اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ)

۲۔ کامیابی وکامرانی کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے نہ کہ ہماری ذات (نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ)

۳۔ حریت وآزادی اللہ کی عظیم تین نعمتوں میں سے ہے نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ

۴۔ انبیاء کرام کا اہم ترین وظیفہ طاغوت سے مبارزہ آرائی اور محرومین و مستضعفین کو ان کے چنگل سے نجات دلانا ہے۔(اَنْجٰىكُمْ)

۵۔ طاغوتی نظام کی حفاظت وبقا کیلئے درباریوں اور حواریوں کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے (اٰلِ فِرْعَوْنَ)

۶۔ تربیت انسانی کیلئے ابتلا وآزمائش ایک ضروری عنصر ہے اور یہ تربیتی نظام پروردگار کی طرف سے ہے (بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ)

آیت نمبر ۷

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷

ترجمۃ الآیات

اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب تمہارے رب نے خبردار کیا کہ اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا اور اگر کفر کرو تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے۔ (۷)

نکات:

(الف) قرآن کریم کے اندر یہ آیت کریمہ شکر نعمت یا کفران نعمت کے حوالے سے اہم ترین اور روشن ترین آیت ہے یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہبری وقیادت میں الٰہی حکومت کی تشکیل اور نعمت حریت سے مربوط آیت کے بعد ذکر کی گئی ہے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حکومت الٰہیہ اور آسمانی قیادت اللہ کی اہم ترین نعمات ہیں۔ اگر اس کا شکر ادا نہ کیا

جائے تو خداوند تعالیٰ ایسے ناشکرے لوگوں کو اپنے شدید ترین عذاب میں گرفتار کر لیتا ہے۔

(ب) شکر نعمت کے متعدد مراحل ہیں۔

۱۔شکر قلبی: انسان تمام نعمات کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کو سمجھے۔

۲۔شکر زبانی: نعمت کے حصول پر مثال کے طور پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کا ذکر کرنا۔

۳۔شکر عملی: عبادت کرنا اپنی زندگی اور اپنے اموال کو رضائے پروردگار کیلئے خرچ کرنا اور اس کے بندوں کی خدمت کرنا۔

(ج) حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے ''نعمت کا شکر یہ ہے کہ انسان گناہ ومعصیت کی زندگی کو چھوڑ چھاڑ دے نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ نعمت کا سرچشمہ خداوند تعالیٰ کو قرار دے (وہ اس بات پر نہ جائے کہ یہ نعمت جو اسے حاصل ہوئی ہے یہ اس کے عقل وعلم اور سعی کا نتیجہ ہے یا اسے فلاں کے ذریعے ملی ہے۔) خدا کی عطا پر راضی رہے اور نعمات کو گناہوں کا ذریعہ قرار نہ دے جبکہ شکر حقیقی یہ ہے کہ نعمات خداوندی کو انسان اللہ کی رضا کے حصول کیلئے خرچ کر ڈالے۔(تفسیر نمونہ)

(د) خداوند تعالیٰ کی نعمات کا شکر واقعی انسان کی وسعت وطاقت سے باہر ہے جی ہاں! وہ اس راہ میں جتنا بھی زور لگائے اس کی نعمات کے مقابلے میں ذرہ کم مقدار ہے سعدی شیرازی نے کیا خوب فرمایا ہے

بندہ ھماں بہ کہ زتقصیر خویش
عذر بہ درگاہ خدا آورد
ورنہ سزا وار خدا وندیش
کسی نتوانند بجا آورد

عبد حقیقی وہ ہے جو بارگاہ خداوندی میں اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرتے ہوئے عفو وبخشش مانگے ورنہ اس ذات والا صفات کے اس قدر احسانات ہیں کہ اس کا شکر کوئی ادا ہی نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ جو حق شکر ہے وہ ادا کرو جناب موسیٰؑ نے عرض کی ''ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ شکر کا ہر کلمہ ایک اور شکر بجالانے کا موجب بن جاتا ہے'' دوبارہ وحی ہوئی ''تمہارا یہ اقرار کرنا اور یہ جان لینا کہ جو کچھ ہے وہ میری طرف سے ہے یہی میرے شکر کا حق ہے۔(تفسیر نمونہ)

روایات میں آیا ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْمُنْعِمَ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ ''جو شخص بندگان خدا کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''من لم يشكر المنعم من الخلوقين لم يشكر الله''(بحار، ج ۷۱، ص ۴۴)

(ج) اگر ہم نعمات خداوندی کو ناجائز دھندوں میں خرچ کریں گے تو یہ خرچ کفران نعمت میں شمار ہوگا۔(لَئِنْ كَفَرْتُمْ)بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللهِ كُفْرًا) یعنی ان لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر میں بدل دیا(ابراہیم ۲۸)

پیغام:

۱۔ یہ خداوند تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس نے شکر نعمت کو مزید نعمات کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس ذات نے اس کلیہ کا دوٹوک اعلان فرمایا ہے۔ (وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ)

شکر نعمت نعمتت افزوں کنند

کفر نعمت از کفت بیرون کند

نعمتوں کا شکر تمہاری نعمات میں اضافہ کرتا ہے اور نعمتوں کی ناشکری تمہارے ہاتھوں سے نعمتوں کے چلے جانے کا سبب بن جاتی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم و تربیت کیلئے شکر کو لازم قرار دیا ہے ورنہ اس ذات کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (رَبُّكُمۡ)

۳۔ شکر کرنے سے نہ صرف ہماری نعمات میں اضافہ ہوگا بلکہ ہم پھلیں گے پھولیں گے۔ زیادہ ہونگے اور ترقی کے مدارج طے کریں گے۔ (لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ)

۴۔ کفران نعمت کی سزا نہ صرف سلب نعمت ہے بلکہ بعض اوقات نعمتیں سلب نہیں ہوتیں مگر سزا کا عمل تدریجاً شروع ہو جاتا ہے انسان آہستہ آہستہ انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے آخر کار تباہی کے دہانے پر جا پڑتا ہے (وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ۝۷)

آیت نمبر ۸

وَقَالَ مُوۡسٰۤى اِنۡ تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ۝۸

ترجمة الآیات

اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور زمین میں سب ناشکری کریں تو بھی اللہ یقیناً بے نیاز اور لائق حمد و تعریف ہے۔ (۸)

پیغام:

۱۔ابلاغ وتبلیغ میں لوگوں کی خواہشات پرعمل نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی توقع وابستہ کرلینا چاہیے (اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ)

۲۔اپنے ایمان وعمل کی بنا پراس کی ذات پر کسی قسم کا احسان نہیں جتانا چاہئے کیونکہ اسے ہمارے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔(لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ⑧)

۳۔ہمارا ایمان لانا یا کفر اختیار کرنا یا شکر نعمت یا کفر نعمت کرنا اس کی ذات والا صفات میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ (لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ⑧)

گر جملہ کائنات کافر گردند
بر دامن چکبریا ئیش ننشیند گرد

اگر ساری کائنات کافر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی عزت وعظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

آیت نمبر ۹

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ⑨

ترجمۃ الآیات

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے قبل گزر چکے ہیں مثال کے طور پر نوح، عاد اور ثمود کی قوم اور جو ان کے بعد آئے جن کا علم صرف اللہ کے پاس ہے؟ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے منہ پر رکھ دیے اور کہنے لگے ہم تو اس رسالت کے انکاری ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور جس چیز کی طرف تم

ہمیں دعوت دے رہے ہو اس میں ہم سخت ترین شک و تردید کرتے ہیں۔ (۹)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ "بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ" کے مصداقوں میں سے ایک ہے جو اسی سورة کی پانچویں آیت کے ساتھ مذکور ہے (وَذَكِّرۡهُمۡ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ)

(ب) حضرت شیخ طوسی نے تفسیر بیان میں کیا ہے "شك" اور "ریب" میں فرق ہے کیونکہ "شك" تردید کی ایک طبعی کیفیت کا نام ہے جبکہ "ریب" ایسا شک ہوتا ہے جس میں تہمت اور سوء ظن کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔

(ج) وہ شک جو تحقیق و حقیقت کے قبول کرنے کا پیش خیمہ بنے وہ مفید بھی ہے اور تعمیری بھی ہے لیکن وہ شک جو واضح اور آشکار معجزات کے دیکھنے کے بعد باقی رہے وہ شک ہٹ دھرمی اور حق کو قبول کرنے سے روکنے والا ہوتا ہے اور تخریبی ہے۔ (لَفِىۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ۞)

(د) "فَرَدُّوۡۤا اَيۡدِيَهُمۡ فِىۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ" کے جملہ سے کئی طرح کے معانی لئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ مخالفین حق، دہن گو لوگوں کے دھن پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تاکہ ان کی آواز باہر نہ نکلے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اس قدر محکم و مضبوط ہوتے تھے گویا لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر ان کے منہ پر رکھ دیتے تھے اس کیفیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق کے سامنے لوگوں کی زبانیں بند ہوجاتی تھیں اور ان کے پاس کچھ کہنے کیلئے الفاظ نہیں ہوتے تھے۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کے مخالفین شدت غیض و غضب میں اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹنے لگتے تھے۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام کے مخالفین ان کے حضور اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا کرتے تھے جس سے یہ بتانا مقصود ہوتا تھا کہ وہ خاموش رہیں اور وعظ و نصیحت نہ کریں۔

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ کے محکم و مضبوط قواعد و قوانین تاریخ اور معاشروں پر حکم فرما ہیں۔ اگر کسی کو تاریخ کے کسی حصہ سے آشنائی ہوجائے تو اس کے دوسرے حصے سے درس عبرت لیا جاسکتا ہے۔ (اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَبَؤُا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ)

۲۔ اب تک تاریخ بشریت کے اکثر ادوار مجہول و معدوم ہیں (لَا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا اللّٰهُ)

۳۔ تمام انبیاء علیہم السلام حامل معجزہ تھے (جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ)

۴۔ کفار صرف انبیاء کے دشمن نہیں تھے بلکہ ان کے مکتب و مشن کے بھی دشمن تھے (كَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ)

۵۔کفار کے شکوک وشبہات دین کی حقانیت میں ان کی تحقیق کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ ان کے شک کا منبع ان کی بے دینی اور ہٹ دھرمی تھی۔(شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ⑨)

آیت نمبر ۱۰

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ⑩

ترجمة الآیات

ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا (تمہیں) اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے وہ تمہیں اس لئے دعوت دیتا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کردے اور ایک معین مدت تک تمہیں مہلت دے وہ کہنے لگے، تم تو ہم جیسے بشر ہو تم ہمیں ان معبودوں سے روکنا چاہتے ہو۔جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔پس اگر کوئی واضح دلیل ہے تو ہمارے پاس لے آو۔(۱۰)

نکات:

(الف) اس آیت سے قبل کفار انبیاء علیہم السلام سے کہتے تھے۔(تَدْعُوْنَنَا)تم ہمیں خدا کی راہ کی طرف بلاتے ہو۔لیکن اس آیت میں انبیاء علیہم السلام نے کفار سے کہا(يَدْعُوْكُمْ) ''خداتمہیں بلاتا ہے'' یعنی ہماری دعوت نہ تو اپنی طرف سے ہے بلکہ دعوت خدا سے خدا کی طرف ہے۔

(ب) علامہ زمخشری اور علامہ مراغی کے بقول قرآن مجید میں جہاں مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تمہارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے (لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ)

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ پر عقیدہ ویقین فطری اور بدیہی ہے اس میں کوئی شک وشبہ کی بات ہے ہی نہیں۔ (اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ)

۲۔ عقل وفطرت کے ساتھ ساتھ محبت و دعوت بھی لازم ہے (اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَغۡفِرَ لَكُمۡ)

۳۔ دین انسان کو ہر قسم کی آلودگیوں اور ناپسندیدہ اوامر سے پاک وصاف ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَغۡفِرَ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ)

۴۔ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست کرے (يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَغۡفِرَ لَكُمۡ)

۵۔ توبہ و اطاعت خداوندی انسان کی زندگی کو طولانی کر دیتی ہے۔ (يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَغۡفِرَ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرَكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۶۔ خداوند تعالیٰ از راہ محبت ہدایت کی دعوت دیتا ہے اور از راہ لطف وکرم آخری عمر تک ڈھیل دے دیتا ہے۔ (يَدۡعُوۡكُمۡ ۔ وَيُؤَخِّرَكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۷۔ ہر انسان کی عمر پہلے سے اندازہ شدہ اور معین ہے (اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۸۔ قومی اور نسلی تعصبات حق کے قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہیں (يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا)

۹۔ انسان کے عقیدہ وافکار میں خاندان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ (يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا)

۱۰۔ حق کے سامنے ڈٹ جانا اور سرکشی وعداوت کا مظاہرہ کرنا ایسی بیماری ہے جو لاعلاج ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے معجزات کے ساتھ لوگوں کے پاس گئے۔ لیکن بعض لوگوں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی اس بات کا سبب بنتی رہی کہ وہ ہمیشہ اپنی ہوا و ہوس کے مطابق نت نئے معجزوں کی فرمائش کرنے لگ جاتے۔ (فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ۝۱۰)

آیت نمبر ۱۱

قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۝۱۱

ترجمۃ الآیات

ان کے رسولوں نے ان سے کہا بے شک ہم تم جیسے بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ اور ہمارے بس میں نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی دلیل خدا کی اجازت کے بغیر پیش کریں اور اہل ایمان کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے۔(۱۱)

نکات:

(الف) خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے ''خداوند تعالیٰ جس پر چاہے اپنے لطف و کرم سے اسے اپنا پیغمبر بنا دے لیکن وہ حکیم مطلق جانتا ہے کہ کون شخص اس عظیم الشان ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی قابلیت واہلیت رکھتا ہے ''اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ'' اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے (انعام ۱۲۴)

(ب) کفار و مشرکین انبیاء علیہم السلام سے دو باتوں کا مطالبہ کرتے تھے۔

۱۔تم ہم جیسے ہو۔

۲۔جس معجزے کا ہم مطالبہ کرتے ہیں وہ ہمیں دکھاؤ۔

اسی آیت میں انہی دو باتوں کا جواب دیا گیا ہے۔

۱۔ یہ جو تم کہتے ہو ہم تمہاری طرح کے انسان ہیں ہم اس کو قبول کرتے ہیں لیکن اِدھر بھی تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے اور وہ ہم پر وحی نازل فرماتا ہے۔

۲۔تمہارا یہ مطالبہ کہ ہم تمہاری مرضی کے مطابق معجزہ دکھلائیں یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم اذن الٰہی کے بغیر معجزہ نہیں دکھا سکتے۔

پیغام:

۱۔ اگرچہ انسان شکل وصورت اور ظاہر و باہر کے لحاظ سے یکساں ہیں لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ باطن اور معنویت کے لحاظ سے بھی ایک جیسے ہوں (اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ)

۲۔انسانوں کی تربیت کرنے والے اور ان کیلئے نمونہ عمل بننے والے اشخاص کو تربیت حاصل کرنے والے افراد ہی کی مثل ہونا چاہئے (جو نقطہ انبیاء علیہم السلام کا قوی ترین تھا بعض لوگوں کی نگاہ میں کمزور نقطہ تھا۔ (اگر انبیاء علیہم السلام انسانوں میں نہ ہوئے اور انسانی مشکلات وضروریات اور غرائز کے حامل نہ ہوتے تو وہ دوسرے لوگوں کیلئے مربی اور نمونہ نہیں بن سکتے تھے۔ (بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ)

۳۔ پیغمبران گرامی اپنے بارے میں غلونہیں کرتے تھے بلکہ یہ فرماتے تھے کہ ہم تمہاری طرح کے انسان ہیں (اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ)

۴۔ منصب نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ اور عظیم الشان احسان ہے (يَمُنُّ)

۵۔ معجزہ امر خدا سے معرض وجود میں آتا ہے لوگوں کی مرضی و فرمائش کے مطابق نہیں یہاں تک کہ اگر لوگ اس کی توقع نہ بھی رکھتے ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اسے لے آتے ہیں۔ (اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ)

۶۔ مومنین اپنے مخالفین کے عناد و انکار سے نہیں گھبراتا بلکہ خدا پر توکل کرتے ہوئے آگے کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ (وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ⑪)

۷۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ مخالفین کے عناد و انکار سے تھک ہار کر گوشہ نشین نہیں ہوجاتا بلکہ خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ (وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ⑪)

آیت نمبر ۱۲

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ⑫

ترجمۃ الآیات

اور ہم اللہ پر توکل کیسے نہ کریں جب کہ اس نے ہمارے راستے ہمیں دکھا دیئے ہیں، جو اذیتیں تم ہمیں دیتے ہو اس پر ہم ضرور صبر کریں گے اور توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔ (۱۲)

نکات:

(الف) "تَوَكَّلَ" کا معنیٰ ہے وکیل بنانا ایک وکیل کیلئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے درایت، امانت، قدرت اور محبت اور یہ تمام امور سوائے خداوند تعالیٰ کے کسی اور میں کامل طور پر نہیں پائے جاتے۔ لہٰذا ہمیں اپنے پروردگار کی ذات پر توکل کرنا چاہئے۔

(ب) حضرت امام رضا علیہ السلام کا فرمان ہے "توکل کی تعریف یہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے کسی اور سے

خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ جس خدا نے ہدایت کا راستہ دکھایا ہے اور وہی حامی و ناصر بھی ہے تو صرف اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ (نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ وَقَدۡ هَدٰىنَا)

۲۔ انبیاء کا راستہ بھی وہی ہے جو خدا کا راستہ ہے اس لئے لفظ "سُبُلَه" کی بجائے "سُبُلَنَا" فرمایا ہے (سُبُلَنَا)

۳۔ راہ خدا کے راہی کیلئے مصائب و آلام جھیلنا لازم ہوجاتا ہے (سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصۡبِرَنَّ)

۴۔ کتنی عزت و عظمت ہے کہ اِدھر خدا پر توکل اور اُدھر مخالفین کے مقابلے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ (نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ وَقَدۡ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصۡبِرَنَّ)

۵۔ مومن مصائب و آلام کے تند و تیز طوفانوں میں بھی اپنے عقیدہ و عمل سے دست بردار نہیں ہوتا (وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيۡتُمُوۡنَا)

۶۔ مصائب و آلام پر وہ صبر کرسکتا ہے جسے اپنے ملجا و ماوی پر بھرپور یقین ہوتا ہے۔ (وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيۡتُمُوۡنَا ؕ وَعَلَى اللهِ)

آیت نمبر ۱۳

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور کفار نے اپنے رسولوں سے کہا ہم تمہیں اپنی سرزمین سے ضرور نکال دیں گے۔ یا بہر صورت تمہیں ہمارے دین میں واپس آنا ہوگا۔ اس وقت ان کے پروردگار نے ان پر وحی فرمائی۔ کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے۔ (۱۳)

نکات:

(الف) سوال: کیا انبیاء علیہم السلام بعثت سے قبل مشرک تھے کہ کفار نے ان سے تقاضا کیا کہ وہ ان کے مذہب پر واپس آ جائیں؟ (لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا)

جواب: ممکن ہے کہ اس سوال کا پہلا جواب یہ ہو کہ کفار کا پیغمبروں سے یہ تقاضا تھا کہ وہ دوبارہ ان کے زیر تسلط آ جائیں، یعنی وہ ان سے یہ کہتے ہوں کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ تم ایماندار ہو لیکن تمہیں ہمارے بالمقابل نہیں آنا چاہئے تمہیں اور تمہارے پیروکاروں کو ہماری راہوں سے ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

دوسرا جواب یہ ہے لفظ "عود" اگر حرف "الیٰ" کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں، پہلی حالت کی طرف لوٹ آنا، اگر وہ حرف "فی" کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں تغیر وتقلب اختیار کرنا نہ کہ پہلی صورت اختیار کرنا یعنی تم اپنے عقیدے کو چھوڑ چھاڑ کر ہمارے مذہب کو تسلیم کرلو۔

اس کا تیسرا جواب ہے کہ کفار کی مراد انبیاء کے ساتھی ہوں نہ خود انبیاء کہ انہوں نے انبیاء کے پیروکاروں سے کہا ہو کہ تم واپس شرک کی طرف لوٹ آؤ۔

پیغام:

۱۔تمام انبیاء علیہم السلام اپنے مخالفین کے ہاتھوں مصائب وآلام کا شکار رہے ہیں (وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ)

۲۔تہدید وتبعید کی سیاست وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کوئی منطقی جواب نہیں ہوتا (لَنُخْرِجَنَّكُمْ)

۳۔کفار کو یہ گوارا ہی نہیں ہے کہ اہل ایمان کی کوئی مستقل حیثیت ہو۔

۴۔اینٹ کا جواب پتھر (لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ)

۵۔سبب ہلاکت ظلم ہے نہ کفر (كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۳)

۶۔ظلم سدا باقی نہیں رہتا ظالم کو آخر نابود ہونا ہے (لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۳)

آیت نمبر ۱۴

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝۱۴

ترجمۃ الآیات

اوران کے بعد ہم تمہیں اس سرزمین میں ضرور آباد کریں گے اور یہ (خوشخبری) اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے (کے دن) سے خوف کھاتا ہے اور اسے میرے وعدہ عذاب کا خوف بھی ہے۔ (۱۴)

نکات:

(الف) خداوند تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک دن ظالم اور ستم پیشہ لوگ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے اور اس کے ولیوں کی حکومت قائم ہوگی ابھی تک اس کا وعدہ پورا نہیں ہوا لہٰذا حضرت امام مہدی عجل اللہ الشریف کے ظہور پرنور سے وعدہ الٰہی پورا ہوگا۔

(ب) قرآن کریم نے متعدد مقامات پر وعدہ فرمایا ہے کہ ایک دن زمین پر اولیاء اللہ کی حکومت ہوگی اور ان کے دشمن نیست و نابود ہو جائیں گے اس مضمون سے مربوط تین آیات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ (وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴿۱۷۳﴾) یقیناً ہمارا لشکر ہی کامیاب و غالب ہے (صافات ۱۷۳)

۲۔ (وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴿۱۷۲﴾) انبیاء مرسلین کے بارے میں ہماری بات یقینی ہے کہ وہ حتماً کامیاب ہیں۔ (صافات ۱۷۱/۱۷۲)

۳۔ (أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴿۱۰۵﴾) زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں (انبیاء ۱۰۵) بہر حال حق کی باطل پر کامیابی اللہ کے صالح بندوں کے ہاتھوں الٰہی حکومت کی تشکیل خدا کا حتمی وعدہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ کی ذات تمام خیر و خوبیوں کا سرچشمہ ہے اور وہ دلوں کا مرکز و محور ہے (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ) اہل ایمان اللہ سے زیادہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں (بقرہ ۱۶۵) لیکن خدا سے خوفزدہ رہنے کی بات یہ ہے کہ اس کے مقام و عظمت پر نگاہ رہے اس کی تشریح یوں کی جاتی ہے آپ کا کوئی دوست ہو اور وہ قاضی ہو اور منصف مزاج ہو کسی وجہ سے آپ کو اس کی عدالت میں پیش ہونا پڑے تو اس کے ساتھ دوستی کے باوجود بھی آپ اس کے مقام عدل و انصاف سے ضرور خوفزدہ ہوں گے۔

پیغام:

۱۔ کفار زمین کو اپنے اقتدار و اختیار کا خطہ سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ ارضی اقتدار و اختیار انبیاء اور اہل ایمان کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب کفار نے (انبیاء اور اہل ایمان) کو تبعید کی دھمکی دی (لَنُخْرِجَنَّكُمْ) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں سے وعدہ فرمایا (وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں سے ابدی فتح و کامرانی کا وعدہ فرمایا ہے (لَنُسْكِنَنَّكُمُ)

۳۔ انبیاء کرام نہ صرف ابلاغ و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کیلئے آئے تھے بلکہ زمین پر حکمرانی کرنے کیلئے بھی آئے تھے۔ (لَنُسْكِنَنَّكُمُ)

۴۔ تقویٰ ہی کے ذریعے ظالم اور ستمگر لوگوں پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾)

۵۔ کفار کی دھمکیوں سے خوفزدہ مت ہوئیے۔ (لنخرجنکم) بلکہ خداوند تعالیٰ کی دھمکی سے ڈرو (خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾)

آیت نمبر ۱۵۔۱۶

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾
مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور انبیاء نے فتح و نصرت طلب کی تو سرکش دشمن نامراد ہو کر رہ گیا۔ (۱۵)

اور اس کے بعد جہنم ہے اور وہاں اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ (۱۶)

نکات:

(الف) ''وَرَاءِ'' کے معانی انجام اور خاتمہ کے ہیں جیسا کہ فارسی میں کہا جاتا ہے اس غذا کے پیچھے ایک مریض ہے (تفسیر نمونہ)

(ب) تمام انبیاء کرام فتح و کامرانی کے منتظر رہے۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا ''فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾'' اے میرے پروردگار میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔ (سورہ قمر ۱۰)

۲۔ دوسرے انبیاء کرام نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں کامیابی کی دعا مانگی تھی ''رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ'' پروردگارا! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما۔ (اعراف ۸۹)

کفار بھی مسلمانوں سے کہتے ہیں ''مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ'' تم جو کہتے تھے کہ ہم ایک دن ضرور کامیاب ہونگے تو وہ دن کب

آئے گا۔؟

ا۔ یہ وہی وجوہات ہیں کہ قرآن مجید نے بہت سی آیات میں انبیاء کرام کی کامیابی اور کفار کی ناکامی اور نامرادی اور ان کے عذاب کے بارے میں وضاحت کی ہے اور دوٹوک الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کہ ''وہ دن جلد آنے والا ہے''

(ج) قیامت کے دن اہل دوزخ کو ان کی پیاس کے وقت جو کچھ پلایا جائے گا وہ سیراب کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ وہ جھلسانے والا اور جلانے والا ہوگا۔

(وَسُقُوۡا مَآءً حَمِيۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ) کھولنے والا پانی انہیں پلایا جائیگا جو ان کی انتڑیوں کوٹکڑے ٹکڑے کردے گا. (محمد ۱۵)

۲۔ (يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ) ان کی سیرابی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا جس کی حرارت چہرے کو جھلسا کر رکھ دے گی۔ (کہف ۲۹) اُدھر اہل بہشت شیریں وخوشگوار پانی کی نہروں کے کنارے زندگی بسر کریں گے اور صاف وشفاف دودھ اور شہد سے لطف اندوز ہونگے جو اللہ نے ان کیلئے پہلے سے مہیا کرر کھا ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمات سے استفادہ کریں گے۔ (وَسَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا) اور ان کا پروردگار انہیں پاک و پاکیزہ مشروب پلائے گا۔(دھر ۲۱)

(د) کتب تاریخ میں آیا ہے بنواُمیہ کے ایک ظالم و جابر حکمران ''ولید بن یزید بن عبدالملک'' نے ایک دن اپنے مستقبل کے احوال سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے قرآن کریم کو کھولا تو اس کی نگاہ اس آیت کریمہ پر پڑی ''وَاسۡتَفۡتَحُوۡا... ''اور وہ فتح وکامیابی کی انتظار میں تھے اور ہرضدی مزاج ظالم خائب وخاسر ہوگیا'' جسے دیکھ کر وہ غضبناک ہوگیا اور قرآن مجید کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔ اور یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اے قرآن تو مجھے جبار عنید سمجھ کر دھمکی دے رہا ہے ہاں ہاں میں وہی جبار عنید ہوں میں تیرے ٹکڑے کرر ہا ہوں قیامت کے دن کہہ دینا ولید نے مجھے پارہ پارہ کرڈالا تھا۔ (تفسیر نمونہ)

آیت نمبر ۱۷

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ وَيَاۡتِيۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيۡظٌ ⑰

ترجمۃ الآیات

جسے وہ گھونٹ گھونٹ نوش کرے گا مگر وہ اسے انتہائی ناگوار گزرے گا اس پر ہر طرف سے موت آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں اس کے پیچھے سخت ترین عذاب ہوگا۔ (۱۷)

نکات:

(الف) اس آیت میں اہل دوزخ کے عذاب کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔

۱۔ اہل دوزخ کو تھوڑا تھوڑا کر کے اور وقفے وقفے سے عذاب دیا جائے گا تا کہ اس انداز سے انہیں زیادہ سے زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔

۲۔ اہل دوزخ کو مختلف قسم کے عذاب سے دوچار کیا جائے گا اور وہ عذاب انہیں مرنے کی مار دے گا لیکن انہیں موت نہیں آئے گی۔

۳۔ عذابوں کے مختلف تدریجی مراحل ہوں گے اور ان میں شدت آتی رہے گی ہر آنے والا عذاب پہلے عذاب سے سخت ترین ہوگا۔

(ب) قرآن کریم نے قیامت کے عذابوں کو مختلف تعبیرات سے بیان کیا ہے کبھی ''اَلِيْمٌ'' کے نام سے یاد کیا ہے اور کبھی ''شَدِيْدٌ'' کے ساتھ اظہار کیا ہے اور کبھی ''عَظِيْمٌ'' کا نام دیا ہے یہ تمام تعبیرات ان کی سختیوں کی دلیل ہیں۔

(ج) ''اُسَاغَه'' کا معنیٰ ہے ''بہت بڑے شوق و رغبت سے پانی پینا'' لہٰذا ''وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ'' یعنی وہ رغبت و شوق کے ساتھ نہیں پئے گا۔ (تفسیر تبیان)

(د) رسول اکرمؐ نے فرمایا: جس نے شراب پیا تو اس کی نمازیں چالیس دن تک قبول نہیں ہوتیں۔ تو اس کیلئے لازم ہے کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اسے بدبودار پانی پلائے (تفسیر مجمع البیان)

پیغام:

۱۔ دوزخ کا عذاب تدریجی اور دائمی ہے (يَّتَجَرَّعُهٗ)

۲۔ اہل دوزخ کو موت نہیں آئے گی دوزخ کا عذاب ان کی موت کا سبب نہیں بنے گا (وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ)

۳۔ جہنم کا عذاب روز بروز بڑھنے والا ہے (عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾)

آیت نمبر ۱۸

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَیْءٍؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ۝۱۸

ترجمۃ الآیات

جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ہے ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی سی ہے جسے آندھی کے روز تیز ہوا نے اڑا دیا ہو وہ اپنے اعمال کا کچھ بھی (ثمر) حاصل نہ کر سکیں گے۔ یہی تو بہت گہری گمراہی ہے۔(۱۸)

نکات:

(الف) اس سے پہلی آیات میں ضدی مزاج اور ہٹ دھرم ستم گروں کی محرومیت اور نقصان کی بات ہوئی ہے (وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ) اور یہ آیت کریمہ اس خسارے کی تشریح کر رہی ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ مومنین کی برائیوں کو بصورت توبہ حسنات میں بدل دے گا (یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ) (فرقان ۷۰) جبکہ کفار کی بداعمالیاں ان کی نیکیوں کو نیست و نابود کر دیتی ہیں۔(كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ) دوسری آیات میں آیا ہے(حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ)ان کے اعمال نابود ہو جائیں گے۔(اعراف ۱۴۷)

(ب) قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں کفار کے اعمال کے بے مقصد و بے ثمر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔(وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا) ہم ان کے اعمال کو لے آئیں گے اور پھر انہیں بے کار اور بے مقصد بنا دیں گے (فرقان ۲۳) ہم نے کفار کے بارے میں یہ بھی پڑھا ہے(فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا) کفار کیلئے قیامت کے دن ہم میزان اعمال قائم نہیں کریں گے۔(کہف ۱۰۵) شاید اسی مطلب کی طرف اشارہ ہو۔

پیغام:

۱۔ کفار کے اعمال ایسی آتش سوزاں ہیں جس کا انجام خاکستر کے سوا کچھ نہیں (کَرَمَادٍ)

۲۔ کفار کے اعمال تمھیں خیرہ و فریفتہ نہ کر دیں کیونکہ وہ بے مقصد اور بے ثمر ہیں (کَرَمَادٍ)

۳۔ سرکش کافر توبہ اور نجات سے بہت دور ہے۔ (الْبَعِيۡدُ۝۱۸)

۴۔ کفر ایک ایسی بلا و مصیبت ہے جو نیک اعمال کو بھی برباد کر دیتی ہے۔ (كَفَرُوۡا اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ)

آیت نمبر ۱۹۔۲۰

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ۙ‏ ۝۱۹

وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ‏ ۝۲۰

ترجمة الآيات

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق نہیں فرمایا؟ اگر وہ چاہے تو تمہیں تباہ کر دے اور تمہاری جگہ، ایک نئی مخلوق لے آئے۔ (۱۹)

اور یہ اللہ کیلئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ (۲۰)

نکات:

(الف) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر فرمایا ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو فضول اور کھیل کود کیلئے پیدا نہیں کیا ہے "وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ" (دخان ۳۸) ایک اور مقام پر فرمایا ہے (وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا) (ص۔۲۷) یہ کافر ہی ہیں جو کائنات کی تخلیق کو بے مقصد اور لغو سمجھتے ہیں (بحار، ج ۱۰ ص ۲۲۷)

پیغام:

۱۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق حکمت اور مصلحت کی بنیاد پر عمل میں آئی ہے۔(بِالْحَقِّ)

۲۔خداوند تعالیٰ کو ہمارے ہونے نہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں کبھی مغرور نہیں ہونا چاہئے (اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ)

۳۔کائنات اور اس کا دوام مشیت الٰہی پر منحصر ہے (اِنْ يَّشَاْ)

۴۔یہ جہان انسانوں کے بغیر نامکمل و باطل ہے اگر ہمیں اس جہان سے اٹھالیا جائے تو دوسری مخلوق کو ہماری جگہ پر بسا دیا جائیگا تا کہ آسمانوں اور زمین کی خلقت کا مقصد پورا ہوتا رہے۔(وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ) (تفسیر المیزان)

آیت نمبر ۲۱

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور سب اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے کہیں گے ہم تمہارے تابع فرمان تھے تو کیا تم اللہ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟ وہ جواب دین گے کہ اگر اللہ نے ہمارے لئے کوئی راستہ چھوڑ دیا ہوتا تو ہم تمہیں بھی بتا دیتے۔اب ہمارے لئے برابر ہے کہ ہم فریاد کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے فریاد کا کوئی راستہ نہیں۔(۲۱)

نکات:

(الف) ''وَبَرَزُوْا'' کا معنیٰ ''خروج'' ہے۔

مبارز اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے لشکر کی صف سے نکلے اور دشمن کے سامنے آ کر اسے مقابلہ کیلئے للکارے۔

(ب) اگرچہ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ ''اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ'' لیکن جہاں تک اسلامی نظام حکومت ہے وہاں اسلامی حکمران کی اطاعت مطلق نہیں ہے ''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ'' (بحار، ج ۱۰ ص ۲۲۷) بنابراین یہ مقولہ ''اَلْمَامُوْرُ مَعْذُوْرٌ'' صحیح نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ قیامت کے دن تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونگے۔ (جَمِيْعًا)

۲۔ اندھی تقلید سوائے حسرت و یاس کے کچھ نہیں (كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ)

۳۔ دوزخی لوگ عذاب کے صرف ایک حصے کی تخفیف کی توقع رکھیں گے نہ کہ سارے کی (مِنْ شَيْءٍ)

۴۔ معاشرے کے رہبروں اور راہنماؤں کی ہدایت وضلالت معاشرے کی سعادت یا شقاوت میں بڑی حد تک عمل دخل رکھتی ہے۔ (هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ)

۵۔ قیامت کے دن بد اعمال قسم کے لوگوں کے روحانی عذابوں میں سے ایک یہ عذاب بھی ہوگا کہ وہ اپنے پیروکاروں کے سامنے اپنے عجز اور بدبختی کا اعتراف کریں گے۔ (هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ)

۶۔ جو لوگ اس دنیا میں انبیاء کرام سے کہتے تھے (قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ) ہمارے لئے برابر ہے خواہ تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو (شعراء ۱۳۶) وہی لوگ قیامت کے دن بھی کہیں گے۔ ''ہم جتنا چیخیں چلائیں یا خاموش رہیں ہمارے لئے برابر ہے۔ ''سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا''

۷۔ الٰہی عدالت اور اس کی سزا سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ (مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ)

۸۔ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان قیل وقال کثرت کے ساتھ ہوگی (فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا)

۹۔ قیامت کے دن کوئی بھی شخص عذاب الٰہی کو نہیں روک سکے گا۔ (فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ)

آیت نمبر ۲۲

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمة الآيات

اور جب (قیامت کے روز) فیصلہ ہو چکے گا اور شیطان کہے گا ''اللہ نے تمہارے ساتھ یقیناً سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا پھر وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہیں چلتا مگر یہ کہ میں نے تمہیں صرف اپنی طرف بلایا تھا اور تم نے میری بات مان لی تھی۔ پس اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ آج نہ تو میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو پہلے تم مجھے اللہ کا شریک بناتے تھے میں اب یقیناً اس سے بیزار ہوں ظالموں کیلئے تو یقیناً دردناک عذاب ہے۔ (۲۲)

نکات:

(الف) قیامت کے دن گناہ گار و خطا کار عذاب سے چھٹکارے کیلئے ہاتھ پاؤں ماریں گے تا کہ اپنے لئے شریک جرم پیدا کر سکیں اور اپنی معصیت کاری کا بوجھ دوسروں پر ڈال سکیں کبھی تو وہ کہیں گے ''لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ'' مجھے دوست نے گمراہ کیا۔ (فرقان ۲۹) کبھی کہیں گے ''لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ'' اگر تم فاسد رہبر نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ (سباء ۳۱)

اور کبھی شیطان کو لعن طعن کریں گے اور اسے اپنی گمراہی کا سبب قرار دیں گے لیکن اس وقت شیطان چپ نہ رہے گا

بول پڑے گا؛۔ ارے مجھ پر الزام نہ ڈالو (فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ) میرا کام صرف وسوسہ ڈالنا تھا اور اپنی طرف بلانا تھا باقی تمھارا اپنا کام تھا گمراہی توتم نے خود ہی اپنائی تھی۔

(ب) جس انسان کو تائید خداوندی حاصل ہوجائے اُس پر شیطان کو تسلط حاصل نہیں ہے اور خود شیطان کو بھی اس بات کا اقرار ہے (لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ) تو میرے خالص بندوں پر تسلط نہیں رکھتا (حجر ۴۲) شیطان بھی کہتا ہے (مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ)۔

پیغام:

۱۔ الٰہی وعدے حق وحقیقت اور واقع کے مطابق ہوتے ہیں (وَعْدَ الْحَقِّ)

۲۔ شیطان اپنے وعدوں کے ذریعے انسان کو فریب دیتا ہے (وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ) ایک دوسرے مقام پر آیا ہے (يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا) وہ انہیں وعدوں اور امیدوں میں الجھاتا ہے اور ان کے ساتھ شیطان کے وعدے بس فریب پر مبنی ہوتے ہیں۔ (سورۃ نساء۔ ۱۲۰)

۳۔ شیطان انسان کو مجبور نہیں کرتا بلکہ وسوسہ میں ڈالتا ہے اور گناہ کی دعوت دیتا ہے۔ (دَعَوْتُكُمْ)

۴۔ آخر ایک دن وہ بھی آئے گا کہ شیطان فاسد انسان کو سرزنش کرے گا (وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ)

۵۔ ملامت کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ انسان مجبور محض نہیں خود مختار ہے۔ (فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ) کیونکہ مجبور انسان کو ملامت نہیں کی جاتی۔

۶۔ اپنے گناہوں کی نسبت شیطان کی طرف نہیں دینا چاہیئے۔ (فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ)

۷۔ قیامت کے دن تمام رابطے منقطع ہوجائیں گے۔ (مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ) کفر و باطل کے رہبر اور ان کے پیروکار ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا (اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ) جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں نے ان کا انکار کیا۔ جبکہ ان کے پیروکار اپنے رہبروں سے کہیں گے (لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا) اگر ھمیں فرصت مل جائے اور دنیا میں واپس لوٹ جائیں تو ھم بھی ان سے بیزاری اختیار کرلیں گے (بقرہ ۱۶۷)

۸۔ غیر اللہ کی اطاعت شرک ہے (اَشْرَكْتُمُوْنِ)

۹۔ شیطانی دعوتوں پر لبیک کہنا اپنے اوپر بھی ظلم ہے اپنے مشن اور اپنے دین و مذہب پر بھی ظلم ہے۔ (اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ)

آیت نمبر ۲۳

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیلئے اپنے پروردگار کی اجازت سے وہ ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں ان کا استقبال سلامتی کی مبارکباد سے ہوگا۔ (۲۳)

نکات:

(الف) بروز قیامت؛ بہشت میں جدھر نگاہ اُٹھاؤ سلام ہی سلام ہے۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اہل بہشت پر سلام صادر ہو رہے ہونگے (سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ) مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائیگا (یٰس ۔۵۸)

۲۔ ملائکہ کی طرف سے سلاموں کی بارش ہو رہی ہوگی۔ (سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا) تم پر سلام ہو تم بہت خوب رہے اب ہمیشہ کے لئے اس میں رہو۔ (زمر ۷۳)

۳۔ اہل بہشت ایک دوسرے کو سلام پیش کریں گے (تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ) (ان کا ایک دوسرے کو تحفہ سلام ہوگا) (زیر بحث آیت)

(ب) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود کسی مقام پر چل کر جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اُس کے پاس آتے ہیں اور اُسے پروقار انداز میں لے جاتے ہیں اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَاُدْخِلَ'' اہل بہشت خود بہشت میں داخل نہیں ہونگے بلکہ انہیں عزت و احترام کے ساتھ بہشت میں داخل کیا جائیگا۔ سورۃ زمر میں آیا ہے ''وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَی الْجَنَّةِ زُمَرًا'' اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہیں انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائیگا۔ (زمر ۷۳) اُدھر اہل جھنم کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھیں شکنجوں میں کس کر عذاب میں جھونکا جائیگا۔ (خُذُوْهُ

فَغُلُّوۡهُ ۝ ثُمَّ الۡجَحِيۡمَ صَلُّوۡهُ ۝) اسے پکڑو، باندھو پھر دوزخ میں ڈال دو (الحاقہ۔۳۰۔۳۱)

۲۔اہل دوزخ ایک دوسرے سے نفرت کریں گے اور بیزاری کا اظہار کریں گے لیکن اہل بہشت ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔

۳۔بہشت میں مختلف انواع کی نہریں ہوں گی۔

نہر آب (اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ) (پانی کی نہریں ہونگی)

(ب) نہر شیر (اَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ يَتَغَيَّرۡ طَعۡمُهٗ) دودھ کی نہریں ہونگی جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا۔

(ج) شراب طہورا کی نہریں (اَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ) شراب کی نہریں ہونگی جس میں پینے والوں کیلئے لذت کا سامان ہوگا۔

(د) شہد کی نہریں (وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّى) شہد مصفیٰ کی نہریں ہونگی (محمد ۱۵)

پیغام:

۱۔ صاحبان ایمان ویقین اور عمل صالح ھمیشہ ھمیشہ جنت میں رہیں گے۔(وَاُدۡخِلَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ)

۲۔اہل جنت کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے بھرپور پیار ومحبت ہوگا وہ ایک دوسرے پر سلام پیش کریں گے ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔(تَحِيَّتُهُمۡ فِيۡهَا سَلٰمٌ)

آیت نمبر ۲۴

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ۝۲۴

ترجمة الآيات

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شجر طیبہ جس کی جڑ زمین میں گہری گڑی ہوئی ہے اور اُس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی

ہیں ۔(۲۴)

نکات:

(الف) شجرۃ طیبہ یا پاک و پاکیزہ شجر کا اپنا ماحول ومزاج ہوتا ہے وہ اپنے پاک و پاکیزہ ماحول میں بڑھتا رہتا ہے پھلتا پھولتا رہتا ہے وہ سایہ دار بھی ہوتا ہے پھل دار بھی ہوتا ہے اور پائیدار بھی ہوتا ہے۔اسی شجر پاکیزہ اطوار کی مثل وہ انسان ہے جو توحید کا پرستار ہوتا ہے وہ اپنی زندگی میں جمود کا شکار نہیں ہوتا وہ ہمیشہ سیر تکامل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔اس کے ایمان و یقین کے اثرات اس کے بلند و بالا کردار اور پر مغز گفتار سے واضح و آشکار ہوتے رہتے ہیں اس کے عقائد نہ وقتی ہوتے ہیں اور نہ موسمی وہ اپنے عقائد میں سدا بہار ہوتا ہے اور دوسروں کو نور ایمان اور حلاوت معرفت وعرفان کی پرزور دعوت دیتا رہتا ہے۔

(ب) روایات اور تفاسیر کے اندر چند اُمور کو کلمہ طیبہ کا مصداق قرار دیا گیا ہے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس پر ایمان،عقائد حقہ آفاقی رہبر اور اس کے اصحاب، جی ہاں! عقیدہ توحید کی جڑیں اتنی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہیں جو فطرت اور لوگوں کے قلوب کی اتھاہ گہرائیوں میں سرایت کر جاتی ہیں (اَصۡلُهَا ثَابِتٌ) جس سے ان کے تمام اعمال و کردار نورانیت کے مزاج میں ڈھل جاتے ہیں (فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ) ایمانی ثمرات سے ہر وقت اور ہر جگہ چاہے نشیب ہو یا فراز استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(ج) عقیدہ وحدانیت اس درخت کی مثل ہے جتنا وہ بلند و بالا ہے اتنا ہی اس کی جڑیں زمین میں مضبوطی کے ساتھ پیوست ہیں۔اس پر دھمکیوں، سازشوں، طمع وحرص کے ہزاروں طوفان چلیں اسے پرواہ نہیں ہوتی اور نہ طاغوت اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

اگر روایات میں اس شجر آبدار کو رسول اللہؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس کی حکمت بھی یہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اور آپ کے اہل بیت کا راستہ ہر طرف دشمنوں سے گھرا ہوا تھا لیکن عداوت کی اس شدت کے باوجود بھی ان کا مشن جاری وساری ہے اور ایک دن پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

پیغام:

۱۔قرآن کریم میں موجود مثالوں میں خوب غور وفکر کرنا چاہئے (اَلَمۡ تَرَ)

۲۔عقیدہ حق وحقیقت ایسا کلمہ طیبہ ہے جس نے قلب مؤمن کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے (اَصۡلُهَا ثَابِتٌ) اور یہ اللہ کا لطف وکرم ہے کہ اہل ایمان کو اس عقیدے پر مستحکم رکھتا ہے۔(یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ) اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیوی زندگی اور آخرت میں بھی قول ثابت پر قائم رکھتا ہے۔(ابراہیم ۲۷)

۳۔کلام حق پائیدار ہے محکم واستوار ہے (کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ)

آیت نمبر ۲۵

تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا‌ ؕ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ‏ ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے ثمرات دے رہا ہے یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں۔(۲۵)

نکات:

(الف) اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس پر ایمان کے علاوہ ہر چیز کو فنا حاصل ہے۔(كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ)(قصص ۸۸) اور جو چیز فانی ہے وہ ہمیشہ کیلئے پھل نہیں دے سکتی لیکن وہ کام جو خدائی رنگ میں رنگین ہوجاتا ہے وہ لازوال ہوجاتا ہے۔(مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ) جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہوجائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔(نحل ۹۶)

جی ہاں! خدائی رنگ محکم اور مضبوط ہے جبکہ باقی رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔اُڑ جاتے ہیں۔(وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً) اللہ کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوسکتا ہے۔(بقرہ ۱۳۸)

(ب) ایمان کا شجر ہمیشہ پھلتا پھولتا رہتا ہے مومن ہمیشہ خدا کی یاد میں غرق رہتا ہے اور فرائض کی بجا آوری میں ہمیشہ مصروف عمل رہتا ہے چاہے خوشحالی کا دور ہو یا بدحالی کا خوشی ہو یا غمی، تونگری ہو یا فاقہ مستی۔

جب ظالم وستم پیشہ لوگ اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں تو وہ ان کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاتا ہے۔(اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوۡنَ) ہم اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں(قلم ۳۲)

جب وہ تبلیغ وابلاغ کرتا ہے تو وہ خالصتاً اللہ کیلئے کرتا ہے لوگوں کے اموال پر اس کی نگاہ نہیں ہوتی۔(اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ) میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے۔(یونس ۷۲)

(وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ) جب وہ غیض وغضب میں ہوتا ہے تو پھر بھی رضائے پروردگار کی حدود سے باہر نہیں جاتا (وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ) اور غصے کو پی جاتے ہیں،(آل عمران ۱۳۴)

جب وہ ازدواجی زندگی کا آغاز کرتا ہے تو اللہ پر ہی توکل کرتا ہے (اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ)

اگر وہ فقر و فاقہ میں ہونگے تو اللہ اپنے فضل و کرم سے انہیں غنی کر دے گا (نور ۳۲)

جب وہ عبادت خداوندی میں مصروف ہوتا ہے تو وہ اپنی اس عبادت سے صرف اس کی قربت چاہتا ہے۔ (قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ) میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب یقیناً اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ (انعام ۱۶۲)

جب وہ غربت و افلاس کا شکار ہوتا ہے تو وہ اُمراء کے دروازے پر نہیں جاتا اور نہ ہی وہ کسی کی چاپلوسی کرتا ہے۔ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ) اے پالنے والے! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں (قصص ۲۴)

جب وہ میدان جنگ میں اللہ کے دشمن سے نبرد آزما ہوتا ہے تو فتح و شکست دونوں صورتوں میں خوشحال رہتا ہے کیونکہ وہ اپنے فریضہ کو ادا کر چکا ہوتا ہے (اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ) دو بھلائیوں میں سے ایک (توبہ۔۵۲)

جی ہاں! خداوند تعالیٰ کی ذات والا صفات پر ایمان ایک ایسے شجر آبدار کی مثل ہے، جو ہر لحظہ ہر آن پھل دیتا رہتا ہے اور وہ اس دنیا میں عالم برزخ میں اور محشر میں انسان کی کامیابی کا ضامن ہے (تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍ) اس کے بالمقابل مال و دولت، جاہ و منصب، آل و اولاد اور دوسری تمام نعمات ایسے درخت کی مثل ہیں جو تھوڑی مدت کیلئے پھل دیتا ہے اور وہ بھی ناکافی مقدار میں بلکہ بعض اوقات یہی مال و زر، جاہ و منصب اور اولاد ثمرات دینے کی بجائے عذاب اور وبال جان بن جاتے ہیں۔ (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَهُمۡ بِهَا) اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے انہیں دنیاوی زندگی میں عذاب دے، (توبہ ۵۵)

پیغام:

۱۔ شجر ایمان سدا بہار ہوتا ہے اس پر کبھی خزاں نہیں آتی وہ ہمیشہ پھل دیتا رہتا ہے۔ (اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍ)

۲۔ تشبیہ اور تمثیل یہ قرآنی طریقہ ہے جو لوگوں کی توجہ اور انہیں نصیحت کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہے۔ (لَعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ﴿۲۵﴾)

آیت نمبر ۲۶

وَمَثَلُ کَلِمَةٍ خَبِیۡثَةٍ کَشَجَرَةٍ خَبِیۡثَةِ ۣاجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور کلمہ خبیثہ کی مثال اس درخت خبیثہ کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا گیا ہو اور اس کیلئے کوئی استحکام نہیں ہے۔(۲۶)

نکات:

(الف) ''اِجۡتُثَّتۡ'' کا معنی ہے قلع قمع کرنا و اکھاڑنا۔

(ب) انحرافی عقائد اور گمراہ انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اس کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کی نہ جڑیں ہوں نہ پھل نہ پھول نہ زیبائی نہ خوشبو نہ سایہ نہ نشوونما بلکہ وہ خار ہی خار ہو، جو راستے پر پڑا ہوا اور راہ گیروں کیلئے اذیت کا باعث ہو۔

پیغام:

۱۔ تعلیم و تربیت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ تقابل بھی ہے (كَلِمَةٍ خَبِيۡثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيۡثَةٍ)

۲۔ شرک اور غیر اللہ سب بے ثبات اور بے دوام ہیں (مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ)

۳۔ عقاید باطلہ بے فائدہ جڑی بوٹیوں اور گھاس پھونس کی مثل ہیں جن کی زمین میں کوئی جڑ نہیں ہوتی اور نہ ان کی بنیاد صحیح ہوتی ہے۔ (اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ)

آیت نمبر ۲۷

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ وَيَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝۲۷

ترجمۃ الآیات

اللہ اہل ایمان کو ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت دونوں میں استحکام عطا کرتا ہے اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔ اللہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے۔(۲۷)

پیغام:

۱۔ نصرت خداوندی ان راہوں سے مربوط ہے جن کا انتخاب خود انسان کرتا ہے۔(یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا)

۲۔اگر نصرت خداوندی شامل حال نہ ہو تو انسان شیطانی وسوسوں ،نفسانی خواہشات اور طاغوتوں کے مقابلے میں شکست کھا جائے اور تباہی و ویرانی کے مرگھٹ میں جا اترے (یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا)

۳۔کیونکہ اہل ایمان دلائل و منطق کے لحاظ سے مستحکم و استوار ہوتے ہیں اس لئے وہ مادیت کے مکاتب فکر کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں۔(یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا)

۴۔اگر انسان مومن بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لیتا ہے اگر وہ شجرہ خبیثہ اور مکاتب باطل سے وابستہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔(یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیۡنَ)

۵۔مکاتب باطل کی اتباع اپنی ذات پر بھی ظلم ہے اور مکتب اسلام پر بھی ظلم ہے۔(الظّٰلِمِیۡنَ)

۶۔الٰہی قہر و غضب کا تعلق ان راستوں سے ہے جن کا انتخاب انسان خود کرتا ہے۔(وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیۡنَ)

آیت نمبر ۲۸۔۲۹

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ﴿۲۸﴾

جَهَنَّمَ ۚ یَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

تم نے دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا اور اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں جھونک دیا۔(۲۸)

اور وہ جہنم ہے جس میں وہ جھلس جائیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔(۲۹)

نکات:

(الف) ''بوا'' کا معنی ایسی شدید بے رونقی ہے جو ہلاکت، بربادی کا موجب بن جاتی ہے۔ (مفردات راغب)

(ب) کفار و مشرکین نے اللہ کی عظیم نعمتوں کو کفر میں بدل ڈالا ہے۔

۱۔ ان لوگوں نے توحید کی نعمات کے بدلے میں شرک کا انتخاب کیا۔

۲۔ فطرت طیبہ کی نعمت کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے گمراہ آباؤ اجداد کی تقلید کو اپنا لیا۔

۳۔ اپنی خرافات کو وحی الٰہی پر مقدم سمجھا۔

۴۔ آفاقی رہبر جو الٰہی نعمات میں سے ہیں ان کی قدر نہ کر کے شکر کے بدلے کفر اختیار کیا اور طاغوتوں کی پیروی کر لی (بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ)

متعدد روایات میں آیا ہے کہ ہمارے آئمہ نے فرمایا ''نَحْنُ وَ اللّٰهِ نِعْمَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَنْعَمَهَا عَلٰى عِبَادِهٖ'' قسم بخدا! جن نعمتوں کو بدل دیا گیا ہے وہ ہم ہی ہیں لوگوں نے ہمیں چھوڑ کر دوسرے لوگوں کو اپنا رہبر بنا لیا (تفسیر مجمع البیان)

بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ)

اس آیت کریم کے مشابہ دیگر آیات بھی آئی ہیں۔ سورۃ قصص کی آیت ۴۱ میں فرمایا (وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ) اور سورۃ ہود کی آیت ۹۸ میں آیا ہے (يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ) قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے ہوگا اور جہنم تک پہنچا دے گا۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نعمات اور آیات میں ہر قسم کی تبدیلی کفر ہے (بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا)

۲۔ گمراہ اور بے دین پیشوا معاشرے کی تباہی و بربادی کا سبب ہوتے ہیں۔ اور اس کے افراد کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں (وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾)

آیت نمبر ۳۰

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور انہوں نے اللہ کیلئے کچھ ہمسر بنالئے تا کہ وہ انہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں ان سے کہو اچھا مزے کرلو، آخر کار تمہیں پلٹ کر جانا دوزخ ہی میں ہے۔ (۳۰)

نکات:

(الف) بعض لوگ کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے شریک کے قائل ہیں اور کچھ وہ ہیں جو نعمات خداوندی میں اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں مثلاً صحت وسلامتی، علم وقدرت یا جاہ وعزت جیسی نعمات کو اپنے عقل وکسب کا کمال سمجھتے تھے۔ یا پھر دوسرے لوگوں کو سبب قرار دیتے تھے۔ لیکن انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا ہے کہ ان کی یہ سوچ ایک گمراہ سوچ تھی۔

پیغام:

۱۔ کفران نعمت کی بدترین قسم یہ ہے کہ خدا کا شریک قرار دیا جائے اور عوام الناس کو گمراہ کیا جائے۔ (وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا)

۲۔ کبھی شرک کا سرچشمہ طاغوت ہوتے ہیں (وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا) اور کبھی جاذب نظر بت گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں (وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ) اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا (سورہ ابراہیم ۳۵-۳۶)

۵۔ خداوند تعالیٰ کچھ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے (قُلْ تَمَتَّعُوْا)

۶۔ کفار کے اس دنیا میں بڑے ٹھاٹھ باٹھ ہیں لیکن آخرت میں ان کیلئے کچھ نہیں (تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾)

۷۔ ہر نعمت اللہ کی محبت کی دلیل نہیں ممکن ہے کہ وہ اللہ کے قہر وغضب کا پیش خیمہ ہو۔ (تَمَتَّعُوْا)

آیت نمبر ۳۱

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

وَلَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾

ترجمۃ الآیات

اے نبیؐ! میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ سودا ہوگا اور نہ دوست نوازی ہوگی۔ (۳۱)

نکات:

(الف) علانیہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے نسلوں کی تربیت ہوتی ہے۔ تشویق و تحریک کا سبب بنتا ہے اور تہمت سے حفاظت کا سامان ہوتا ہے۔ خفیہ طریقے سے خرچ کرنا روح کے تکامل اور اخلاص کی علامت ہے۔ البتہ بعض مفسرین نے توضیح فرمائی ہے کہ اعلانیہ اخراجات کا تعلق واجبات سے ہے جیسے زکواۃ اور خمس ہے اور خفیہ اخراجات استحبابی امور سے متعلق ہیں جیسے صدقہ وغیرہ ہیں۔

(ب) علانیہ اخراجات ہوں یا مخفیانہ ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی عزت و شان و مرتبہ ہے لیکن شاید یہ قول بے جا نہ ہوگا کہ مخفیانہ اخراجات کے مراتب اعلانیہ اخراجات سے بڑھ کر ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں ''سِرًّا'' کا کلمہ ''عَلَانِيَةً'' پر مقدم ہے۔

پیغام:

۱۔ حکم دیتے وقت فریق مقابل کی شخصیت اور اس کے احترام کو مدنظر رکھنا چاہئے (لِّعِبَادِيَ) بندگی پروردگار مومن کیلئے سرمایہ افتخار ہے (لِّعِبَادِيَ)

۲۔ صرف دل کے ساتھ ایمان کافی نہیں ہے نماز انفاق فی سبیل اللہ اور عمل صالح کا ہونا لازمی ہے (اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا)

۳۔ اسلام ایک جامع دین ہے۔ جہاں خدا کے ساتھ رابطہ ہو وہاں معاشرہ کے محرومین کے ساتھ ان کی ضروریات پر خرچ کرنے کا رابطہ ہو۔ یہ دونوں رابطے ایک دوسرے کی قبولیت کیلئے شرط ہیں۔ (يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا)

۴۔ خرچ کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہے اسے راہ خدا میں خرچ کریں علم ہو یا مال و دولت یا اختیار و اقتدار ہو۔ (مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ)

۵۔ انفاق کبھی مخفیانہ ہو اور کبھی علانیہ ہو۔ (سِرًّا وَّعَلَانِيَةً)

۶۔فرصت کے لمحات سے استفادہ کیجئے مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ

۷۔اگر دنیا میں تجارت کرنا چاہتے ہو تو خدا کے ساتھ معاملات کرو کیونکہ قیامت کے دن کوئی لین دین نہیں ہوگا۔ (يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ)

۸۔قیامت کے روز مال و زر اور یاری دوستی کے وسیلہ سے عذاب سے فرار کرنا ناممکن ہے۔ (لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خِلٰلٌ۝۳۱)

۹۔انفاق خدا کے دیے ہوئے رزق یعنی حلال مال سے ہونا چاہیے، ہر مال سے نہیں جو ہمارے پاس موجود ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے۔''رَزَقۡنٰهُمۡ ''نہیں فرمایا کہ (عندکم)

آیت نمبر ۳۲

اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ‌ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ لِتَجۡرِىَ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ‌ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡاَنۡهٰرَ‌۝۳۲

ترجمۃ الآیات

اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے تمہارے رزق کیلئے پھل پیدا فرمائے اور کشتیوں کو تمہارے لئے مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اور دریاؤں کو بھی تمہارے لئے مسخر بنایا۔ (۳۲)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ میں تین زاویوں سے ''مسئلہ آب'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۔آب باران نباتات کی آبپاشی کا ذریعہ ہوتا ہے اور ان کی حیات کا سرمایہ ہوتا ہے۔ فضا کو آلودگیوں سے پاک و صاف کرتا ہے۔

۲۔سمندری پانی جو سمندری جانوروں کی زندگی کا ذریعہ اور کشتیوں کی نقل و حمل بہترین اور سستا ترین وسیلہ ہے اور

باران کا سرچشمہ ہے۔

۳۔نہروں کا پانی غیر آباد علاقوں کو آباد کرنے کا ذریعہ ہے۔

۴۔اس سے پہلی آیت میں نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے میں سستی کیوں کرتے ہو حالانکہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔

۵۔"تَسْخِيْر" کا ایک معنیٰ تو منافع سے فائدہ اٹھانا ہے جس طرح سورج اور چاند کی تسخیر ہے اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ کسی چیز کا مکمل طور پر گرفت میں آجانا جس طرح کشتیوں دریاؤں اور نہروں کی تسخیر ہے کہ جن پر انسان کو مکمل گرفت حاصل ہے۔

پیغام:

۱۔ نعمات الٰہیہ کی معرفت اللہ تعالیٰ کی معرفت وعرفان کا وسیلہ ہے۔(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ)

۲۔اللہ تعالیٰ کی تمام نعمات قابل قدر وتحسین ہیں لیکن پانی تمام نعمات میں اہم ترین نعمت ہے۔(مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۳۲)

۳۔تخلیق کائنات انسان ہی کیلئے کی گئی ہے (رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ)

۴۔اگرچہ مادی اسباب اپنی حقیقت وحیثیت رکھتے ہیں لیکن یہ سب حکم خدا سے معرض وجود میں آتے ہیں۔ (بِاَمْرِهٖ)

۵۔انسان عالم فطرت وطبعیت پر حکم فرما ہے (وَسَخَّرَ لَكُمُ)

آیت نمبر ۳۳

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۳۳

ترجمۃ الآیات

جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ جو لگاتار چلے جارہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر فرمایا۔(۳۳)

نکات:

کلمہ ''دائبین''،''داب'' سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے ''مستقل عادت'' اسی طرح کے کلمات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ جیسے (كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ) (آل فرعون کی مستقل عادت کی طرح)

مفسر علامہ مراغی نے اپنی تفسیر میں ''دَآىِٕبَيْنِ'' کا معنیٰ ''دَائِمِيْنَ فِي الْحَرَكَةِ'' کیا ہے یعنی وہ ہمیشہ اپنی حرکت میں رہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے ''كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ'' (یٰس۔ ۴۰) (ہر ایک فلک میں تیر رہا ہے)

جی ہاں! آفتاب ایک عظیم الشان قوت وقدرت کا سرچشمہ ہے جو مسلسل مصروف عمل ہے برعکس انسانی مصنوعات کے جن کو طاقت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے وہ کام کرتے کرتے رک جاتے ہیں پھر ان کی تعمیر کی جاتی ہے پھر وہ کام کے قابل ہوتے ہیں اگر آفتاب کچھ عرصہ کیلئے اپنا کام چھوڑ دے تو دنیا کا کیا بنے؟ انسانی ونباتاتی اور حیوانی حیات پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں؟ کائنات کا نظام لڑکھڑا جائے مدافعاتی جراثیم کے لامحدود لشکر ناپید ہو جائیں اور حرارت وآبی بخارات کا نظام درھم برھم ہو جائے خدا ہی ہے جو جانتا ہے کہ کیا سے کیا ہو جائے؟

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانی بہ کف آری و بہ غفلت نہ خوری
ھمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردارند
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

یہ گھٹائیں یہ بادو باراں یہ آفتاب و ماہتاب سب مسلسل مصروف عمل ہیں۔

جس طرح یہ مصروف عمل ہیں تو تو بھی روٹی اسی صورت میں حاصل کر۔ اور غافل ہو کر نہ کھا یہ سب تیرے لئے گردش میں ہیں اور سرمو انحراف نہیں کرتے پر انصاف کی بات نہیں کہ تو اپنے رب کی اطاعت نہ کرے۔

پیغام:

ا۔ نہ فقط یہ زمین اور اس کی نعمات میں انسان کے فائدے مضمر ہیں بلکہ وسیع وعریض آسمان اور اس کے اجرام میں بھی انسانی منافع رکھ دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی تخلیق ہی اس مقصد کی خاطر کی گئی ہے۔ (وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ)

آیت نمبر ۳۴

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور اسی نے تمہیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمات کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کرسکو گے انسان یقیناً بڑا ہی بے انصاف، ناشکرا ہے۔ (۳۴)

نکات:

(الف) سورہ نحل آیت ۱۸ میں ہے ''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ '' اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے بے شک خدا بخشنے والا ہے۔

(ب) گزشتہ آیات میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ منحرف ومفسد رہبر لوگوں کو غیر اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ (جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا) (ابراہیم۔ ۳۰) یہ آیت کریمہ یہ پیغام: دے رہی ہے کہ باوجود اس کے کہ کوئی کام غیر اللہ سے نہیں ہوسکتا اور جس کے پاس جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے لیکن انسان بے پرواہ اور ناشکرا ہے۔

(ج) ''عَدّ'' کا معنی ہے شمار کرنا اور گننا اور ''اِحصاء'' کے معنی ہیں اچھی طرح اور غور کے ساتھ شمار کرنا تاکہ کوئی چیز گنتی سے باہر نہ رہ جائے۔

پیغام:

۱۔ پیداوار کے عناصر واسباب انسانی اختیار میں ہیں (پانی، مٹی، چاند، سورج) ان عوامل کے باوجود انسانی کاموں میں اگر کوئی نقص رہ جائے یا بگاڑ پیدا ہو جائے تو ان عوامل کا قصور نہیں بلکہ اس کی تدبیر میں نقص ہے (وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾)

۲۔ جس خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس نے اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھا اور انہیں پورا کرنے کا بھرپور انداز میں انتظام وانصرام فرمایا۔ لیکن اِدھر انسان ہے جو اپنی ضروریات کو گناہ ومعصیت کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے (وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾)

۳۔ انسان ایک ایسا موجود ہے جو سراپا محتاج ونیاز مند ہے (سَاَلْتُمُوْهُ)

۴۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمات کو شمار نہیں کرسکتا تو حق شکر کس طرح سرانجام دے سکتا ہے۔ (لَا تُحْصُوْهَا)

۵۔ اگر انسان نعمات خداوندی سے صحیح طور پر استفادہ نہ کرسکے تو وہ بہت ظالم اور ناشکرا شمار کیا جائیگا (

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾

آیت نمبر ۳۵

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے دعا کی تھی کہ پروردگار، اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ فرما۔ (۳۵)

نکات:

(الف) اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملکوتی دعا کے کچھ نمونے ہیں جس سے ان کے درد دل اور روح کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاید انہی دعاؤں کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیم ہے۔

(ب) حضرت ابراہیمؑ نے مختلف اوقات میں دو مرتبہ ''مکہ معظّمہ'' کیلئے دعا فرمائی پہلی دفعہ جب آپ نے جناب اسماعیلؑ اور جناب ہاجرہؑ کو وہاں ٹھہرایا اور بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔ ''رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا'' خدایا اس جگہ کو شہرامن قرار دے۔ (بقرہ ۱۲۶)

دوسری دفعہ اس وقت دعا فرمائی جب کچھ لوگ مکہ آئے اور آکر اس شہر میں رہائش اختیار کی تو فرمایا ''رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا'' خدایا اس شہر کو امن کا گھوارہ بنا دے۔

(ج) سوال: کیا حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے ان کی تمام اولاد توحید پرست ہوگئی تھی؟

جواب: دعا ایک عامل ہے اور افراد دوسرا عامل ہے۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کی داستان زیر غور رہے۔

(د) سوال: حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دعا میں مکہ کو شہر کا نام دیا حالانکہ ابھی وہ شہر بنا ہی نہیں تھا کیونکہ بعد کی آیات میں عرض کرتے ہیں ''یہ ارض زراعت کے قابل نہیں۔

جواب: آپ کی مراد یہ تھی کہ جب مختلف قبائل اِدھر کا رخ کریں گے اور اسے اپنا ٹھکانہ بنائیں گے تو مکہ شہر کی صورت اختیار کرے گا۔ دعا کا بھی اس زمانے کے ساتھ تعلق ہے، یا اس سوال کا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ کے شہر ہونے

اور نا قابل زراعت ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ موجودہ مکہ معظّمہ بھی نا قابل زراعت شہر ہے۔

(ر) سوال: یہ بات تو یقینی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مُوحد تھے تو پھر آپ نے یہ دعا کیوں مانگی خدایا مجھے شرک سے بچائے رکھنا''؟

جواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے اس کے باوجود بھی ہر نماز میں فرماتے تھے''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' حالانکہ آپ یقین کی منزل پر تھے۔ لیکن پھر بھی خائف ہیں اس لئے دعا فرماتے ہیں کہ اسے سیدھے راستے پر ثابت رکھ۔

(س) ''امنیت'' سے مراد وہ قانون ہے جو مکہ معظّمہ کے امن عامہ کی ضمانت پیش کرتا ہے نہ یہ کہ مکہ معظّمہ تاریخ کے ہر دور میں جائے امن رہا ہو کیونکہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد مرتبہ دشمنوں نے مکہ معظّمہ پر حملہ کیا اور اہل مکہ کو خون سے نہلا دیا حتیٰ کہ رسول اکرمؐ اور ان اصحاب صفاء باوفا کو خوب ستایا گیا اور حضرت امام حسینؑ نے مکہ مکرمہ کی بے امنی کی وجہ سے حج کا ارادہ ترک فرمایا تھا۔ لیکن قانون الٰہی نے مکہ کو امن کا علاقہ قرار دیا۔

پیغام:

۱۔ عقیدہ اور فکر صحیح کی حفاظت کی دعا سب سے بہترین دعا ہے (وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝۳۵)

۲۔ عبادی مراکز کو پُرامن ہونا چاہئے (هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا)

۳۔ امن وسکون زندگی کیلئے ضروری شرط ہے (الْبَلَدَ اٰمِنًا)

۴۔ معاشرہ کے ارباب بست وکشاد کو عوام الناس کے امن وامان کی فکر کرنا چاہئے (رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا)

۵۔ امن وسکون اس لئے نہیں ہوتا کہ گناہ وخطا اور عیاشی کی آزادی ہو بلکہ امن وسکون عبادت الٰہیہ کے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔(امناً) (اٰمِنًا يَّعْبُدُوْنَنِيْ) امن قائم کرے گا اور وہ میری بندگی کریں، (نور ۵۵)

۶۔ شرک کے خطرات اتنے شدید ہیں کہ ابراہیم خلیل جیسے سچے توحید پرست بھی خائف ہیں (وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝۳۵)

۷۔ دعا میں دوسروں کو بھی شامل کرنا چاہئے بالخصوص اپنی اولاد کو یاد رکھنا چاہئے (وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝۳۵)

آیت نمبر ۳۶

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ‌ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۶﴾

ترجمة الآيات

پروردگارا! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے پس جو شخص میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف چلے تو تو یقیناً بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (۳۶)

نکات:

(الف) سوال: بت جو پتھر اور لکڑی کے مجسمے ہوتے ہیں وہ انسانوں کو کس طرح گمراہ کر سکتے ہیں؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بت جمادات میں سے ہوں یہ بھی تو مشاہدات میں سے ہے کہ خود انسان طاغوت بن کر بت بن بیٹھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ بتوں کی تراش خراش کی ہنرمندی اور ان کا سامان ان کی پوجا پاٹ کا سبب بن جاتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ انسان کی جہالت اس امر کا سبب بن جاتی ہے کہ ان کی نگاہ میں پتھر اور لکڑی اس قدر قابل قدر ہو جاتے ہیں کہ وہ ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔

(ب) اگر اس آیت کو اس سے قبل کی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو ایک بہترین نتیجہ سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا ''خداوندا! میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ'' اور اس آیت میں فرما رہے ہیں کہ جو شخص توحید پرست اور میرا پیروکار ہے وہ مجھ سے ہے۔ تو نتیجہ یہ سامنے آئیگا کہ تمام موجودات حضرت ابراہیمؑ کی مذہبی اولاد ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ'' (حج۔ ۷۸) یعنی تمہارے باپ ابراہیم کی ملت۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے۔ ''اَنَا وَ عَلِیٌّ اَبَوَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' میں اور علی امت کے باپ ہیں۔ (بحار الانوار، ج۱۶، ص۹۵) اور اگر کوئی مشرک کسی نبی کا حقیقی بیٹا بھی ہو تو اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے ''اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ‌ۖ فَلَا تَسۡـَٔـلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ'' وہ تمہاری اہل سے نہیں (سورہ ہود ۴۶)

(ج) حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں ''اِنَّ وَلِیَّ مُحَمَّدٍ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ اِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُه وَ اِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ

عَصٰی اللّٰہَ وَاِنْ قَرُبَتْ لُحْمَتُہٗ ''یقیناً حضرت رسول اکرمؐ کا دوست وہ ہے جو خدا کا اطاعت گزار ہے خواہ رشتے اور نسب کے لحاظ سے دور ہو اور محمدؐ کا عدو وہ ہے جو خدا کا نافرمان ہے۔ خواہ وہ ان کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔(بحار، ج ۶۷،ص ۲۵)

پیغام:

۱۔ مجسمہ سازی جیسی ہنرمندی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے جس طرح بت بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ (اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ)

۲۔ دینداری صرف نعرے بازی کا نام نہیں ہے۔ اصل عمل اور احکام کی ادائیگی ہے (تَبِعَنِیْ)

۳۔ آفاقی رہبروں اور اہل ایمان کے درمیان مذہبی رابطہ استوار ہوتا ہے فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ)

۴۔ انبیاء کرام اپنے مخالفین کے بارے میں بھی رحم و رافت کے جذبات رکھتے تھے اور انہیں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں کرتے تھے۔(وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳۶)

۵۔ انبیاء کرام کے احکام کی مخالفت خدا کی مخالفت ہے (وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ)

آیت نمبر ۳۷

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۳۷

ترجمة الآيات

اے ہمارے پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز قائم کریں لہٰذا تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں ثمرات کا رزق عطا فرما تاکہ یہ شکر گزار بنیں۔(۳۷)

نکات:

(الف) جب حضرت ابراہیمؑ بڑھاپے کی منزل پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت اسماعیلؑ جیسا فرزند عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس نومولود کو اور اس کی والدہ کو مکہ مکرمہ میں جا ٹھہرائیں حضرت ابراہیمؑ نے حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور دعا بھی مانگی۔

(ب) روایات میں آیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے ''ہم اہل بیت رسول اللہ ہیں اور اولاد حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ اس لئے انسانوں کے دل ہماری طرف مائل ہیں'' آپ نے بعد ازیں یہ آیت تلاوت فرمائی ''رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ''

(ج) خانہ کعبہ کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں بنایا گیا تا کہ لوگوں کو آزمایا جائے۔ امام علیؑ نے خطبہ قاصعہ میں فرمایا: اگر خانہ کعبہ ایک تفریحی مقام پر واقع ہوتا جہاں کی آب و ہوا ہر اعتبار سے بہتر ہوتی تو لوگ وہاں پر رضائے خداوندی کیلئے اس کی زیارت کیلئے نہ آتے۔

(د) انبیاء علیہم السلام کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں (وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ) انہیں پھلوں میں سے رزق عطا فرما) (حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ) یعنی ایسا امن کا حرم کہ جہاں پر ہر قسم کے پھل میوے میسر ہوں'' (قصص ۵۷)

حضرت امام باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو بھی میوہ مشرق میں ہو یا مغرب میں وہ مکہ معظّمہ میں ضرور پایا جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ انبیاء کرام اپنی جائے رہائش نماز اور بندگی کی بنیاد پر منتخب کرتے ہیں (اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ)

۲۔ بعض اوقات دینداری کی قیمت اتنی سخت ہو جاتی ہے کہ اس کیلئے وطن چھوڑنا پڑتا ہے۔ در بدری اور خاندان سے دوری اختیار کرنا پڑتی ہے۔ اپنے آرام و سکون کو بھی ہمیشہ کیلئے خیر باد کہنا پڑتا ہے۔ (اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ)

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں خانہ کعبہ اور اس کے اطراف واکناف محترم و مکرم تھے۔ ان کی حدود بھی معین تھیں اور وہ حدود محفوظ بھی تھیں۔ (بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ)

۴۔ حضرت ابراہیمؑ کا مقصد و محور نماز ہے (رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ)

۵۔ نمازیوں سے محبت رکھنا چاہئے (لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ)

۶۔ گزشتہ ادیان میں نماز موجود تھی (لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ)

۷۔ دلوں کی ہر دلعزیزیت اور محبوبیت اور ان کا میلان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ

تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ﴿۳۷﴾)

۸۔تمام لوگوں کے دلوں میں اولیاء اللہ کی محبت و دوستی کی صلاحیت نہیں ہوتی۔(مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ﴿۳۷﴾)

۹۔مردان خدا اس دنیا کو صرف ارفع و اعلیٰ ہدف کیلئے چاہتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۸

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِىۡ وَمَا نُعۡلِنُ‌ؕ وَمَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ‏ ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

اے ہمارے پروردگار! جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تو جانتا ہے اور واقعی اللہ سے کوئی چیز نہ تو زمین میں چھپ سکتی ہے اور نہ آسمان میں۔(۳۸)

نکات:

(الف) جب کائنات اور اس کی تمام اشیا اللہ کے سامنے ہیں اسے ہر چیز کا علم ہے اس کا علم پوری کائنات کو محیط ہے تو ہمیں چاہئے اس کے محضر میں گناہ نہ کریں اور اس کی مخلوقات صرف اور صرف اسکی رضا اور اس کے احکام کے مطابق تصرف کریں۔

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ کے سامنے پنہاں وآشکار دونوں برابر ہیں(تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِىۡ وَمَا نُعۡلِنُ)

۲۔زمین وآسمان اللہ کے علم میں برابر ہیں(وَمَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ‏ ﴿۳۸﴾)

آیت نمبر ۳۹

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ وَهَبَ لِىۡ عَلَى الۡكِبَرِ اِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ‌ؕ اِنَّ رَبِّىۡ

لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴿۳۹﴾

ترجمة الآیات

تعریف و ستایش اس اللہ کیلئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے ہیں۔ یقیناً میرا رب دعا کا سننے والا ہے اور اسے قبول کرنے والا ہے۔(۳۹)

نکات:

(الف) حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخصوص نعمتوں میں سے تھے کیونکہ

۱۔ دونوں خلیل اللہ کی دعا کا ثمر تھے۔

۲۔ باپ کو بڑھاپے کی منزل میں (دونوں فرزند) عطا ہوئے۔

۳۔ وہ دونوں اولاد صالح تھے۔

۴۔ اپنے بعد آنے والوں انبیاء کی بنیاد تھے۔

نیز یہ بھی ہمیں جان لینا چاہئے کہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اولاد صالح ہو چاہے وہ ایک کنیز کے بطن سے ہو یا آزاد خاتون سے حضرت اسماعیلؑ کی والدہ گرامی ایک کنیز تھیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ گرامی آزاد خاتون تھیں۔

پیغام:

۱۔ خداوند تعالیٰ کی نعمات کو یاد کرتے وقت اس کی ذات کا شکر ادا کرنا چاہئے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)

۲۔ جب دعائیں بارگاہ خداوندی میں قبول ہو جائیں تو اس ذات کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ (اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴿۳۹﴾)

۳۔ اولاد عطیہ خداوندی ہے۔(وَهَبَ لِيْ)

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت کاملہ کے سامنے کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی (عَلَى الْكِبَرِ) بڑھاپا اولاد کی پیدائش سے مانع نہیں ہوا۔

۵۔ شکر ادا کرتے وقت ہر نعمت کا ذکر جداگانہ کرنا چاہئے۔(اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ)

۶۔ استجابت دعا سنت پروردگار ہے(اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴿۳۹﴾)

آیت نمبر ۴۰۔۴۱

رَبِّ اجۡعَلۡنِىۡ مُقِيۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ‌ ‌ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَىَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ترجمۃ الآیات

پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسل اور ذریت کو بھی پروردگارا! میری دعا (نماز اور عبادت) کو قبول فرما۔(۴۰)

پروردگارا! مجھے اور میرے ماں باپ اور مومنین کو بخش دے جس دن حساب برپا ہوگا۔(۴۱)

نکات:

(الف) اس سورۃ میں ہم نے جو کچھ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں پڑھا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بارگاہ پروردگار میں سات چیزوں کی درخواست کی تھی۔ وہ سات یہ ہیں۔

۱۔ مکہ معظّمہ کے امن وامان کیلئے دعا۔

۲۔ بت پرستی سے دوری کی دعا۔

۳۔ اپنی اولاد اور اپنی ملت ومشن کی طرف لوگوں کی میلان کی دعا۔

۴۔ اپنی اولاد اور نسل وذریت کیلئے ثمرات سے ہمیشہ وابستگی کی دعا۔

۵۔ نماز کے قیام کی توفیق کی دعا۔

۶۔ دعاؤں کی قبولیت کی دعا۔

۷۔ اپنے والدین اور مومنین کیلئے بخشش کی دعا۔

(ب) کلمہ ''وَالِد'' حقیقی باپ کیلئے بولا جاتا ہے جبکہ لفظ ''اَب'' حقیقی باپ کے علاوہ دوسرے اقارب پر بھی بولا جاتا ہے جیسے چچا، سسر وغیرہ چونکہ خلیل اللہ کے والدین صاحب ایمان تھے لہٰذا انہوں نے اس آیت میں ان کیلئے دعا فرمائی

جبکہ دوسری آیات میں جہاں پر لفظ ''اَبْ'' استعمال ہوا ہے اس سے مراد جناب ابراہیمؑ کا چچا ہے جس سے مشرک ہونے کے سبب اظہار برأت فرمایا۔

(ج) سورۃ بقرہ کی آیت ۱۳۳ میں آیا ہے جب حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا ''مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ'' تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے، تو انہوں نے جواب دیا تھا۔ ''نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ'' ہم تیرے اور تیرے آباء اجداد ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے الٰہ کی عبادت کریں گے حالانکہ اسماعیلؑ حضرت یعقوبؑ کے چچا تھے لیکن چچا کیلئے لفظ اب استعمال ہوا ہے۔

پیغام:

۱۔حضرت ابراہیمؑ کے دعاؤں کے آغاز میں لفظ ''رب'' کا استعمال ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ استجابت دعا کیلئے مؤثر ہے یا پھر یہ دعا کے آداب میں سے ہے۔ (رَبِّ اجْعَلْنِیْ)

۲۔اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے نماز کے قیام کی خدا سے مدد طلب کرنی چاہئے۔ (رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ)

۳۔نماز حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا محور و مرکز ہے (رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ)

۴۔انبیاء کرام کا کام دین کا قیام تھا لیکن نماز دین کا چہرہ اور اس کی روشن جھلک ہے۔ (مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ)

۵۔نماز کا قیام امامت و رہبری کے برابر ہے حضرت ابراہیمؑ نے دو مقامات پر ''وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ'' کا کلمہ استعمال فرمایا ہے ایک دفعہ اپنی نسل کی نماز کے بارے میں اور دوسری دفعہ اپنی نسل کی رہبری و امامت کے سلسلے میں۔ اس وقت فرمایا تھا جب خداوند تعالٰی نے آپ سے فرمایا تھا (اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ) ''میں نے آپ کو لوگوں کا امام بتایا ہے تو انہوں نے کہا میری ذریت کو بھی اس مقام تک پہنچا'' (بقرہ ۱۲۴)

۶۔بوقت دعا اپنی طرف بھی توجہ رہے ''وَّاجْنُبْنِیْ، اجْعَلْنِیْ، اغْفِرْ لِیْ'' اور دوسروں پر بھی نظر رہے (وَبَنِیَّ، وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ، وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ)

۷۔بوقت دعا انسان اپنے آباؤ اجداد کو بھی دعا میں شامل کرے (وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ) اور اپنی آنے والی نسل کو بھی شامل کرے (وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ)

۸۔اپنی دعاؤں میں اپنوں کو دوسروں پر مقدم رکھیں (وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ)

۹۔بوقت دعا انسان کو روز قیامت کیلئے اپنی اور اپنی اولاد کی اور پورے معاشرے کی فکر کرنی چاہئے۔ (یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾)

آیت نمبر ۴۲

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ ۙ﴿۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

جو کچھ ظالم لوگ انجام دیتے ہیں اللہ کو ان سے غافل نہ سمجھ اللہ تعالیٰ انہیں (سزا اور حساب کیلئے) اس دن کیلئے مؤثر کر دیتا ہے جس میں حیرت اور وحشت کی وجہ سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (۴۲)

نکات:

(الف) سوال: خداوند تعالیٰ عادل بھی ہے قادر بھی ہے تو پھر وہ ظالموں کی سزا کو مؤخر کیوں کر دیتا ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عادل بھی ہے اور قادر بھی ہے اور وہ ظالموں کے افعال و اعمال سے اچھی طرح آگاہ بھی ہے سزا میں ڈھیل اس لئے کر دی جاتی ہے کیونکہ اس دنیا میں مکمل طور پر سزا یا جزا نہیں دی جا سکتی خداوند تعالیٰ کی سنت بھی رہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے تا کہ ان میں توبہ کی اہلیت پیدا ہو جائے اور وہ توبہ کر لیں اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو پھر قیامت کے روز ان کا مکمل حساب کیا جائیگا۔

پیغام:

۱۔ فیصلہ میں جلدی نہ کیا کریں اور خداوند تعالیٰ کو غافل نہ سمجھا کریں۔ (وَلَا تَحۡسَبَنَّ)

۲۔ اللہ کا ستم پیشہ لوگوں کو مہلت دینے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اللہ ان سے غافل ہے یا ان پر راضی ہے۔ (وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا)

۳۔ مہلت دینا خداوند تعالیٰ کی سنت ہے (اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ) لیکن تمہارا وظیفہ یہ بنتا ہے کہ ظالم کے سامنے نہ تو خاموش رہنا اور نہ مایوسی کا شکار ہو جانا ہمیشہ اپنے وظیفے کو ادا کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کی گھات میں ہے۔

۴۔ سزا اور جزا کا دن مقرر ہے۔ (لِيَوۡمٍ)

۵۔ قیامت کا دن اس قدر خوفناک، وحشت ناک ہوگا کہ آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ (تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾)

آیت نمبر ۴۳

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

ترجمۃ الآیات

وہ سر اٹھائے دوڑ رہے ہونگے اور ان کی نگاہیں خود انکی طرف بھی لوٹ نہیں رہی ہونگی اور ان کے دل خوف کی وجہ سے اڑے جاتے ہونگے۔ (۴۳)

نکات:

''مُهْطِعِيْنَ'' کا لفظ ''اِهْطَاء'' سے مشتق ہے جس کے متعدد معانی ہیں اور وہ یہ ہیں، گردن کا اوپر کو کھینچنا، تیز تیز چلنا، ذلت آمیز نگاہوں سے دیکھنا۔

آیت نمبر ۴۴

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

اے محمد! اس دن سے تم انہیں ڈراؤ جبکہ عذاب انہیں آلے گا۔ تو ظالم لوگ کہیں گے ہمارے

رب ہمیں تھوڑی مدت کیلئے مہلت دے دے اب ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اور رسولوں کی پیروی کریں گے۔ (انہیں فوری جواب دیا جائے گا) کیا اس سے پہلے تم قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آتا ہی نہیں ہے۔ (۴۴)

نکات:

(الف) سابقہ آیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی قیامت میں کے بارے میں ہے لیکن ''اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ'' ''نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ'' کے جملے سے یہ بات اس معنیٰ کو ذہن کے قریب لے آتی ہے کہ یہ آیت دنیا میں عذاب کے بارے میں ہے۔ کیونکہ عذاب کی مہلت، خدا کی دعوت کی قبولیت اور انبیاء کی پیروی کا دنیا سے تعلق ہے نہ کہ قیامت سے۔

(ب) قیامت کے روز بھی دنیا میں واپسی کی درخواستیں ہوں گی جن کا ذکر قرآن میں کئی مرتبہ آیا ہے انہیں میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔ ''فَهَلۡ اِلٰى خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ'' کیا ہلاکت سے نکلنے کا راستہ ہے (مومن ۱۱)

۲۔ ''فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا'' ہمیں دنیا میں واپس بھیج تاکہ ہم نیک عمل انجام دیں۔ (السجدۃ۔ ۱۲)

۳۔ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا، پروردگارا ہمیں دوزخ سے نکال تاکہ ہم نیک عمل انجام دیں (فاطر ۳۷)

پیغام:

۱۔ تنبیہ اور دھمکیاں گمراہ لوگوں کی تربیت اور ہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔

۲۔ قرآن مجید کی تنبیہات کا ربط تمام لوگوں سے ہے (وَاَنۡذِرِ النَّاسَ)

۳۔ اس دن مجرمین پریشان و پشیمان ہوں گے لیکن بہت دیر ہو چکی ہوگی (اَخِّرۡنَاۤ)

۴۔ عذاب خداوندی کی شروعات ہو چکی ہونگی لیکن توبہ اور فرار کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہونگی۔ (اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا)

آیت نمبر ۴۵

وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ‏ ﴿۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور حالانکہ تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ بس چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کئے اور تم پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا اور تمہارے لئے مثالیں دے دے کر ہم تمہیں سمجھا بھی چکے تھے۔ (۴۵)

پیغام:

۱۔ اکثر لوگ ان لوگوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے جو ان کے سامنے ہر چیز چھوڑ چھاڑ کر اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئے ہیں۔ اب ان لوگوں نے ان کے ترکہ کو اپنے قبضہ میں لے رکھا ہے اور ان کے مکانوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان تمام کیفیات کے باوجود حقیقت سے دور سرمستی میں مست ہیں۔ (وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا)

۲۔ خداوند تعالیٰ اتمام حجت فرماتا ہے الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ ایک طرف گزشتہ ادوار میں آنے والی اُمتوں کے معذب ہونے کا ذکر فرماتا ہے تو دوسری طرف متعدد مثالیں بیان کر کے مسائل کی توضیح وتشریح فرماتا ہے۔

۳۔ الٰہی قوانین وقواعد تاریخ اور انسانی معاشروں پر ثابت اور مستحکم چلے آ رہے ہیں۔ (وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا)

آیت نمبر ۴۶

وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ ؕ وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ‏ ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور انہوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیں مگر ان کی تمام چالیں اللہ کے سامنے تھیں اگرچہ ان کی چالیں اتنی شدید تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں۔ (۴۶)

نکات:

خداوند تعالیٰ ان کی چالوں سے آگاہ ہے اور ان پر مکمل گرفت بھی رکھتا ہے اور ایک دن ان کی ان فریب کاریوں اور چال بازیوں کی سخت ترین سزا دے گا وہ ہی طاقت رکھنے والا ہے وہ ان کی سازشوں کو خاک میں بھی ملا سکتا ہے یا انہیں چالوں میں انہیں گرفتار بھی کر سکتا ہے۔

پیغام:

ا۔ ظالم وستم گر لوگ جس قدر طاقتور ہو جائیں انہیں اپنے انجام کے سبب مخذول ومحشور ہونا ہے۔ (وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ)

آیت نمبر ۴۷

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾

ترجمۃ الآیات

پس یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ یقیناً اللہ کو شکست نہیں دی جا سکتی اور وہ صاحب انتقام ہے۔ (۴۷)

نکات:

انسانی انتقام میں دل کی تسلی کا سامان ہوتا ہے جبکہ خدائی انتقام عدل وحکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور تادیبی ہوتا ہے۔

پیغام:

ا۔ خطرات اور لغزشات کی احتمالی حالت میں تنبیہ لازمی ہے (فَلَا تَحْسَبَنَّ)

۲۔ خدائی نصرت کی تاخیر کی صورت تمہیں شکوک وشبہات میں مبتلا نہ کردے (فَلَا تَحْسَبَنَّ)

۳۔ اگرچہ انسان عقل وفطرت کی عظیم ترین دولت رکھتا ہے وہ دوسروں سے مشاورت بھی کرتا ہے اگر وحی الٰہی کا

ملکوتی سلسلہ نہ ہوتا تو اپنے فیصلوں میں بدترین تاریخی غلطیاں کرتا۔(فَلَا تَحْسَبَنَّ)

۴۔اگر اللہ تعالیٰ کفار اور ستم پیشہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے تو یہ اس کا اپنا طریقہ ہے جو حکمت پر مبنی ہے نہ اس میں کوئی غفلت ہے اور نہ وعدہ کی خلاف ورزی ہے۔(فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ)

۵۔خداوند تعالیٰ طاقت و توانائی کا مالک و خالق ہے وہ وعدہ خلافی کیوں کس لئے کرے۔(اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ)

آیت نمبر ۴۸

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

ترجمۃ الآیات

یہ انتقام اس دن ہوگا کہ جس دن زمین وآسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے۔اور سبھی اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔(۴۸)

نکات:

(الف) قیامت کے دن زمین کے تغیر وتحول کا ذکر بہت سی آیات میں آیا ہے اس دن شدید ترین قسم کا زلزلہ آئے گا۔پہاڑ اپنی جگہ سے اڑ کر روئی اور اون کی مانند فضا میں اڑنے لگیں گے (سورۃ زلزلہ) یہ وہ دن ہوگا کہ زمین صاف وشفاف ہموار اور مسطح قطعے کی صورت اختیار کر لے گی۔جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾) اور یہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار ان کو ذرہ ذرہ کر دے گا پھر ان کی جگہ چٹیل میدان کر دے گا (طہ ۱۰۵۔۱۰۶) خورشید خاور کے بجھ جانے سے آسمان لپیٹ دیا جائے گا اور اس طرح کرہ سماوی اختتام پذیر ہو جائے گا۔آخر ایک دن اس سارے سسٹم کو ختم ہونا ہے۔

پیغام:

ا۔ تمام مخلوق کو حساب کتاب دینے کیلئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا(وَبَرَزُوْا)

۲۔ قیامت کے دن ستم پیشہ افراد کیلئے کوئی نرمی نہیں برتی جائیگی (الْقَهَّارِ ۴۸)

آیت نمبر ۴۹۔۵۰

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۴۹
سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۵۰

ترجمۃ الآیات

اس دن تم مجرمین کو دیکھو گے کہ طوقوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔(۴۹)
ان کے لباس گندھک کے ہونگے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھائے جا رہے ہونگے۔(۵۰)

نکات:

(الف) جب کوئی شخص مصیبت زدہ ہوتا ہے اور درد و عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ دوسرے لوگوں کی آہ و فریاد کو سنے تو اس کی مصیبت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص خوشحالی کی زندگی بسر کر رہا ہو اور ان لوگوں میں آجائے جو اس کی طرح خوشحال ہیں تو اس کے لذت و سرور میں اضافہ ہوجاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے ''کہ ہم، ہم فکر اور ہم مزاج لوگوں کو یکجا کر دینگے تمام گناہگاروں کو جہنم میں اور نیکو کاروں کو جنت میں (وَالَّذِينَ آمَنُوا ... أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ) (جو لوگ اہل ایمان ہیں ان کو ان کی ذریت کے ساتھ ملحق کریں گے) (طور ۲۱) جبکہ اہل جہنم کے بارے میں فرمایا (احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ) گھیر لاؤ ظلم کا ارتکاب کرنے والوں کو اور ان کے ہم جنسوں کو (صافات ۲۲) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: (فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ) اس دن پوجا کرنے والے اور خیالی معبود باہم دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے (شعراً۔۹۴) اور یہ آیت (وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ) (تکویر ۷) بھی اس قسم کے ہم جنسوں کے بارے میں ہے۔ (وَاللهُ أَعْلَمُ) (ب) ''أَصْفَاد'' صفود'' کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں ''بیڑی'' لکڑی کا ٹکڑا جو قیدیوں کے پاؤں میں ڈالا جاتا ہے ''قطران'' ایک مادہ ہے جو درختوں سے حاصل کیا جاتا ہے جب اسے جوش دیا جاتا ہے تو وہ گاڑھا ہوجاتا ہے جس اونٹ کو سوزش ہو اس کو مالش کی جاتی ہے اور مرض جاتا رہتا ہے اور یہ مادہ آتشگیر ہوتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

(ج) قیامت کے عذابوں میں ایک عذاب یہ بھی ہے کہ مجرمین کو طوقوں اور زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔ قرآن مجید میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ ان میں سے کچھ آیات یہ ہیں (وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ ... فِي الْاَصْفَادِ) اور (خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ) (حاقہ ۳۰) ایک اور آیت یہ ہے (اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ) (غافر ۷۱)

(د) مجرمین کو دوسرے مجرمین کے ساتھ یا شیاطین کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا جائے گا ان کی کیفیات مختلف ہونگی۔ کسی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہونگی اور کسی کے ہاتھ اور پاؤں میں زنجیر ہونگے کچھ ایسے ہونگے جن کے ہاتھوں، پاؤں اور گردنوں کو زنجیروں طوقوں اور بیڑیوں میں جکڑا جائے گا۔ (مُّقَرَّنِيْنَ)

پیغام:

۱۔ قرآن کریم نے قیامت کے مناظر کو کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ گویا ہم اسے اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں۔ (تریٰ)

۲۔ مجرمین کی تحقیر وتعذیب ظاہر باہر ہوگی۔ (وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ)

۳۔ اگر اعمال کو تجسم کی صورت میں دیکھا جائے تو ہمارے سامنے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس لباس کو پہن کر اس سے انسان فخر وغرور، اسراف وتبذیر اور شہوت انگیزی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ وہی لباس قیامت کے دن سیاہ بد بودار اور آگ سے بھڑک اٹھنے والے لباس میں بدل جائے گا۔ (سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ)

آیت نمبر ۵۱

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے کئے کا بدلہ دے یقیناً اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔ (۵۱)

پیغام:

۱۔ ہر فرد کو جزا یا سزا ضرور ملے گی (كُلَّ نَفْسٍ)

۲۔ دنیا میں کوئی کام عوض کے بغیر نہیں ہے (مَّا كَسَبَتْ)

۳۔ الٰہی جزا یا سزا کا دار ومدار ہمارے اعمال پر ہے۔ (مَّا كَسَبَتْ)

آیت نمبر ۵۲

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

یہ قرآن لوگوں کیلئے ایک پیغام ہے تا کہ اس کے ذریعے ان سب کو خبردار کردیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔ (۵۲)

نکات:

(الف) سورہ ابراہیم کی آخری آیت اور پہلی آیت قرآنی انداز رسالت اور ہدایت کو بیان کررہی ہیں۔ ہم نے اولین آیت میں پڑھا تھا (كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) اور اس آخری آیت میں فرمایا ہے (هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ) جب قرآن مجید ''بَلٰغٌ'' ہے تو اس کے پہنچانے والے بھی بلاغ ہیں۔ اس مقصد کی وضاحت سورہ نور کرتی ہے۔ (مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ)

پیغام:

۱۔ قرآن مجید سرمایہ تبلیغ وابلاغ ہے لہٰذا مبلغین کو چاہیے کہ اپنا تبلیغی مواد اور سرمایہ قرآن سے حاصل کریں (هٰذَا بَلٰغٌ)

۲۔ قرآن کتاب توحید ہے لہٰذا قرآن سے توحید پرست افراد تیار کئے جائیں۔ (هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ)

۳۔ صرف ابلاغ کافی نہیں ہے انداز بھی لازم ہے (جی ہاں ہدف تبلیغ انداز ہے)۔ (وَلِيُنْذَرُوْا)

۴۔ صرف جان لینا ہی کافی نہیں ہے تذکر و نصیحت کا حصول بھی لازم ہے۔ (وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ)

۵۔قرآن کریم کے ساتھ انس و محبت انسان کو علم و معرفت کے خزانے عطا کرتی ہے (وَلِيَعْلَمُوْٓا) اور وعظ و نصیحت کے ذریعے انسان کو اعمال خیر کیلئے تشویق و ترغیب حاصل ہوتی ہے۔(وَّلِيَذَّكَّرَ)

۶۔قرآن کریم عوام الناس کیلئے ابلاغ و تبلیغ ہے لیکن اس سے صرف صاحبان عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝۵۲) جی ہاں !اگر قرآن کے بیان کردہ راہنما اصولوں کی طرف دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ توجہ کریں تو یقیناً موحد بھی بن سکتے ہیں اور نصیحت حاصل کرنے والے بھی بن سکتے ہیں۔ انشاءاللہ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ الۡحِجۡرِ

پارہ	۱۳۔ ۱۴
سورہ نمبر	۱۵
تعداد آیات	۹۹
رکوع	٦

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ حجر کی ایک جھلک

مشہور قول کے مطابق یہ ۵۲ ویں سورۃ مبارکہ ہے جو آنحضرتؐ پر مکہ معظّمہ میں قبل از ہجرت نازل ہوئی۔ اس کی وجہ تسمیہ ''حجریہ'' ہے۔

حجر اس شہر کا نام ہے جس میں حضرت صالحؑ کی قوم رہتی تھی اس سورہ کے نام کا ذکر آیت نمبر ۸۰ میں آیا ہے: جناب صالحؑ کی قوم کے بارے میں آیا ہے: (كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۸۰﴾)۔

اس سورۃ کے اکثر مضامین، قرآن مجید اور رسول اکرمؐ پر تہمات، افترا پردازی اور مزاح استہزا کے ہیں۔ جب حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت ابو طالبؑ کی وفات ہوئی تو کفار کی گستاخیاں آپؐ کے حق میں حد سے بڑھ گئی تھیں۔ ان کے گستاخانہ رویئے کی بنا پر آپ پر یہ سورت نازل کر کے آپ کیلئے تسلی کا سامان کیا گیا اور صبر و تحمل کی تلقین کی گئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے

آیت نمبر ۱۔ ۲

الٓرٰ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾
رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۲﴾

ترجمۃ الآیات

الف لام را! یہ (آسمانی) کتاب اور روشن قرآن کی آیات ہیں۔ (۱)
جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ کثرت کے ساتھ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔ (۲)

نکات:

(الف) تفسیر طبری اور تفسیر مجمع البیان میں دوسری آیت کی تفسیر کے ذیل میں: ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ جب کفار جہنم کا عذاب جھیل رہے ہوں گے تو اس وقت ان گنا گار مسلمان سے کہیں گے تم تو مسلمان تھے اسلام تمھارے کیا کام آیا تم بھی ہماری طرح جہنم میں ہو؟ لیکن گناہ گار مسلمان ایک عرصہ کے بعد اپنی سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد جھنم سے نکال لئے جائیں گے اور کفار ہمیشہ کیلئے جھنم میں رہیں گے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر کفار آرزو کریں گے۔
''اے کاش کہ ھم بھی مسلمان ہوتے''

(ب) تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے کہ جب قیصر روم نے حضرت رسول اکرمؐ کا نام مبارک دیکھا تو ایمان لانے کا ارادہ کیا لیکن اُس نے اس وقت کہا: میری جان خطرے میں ہے اور میری حکومت میرے ہاتھوں سے جانے والی ہے (مکاتیب رسولؐ ج ۱، ص ۱۱۲)

پیغام:

۱۔ قرآن کریم ایک عظیم المرتبت کتاب ہے (تِلۡکَ) لیکن اس تک رسائی نہایت آسان ہے کیونکہ تحریری صورت

میں ہے (الْكِتٰبِ) اور پڑھے جانے کے قابل ہے۔(قُرْاٰنٍ)

۲۔قرآن کریم کے مطالب روشن و واضح ہیں اور حق و باطل کی سرحدوں کو معین کرتے ہیں ۔(مُّبِيْنٍ ①)

۳۔زمانہ مستقبل میں سربلندی و غلبہ اسلام کو حاصل ہے، کفار کے مقدر میں حسرت و یاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ (يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) وہ لوگ جو آج اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں انہیں کل ندامت کے ہاتھ ملنے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ کفار اسلام کی آرزو کرتے ہیں۔لیکن یا تو ان پر طاغوتی پنجوں کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے یا ماحول کے فساد کی وجہ سے اسلام سے دور رہ جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③

ترجمة الآیات

آپ انہیں کھاتا، نفع اٹھاتا اور (جھوٹی) امیدوں میں مشغول ہوتا چھوڑ دیجئے یہ خود بھی جان لیں گے۔(۳)

نکات:

(الف) ''ذَرْهُمْ ،، کا جملہ یہ بتاتا ہے کہ'' کفار کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی بات کا سبب خود ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے انبیاء کو تمام انسانوں کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا تھا۔ کسی کو اُس کے حال پر نہیں چھوڑا اسی مقصد کو قرآن کریم نے بارہا بیان فرمایا ہے۔مثلاً ''وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ ''ہم ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اسی میں سرگردان رہیں (انعام ۱۱۰) ایک دوسرے مقام پر فرمایا ''وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ '' اللہ تعالیٰ انہیں ان کی سرکشی کے دوران ڈھیل دیتا ہے۔(بقرہ ۱۵)

(ب) انسان اُمید کے سہارے زندہ ہے اگر کسی دن اُس سے سہارا چھین لیا جائے تو اس کی ساری کائنات بکھر کر رہ جائے۔لیکن ہر اُمید قابل تعریف نہیں کچھ ایسی امیدیں ہیں جن کی اسلام نے مذمت کی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔طولانی امیدیں۔

۲۔صرف امید رکھنا اور کام نہ کرنا۔

۳۔امید بہت زیادہ اور کوشش کم۔

۴۔ بہت زیادہ امیدیں۔

۵۔ برے کاموں اور برے لوگوں سے امیدیں وابستہ کرنا۔

(ج) رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں تمھارے بارے میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں ایک خواہشات نفس کی پیروی جو تمہیں حق سے دور کردے اور دوسری لمبی آرزوئیں جو تمہیں آخرت سے غافل کردیں۔ دعائے کمیل میں ہے: ''حبسنی عن نفعی بعد امالی''

کیونکہ لمبی اُمیدیں انسان کو نیکیوں سے محروم کردیتی ہیں۔

پیغام:

۱۔ تبلیغ وابلاغ کے سلسلے میں نااہل لوگوں پر اپنا وقت ضایع نہیں کرنا چاہتے۔ (ذَرْهُمْ.. فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞)

۲۔ بعض اوقات انسان کفر وضلالت کی دلدل میں اس قدر پھنس جاتا ہے کہ اس پر انبیاء علیہم السلام کے دلائل وبراھین اور انداز کچھ اثر نہیں کرسکتے۔ (ذَرْهُمْ.. فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞)

۳۔ جو آرزوئیں انسان کو غفلت میں ڈال دیں وہ غلط آرزوئیں ہیں (وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ) لیکن وہ آرزوئیں جو کوشش وکاوش کیلئے مہمیز کرتی ہیں وہ قابل تعریف ہیں کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے (وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا) (کہف۔۴۶)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ڈھیل کو اس کے لطف وکرم سے تعبیر نہیں کرنا چاہیے۔ (ذَرْهُمْ.فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞) بعض اوقات ڈاکٹر مریض کے طرفداروں سے کہتا ہے کہ اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیجیئے جو کچھ وہ کھانا چاہے اسے دے دیجیئے کیونکہ اب وہ صحت یاب ہونے والا نہیں ہے۔

آیت نمبر ۴

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۞

ترجمۃ الآیات

ہم نے اس سے قبل جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کیلئے ایک خاص مہلت عمل لکھ دی گئی تھی۔ (۴)

پیغام:

۱۔ دنیا کے پرستاروں کی کامیابیاں عارضی ہیں جو بہت جلد ختم ہو جانے والی ہیں۔(وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ)

۲۔ اگر ہم چاہیں تو کفر کی طاقت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں لیکن ہمارا طریقہ کار ازل سے یہی چلا آرہا ہے کہ ہم ڈھیل دیتے ہیں اور سزاؤں کو موخر کر دیتے ہیں۔(وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝۴)

۳۔ الٰہی مہلت سے ہمیں مغرور نہیں ہو جانا چاہیے۔(وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝۴)

۴۔ معاشرہ ہو یا تاریخی ادوار ہر ایک لئے مقررہ اوقات ہیں(قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝۴)

آیت نمبر ۵

مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ۝۵

ترجمۃ الآیات

کوئی قوم نہ اپنے مقرر وقت سے قبل ہلاک ہو سکتی ہے اور نہ اس کے بعد وہ بچ سکتی ہے۔(۵)

نکات:

(الف) جو حوادث انسان کو درپیش ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ حتمی ۲۔ غیر حتمی

حتمی:۔ جو اجل یا حوادث حتمی ہونے ہیں ان میں تبدیلی نہیں آتی۔

غیر حتمی:۔ اجل ہو یا حوادث دعا صدقہ اور نیک کاموں سے بدل سکتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ اجل نہ صرف افراد کیلئے مقرر ہے بلکہ اقوام و اُمم کیلئے بھی وقت مقرر ہے۔(اَجَلَهَا)

۲۔ افراد ہوں یا اقوام ان کا ثبات و دوام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور حتمی اجل کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔(مَا تَسۡبِقُ ۔۔ وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ۝۵)

آیت نمبر ٦ ۔ ٧

وَقَالُوا يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِى نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾
لَّوْ مَا تَأْتِينَا بِٱلْمَلَٰٓئِكَةِ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿٧﴾

ترجمۃ الآیات

یہ لوگ کہتے ہیں ''اے وہ شخص جس پر ذکر (الٰہی) نازل ہوا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔(٦)
اگر تو سچا ہے تو ہمارے سامنے فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔(٧)

نکات:

(الف) ''مَجْنُونٌ'' کا معنیٰ بے عقل نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے ''کہ جس کو جن'' نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہو اسی طرح لفظ ''دیوانہ'' استعمال ہوتا ہے جس کا معنیٰ ہے کہ اسے ''دیو'' نے پکڑ رکھا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا ایک شاعر کے بارے میں یہ خیال تھا کہ اس کا رابطہ ''جن'' کے ساتھ ہے یہ شعر و شاعری اسے جن کی طرف سے ملتی ہے اس لئے اسے ''مجنون'' کہا جاتا تھا یعنی ''جن والا''

ان دونوں آیات میں کفار کی زبانی جو رسول اکرم ﷺ کی تحقیر و توہین ہوئی اور آپ پر جو شکوک و شبہات کئے گئے ان کو بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے آپ کو ''يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ'' کے بجائے ''يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِى'' کے کلمات کے ساتھ خطاب کیا۔ انہوں نے اس انداز سے آپ کی توہین کرنے کی کوشش کی حالانکہ کفار ''وحی'' کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے لیکن کلمہ ''ذکر'' کے استعمال سے انہوں نے استہزاء کرنے کی کوشش کی ''مجنون'' تہمت کے مترادف ہے۔ ان کا آپ کو ''إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿٧﴾'' کہنا آپ کی نبوت میں شکوک و شبہات کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں ان کا آپ کو ''إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾'' کے ساتھ خطاب کرنا ان کے گمراہ کن عقیدے کی مختلف صورتیں ہیں کیونکہ اس جملہ میں ''انّ'' حرف تاکید ہے اور مجنون پر ''لام'' بھی حرف تاکید ہے اور پھر جملہ اسمیہ تو وہ اپنے ان کلمات سے ذریعے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ یقیناً آپ نبی نہیں ہیں۔

پیغام:

١۔ معنویات سے وابستگی بعض لوگوں کے نزدیک دیوانگی ہے (إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾)

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کی گفتگو کا سرچشمہ وحی الٰہی تھا لیکن کفار کو اس سے انکار تھا لہٰذا انہوں نے اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ کی بجائے ''نُزِّلَ عَلَيۡهِ'' سے آپ کو خطاب کیا۔

۳۔ کفار رسول اکرمؐ کی صداقت کی دلیل فرشتے کا نزول سمجھتے تھے۔ لیکن ان کا صرف یہ ایک بہانہ تھا۔ کیونکہ قرآن مجید نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا: اگر ہم بالفرض ان لوگوں پر فرشتے بھی اتار دیں (ان کے سامنے) مُردوں کو زندہ بھی کردیں جو ان کے ساتھ ہم کلام ہوں اور ان کی آنکھوں کے سامنے ہر شئے کو حاضر کردیں پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ''مَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡۤا''

آیت نمبر ۸

مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ۝۸

ترجمۃ الآیات

ہم فرشتوں کو یوں ہی نہیں اتارا کرتے وہ جب نازل ہوتے ہیں تو حق کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔ (۸)

نکات:

(الف) قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی انبیاء علیہم السلام سے معجزہ صادر ہوا اور لوگوں نے بے پرواہی اختیار کی تو دو صورتیں پیدا ہوئیں یا تو فوراً ان پر عذاب آیا یا پھر انہیں ایک مدت تک مہلت دے دی گئی۔ لیکن جب لوگوں نے معجزہ طلب کیا جس طرح قوم حضرت صالح علیہ السلام نے پہاڑ کی چٹان سے اونٹنی ظاہر ہونے کا معجزہ طلب کیا اس طرح حضرت عیسیٰؑ سے آسمانی غذا کے نزول کا معجزہ طلب کیا تو ان حالات میں جب ان کا مطالبہ پورا ہوا اور لوگوں نے جھٹلایا تو فوراً عذاب نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔ (وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ۝۸)

(ب) اس سے پہلی آیت میں ہے کہ کفار نے ''لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ'' کے جملہ کے ذریعے رسول اکرمؐ سے فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کے اس مطالبہ کا یہ آیت جواب دے رہی ہے۔ کہ فرشتوں کا نزول برحق ہے لیکن حق یہ ہے کہ فرشتے ان افراد پر نازل ہوتے ہیں جو اہل ہوں۔ نااہل افراد پر فرشتوں کا نزول باطل ہے اور اللہ تعالیٰ حق کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتا۔ (مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ)

پیغام:

۱۔ فرشتوں کا نزول ہوا و ہوس کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ وہ حق کی بنیاد پر نازل ہوتے ہیں۔(مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ)

۲۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی مہلت کا بھی ایک قانون ہے اگر معجزہ لوگوں کے مطالبے پر صادر ہوا اور وہ پھر بھی سرکشی سے کام لیں تو پھر مہلت اور ڈھیل نہیں ملتی(وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۝۸)

آیت نمبر ۹

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝۹

ترجمۃ الآیات

یقیناً ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔(۹)

نکات:

(الف)اسی سورۃ کی چھٹی آیت میں ہے کہ کافر لوگ کہتے تھے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے ذکر کا سرچشمہ کیا ہے؟(نُزِّلَ عَلَيْهِ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ''شک نہ کرو یقیناً ہم ہی ہیں جو اپنے نبی پر ذکر اور قرآن کو نازل کرتے ہیں جس طرح کفار نے آپ کی طرف جنون کی نسبت دی اللہ تعالیٰ نے بھی اُسی تاکیدی انداز کو اپنایا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یقین دھانی فرمائی اور قرآن کے نزول اور اس کی حفاظت کی نسبت اپنی طرف دی۔

(ب)اس مختصر سی آیت کے اندر دس قسم کی تاکید استعمال کی گئی ہے پانچ قسم کی تاکید قرآن کے متعلق ہے وہ ''اِنَّآ''، نَا، نَحْنُ، نَزَّلْنَا اور اَلذِّكْرَ'' میں پوشیدہ ہے۔اور دس قسم کی تاکید قرآن کریم کی حفاظت کے بارے میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے''اِنَّ، نَا، لَهٗ، لَ اور حَافِظُوْنَ'' جو کہ زبان عربی کی ادبی اصطلاحات ہیں جن کو اہل فن خوب جانتے ہیں۔

(ج)اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ کے مطابق آج تک قرآن میں کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں لائی جاسکی۔اس طرح دوسری آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے۔مثلاً سورۃ فصلت کی آیت نمبر ۴۲ میں ہے۔''لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ'' قرآن کریم میں کسی قسم کا باطل کسی بھی راستے سے اس میں داخل

نہیں ہوسکتا جی ہاں! اگر کہیں کوئی ایسی روایت مل بھی جائے جو تحریف قرآن کے حوالے سے ہو تو وہ جعلی ہے چاہیے کہ اسے دیوار پر ماردیں ایک تحریف لفظی ہوتی ہے دوسری تحریف معنیٰ اور عمل کی ہوتی ہے یعنی قرآن کریم کے حقیقی مفسرین اور عالم یعنی اہل بیت رسول اللہؐ کی بتائی ہوئی تفسیر سے ہٹ کر اپنی طرف سے وضع کردہ تفسیر ہوگی۔

حفاظت قرآن کا ایک تو خدائی وعدہ ہے اس کے علاوہ آغاز اسلام سے مسلمان قرآن کریم کو حفظ کرتے چلے آئے ہیں اور اُس کی کتابت اور اُس کی حفاظت کا سامان کرتے چلے آئے ہیں۔ بعض اوقات تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں نے دلہن کا مہر قرآن کی تعلیم وتدریس بھی مقرر کیا ہے باقاعدہ نماز میں اس کی تلاوت ہوتی چلی آرہی ہے وحی الٰہی کی حفاظت فرد واحد کے ذمہ نہ تھی بلکہ بہت سے کاتبان وحی تھے جو فوراً قرآن کو لکھ لیتے تھے انہیں میں سے حضرت امام علیؑ بھی تھے۔

آئمہ اہل بیت رسول اللہؐ نے بھی لوگوں کو اسی موجودہ قرآن کریم کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے علاوہ ازیں حدیث ثقلین جو پیغمبر اکرمؐ کی مشہور ومعروف حدیث ہے قرآن مجید کی حفاظت اور اس کے سالم ہونے کی ایک اور دلیل ہے کیونکہ ایسا تو نہیں ہوسکتا تھا کہ رسول اللہؐ کی رسالت تو قیامت تک محفوظ رہے اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب تبدیل ہوجائے؟

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مصطفیٰ را وعدہ داد الطاف حق
گر بمیری تو نمیرد این نسق
من کتاب و معجزات را حافظم
بیش و کم کن را از قرآن را حافظم

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مصطفیٰؐ سے وعدہ فرمایا کہ اگر آپ اس دنیا سے رخصت بھی ہوجائیں تو آپ کی رسالت ختم ہونے والی نہیں۔ میں ہی آپ کی کتاب اور معجزات کا محافظ ہوں۔ جو قرآن میں کمی وبیشی کرنا چاہے گا اسے قرآن سے دور کردونگا۔

پیغام:

۱۔ قرآن کریم نہ تو کسی انسان کا کلام ہے اور نہ کسی فرشتے کا (اِنَّا نَحْنُ)

۲۔ قرآن ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیا گیا ہے (لَحٰفِظُوْنَ۝۹) کیونکہ اسم فاعل دوام کی علامت ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی جو اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے ایک ہے وہ قرآن مجید کا تحریف سے محفوظ ہونا ہے۔ (وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۝۹)

۴۔ قرآن ذکر ہے یہ اللہ کی یاد دلاتا ہے اُس کی نعمات کی یاد دلاتا ہے اس کے ذریعے گزشتہ ادوار کے لوگوں کی یاد حاصل ہوتی ہے قیامت کے تذکروں سے قیامت یاد رہتی ہے (الذِّكْرَ)

۵۔ تحقیر وتوہین کا جواب مضبوط ومحکم اور اُسی انداز میں دینا چاہیے، کفار طنز آمیز لہجے میں کہتے تھے (نُزِّلَ عَلَیْهِ

الذِّكْرُ) تو اس کا جواب (نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ) کے محکم انداز کے ساتھ دینا چاہئے۔

آیت نمبر ۱۰۔ ۱۱

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱

ترجمۃ الآیات

اے محمدؐ! ہم تم سے پہلے بہت سی گزشتہ اقوام میں رسول بھیج چکے ہیں۔ (۱۰)

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہو اور انہوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔ (۱۱)

نکات:

(الف) کلمہ ''شیع'' کے معنیٰ اُمت اور گروہ کے ہیں کہ جن کے درمیان کسی قسم کی وابستگی ہو چاہے وہ تعلق حق وحقیقت کا ہو جسے ''وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ'' (صافات ۸۳) چاہے وہ تعلق گمراہی وضلالت کا ہو جیسے ''فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا'' (انعام ۱۵۹)

(ب) مذاق واستہزأ کے ذریعے وہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت کو کم کرنا چاہتے تھے تاکہ متلاشیان حق ان کے قریب نہ جاسکیں۔ یا اس سے ان کا مقصد یہ تھا وہ انبیاء کی منطق گفتگو کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ اپنی کمزوری کو اس ذریعے چھپانا چاہتے تھے۔ اور وہ لوگ انبیاء کی جس چیز کو اپنی مذاق کا نشانہ بناتے تھے وہ ان کی اور ان کے پیروکاروں کی مادی محرومیت اور سادہ زندگی تھی۔ یا پھر جب وہ ان کے رائج انحرافی رسوم ورواج پر ضرب لگاتے تو وہ ان کے استہزا کا نشانہ بنتے تھے۔

پیغام:

۱۔ جب دشمن کی طرف سے ہنسی مذاق کا طوفان بدتمیزی زور وشور میں ہو تو اس وقت اپنے افراد کو قوت وتقویت دینا چاہئے۔ (وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ)

۲۔ جب انسان تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوگوں کے مشکلات پر نظر کرتا ہے تو اس پر اس کی مشکلات آسان ہو جاتی

ہیں۔(اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ)

۳۔کوئی بھی نبی کفار کے تمسخر و استہزا سے محفوظ نہیں رہا (وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ) ایک مبلغ کو لوگوں کے مذاق و استہزاء سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے۔

۴۔انبیاء کے ساتھ مذاق و استہزا کفار کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آرہا ہے (كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑪) جس کے پاس دلیل و منطق نہیں ہوتی تو پھر وہ استہزاء سے اپنا کام نکالتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ⑫

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ⑬

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ⑭

لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮

ترجمۃ الآیات

مجرمین کے دلوں میں اس ذکر کو ہم اس طرح سے گزارتے ہیں۔(۱۲)

کہ وہ اس رسول پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک قدیم سے ایسے لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔(۱۳)

اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ روشن دن میں اس پر چڑھتے چلے جائیں۔(۱۴)

تو وہ یہی کہیں گے ہماری آنکھوں سے دھوکہ کیا گیا ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔(۱۵)

نکات:

(الف) گزشتہ آیات میں ہم نے پڑھا ہے کہ کفار نے رسول اکرمؐ سے فرشتوں کے لانے اور انہیں دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا اور اسی سورۃ کی چودھویں آیت میں پڑھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔''اگر آسمان کا کوئی دروازہ بھی ان کیلئے کھول

دیا جائے اور وہ اس کے ذریعے آسمان پر چڑھ جائیں۔ ملائکہ اور دوسری کئی اشیاء کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ فرشتوں سے ملاقات تو ان کا ایک بہانہ ہے۔ ہٹ دھرم انسان تو آسمان پر چڑھ جانے کا بھی انکار کر دے گا۔ سورۃ انعام کی آیت ۷ میں ہے ''اگر ہم کتاب کو کاغذ میں لکھ کر آسمان سے اتار دیں اور وہ اُسے اپنے ہاتھوں سے بھی پکڑ لیں پھر بھی اُسے تسلیم نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے یہ تو کھلم کھلا جادو ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

(ب) بعض مفسرین نے ''نَسْلُكُهٗ'' کا معنیٰ کچھ یوں کیا ہے۔ ہم نے کفار کے دلوں میں تکذیب واستہزاء کو اس طرح ڈال دیا ہے کہ اُسے ''خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ'' کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہے وہ پتھر دل ہو گئے ہیں۔ اور ہدایت کی اہلیت نہیں رکھتے۔

پیغام:

۱۔ عوام الناس کی ہدایت کے سلسلے میں خدا کا طریقہ یکساں رہا ہے (كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ)

۲۔ خداوند تعالیٰ اتمام حجت فرماتا ہے اور حق وحقیقت کو لوگوں کے دلوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈالتا ہے تاکہ کل وہ یہ نہ کہیں کہ ہم نے کچھ سمجھا نہ تھا۔ (فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ⑫)

۳۔ جرم اور گناہ انسان کو حق وحقیقت کی قبولیت سے روک دیتا ہے (قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ... لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ)

۴۔ حق کا صرف سمجھ لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایمان لانے کیلئے ارادہ وتواضع اور خشوع وخضوع کی بھی ضرورت ہے۔ (نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ ... لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ)

۵۔ ضد اور سرکشی معرفت وحقیقت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ سرکشی تو محسوسات کا بھی انکار کر دیتی ہے۔ (وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ..... اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا)

۶۔ آسمان کے کئی دروازے ہیں خدا جن کیلئے چاہتا ہے ان کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا)

۷۔ ضد اور سرکشی ایسی بیماری ہے جس کا علاج نہیں وہ ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔ نشانیاں دیکھنے کے باوجود کہہ دیا ہماری آنکھوں کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ (اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا) پھر کہا ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮)

آیت نمبر ۱۶

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ⑯

ترجمۃ الآیات

اور یقیناً ہم نے آسمانوں میں نمایاں ستارے بنا دیے اور دیکھنے والوں کیلئے انہیں خوبصورتی عطا کی۔(۱۶)

نکات:

(الف) کلمہ "بُرُوۡجًا" برج کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے (ظاہر ہونا) اور جو عورت اپنی زینت کو ظاہر کرتی ہے تو اس کیلئے "تَبَرَّجَتِ الۡمَرۡئَۃُ" کا جملہ بولا جاتا ہے اور اس آیت کریمہ میں آسمانی کُروں یا اس کی منازل کو بُروج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(ب) آفتاب کے اردگرد زمین گردش کرتی ہے تو اس کی گردش کے لئے ایک فرضی دائرہ تشکیل دیا گیا ہے۔ جسے "مَنۡطِقَۃُ الۡبُرُوۡج" کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس دائرے کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس کے ہر حصے سے مربوط کچھ ستارے موجود ہیں اور ان کی شکلوں کی مناسبت سے ان ستاروں کے مجموعوں کے نام کی تعین کی گئی ہے۔ جن کو عربی میں "حمل ،ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حُوت کا نام دیا گیا ہے اور فارسی میں ان کا نام ہے "فروردین، اردی بہشت، خرداد وغیرہ"

پیغام:

۱۔ فلکی کُرات اور مختلف مداروں میں ان کی حرکات اللہ کی وحدانیت اور اُس کی معرفت کے آثار میں سے ایک ہے۔(وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا)

۲۔آسمانی مخلوقات بھی حادث ہیں۔(جَعَلۡنَا)

۳۔آفرینش کائنات میں حسن و جمال کو اصل کا درجہ حاصل ہے۔ آسمانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو مدنظر رکھا ہے۔(زَیَّنّٰهَا)

۴۔آسمان بھی زمین کی طرح انسانوں کیلئے تخلیق کئے گئے ہیں۔(لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۱۶﴾)

آیت نمبر ۱۷۔۱۸

وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۱۷﴾

اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے انہیں ہر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا ہے۔ (۱۷)

ہاں! اگر کوئی چوری چھپے سننے کی کوشش کرے تو ایک روشن شہاب اس کا پیچھا کرتا ہے۔ (۱۸)

نکات:

(الف) کلمہ ''اِسۡتَرَقَ'' ''سَرَقَتْ'' سے لیا گیا ہے اور ''استراق سمع'' کا معنیٰ ہے ''کلام کی چوری''

(ب) تفسیر ظلال اور تفسیر مراغی نے اس آیت کی تفسیر میں صرف یہ لکھا ہے کہ ہمیں آیت کی اصل کا حقیقی علم نہیں ہے کہ شیطان کس طرح آسمانی اخبار کو چراتا ہے لیکن علامہ فخر رازی اور علامہ آلوسی نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے ''آسمان سے مراد یہی ظاہری آسمان ہے اور شہاب سے مراد یہی آسمانی پتھر ہیں جو گرتے ہیں اور ان سے شعلے نکلتے ہیں جو نظر آتے ہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آسمان سے مراد عالم ملکوت ہے کہ جہاں شیطان کی رسائی ناممکن ہے۔

لیکن بات کچھ بھی ہو، یا اس آسمان سے مراد آسمان معنوی ہو کہ ہم نے اس میں درخشاں چہرے اور لوگوں کیلئے عظیم الشان علمی نمونے اور رہبر معین کیئے ہیں۔ اور حقائق کو شیطانی وسوسوں سے محفوظ کر دیا ہے اور جب بھی کوئی شیطان صفت کسی قسم کا وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم استدلال اور منطقی دلائل کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اس کے انحرافات و بدعات اور وسوسوں کو اہل ذکر کے قاطع براہین کے شہاب کے ذریعے مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ ان آراستہ و پیراستہ آسمانوں کو محفوظ رہنا چاہئے ان کی حفاظت صرف اور صرف خالق کائنات ہی کر سکتا ہے۔ (وَحَفِظۡنٰهَا)

۲۔ آسمان اُمور کائنات کی تدابیر کا مرکز ہیں اور فرشتے اس نظام کو چلانے والے ہیں۔ تدبیری مراکز کو ممنوعہ علاقہ ہونا چاہئے۔ (وَحَفِظۡنٰهَا)

۳۔ شیطان صرف ابلیس ہی نہیں ہے اور بھی ہیں۔ (كُلِّ شَيۡطٰنٍ)

۴۔ شیطان آسانی سے جانے والا نہیں ہوتا اُسے دُھتکارنا چاہئے (رَّجِيۡمٍ ﴿۱۷﴾)

۵۔ قیمتی رازوں کی چوری اور جاسوسی کرنا کار شیطان ہے۔ (اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ)

۶۔ جاسوس کے خلاف فوری حرکت میں آنا چاہئے (فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ)

۷۔ جہاں کہیں شیطان صفت مل جائیں معاشرے کے روشن فکر افراد کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے علمی شھاب کے ذریعے اس کا تعاقب کریں۔(فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ⑱)

۸۔شیطانی وسوسوں اور اس کی شیطنت کا جواب واضح اور فوری دینا چاہئے (فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ⑱) سورہ صافات کی آیت ۸ میں آیا ہے(وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ)شیطان کو ہر طرف سے دھتکارنا چاہئے ورنہ کسی دوسرے مقام سے تم پر حملہ آور ہوگا۔

آیت نمبر ۱۹۔۲۰

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ⑲

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ⑳

ترجمۃ الآیات

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں ہر مناسب اور موزوں چیز کو اگایا۔(۱۹)

اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں سامان زندگی فراہم کیا اور ان مخلوقات کیلئے بھی جن کا رزق تمہارے ذمے نہیں ہے۔(۲۰)

نکات:

''القاء'' کسی چیز کے اندر ڈالنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اسی کی مانند ''القای شبہ'' ہے یعنی شکوک وشبھات کا دل میں ڈالنا۔''کلمہ رَوَاسِيَ'' رَاسِيَة '' کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے مضبوط اور محکم چیز''مَعَايِش'' مَعِيْشَةٌ'' کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے زندگی کا طریقہ۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نعمات میں سے ایک نعمت زمین کا پھیلاؤ اور اُس کا ہموار ہونا ہے۔(مَدَدْنٰهَا) اگر زمین ہموار نہ

ہوتی تو کھیتی باڑی بھی مشکل سے ہوتی اور دوسرے امور بھی مشکل سے انجام پذیر ہوتے۔

۲۔یہ ارضی پھیلاؤ، پہاڑوں کی تخلیق اور نباتات و موجودات کی موجودگی اتفاقی نہیں۔ (مَدَدْنٰهَا، اَلْقَيْنَا، اَنْۢبَتْنَا)

۳۔یہ تمام تخلیقات ایک میزان وقانون کی اساس پر معرض وجود میں آئی ہیں (مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ)

۴۔زمین میں ہر قسم کے نباتات کی پیدائش کی صلاحیت موجود ہے (كُلِّ شَيْءٍ)

۵۔یہ عظیم الشان وسیع وعریض زمین ہو یا یہ بلند و بالا آسمان۔ یا یہ نباتات وموجودات سبھی انسان کیلئے ہیں۔ (لَكُمْ)

۶۔اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور ان اشیاء کا رزق بھی جنھیں تم روزی دے ہی نہیں سکتے۔(وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝۲۰)

آیت نمبر ۲۱

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۚ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۱

ترجمۃ الآیات

اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں اور ہم ایک مقررہ مقدار کے علاوہ نازل نہیں کرتے۔(۲۱)

نکات:

(الف) قرآن مجید کی بہت آیات میں موجودات عالم کی خلقت میں اندازے اور مقدار کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔مثلاً

۱۔قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مقدار کے تحت بنایا ہے۔(طلاق ۳)

۲۔وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ ،اور اُس کے نزدیک ہر چیز اندازہ اور مقدار کے مطابق ہے۔(رعد ۸)

۳۔وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲ ، ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر ہر ایک کو اپنے اندازے میں مقدر

فرمایا۔(فرقان ۲)

(ب) سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۷ میں ہے ''اگر اللہ اپنے بندوں کا رزق وسیع کردے تو اس کے بندے سرکشی و بغاوت پراتر آئیں'' اس لئے جس کیلئے جتنا بہتر سمجھا اتنا ہی عطا فرمایا زیر بحث آیت میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(ج) کلمہ ''خَزَآىِٕنُ'' سے مراد شاید وہ اسباب وعوامل اور صلاحیتیں ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ہر موجود کو ودیعت فرمائی ہیں۔

(د) ''اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ'' کا جملہ اتنی وسعت رکھتا ہے کہ جس کے اندر تمام کائنات اور موجودات سما سکتے ہیں مثال کے طور پر دیکھنے اور سننے کی طاقت خدا کے پاس ہے لیکن اس الٰہی خزانے میں سے ایک مقرر مقدار ہمیں بھی عطا ہوئی ہے۔ اگر خداوند چاہے کہ ایک چیونٹی کُرہ ارضی کے ایک دُور دراز خطے سے چلے اور ہم کُرہ ارضی کے دوسرے حصے میں ہوں تو اُس کے چلنے کی آواز بھی سن سکتے ہیں۔ موجودہ دور کے سائنسی ماہرین نے یہ بھی معلوم کرلیا ہے کہ ہر ایک نباتات کے اندر ایک مخصوص وزن پایا جاتا ہے جب بھی ان میں کوئی عنصر کم ہوجائے یا زیادہ تو اس نباتات کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

(ک) ''نزول'' کا تعلق یا تو بلند جگہ سے ہوتا ہے جس طرح بارش کا آسمان سے نازل ہونا، یا کسی بلند عہدے اور منصب سے ہوتا ہے جیسے ''اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ'' ہم نے لوہے کو نازل کیا (سورہ حدید ۲۵) لوہے کے نزول سے مراد لوہے کی تخلیق ہے۔ اس آیت میں نعمات کے حساب اور مقدار کی تعیین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ) اور بھی مختلف آیات و روایات ہیں جن میں کئی ایک عوامل کی طرف اشارے موجود ہیں وہ یہ ہیں۔

انسانی کوشش بھی رزق کے تعین میں بڑی حد تک موثر ہوتی ہے مثال کے طور پر جب انسان اچھے اخلاق سے متصف ہو یا اعلیٰ تعلیم کا مالک ہو یا اس طرح وسعت قلبی و نیک نیتی ہمدردی کے جذبات اور صالح لوگوں کی دعائیں یہ تمام عوامل ہیں جن کی اساس پر رزق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

پیغام:

۱۔ یہ کائنات ایک عظیم الشان اور بے کران منبع اور سرچشمہ سے مربوط ہے وہ منبع اور سرچشمہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ھمارے پاس جو کچھ ہے وہ تو اس کا ایک جزو ہے اور بس اس کے علاوہ ھم کچھ نہیں جانتے۔ (عِنۡدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ)

۲۔ کائنات کی ہر چیز ایک معین مقدار میں پیدا ہوئی ہے۔ (بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾)

۳۔ الٰہی خزانے بے انتہا ہیں اس کی رحمت کا نزول تدریجی ہے (نُنَزِّلُهٗۤ) تنزیل کا معنیٰ تدریجی نزول ہے۔

۴۔ الٰہی خزانوں کو دوام حاصل ہے کیونکہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ باقی ہے۔ (وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ) جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (نحل ۹۶) (عِنۡدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ)

۵۔غیر اللہ سے مانگنے کا تصور بھی نہ کیجئے جو چیز تمہیں چاہئے اُسی سے مانگیئے ہر چیز کے سرچشمے اُسی کے پاس ہیں (عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ)

۶۔الٰہی سنت سے یہ درس ملتا ہے کہ کسی چیز کا اپنے پاس ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ اسے فوراً خرچ کر ڈالنا چاہئے بلکہ خرچ کرنے میں دانش وحکمت اور اس طرح کے دسیوں نکات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔(وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾)

۷۔کائنات کے منابع اور سرچشموں کو ابھی انسان پوری طرح سے دریافت نہیں کر سکا۔ (عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ)

آیت نمبر ۲۲

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

ہم نے باردار کنندہ (بوجھل) ہوائیں چلائیں پھر ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے تمہیں سیراب کیا (بصورت دیگر) تم اُسے جمع نہیں رکھ سکتے تھے۔(۲۲)

نکات:

(الف) کلمہ (لَوَاقِحَ) کو (لَقَاحٌ) سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''بارآور کرنا'' یہ عمل مثبت اور منفی بادلوں کے باہمی، ملاپ سے حاصل ہوتا ہے یا پھر یہ لفظ نباتات کے بارآور کرنے کے معنیٰ میں ہے جب نباتات کا بُور ایک دوسرے کے ساتھ ملتا ہے تو یہ عمل وجود میں آتا ہے۔

(ب) سورۃ ذاریات کی ۴۱ ویں آیت میں ہے کبھی ہوا بانجھ اور بے فائدہ بھی ہوتی ہے اور کبھی وہ فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہوتی ہے اس طرح سورۃ نور کی آیت نمبر ۴۳ میں ہے۔اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ '' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر اسے باہم جوڑ دیتا ہے پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے؟ پھر آپ بارش کے قطروں کو دیکھتے ہیں کہ بادل کے درمیان سے نکل رہے ہیں۔

(ج) انسان ایک طولانی عرصے تک پانی کو نہ تو بادلوں میں محفوظ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی زمین کے اوپر اس کا ذخیرہ کر

سکتا ہے کیونکہ وہ زمین کے اندر سرایت کرسکتا ہے اور نہ ہی پختہ ڈیموں میں اسے محفوظ بنا سکتا ہے کیونکہ وہ اس طرح بخارات میں بدل سکتا ہے۔

پیغام:

۱۔نظام ہستی کو چلانے والا خود وہ ہے۔(وَاَرۡسَلۡنَا۔ فَاَنۡزَلۡنَا۔۔فَاَسۡقَیۡنٰ)

۲۔انسان اپنے لازمہ حیات کی حفاظت کرنے سے بھی عاجز ہے(وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَہٗ بِخٰزِنِیۡنَ﴿۲۲﴾)

۳۔پانی قدرت کی ایک اہم ترین نعمت ہے لیکن اس سے سیراب ہونا ایک اور اہم ترین نعمت ہے۔(جب انسان پانی پیتا ہے تو سیراب ہوجاتا ہے تو یہ سیراب ہونا نعمت ہے اگر انسان پانی پیئے اور سیراب نہ ہوسکے تو پھر انسان کی حالت کیا ہو جائے گی)۔

آیت نمبر ۲۳۔۲۴۔۲۵

وَاِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِیۡتُ وَنَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ﴿۲۳﴾

وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِیۡنَ﴿۲۴﴾

وَاِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَحۡشُرُہُمۡ ؕ اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔(۲۳)

اور بتحقیق ہم تم سے اگلے لوگوں کو بھی جانتے ہیں اور بعد آنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔(۲۴)

اور آپ کا رب ہی ان سب کو (ایک مقام پر) جمع کرے گا۔ بے شک وہ بڑا حکمت والا ہے۔(۲۵)

نکات:

مفسرین نے ''مُسْتَقْدِمِيْنَ'' اور ''مُسْتَأْخِرِيْنَ'' کے کئی مصداق نقل کئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

ا۔ گزشتہ اور باقی رہ جانے والے۔

۲۔ میدان جنگ کی طرف سبقت لے جانے والے اور ان کے غیر۔

۳۔ اور وہ جو نماز با جماعت کی اگلی صفوں میں حاضر ہوتے ہیں اور جو پچھلی صفوں میں آن موجود ہوتے ہیں تا کہ با جماعت نماز پڑھنے والی عورتوں کو بُری نیت سے دیکھ سکیں۔ اسی مقصد کو یہ آیت بیان کرتی ہے۔ ''ہم ان کو جانتے ہیں'' اور بعض لوگوں کی روحانیت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ جماعت کی اگلی صفوں میں جگہ حاصل کرنے کیلئے اپنے گھروں کو جو مسجد سے دور تھے بیچ دیا تھا اور مسجد کے قریب سکونت حاصل کرنے کیلئے کوشاں تھے۔ آیت فرماتی ہے ہم ان لوگوں کو بھی جانتے ہیں۔

پیغام:

ا۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں کوئی ٹھہراؤ نہیں سب کو جانا ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے عمل سے اپنے حقیقی وارث کیلئے بہترین میراث چھوڑ جائیں۔ (وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ۝۲۳)

۲۔ زمانہ علم الٰہی پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ زمانہ علم الٰہی کا محتاج ہے زمانہ ماضی ہو یا حال یا استقبال علم الٰہی ان سب پر حاوی ہے۔ (عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ ... عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ۝۲۴)

۳۔ روز حشر کا برپا کرنا اور سزا اور جزا کا دینا کار خداوندی ہے (رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ)

۴۔ قیامت کا برپا ہونا حکمت خداوندی کی دلیل ہے (اگر ذرات خاک غذا بنیں اور غذا نطفہ بنے اور نطفہ سے انسان بنے پھر یہی انسان مر کر خاک کے ذرات میں بدل جائے اور کوئی حساب و کتاب نہ ہو تو پھر یہ سارا سرکل فضول ہوگا۔) (اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۝۲۵)

۵۔ قیامت کے دن قدیم و جدید اولین و آخرین سب کو جمع کیا جائے گا۔ (یحشرھم) اللہ تعالیٰ کائنات کے ہر فرد کی نیت و ارادہ سے آگاہ ہے۔ (حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۝۲۵)

آیت نمبر ۲۶ ـ ۲۷

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝۲۶

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۝۲۷

ترجمة الآيات

اور بتحقیق ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے سے تیار شدہ خشک مٹی سے پیدا کیا۔(۲۶)

اور اس سے پہلے ہم گرم ہوا سے جنوں کو پیدا کر چکے ہیں۔(۲۷)

نکات:

(الف) ''صلصال'' اس خشک اور ناپختہ مٹی کو کہتے ہیں کہ جب اس میں پھونک ماری جائے تو اس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔(تفسیر المیزان)

ا۔''حما'' اس مٹی کو کہا جاتا ہے جس کا رنگ سیاہ ہو''مسنون'' کا معنیٰ ہے تبدیل شدہ ''سموم'' اس گرم اور تیز ہوا کو کہا جاتا ہے جو انسانی جسم میں زہر کی مانند اثر کرے۔

(ب) یہ آیت کریمہ یا تو سب سے پہلے انسان کی تخلیق کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ ہیں۔(خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔(ص ۷۶) یا پھر اس کا اشارہ تمام انسانوں کے تخلیقی مراحل کی طرف ہے ان مراحل میں زمینی مواد کو دخل ہے پہلے غذا پھر نطفہ اور آخر میں انسانی صورت۔سورۃ کہف کی آیت نمبر ۳۷ میں انسان کے تخلیقی مراحل بیان ہوئے ہیں۔انسانی آغاز خاک سے ہوا پھر نطفہ بنا پھر انسانی شکل اختیار کی (اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا○ کیا تو اُس ذات کا منکر ہے جس نے تجھے زمین سے پیدا کیا پھر نطفہ بنایا پھر تجھے سیدھا سادھا انسان بنایا۔

(ج) قرآن مجید کے مطابق ''جن'' ایک ایسی مخلوق ہے جن پر شرعی تکلیف فرض کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب فرمایا ہے۔(يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ) یہ مخلوق قرآن کو سنتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔سورۃ جن کی پہلی آیت میں ہے (اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ) جنات کے ایک گروہ نے قرآن کریم کو غور سے سنا۔

۲۔جنات میں انسانوں کی طرح قوائے شہوانیہ بھی پائے جاتے ہیں قرآن کریم میں آیا ہے کہ بہشتی عورتیں باکرہ ہوں گی ان سے نہ کسی انسان نے جنسی تعلق قائم کیا ہوگا اور نہ جن نے (لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ) (الرحمٰن ۷۴) اس آیت کے مطابق جنات کو انسانوں سے قبل آگ سے پیدا کیا گیا۔ابلیس بھی جن تھا۔(وَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ) کافر جن دوزخ میں جائیں گے ابلیس بھی ان کے ہمراہ دوزخ میں جائے گا۔(لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ) (ھود ۱۱۹۔)

آیت نمبر ۲۸

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝۲۸

ترجمۃ الآیات

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا میں سڑے ہوئے گارے سے تیار شدہ خشک مٹی سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ (۲۸)

نکات:

(الف) ''بشر'' جلد کے ظاہری حصے کو کہا جاتا ہے تمام جانداروں میں سے صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جس کی جلد ظاہر ہے انسان کے علاوہ باقی تمام جانداروں کی جلد بالوں، اُون، پروں اور چھلکوں میں ڈھکی ہوئی ہے۔

پیغام:

۱۔ ملائکہ کو انسان سے قبل تخلیق کیا گیا (اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے خلقت انسانی سے قبل اس کے بارے میں ملائکہ سے گفتگو کی (وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ)

۲۔ انسانی تخلیق کا سرچشمہ خاک اور مادیات ہے اس لئے اس کا فطری رجحان بھی مادیات کی طرف ہے۔ (خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ)

آیت نمبر ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۝۲۹

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۝۳۰

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣١﴾

ترجمۃ الآیات

پھر جب میں اس کی تخلیق مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑو۔(۲۹)

پس تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کرلیا۔(۳۰)

سوائے ابلیس کے اُس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کردیا۔(۳۱)

نکات:

(الف) انسان کے اندر اللہ کی روح پھونکنے سے مراد اس میں حیات کا ہونا یا سانس لینا نہیں ہے کیونکہ سانس تو حیوانات بھی لیتے ہیں اس روح کے پھونکنے سے مراد انسانی قوت ارادی، ایجادات کی صلاحیت غور وفکر ترقی وتکامل کے عوامل میں، خداوند تعالیٰ کی طرف روح کی نسبت یہ روح کے شرف کے لئے ہے جیسے ''بیت اللہ'' اور ''شھر اللہ''

(ب) جناب آدم کیلئے ملائکہ کا سجدہ محض تکلف کی بنا پر نہ تھا بلکہ ان کا سجدہ جناب آدمؑ اور ان کی اولاد کیلئے انکساری اور تواضع کا اظہار تھا اس سے یہ مقصود تھا کہ فرشتے بھی انسان کی خدمت کیلئے ہیں۔(تفسیر المیزان جلد ۱۲ ص ۱۶۵)

پیغام:

۱۔ تخلیق انسانی کامل مکمل اور اعتدال کی تمام صورتوں پر مشتمل ہے۔(سَوَّيْتُهٗ)

۲۔ملائکہ کا سجدہ خدائی روح پھونکے جانے کی وجہ سے تھا۔(وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ)

بقول شاعر

تن آدمی شریف است به جان آدمیت
نه همین لباس زیبا است نشان آدمیت

انسانی جسم کی عزت وعظمت اس کے روح کی وجہ سے ہے یہ خوبصورت لباس اس کے انسان ہونے کی علامت نہیں ہے۔

۳۔انسان ایک ایسا موجود ہے جو دو بُعد وں پر مشتمل ہے اس کے دونوں، بُعد کامل اور اکمل ہیں ایک اسکا مادی بُعد ہے۔ (سَوَّيْتُهٗ) اور دوسرا اس کا معنوی بُعد ہے۔(وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ)

۴۔ انسان بعض الٰہی صفات کی تجلیات کا مظہر ہے۔(رُّوۡحِیۡ)

۵۔ معنویت کیلئے جسم اور مادی مرکب کی ضرورت ہے۔(سَوَّیۡتُہٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ)

۶۔ جو لوگ سجدہ کرنے والوں کی صف میں شرکت نہیں کرتے تو ان کے اندر ابلیسی روح کام کر رہی ہوتی ہے۔(اَبٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۱﴾)

۷۔ اگرچہ سجود و رکوع کی اپنی اہمیت و قیمت ہے لیکن اگر دوسرے لوگوں کی ہمراہی میں سجدہ اور رکوع کیا جائے تو یہ عظمت دوبالا ہو جاتی ہے۔(مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۱﴾)

آیت نمبر ۳۲ تا ۳۵

قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۲﴾

قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾

قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡہَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ ﴿ۙ۳۴﴾

وَّ اِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَۃَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ (۳۲)

کہنے لگا! میں ایسے بشر کو سجدہ کرنے کا نہیں ہوں جسے تو نے سڑے ہوئے گارے سے تیار شدہ خشک مٹی سے پیدا کیا ہے۔(۳۳)

اللہ نے فرمایا: نکل جا اس جگہ سے کیونکہ تو مردود ہو چکا ہے۔(۳۴)

اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت ہو گی۔(۳۵)

پیغام:

۱۔ عدالت کے وقت اپنے ذاتی علم پر تکیہ نہ کرو بلکہ مجرم پر سوال و جواب کر کے اس سے جرم کا مقصد اور مجرم کی نفسیاتی کیفیت بھی معلوم کرو (یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَكَ)

۲۔ اگر کسی کے اندر تکبر وغرور کی کیفیات پیدا ہو جائیں تو ایسے انسان پر ہدایت کے اسباب کارگر نہیں ہو سکتے۔ ابلیس فرشتوں کے ماحول میں رہ رہا تھا لیکن اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور تکبر کی وجہ سے اس منزل تک جا پہنچا تھا۔ (اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ﴿۳۲﴾)

۳۔ نسلی برتری ابلیسی سوچ ہے (خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ)

۴۔ خدا کے حضور سجدہ نہ کرنے سے بھی بدتر اس کے آگے غرور وتکبر کرنا ہے (لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ)

۵۔ گناہ سے بدتر گناہ کی توجیہ ہے (خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ) شیطان نے اپنے جرم کی توجیہ پیش کی تھی۔

۶۔ جب دماغ میں غرور وتکبر آجاتا ہے تو اُسے انسانی جسم میں الٰہی رُوح اور نور نظر نہیں آتے جب شیطان نے انسان کے جسد خاکی پر نظر کی تو سجدے سے انکار کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اُس الٰہی روح کی وجہ سے تھا جو انسان میں ڈالی گئی تھی۔ (خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ)

۷۔ الٰہی احکام کی بنیاد جبر واکراہ پر نہیں ہے۔ (لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ)

۸۔ تکبر سے بڑائی حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہی تکبر ذلت ورسوائی کا سبب بنتا ہے (فَاخۡرُجۡ) علاوہ ازیں اس کی نابودی اور سابقہ عبادات کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ (فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ﴿۳۴﴾)

۹۔ الٰہی روشن احکام کے مقابلے میں اجتہادی رائے یا قیاس کی کوئی گنجائش نہیں (فقعوا له ساجدین) کے بالمقابل (خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ) کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۰۔ لمحہ بھر کی نافرمانی اور تکبر عمر بھی کی لعنت کا سبب بن جاتا ہے۔ (اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ﴿۳۵﴾)

۱۱۔ مغرور ومتکبر کے مقدر میں ابدی لعنت لکھ دی جاتی ہے۔ (عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ﴿۳۵﴾)

آیت نمبر ۳۶ ـ ۳۷ ـ ۳۸

قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ﴿۳۶﴾

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ﴿۳۷﴾

اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

اُس نے کہا! پروردگار! پھر مجھے لوگوں کے اُٹھائے جانے کے دن (قیامت) تک مہلت دے دے۔(۳۶)

فرمایا: تو مہلت ملنے والے میں سے ہے۔(۳۷)

معین وقت کے یوم تک ۔(۳۸)

نکات:

(الف) جب شیطان نے سمجھ لیا تھا کہ اب وہ ابدی لعنت کا ہدف بن چکا ہے تو اس نے بارگاہ خداوندی میں درخواست پیش کی تھی کہ اسے اس دن تک مہلت دی جائے لیکن اس نے یہ نہیں بتایا کہ کس لئے مہلت دی جائے چونکہ اللہ کا کام مہلت دینا ہے اس لئے اُسے بھی مہلت دے دی۔لیکن قیامت تک نہیں بلکہ اس دن کیلئے جو الٰہی حکم میں ہے بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ شیطان کو اُس دن تک مہلت ہے جب تک انسان اور تکلیف شرعی کی ادائیگی باقی ہے۔

پیغام:

۱۔ یہ بھی خداوند تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ مجرموں کو بھی مہلت دیتا ہے (فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ﴿۳۷﴾)

۲۔جب مجرم بارگاہ خداوندی میں درخواست کرتے ہیں اگر مصلحت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی درخواست قبول کر لیتا ہے جب شیطان نے کہا (فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ) تو جواب آیا (فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ﴿۳۷﴾)

آیت نمبر ۳۹۔۴۰

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۳۹﴾

اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

ابلیس نے کہا میرے رب! چونکہ تو نے مجھے بہکایا ہے (لہٰذا میں بھی زمین میں ان کے لئے (باطل) کو ضرور آراستہ کر کے دکھاؤں گا اور سب کو ضرور بالضرور بہکاؤں گا۔(۳۹)
ان میں سے سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔(۴۰)

نکات:

(الف) اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا جی ہاں! اگر کوئی خود گمراہی کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کا اسی طرح چھوڑے جانا ایک بہت بڑی سزا ہے چونکہ ابلیس نے تکبر کیا تھا اور اپنے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تھا۔اس کی ابلیسیت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا۔''اَغْوَيْتَنِيْ'' سے بھی یہی مراد ہے کہ اُس نے کہا اب تم نے مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے اور اپنے لطف وکرم کے مرکز سے دور کر دیا ہے اب مجھ سے جو بن آئے گا میں وہی کروں گا۔

(ب) ابلیس کو معلوم تھا کہ اللہ کے کچھ خاص بندے ہونگے (وہ نبوت وامامت پر ایمان رکھتا تھا) اس لئے اس نے کہا تھا (رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ) وہ خداوند تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتا تھا۔ پھر اس کی دعا کہ قیامت تک مہلت دے، سے معلوم ہوتا ہے وہ قیامت کا عقیدہ بھی رکھتا تھا۔اس بنا پر اس کے تمام اصول وعقائد درست تھے۔لیکن اس کا جرم اس کا تکبر تھا اور اطاعت کرنے اور سر تسلیم خم کرنے کی صفات نہیں تھیں اس کا حاصل یہ ہے فقط علم اور ایمان ہی کافی نہیں بلکہ عمل اور اطاعت اور عبادت بھی ضروری ہے۔

پیغام:

۱۔ ابلیس اور ابلیس صفت لوگ اپنے عیب کو خدا سے منسوب کر دیتے ہیں۔(اَغْوَيْتَنِيْ)
۲۔شیطان جب گمراہ کرتا ہے تو برائیوں کو اچھائیوں کا خوبصورت لباس پہنا کر پیش کرتا ہے۔(لَاُزَيِّنَنَّ)
۳۔مخلصین اور پاکیزہ لوگ شیطانی پھندوں سے محفوظ ہیں (الْمُخْلَصِيْنَ۝) یہ بھی حقیقت ہے صرف اخلاص ہی کافی نہیں ہے عنایت پروردگار بھی ضروری ہے۔کیونکہ مخلص کا معنیٰ ہے خدا کا برگزیدہ بندہ۔

آیت نمبر ۴۱۔۴۲

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے فرمایا یہی راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔(۴۱)

جو میرے بندے ہیں ان پر یقیناً تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔سوائے ان بہکے ہوئے لوگوں کے جو تیرے پیچھے آئیں۔(۴۲)

نکات:

(الف) اس سے پہلے والی آیت میں ابلیس نے کہا تھا میں سوائے مخلصین کے سب لوگوں کو گمراہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ ''یہ جو تو میرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا اس میں تیرا کوئی دخل نہیں ہوگا یہ تو میرا اپنا طریقہ ہے میں خود ان کی حفاظت کروں گا تو تو اپنی کاروائی پوری کرے گا اور کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔اصل حقیقت یہ ہے کہ تیرا ان پر بس نہیں چلے گا۔

(ب) سوال:۔جب ابلیس مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا تو پھر جناب آدمؑ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس بارے میں کیا کہا جائیگا؟

جواب:۔ابلیس کو ان میں طمع ہوگا اور ان میں وسوسے بھی ڈالے گا اور کبھی بعض افراد کو ترک اولیٰ پر آمادہ بھی کرے گا لیکن انہیں گمراہ نہیں کر سکے گا جناب آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور وہ ترک اولیٰ پر آمادہ ہوئے اس کے علاوہ اُن سے کوئی انحراف نہیں ہوا۔

پیغام:

ا۔وہ لوگ جو بندگان خدا ہیں اور جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیا ہے ان پر شیطان کا بس نہیں چل سکتا۔(عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ)

۲۔انسان اپنے ہی اختیار کے دائرہ میں رہ کر شیطان کی پیروی کرتا ہے۔(اتَّبَعَکَ)

۳۔اگر ہم عبادت اور تقویٰ کے ذریعے خدا کے بندوں کی صف میں داخل ہو جائیں تو پھر شیطانی ہتھکنڈوں سے ہر طرح سے محفوظ ہو جائیں۔(عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ)

۴۔شیطان کا کام صرف وسوسے ڈالنا ہوتا ہے کسی پر مسلط ہونا نہیں ہوتا (لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ) جب لوگ قیامت کے دن شیطان کو لعنت ملامت کریں گے تو وہ کہے گا: میں نے تو تمہیں گناہ کی دعوت دی تھی گناہ پر مجبور تو نہیں کیا تھا۔

آیت نمبر ۴۳۔۴۴

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۴۳﴾

لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

ان سب کی وعدہ گاہ دوزخ ہے۔(۴۳)

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے ان کا حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔(۴۴)

نکات:

اس آیت میں دوزخ کے سات دروازوں کا ذکر آیا ہے اس سے یہ اشارہ ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے کیونکہ انسان کے جہنمی بننے کے اسباب بہت زیادہ ہیں۔سورہ لقمان کی آیت ۲۷ میں آیا ہے: اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور ساتوں سمندر روشنائی بن جائیں۔(و البحر یمدہ سبعۃ البحر)تو پھر بھی کلمات خداوندی کو نہیں لکھ سکتے تو یہ بھی اس امر سے کنایہ ہے کہ اللہ کی مخلوق اتنی زیادہ ہے۔جو قابل شمار نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔بہشت اور دوزخ کے کئی دروازے ہیں(لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ)نہج البلاغہ میں آیا ہے کہ مجاہدین کیلئے جنت میں ایک خاص دروازہ ہے۔

۲۔بہشت کی طرح دوزخ کے بھی کئی طبقات میں ہر شخص اپنے جرم کے مطابق سزا پائے گا۔(لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ﴿۴۴﴾)

آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍؕ ﴿۴۵﴾

اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ ﴿۴۶﴾

وَنَزَعۡنَا مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۴۷﴾

لَا يَمَسُّهُمۡ فِيۡهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۴۸﴾

ترجمة الآيات

بخلاف اس کے متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہونگے۔(۴۵)

اور اُن سے کہا جائے گا کہ ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔(۴۶)

اور ان کے دلوں میں جو کینہ ہوگا اُسے ہم نکال دیں گے وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے۔(۴۷)

انہیں وہاں نہ کسی مشقت سے واسطہ پڑے گا اور نہ انہیں وہاں سے نکالا جائے گا۔(۴۸)

نکات:

(الف) ''غِلٍّ'' کا معنیٰ ہے مخفی طریقے سے کسی چیز کے اندر داخل ہونا چونکہ صفات بد انسان کے اندر مخفی طریقے سے داخل ہو جاتی ہیں اس لئے انہیں ''غِلٍّ'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔''سریر'' کا لفظ ''سرور'' سے نکلا ہے۔ پھر اسی سرور سے مسرت کا استفادہ کیا گیا ہے کیونکہ تخت پر تکیہ لگانے سے سرور حاصل ہوتا ہے۔

(ب) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بہشت کی آٹھ جزاؤں کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ آٹھ جزائیں یہ ہیں۔

۱۔ باغات۔

۲۔ پانی کے چشمے۔

۳۔ امن وسلامتی۔

۴۔ قلوب سے نفرتوں کا خاتمہ۔

۵۔اخوت و برادری۔

۶۔آمنے سامنے تختوں کا بچھا ہونا۔

۷۔رنج وغم سے دوری اور جاودانی مسرتیں۔

۸۔بغیر مشقت ہمیشہ کی زندگی۔

(ج) اس سے پہلی آیت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے علاوہ دوسرے تمام لوگ شیطانی وسوسوں کی بھینٹ چڑھ سکتے ہیں جبکہ ان آیات میں آیا ہے ''اگر انسان مخلصین کی صف میں شامل نہ ہو سکے لیکن تقویٰ کی منزل تک پہنچ جائے پھر بھی الٰہی نعمات سے مستفید ہو سکتا ہے۔

(د) سب سے اہم ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمات ایک مرکز پر جمع ہوں کیونکہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمات تو ہیں لیکن ایک جگہ پر جمع نہیں ہیں کہیں باغات ہیں لیکن وہاں چشمے نہیں ہیں کہیں چشمے ہیں باغات نہیں ہیں کہیں پر دونوں نعمتیں ہیں لیکن امن وسلامتی نہیں ہے۔ کہیں یہ سب ہیں لیکن وہاں صفا اور صمیمیت نہیں ہے لیکن کہیں یہ بھی ہے کہ یہ تمام نعمتیں ایک جگہ جمع ہوں لیکن ان کے ساتھ سختی اور رنج بھی ہو جی ہاں! یہ ساری نعمات بھی ہوں رنج وغم بھی نہ ہو لیکن ایک دن ان سب کو چھوڑ کر رخصت ہو جانا ہے لیکن عالم آخرت وہ گھر ہے کہ جس میں تمام نعمات ہوں گی مادی بھی ہوں گی معنوی بھی ہونگی اجتماعی بھی ہونگی معاشرتی بھی ہونگی اور وہ بھی جاودانی اور ابدی۔

پیغام:

۱۔ دھمکی آمیز آیات کے ساتھ بشارت دینے والی آیات کا تذکرہ ایک تربیتی ضرورت ہے۔ (لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ... اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ)

۲۔اس چند روزہ زندگی میں گناہوں سے دوری ابدی کامیابی کی ضمانت ہے۔ (اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ ... وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۴۸)

۳۔بہشتی نعمات متعدد بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں (فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ)

۴۔بہشتی نعمات بے نقص و بے عیب ہیں جہاں باغات ہیں وہاں چشمے بھی ہیں جہاں سلامتی ہے وہاں امن بھی ہے جہاں اخوت و برادری ہے وہاں پیار و محبت بھی ہے۔ جہاں راحت و چین ہے وہاں ابدیت بھی ہے۔ (لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ)

۵۔بہشتی نعمات جامع الصفات ہیں جہاں مادی ہیں جیسے باغات اور چشمے وہاں روحانی بھی ہیں جیسے امن وامان اور صحت وسلامتی وہاں اجتماعی بھی ہیں۔ جیسے اخوت و برادری ان سب سے ارفع واعلیٰ ایک اور نعمت ہے وہ ہے اللہ کی رضا اور اُس

کی طرف سے تہنیت وتبریک کی عظیم نعمت (اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ)

٦۔ جہاں کینہ توزی ہے وہاں اخوت و برادری کہاں اگر اخوت و برادری کو فروغ دینا ہے وہاں کینہ کو ختم کرنا پڑے گا۔ (وَنَزَعۡنَا... اِخۡوَانًا)

٧۔ ایک دوسرے پر غیض وغضب ناراضی وناراحتی ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنا ہر مقام پر ایک فریق کا حق پر ہونا دوسرے کے باطل پر ہونے کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ (اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ ... وَنَزَعۡنَا مَا فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ)

کیونکہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے دو آدمی بہشتی ہوتے ہیں ان کا ہدف بھی مقدس ہوتا ہے باوجود اس کے ان کے درمیان نقطہ نظر کا اختلاف ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو باطل خیال کرتے ہیں اس لئے بروز قیامت ارادہ الٰہی سے اہل جنت کی تمام کدورتیں ختم ہوجائینگی۔

٨۔ کدورتوں کو زائل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے نصرت مانگنی چاہئے (وَنَزَعۡنَا) اور یہ دعا مانگنی چاہئے (لَا تَجۡعَلۡ فِيۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا) (حشر۔١٠)

٩۔ صفات بد طوق وزنجیر کی طرح انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ (مِّنۡ غِلٍّ)

١٠۔ اہل بہشت اپنے مراتب کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فوقیت رکھتے ہونگے لیکن حفظ مراتب کے نظام کے تحت وہ کسی قسم کے مسائل کا شکار نہیں ہونگے۔ (وَنَزَعۡنَا مَا فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ)

آیت نمبر ۴۹۔۵۰

نَبِّئۡ عِبَادِيۡۤ اَنِّيۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۴۹﴾
وَاَنَّ عَذَابِيۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِيۡمُ ﴿۵۰﴾

ترجمة الآيات

اے رسول! میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت درگزر کرنے والا ہوں اور رحیم ہوں۔ (۴۹)

مگر اس کے ساتھ میرا عذاب بھی نہایت دردناک عذاب ہے۔ (۵۰)

نکات:

(الف) قرآن مجید نے ان آیات میں لوگوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ مخلصین (انبیاء و اولیاء) ان افراد پر شیطان کو تسلط حاصل نہیں ہے۔

۲۔ متقین یہ اہل بہشت سے ہیں۔

۳۔ وہ گناہ گار جنہوں نے توبہ کر لی تھی اور پیغمبرؐ نے جن کی مغفرت کی خبر دے دی تھی۔

۴۔ وہ سرکش گناہ گار جن کو دردناک عذاب کی خبر دے دی گئی۔

پیغام:

۱۔ رحمت الٰہی ایک بزرگ ترین اور بہترین پیغام: خداوندی ہے۔ (نَبِّئۡ) ''نباء'' اس خبر کو کہا جاتا ہے جو اہم ترین خبر ہو۔

۲۔ گناہ گار لوگ بھی بندگان خدا ہیں۔ (عِبَادِیۡۤ)

۳۔ اللہ کے لطف و کرم کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ (اَنِّیۡۤ اَنَا)

۴۔ اُس کا لطف و کرم اور اُس کی بخشش اس کے عفو و درگزر کے ساتھ ہے وہ ذات نہ صرف معاف کرتی ہے بلکہ لطف و کرم بھی کرتی ہے۔ (الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اُس کی بخشش نہایت عمیق بھی ہے اور مسلسل بھی ہے۔ (الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾) کیونکہ غفور اور رحیم عمیق اور تکرار کی علامت ہیں۔

۶۔ لطف و رحمت الٰہی اس کے غضب پر مقدم ہے (اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾ ... وَ اَنَّ عَذَابِیۡ)

۷۔ ہمیں رحمت خداوندی پر مغرور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کا دردناک عذاب بھی ہے۔ (الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾ ... ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ﴿۵۰﴾)

آیت نمبر ۵۱ تا ۵٦

وَ نَبِّئۡہُمۡ عَنۡ ضَیۡفِ اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۵۱﴾

اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ ﴿۵۲﴾

قَالُوۡا لَا تَوۡجَلۡ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۵۳﴾

قَالَ اَبَشَّرۡتُمُوۡنِیۡ عَلٰۤی اَنۡ مَّسَّنِیَ الۡکِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوۡنَ ﴿۵۴﴾

قَالُوۡا بَشَّرۡنٰكَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡقٰنِطِيۡنَ ۝٥٥
قَالَ وَمَنۡ يَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ ۝٥٦

ترجمۃ الآیات

اور انہیں ابراہیم کے مہمان کا حال بھی سنا دو۔(۵۱)

جب وہ ابراہیم کے ہاں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا سلام! ابراہیم نے کہا ہم تم سے خوف زدہ ہیں۔(۵۲)

کہنے لگے ''ڈرو نہیں''، ہم تمہیں ایک دانا لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔(۵۳)

کہا: کیا تم مجھے اس وقت بشارت دیتے ہو کہ جب بڑھاپے نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ کس بات کی خوشخبری دیتے ہو؟(۵۴)

انہوں نے جواب دیا ''ہم تمہیں سچی بشارت دے رہے ہیں تم مایوس نہ ہو''(۵۵)

ابراھیمؑ نے کہا: اپنے رب کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔(۵۶)

نکات:

(الف) حضرت ابراھیمؑ کے مہمانوں کی داستان میں ایک طرف خدا کی رحمت کا نمونہ ہے تو دوسری طرف اس کے غضب کا نمونہ بھی ہے آپ کے پاس مہمان فرشتے آئے تھے انہوں نے ایک طرف آپ کو بیٹے کے ہونے کی خوشخبری دی تو دوسری طرف قوم لوط کی ہلاکت کی خبر دی۔

(ب) کلمہ ''ضیف'' ایک مہمان پر بھی بولا جاتا ہے اور بہت سے مہمانوں پر بھی بولا جاتا ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیمؑ کو ایک دفعہ ان کی کنیز ہاجرہ سے بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسماعیل تھا اور اس دفعہ یہ خوشخبری ان کی زوجہ جناب سارہ کیلئے تھی کہ ان سے بیٹا پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے بارے میں فرمایا(بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ) اور حضرت اسحاق کے بارے میں فرمایا(بِغُلٰمٍ عَلِيۡمٍ) (صافات۔۱۱۰)

پیغام:

۱۔ تاریخ کے تلخ و شیریں واقعات سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے (وَنَبِّئۡهُمۡ) بہترین تاریخ انبیاء کی زندگی ہے اور بہترین تاریخ بیان کرنے والے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں۔

۲۔بعض اوقات فرشتے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے انسانی صورت اختیار کر کے انسان کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں(ضَيۡفِ اِبۡرٰهِيۡمَ)

۳۔سلام کرنا آداب الٰہی میں سے ہے یہ طریقہ گزشتہ ادوار میں موجود تھا(فَقَالُوۡا سَلٰمًا)

۴۔انبیاء علیہم السلام کا علم اور شناخت محدود ہوتی ہے اور ان کی یہ صفات اذن الٰہی سے مشروط ہوتی ہیں۔(اِنَّا مِنۡكُمۡ وَجِلُوۡنَ﴿۵۲﴾) حضرت ابراھیم نے ابتداء میں نہیں پہچانا تھا کہ وہ کون ہیں اس لئے آپ پریشان ہو گئے تھے۔

۵۔تلخ خبر کو شیرین خبر کے ساتھ بیان کرنا چاہئے (بَشَّرۡنٰكَ)حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت ابراھیمؑ کو فرزند کی خوشخبری قوم لوط کی ہلاکت کی تلخ خبر کی تلافی کیلئے تھی۔(تفسیر صاف)

۶۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر تعجب توحید پرستی کے منافی نہیں ہے (فَبِمَ تُبَشِّرُوۡنَ﴿۵۴﴾) یہاں حضرت ابراھیمؑ کے تعجب کو بیان کیا گیا ہے جبکہ سورۃ ھود کی آیت ۷۲ میں ان کی زوجہ حضرت سارہ کے تعجب کا بیان ہے (ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا) کیا میرے ہاں بچہ ہوگا جبکہ میں بڑھیا ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے؟

۷۔کسی حادثے یا واقعہ کے وقوع سے قبل خبردار کرنا چاہئے (فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡقٰنِطِيۡنَ﴿۵۵﴾)

۸۔انبیاء علیہم السلام کی تعلیم وتربیت خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔(فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡقٰنِطِيۡنَ﴿۵۵﴾)

۹۔الٰہی انتباہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہے(فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡقٰنِطِيۡنَ﴿۵۵﴾)

۱۰۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہی کا صدور ہر مقام پر خلاف ورزی کی انجام دہی کی دلیل نہیں ہوا کرتی۔بعض اوقات حفظ ما تقدم کی خاطر بھی نہی صادر ہوتی ہے(فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡقٰنِطِيۡنَ﴿۵۵﴾)

۱۱۔یاس و نا اُمیدی کا علاج اللہ تعالیٰ کی رحمت و ربوبیت کے ذکر سے کرنا چاہئے۔(رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ)

۱۲۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے علم وقدرت پر اطمینان رکھتے ہیں وہ کبھی مایوس نہیں ہوتے۔(وَمَنۡ يَّقۡنَطُ... اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ﴿۵۶﴾) (ضالین گمراہوں کا ٹولہ جس کے بارے میں نماز میں اعلان برأت کیا جاتا ہے۔اس کے مصادیق میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو الٰہی رحمت سے مایوس ہوئے۔

آیت نمبر ۵۷۔۵۸

قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ اَيُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴿۵۷﴾

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمٍ مُّجۡرِمِيۡنَ ۙ﴿۵۸﴾

ترجمة الآيات

پھر فرمایا: اے فرستادگان الٰہی تمہارا اصل کام کیا ہے (جس کی وجہ سے آپ تشریف لائے ہیں)(۵۷)

وہ بولے: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔(۵۸)

پیغام:

۱۔ فرشتے اپنی ماموریت کی انجام دہی سے پہلے الٰہی رہبروں کو اپنی ماموریت پر مطلع کرتے ہیں۔(اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ)

۲۔ ملائکہ کا کام حکم خداوندی کی تعمیل کرنا ہوتا ہے جس طرح وہ مومنین کیلئے دعا اور استغفار کرتے ہیں (وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا)(غافر ۷) وہ صاحبان ایمان کیلئے استغفار کرتے ہیں اور اسی طرح مجرمین کیلئے خدائی عذاب کے حامل بھی ہوتے ہیں۔(اُرۡسِلۡنَاۤ)

۳۔ مراتب کی ہمیشہ حفاظت کرنی چاہئے اگرچہ فرشتے حضرت لوط کی قوم کی تباہی کیلئے آئے تھے لیکن فرشتے حضرت ابراھیمؑ کے پاس آئے اور انہیں اطلاع دی پھر وہ حضرت لوطؑ کے پاس گئے کیونکہ وہ حضرت ابراھیمؑ کی ولایت کے تابع تھے۔(اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ)

۴۔ مجرموں کو صرف آخرت میں عذاب نہیں ہوگا (اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمٍ مُّجۡرِمِيۡنَ﴿۵۸﴾) اس دنیا میں بھی انہیں عذاب ملتا ہے۔

۵۔ اگر گناہ عام ہو جائے اور توبہ کی گنجائش بھی باقی نہ رہے تو خدا کا عذاب یقینی ہو جاتا ہے۔(اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمٍ)

۶۔ تلخیاں اور شیرینیاں لازم ملزوم ہیں پہلے بیٹے کی بشارت ملی پھر قوم لوط کی ہلاکت کی خبر ملی۔

آیت نمبر ۵۹۔۶۰۔۶۱۔۶۲

اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۙ﴿۵۹﴾

اِلَّا امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۶۰﴾

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۙ﴿۶۱﴾

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

مگر آل لوط کہ ان سب کو ہم ضرور بچالیں گے۔(۵۹)

سوائے اس کی بیوی کے بارے میں ہم نے یہ طے کیا ہے کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔(۶۰)

جب یہ فرستادے آل لوط کے ہاں پہنچے۔(۶۱)

تو اُس نے کہا آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔(۶۲)

نکات:

(الف)''غابرین'' کا واحد ''غابر'' ہے اس کا معنیٰ ہے پیچھے رہ جانے والا اور باقی بچ جانے والا اس لئے بچ جانے والی مٹی کو غبار کہا جاتا ہے۔

(ب) حضرت ابراھیمؑ اور حضرت لوطؑ کی جب فرشتوں سے پہلی ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان نہ سکے اس لئے حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا (اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ) اور جناب لوطؑ نے فرمایا (اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴿۶۲﴾) یہ فرشتے جب حضرت لوطؑ کے پاس آئے تھے تو وہ نوجوانوں کی صورت میں اور بھرپور حسن و جمال کے ساتھ مہمان بن کر آئے تھے تو حضرت لوطؑ معاشرتی فساد کی وجہ سے پریشان ہوگئے تھے۔

پیغام:

۱۔ انبیاء کے حقیقی پیروکار دنیاوی عذاب سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔(اٰلَ لُوْطٍ)

۲۔حضرت لوط کی زوجہ کا ان کے ساتھ اختلاف انسانی خودمختاری کی بہترین دلیل ہے کہ انسان محکوم و مجبور نہیں ہے۔(اِلَّا امْرَاَتَهٗ)

۳۔کسی کی معاشی کفالت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کفیل کی فکر اور ثقافت سے بھی وابستہ ہو۔(اِلَّا امْرَاَتَهٗ) جناب لوط کی زوجہ کھانا تو ان کے ہاں کھاتی تھی لیکن اُن سے نظریاتی اختلاف رکھتی تھی۔

۴۔انبیاء کے مکتب میں اصل ضابطہ ہے نہ کہ رابطہ یہی وجہ ہے نبی کی بیوی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگئی۔پیغمبر سے مربوط تو تھی لیکن پیغمبر کے اصول وضوابط سے باہر تھی۔(اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴿۶۰﴾) خاندانی روابط الٰہی اہداف کی راہ میں

مانع نہیں ہو سکتے۔

۵۔ معاشرے میں قبولیت کا مدار گھریلو قبولیت پر نہیں ہے۔ حضرت لوط کی بیوی ان کی مخالف تھی لیکن دوسرے لوگوں نے انہیں نبی تسلیم کر لیا تھا۔ (اِلَّا امْرَاَتَهٗ)

۶۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام انبیاء کی ازدواجی زندگی کامیاب رہی ہو۔ (اِلَّا امْرَاَتَهٗ)

۷۔ مردان خدا کا حساب و کتاب ان کے نااہل طرفداروں سے علیحدہ ہوتا ہے۔ (اِلَّا امْرَاَتَهٗ)

۸۔ الٰہی عذاب بھی باقاعدہ جچا تلا اور حساب و کتاب کے عین مطابق ہوتا ہے۔ (قَدَّرْنَاۤ)

۹۔ جب خدا کا مقرر کردہ طریقہ مفسدین کی تباہی کیلئے آتا ہے تو وہ کسی کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ اپنا ہے یا بیگانہ ہے، عورت ہے کہ مرد ہے، نامور ہے یا گمنام ہے۔ (اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴿۶۰﴾)

۱۰۔ انبیاء کو اپنی طرف سے علم غیب حاصل نہیں ہوتا انہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت لوط نے فرشتوں کو نہیں پہچانا تھا۔ (قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴿۶۲﴾)

آیت نمبر ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ﴿۶۳﴾

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۶۴﴾

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ﴿۶۵﴾

وَقَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَاۤءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ﴿۶۶﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے جواب دیا: ہم آپ کے پاس وہی چیز لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک کر رہے تھے۔ (۶۳)

ہم تم سے سچ کہتے ہیں کہ ہم حق کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔ (۶۴)

لہٰذا تم اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لیکر یہاں سے چلے جاؤ اور تم خود ان کے پیچھے پیچھے چلو تم میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے اور جدھر جانے کا حکم دیا گیا ہے اُدھر چلے جاؤ۔(٦٥)

اور ہم نے اُسے اپنا فیصلہ پہنچا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔(٦٦)

نکات:

(الف) قرآن کریم نے اس بات کو متعدد مرتبہ دھرایا ہے کے کفار ہمیشہ انبیاء سے تقاضا کرتے رہے کہ تم جس قہر وغضب اور عذاب کی بات کرتے ہو تو پھر اپنے خدا سے کہو کہ وہ انہیں معذب کردے۔(فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ۝٧٠) (اعراف ٧٠) اور وہ اللہ کی تمام تنبیہوں کو مذاق خیال کرتے تھے اور خدا کے دنیوی اور اخروی عذاب کو جھٹلاتے تھے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس عذاب کے بارے میں تمہیں شک ہے وہ یقیناً آکر رہے گا۔

(ب) ''قطع''،''قطعۃ'' کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے رات کا گزرا ہوا کافی حصہ۔

پیغام:

١۔ الٰہی انتباہوں اور دھمکیوں کو مذاق نہ سمجھو۔(جِئْنٰكَ)

٢۔الٰہی سزائیں عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔(بِالْحَقِّ)

٣۔کفار کی غفلت سے اہل ایمان کی نجات کیلئے فائدہ اٹھائیے۔(فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ)

٤۔جب جنگ کا زمانہ ہو یا ہجرت کا رہبر کو چاہیئے کہ وہ کمزور ترین فرد یا افراد کے ہم قدم ہو کر سفر کرے تا کہ کوئی مومن رہ نہ جائے اور کوئی دشمن اور کافر داخل نہ ہونے پائے۔(وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ)

٥۔سفر پورے یقین اور بھر پور عزم و ارادہ کے ساتھ ہونا چاہئے اور ہدف سامنے رہے۔(وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ)

٦۔انبیاء کا سفر اور ان کی حرکت اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان اور اس کے پیش نظر ہوتی ہے۔(تُؤْمَرُونَ ۝٦٥)

٧۔اہم ترین واقعات میں اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم لحہ بہ لحہ تصرف کرتا رہتا ہے۔(ہجرت ہجرت ہے چاہے جس زمانے میں ہو۔(بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ) یا ہمراہی جو بھی ہوں (بِأَهْلِكَ) یا انداز جیسا بھی ہو (وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ) اور منزل جو بھی (حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۝٦٥)

٨۔اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو کفار کی ہلاکت کی اطلاع انہیں پہلے دے دیتا ہے۔(وَقَضَيْنَآ إِلَيْهِ)

٩۔اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جب چاہے تو ایک ہی لمحے میں کسی قوم یا گروہ کو صفحہ ارضی سے مٹا سکتا ہے۔(دَابِرَ)

آیت نمبر ۶۷ ۔ ۶۸ ۔ ۶۹ ۔ ۷۰

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۃ الآیات

اتنے میں شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے لوط کے گھر چڑھ آئے ۔(۶۷)

لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں لہٰذا مجھے رُسوا نہ کرو ۔(۶۸)

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بدنام نہ کرو ۔(۶۹)

وہ بولے : کیا ہم نے تمہیں متعدد مرتبہ ساری دنیا کے لوگوں کی پذیرائی سے نہیں روکا تھا؟(۷۰)

نکات:

(الف) روایات میں آیا ہے کہ حضرت لوطؑ کی زوجہ نے ان بدکار لوگوں کو یہ اطلاع پہنچائی کہ حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت مہمان آئے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے سنا تو وہ بھاگے بھاگے آئے اور حضرت لوطؑ کے گھر پر حملہ کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی قسم کے اقدام سے پہلے انہیں نیست و نابود کر دیا۔(تفسیر مراغی)

پیغام:

۱۔ نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے وقت پیار بھرے لہجے کے ساتھ بات کرنا چاہئے ۔(ضَیْفِی)

۲۔آبرو کی بہت بڑی قیمت ہے۔(فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ ... وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾)

۳۔مہمان کی توہین میزبان کی توہین ہے۔(فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾)

۴۔فاسداورتباہ حال معاشرے میں مجرم لوگ بھی دھمکیوں پر اتر آتے ہیں۔(اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ)

۵۔بگڑے ہوئے معاشرے میں اللہ والوں کو اپنے مال و متاع میں تصرف سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ)

آیت نمبر ۷۱

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ﴿۷۱﴾

ترجمۃ الآیات

لوط نے کہا اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔(۷۱)

نکات:

(الف) سوال: کیا حضرت لوطؑ اپنی بیٹیاں کفار کے عقد میں دے سکتے تھے۔کیونکہ آپ نے اُنہیں اس طرح کی پیشکش کی تھی؟

جواب: ممکن ہے کہ ان کی یہ پیشکش ان لوگوں کے ایمان لانے سے مشروط ہو یا پھر یہ کہ اُس زمانے میں کفار کے ساتھ ازدواج کی ممانعت نہ تھی۔واللہ اعلم۔

پیغام:

۱۔ گناہوں سے باز رکھنے کیلئے سب سے پہلے قانونی اور حلال راہوں کی راہنمائی کی جائے۔(هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیۡۤ)

۲۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا آغاز اپنے نفس سے کرنا چاہئے۔(بَنٰتِیۡۤ)

۳۔انبیاء کا مشن یہ بھی نہ تھا کہ لذتوں کو حرام قرار دیں اور غریزہ جنسی کے آگے بند باندھ دیں بلکہ ان کا کام لوگوں کو صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرنا تھا۔(هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ﴿۷۱﴾)

آیت نمبر ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴

لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِیۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴿۷۲﴾

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾

ترجمۃ الآیات

اے رسول تیری جان کی قسم! اُس وقت ان پر ایک نشہ سا چڑھا ہوا تھا۔(۷۲)

پھر سورج نکلتے وقت انہیں ایک زبردست دھماکے نے آلیا۔(۷۳)

پھر ہم نے اُس بستی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور ان پر کنکروں کی قسم کے پتھر برسائے۔(۷۴)

نکات:

(الف) لفظ''عَمر''اور عُمر دونوں ایک ہی معنی کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن قسم اُٹھانے کیلئے لفظ''عَمر''سے استفادہ کیا جاتا ہے۔(تفسیر المیزان)

(ب) قرآن کریم میں سوائے پیغمبر اکرمؐ کے کسی اور نبی کی جان کی قسم نہیں کھائی گئی۔(البتہ مراغی نے لکھا ہے اس آیت میں یہ ملائکہ کی قسم ہے انہوں نے حضرت لوط کی جان کی قسم کھائی۔)

(ج)''يَعْمَهُوْنَ''کا لفظ''عَمَه''سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے''حیرانی و سرگردانی''لفظ''مُشْرِقِيْنَ''کا معنیٰ ہے''وقت اشراق''میں داخل ہونا یا صبح کی روشنی میں داخل ہونا۔

(د) شاید پتھروں کی بارش ان لوگوں پر ہوئی جو زمین کے زیر و زبر ہونے کے وقت بچ گئے تھے یا پھر اُس سے مراد شہر کی مکمل تباہی ہے۔

پیغام:

۱۔ پیغمبر کے نام کی قسم جائز ہے۔(لَعَمْرُكَ)

۲۔ گناہ وانحراف انسانی عقل وحواس کو معطل کر دیتے ہیں(سَكْرَتِهِمْ) اور اُسے ہر قسم کی پہچان سے روک دیتی ہے۔(يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾)

۳۔ دنیا کی مستی میں مست لوگوں کو آسمانی چنگھاڑیں ہی بیدار کر سکتی ہیں۔(سَكْرَتِهِمْ... الصَّيْحَةُ)

۴۔ کسی شہر کی تباہی و بربادی کیلئے صرف ایک آسمانی چیخ و چنگھاڑ ہی کافی ہے۔(فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ... فَجَعَلْنَا)

۵۔اللہ کی قدرت کاملہ کا ہاتھ ہر وقت کھلا ہے وہ چاہے تو آسمان سے باران رحمت کو نازل کرے چاہے تو وہ عذاب کیلئے پتھروں کی بارش برسادے۔(وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً)

۶۔لواطت کے گناہ کی سزا تین طرح کی تھی، آسمانی چیخ، شہر کا زیروزبر ہونا اور پتھروں کی بارش۔

آیت نمبر ۷۵۔۷۶۔۷۷

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ ﴿۷۵﴾

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۷۷﴾

ترجمة الآيات

اس واقعہ میں صاحبان فراست کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔(۷۵)

اور یہ بستی جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا عام گزرگاہ پر واقع ہے۔(۷۶)

اور اس میں اہل ایمان کیلئے نشانی ہے۔(۷۷)

نکات:

(الف) لفظ ''مُتوسم''، ''وَسم'' سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے اثر کرنا۔متوسم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو معمولی علامت ونشان سے حقائق تک رسائی حاصل کرلے یعنی ایسا انسان جو صاحب فراست اور ہوشیار ہو۔روایات میں آیا ہے۔'' متوسمین'' سے مراد رسول اکرمؐ اور ان کے اہل بیت اطہارؑ ہیں (تفسیر نور الثقلین)

(ب) ایک شخص حضرت امام صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی مولا! ایک سوال ہے۔آپؑ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ میں تمہیں بتادوں کہ تو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ اُس شخص نے بڑے تعجب سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت میرے ذہن میں کیا ہے اور وہ کونسی چیز ہے جس کے ذریعے آپ جان سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: تو''سم'' کے ذریعے میں جان سکتا ہوں کہ تیرے ذہن میں کیا سوال ہے۔اس کے بعد آپؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر نور الثقلین)

(ج) ممکن ہے ''وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾'' کا معنی یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ کا قہر وغضب صرف قوم لوط ہی کیلئے نہ تھا بلکہ یہ تاریخی مجرمین کیلئے ایک مستقل اور دائمی سزا ہے۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ تاریخی واقعات میں صاحب فہم وفراست مومنین کیلئے متعدد نشانیاں ہیں اور عام مومنین کیلئے صرف ایک نشانی ہے (اٰیٰتٍ ... اٰیَةً)

۲۔ آثار قدیمہ اور اقوام گزشتہ کی یادگاروں میں آنے والی نسلوں کیلئے درس عبرت ہیں۔ (وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾)

آیت نمبر ۷۸۔۷۹

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾

ترجمة الآیات

اور ایکہ والے بڑے ظالم تھے۔ (۷۸)

تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور یہ دونوں بستیاں ایک کھلے راستے پر واقع ہیں۔ (۷۹)

نکات:

(الف) لفظ ''اَيْكَه'' کا معنیٰ ہے ''آپس میں گتھے ہوئے درختوں کے جھنڈ'' ''اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ'' سے مراد حضرت شعیبؑ کی قوم ہے جو حجاز اور شام کے درمیان ایک رُوح پرور مقام پر رہتے تھے یہ علاقہ سرسبز اور گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

(ب) رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: اَصْحٰبُ مَدْيَنَ اور اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ دو قومیں تھیں ان کی طرف حضرت شعیبؑ کو بھیجا گیا تھا ان دونوں قوموں نے کفر اختیار کیا اور غضب خداوندی سے دو چار ہو کر نیست و نابود ہوگئیں۔ ان میں ایک ''يَوْمِ الظُّلَّةِ'' کے عذاب سے اور دوسری ''صَيْحَة'' کے عذاب سے (تفسیر فرقان، تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۱۰۳)

(ج) جب ہم خدا سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے تو پھر اُس کی طرف سے ہمیں جو نعمتیں عطا ہوتی ہیں وہ اسکا ہم پر انعام ہوتا ہے لیکن جہاں اُس کے عذاب کی بات ہے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے آتا ہے اس لئے اس مقام پر لفظ انتقام استعمال ہوا ہے۔

پیغام:

ا۔ ظالم اور ستم پیشہ افراد کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے مظالم کی خونچکاں داستانیں آنے والی نسلوں کیلئے بیان ہوں گی۔(وَاِنۡ کَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ لَظٰلِمِیۡنَ ﴿۷۸﴾)

۲۔شاہراہیں اور سڑکیں بناتے وقت ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے۔کہ تاریخی واقعات کے حامل مقامات گزرنے والوں کی نگاہوں کے سامنے رہیں۔(لَبِاِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۹﴾)

آیت نمبر ۸۰۔۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴

وَلَقَدۡ کَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۸۰﴾

وَاٰتَیۡنٰہُمۡ اٰیٰتِنَا فَکَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۸۱﴾

وَکَانُوۡا یَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا اٰمِنِیۡنَ ﴿۸۲﴾

فَاَخَذَتۡہُمُ الصَّیۡحَۃُ مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾

فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور بتحقیق اہل حجر نے بھی رسولوں کی تکذیب کی۔(۸۰)

اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں مگر وہ سب کچھ نظر انداز کرتے رہے۔(۸۱)

اور وہ پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتے تھے اور وہ اپنی جگہ بے خوف و مطمئن تھے۔(۸۲)

آخر کار صبح کے وقت ایک دھماکے نے انہیں آلیا۔(۸۳)

اور ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ (۸۴)

نکات:

(الف) ''حِجر'' ایک شہر کا نام ہے جس میں قوم ثمود آباد تھی عام طور پر جائے سکونت کو بھی ''حجر'' کہا جاتا ہے۔ ''حجر'' کا اصلی معنیٰ ''ماں کی گود'' ہے ''حِجر'' اسماعیل اور حُجرہ اسی ''حِجر'' سے نکلے ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان) اس سورۃ کا نام اسی مناسبت سے حجر ہے۔

(ب) لفظ ''مرسلین'' سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قوم ثمود کیلئے حضرت صالح کے علاوہ اور بھی بہت سے پیغمبر آئے تھے لیکن بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ چونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب درحقیقت تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے اس لئے قوم ثمود کے حالات میں لفظ مرسلین استعمال ہوا ہے۔

(ج) ''صیحہ'' سے مراد ''صاعقہ'' ہے یعنی جلانے والی، اس کی دلیل سورۃ فصلت کی آیت ۱۳ ہے وہ یہ ہے'' اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ''میں نے تمہیں ایسی بجلی سے ڈرایا ہے جیسی بجلی قوم عاد وثمود پر آئی تھی۔

پیغام:

۱۔ تمام انبیاء کرام صاحب اعجاز و معجزہ تھے۔ (وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا)

۲۔ ضدی مزاج لوگوں کے پاس سوچنے کی مہلت ہی نہیں ہوتی۔ (اٰيٰتِنَا .... فَكَانُوْا ....)

۳۔ حق وحقیقت سے اعراض اور مردان حق سے روگردانی ایک گروہ کی عادت بن چکی ہے۔ (فَكَانُوْا)

۴۔ پتھروں سے بنے ہوئے مضبوط و محکم گھروں پر مغرور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ارادہ الٰہی کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا .. فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ)

آیت نمبر ۸۵۔۸۶

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے۔ لہٰذا اے رسول تم (ان لوگوں کی بے ہودگیوں) سے باوقار انداز کے ساتھ درگزر کرو۔(۸۵)

یقیناً آپ کا رب سب کا خالق ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔(۸۶)

نکات:

کلمہ (صفح) ''صفحہ'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے چہرہ ''فَاصْفَحِ الصَّفْحَ'' کے معنیٰ ہیں آپ ان سے اعراض تو کریں مگر ناراض ہو کر نہیں بلکہ عفو و درگزر کے ساتھ اس طرح حضرت امام رضاؑ نے ''صفح جمیل'' کی تفسیر ''مواخذہ سے درگزر کرنے'' سے کی ہے۔(تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ تخلیق کائنات کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد ''حق'' ہے۔(وَمَا خَلَقْنَا ..اِلَّا بِالْحَقِّ)

۲۔تخلیق کا ایک ہدف ہے اور وہ ہدف روز قیامت ہے(وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ)

۳۔اگر آپ کفار کو سیدھا نہیں کر سکتے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں قیامت آنے والی ہے۔(وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ)

۴۔مسائل اخلاقی ہوں یا عفو و درگزر کی صورت ہو ان سب کا مبدأ و بنیاد قیامت پر ایمان ہونا چاہئے (خَلَقْنَا ... بِالْحَقِّ.... وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ)

۵۔قیامت برحق ہے اور ہر ایک کو حساب و کتاب کے مراحل سے گزرنا ہے لہٰذا ان کفار کے مختلف حیلوں بہانوں اور معاندانہ روشوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اُن سے درگزر کرتے رہیے (وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ)

۶۔جو قادر مطلق عفو درگزر کا حکم دے رہا ہے وہ مربی بھی ہے، خلاّق بھی ہے اور علیم بھی ہے(اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾) وہ خوب جانتا ہے کہ عفو و درگزر کا فرد پر اور معاشرے پر کیا اثر ہوتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنے اور ان کی رہبری کرنے کیلئے کس قدر مؤثر ہے لہٰذا میرا عفو و بخشش والا فرمان تم پر بھاری نہیں ہونا چاہئے۔

آیت نمبر ۸۷

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ ﴿۸۷﴾

ترجمة الآيات

اور بتحقیق ہم نے آپ کو سات ایسی آیات دے رکھی ہیں جو بار بار دُھرائی جانے کے لائق ہیں۔ اور عظیم قرآن عطا کیا ہے۔ (۸۷)

نکات:

(الف) شیعہ اور سنی روایات میں آیا ہے۔ ''سَبۡعٍ مَثَانِيۡ'' سے مراد سورہ حمد ہے کیونکہ یہ نماز میں دو بار پڑھی جاتی ہے اور یہ سورہ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''میں نے سورہ حمد کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس کا نصف میرے بارے میں ہے اور اس کا نصف کا تعلق میرے بندوں کے ساتھ ہے۔ یعنی ''بِسۡمِ اللّٰهِ ... '' سے لیکر مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۴﴾'' تک اللہ سے متعلق ہے اور ''اِيَّاكَ نَعۡبُدُ'' سے لے کر آخر سورۃ تک جس میں عبودیت کا اظہار، خدا سے نصرت طلبی اور دُعا کے مضامین ہیں یہ سب بندگان خدا سے متعلق ہیں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ ''مثانی'' سے مراد خود قرآن مجید ہے۔ ''سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ'' کے معنیٰ ہیں قرآن مجید کی سات آیات جو کہ سورہ حمد ہی ہے اور اس کی دلیل کیلئے یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔ ''اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ'' ''اللہ تعالیٰ نے خوبصورت گفتگو کو نازل فرمایا ایسی کتاب کہ جس کی آیات ایک دوسرے سے ملتی جلتی اور مکرر ہیں۔ (سورہ زمر ۲۳)

(ب) رسول اکرمؐ نے فرمایا ''من اعطاهُ الله القرآن فرای ان رجالا أُعطی افضل مما اعطی فقد صغر عظیماً و عظم صغیراً'' جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے۔ اگر وہ یہ خیال کرے کہ دوسرے لوگوں کو اُس سے بہتر چیز دی گئی ہے تو اُس نے قرآن عظیم کو چھوٹا اور غیر قرآن کو کہ جس کی قرآن کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، کو بڑا سمجھا ہے۔ (تفسیر کنز الدقائق)

پیغام:

۱۔ قانون سازی اُس کا حق ہے جو پیدا کرنے والا ہے۔ تشریع کو تکوین کی بنیاد پر مرتب ہونا چاہئے۔ (خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ... اٰتَيۡنٰكَ ... وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ ﴿۸۷﴾)

۲۔ تربیتی مسائل میں تکرار ایک بنیادی اُصول ہے قرآن مجید میں مسائل کا تکرار کثرت کے ساتھ ہے جیسے آیات

کے نزول کا تکرار کلمات کا تکرار، داستانوں کا تکرار، صفات الٰہی کا تکرار، قیامت اور اُس کے عذاب کی آیات کا تکرار، اُمتوں کے انجام کا تکرار، الطاف الٰہی کا تکرار، قوانین کا تکرار، تلاوت قرآن کا تکرار۔

۳۔ سورۃ ''حمد'' پورے قرآن کے ہم پلہ ہے اگرچہ وہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ (سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾)

آیت نمبر ۸۸

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) آپ اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے اور نہ ان کے حال پر رنجیدہ خاطر ہوں اور آپ مومنوں کے ساتھ تواضع سے پیش آئیں۔ (۸۸)

نکات:

(الف) نہی، ہر مقام پر کسی فعل کے ارتکاب پر وارد نہیں ہوتی بعض اوقات تنبیہ اور حفظ ماتقدم کیلئے بھی ہوتی ہے۔ رسول اکرمؐ کی کفار کے مال و دولت کی طرف ہرگز ہرگز رغبت نہیں تھی لہٰذا اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہی کا صدور بطور انتباہ ہے کہ خبردار اہل ایمان کو کفار کی دنیا و دولت کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔

(ب) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص دوسروں کے مال و دولت پر نظریں ڈالے گا اس کے رنج و غم میں اضافہ ہوگا اور اس کی پریشانی کا کوئی علاج نہیں۔ (تفسیر صافی)

(ج) رسول اکرمؐ اور اہل ایمان کو قرآن کریم کے تاکیدی احکام میں سے ایک تاکیدی حکم یہ بھی ہے کہ وہ دوسرے مومنین کے ساتھ نرمی، مہربانی اور صبر کا مظاہرہ کریں (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ) ان لوگوں کے ساتھ صبر کا سلوک کرو جو ہمیشہ اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں (کہف ۲۸) ایک دوسری آیت میں فرمایا ''اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ' وہ مومنین کے ساتھ فروتنی کرتے ہیں۔ (مائدہ ۵۴) ایک اور مقام پر پیغام ربانی ہے''

رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ ''وہ ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ہیں۔(فتح ۲۹)

(د) لفظ ''اَزۡوَاج'' عورت و مرد دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے ممکن ہے یہاں لوگوں کی اقسام اور کفار مراد ہوں۔(تفسیر المیزان)

پیغام:

۱۔ دوسرے لوگوں کو ملنے والی نعمات کے مقابلے میں اپنی توانائیوں اور عطا شدہ نعمات کو ہی اپنی کائنات سمجھو۔ آپ کے پاس اللہ کا قرآن ہے۔(اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا) لہٰذا کفار کے دَھن دولت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو (لَا تَمُدَّنَّ ...)

۲۔ دنیوی نعمات کی طرف نظر تک بھی نہ کرو (لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ) کیونکہ یہ دنیا بہت قلیل ہے (قَلِيۡل) بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔(عرض) اور اُس غنچہ کی مانند ہے جو کسی کیلئے کبھی بھی مکمل طور پر نہیں کھلا (زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا)

۳۔ ایک نگاہ ہی تعلقات کے قیام اور دل کی وابستگی کا سبب بن جاتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ نگاہ نہ کرو کہیں دل اسیر نہ ہو جائے۔(لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ) گناہ اور خطا کے راستے کو بند ہی کر دینا چاہئے۔

فارسی کا شعر ہے۔

ز دست دیده و دل هر دو فریاد
که هر چه دیده بیند دل کند یاد

آنکھ اور دل دونوں حشر سامانیاں رکھتے ہیں جس کو آنکھ نے دیکھ لیا دل نے اُسے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لیا۔

۴۔ وہی شخص ہی لوگوں کو معنویت کی منزل دکھا سکتا ہے جو مادیات سے بہت دور ہو (لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ) خود آیت پیغمبرؐ سے مخاطب ہے۔

۵۔ دنیا کے پیچھے دوڑنے والا کبھی اُسے نہیں پا سکتا۔(اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ)

۶۔ جو قابل ہدایت نہیں ان کیلئے غم وھم کیسا؟ (وَلَا تَحۡزَنۡ)

۷۔ دنیا اور دنیا داروں کے سامنے سرخم ہرگز نہ کریں۔(لَا تَمُدَّنَّ) لیکن اہل ایمان کے سامنے ہمیشہ تواضع و انکساری (وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۸۸)

۸۔ ایک رہبر اور مربی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی و عاطفت سے پیش آئے۔(وَاخۡفِضۡ)

آیت نمبر ۸۹

وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور کہہ دیجئے میں تو صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں۔(۸۹)

پیغام:

۱۔ جس طرح اہل ایمان اور دوستوں کے ساتھ نرمی اور عاطفت ضروری ہے (وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾) اُسی طرح ان کے مخالفین کے ساتھ سختی بھی ضروری ہے۔(وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ)

۲۔بعض اوقات بلاواسطہ تنبیہ بھی ضروری ہوتی ہے۔(اِنِّیْۤ اَنَا)

۳۔کفر کے مقابلے میں دھمکی ضروری ہوتی ہے۔(اَنَا النَّذِیْرُ)

۴۔انتباہ واضح ہو اور اپنے تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہو۔(النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾)

آیت نمبر ۹۰۔۹۱

كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾

الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۃ الآیات

یہ اُسی طرح کی تنبیہ ہے جیسی ہم نے ان تفرقہ پردازوں کی طرف بھیجی تھی۔(۹۰)

جنہوں نے اپنے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔(۹۱)

نکات:

تفاسیر میں ''مُقۡتَسِمِیۡنَ'' کے تین معانی بیان کئے ہیں۔

ا۔ کفار کے وڈیرے ایام حج کے دوران اپنے افراد کو مکہ معظّمہ کے مختلف راستوں پر مقرر کر دیتے تھے تا کہ مکہ آنے والے مسافروں سے کہیں کہ ایک شخص کہ جس کا نام ''محمدؐ'' ہے اُس نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اس کی باتوں کو نہ سننا۔ اور اُس کا تعارف بطور ایک کاہن، ساحر اور مجنون کے کرانا۔

۲۔ کچھ لوگوں نے قرآن کریم کو اپنے درمیان تقسیم کر دیا تھا تا کہ ہر گروہ قرآن جیسی کتاب بنا کر لائے۔

۳۔ وہ لوگ جو قرآن مجید کے کچھ حصے پر عمل کرتے اور کچھ حصے کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(ب) ''عِضِیۡنَ'' کا لفظ یا تو ''عِضَۃ'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے شرارت یا جھگڑا یا پھر اسے ''عُضۡو'' سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

پیغام:

ا۔ تاریخ سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے (کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا)

۲۔ لغزشوں اور خطاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا دیرینہ طریقہ اپنی جگہ پر قائم ودائم ہے۔ (کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا)

۳۔ جو لوگ آسمانی کتابوں کو تقسیم کر دیتے ہیں ان کی سزا غضب خداوندی ہے (الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ﴿۹۰﴾)

۴۔ نا اہلوں کے ذریعے کتب آسمانی کا تجزیہ وتحریف کوئی نئی بات نہیں (الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ﴿۹۰﴾)

۵۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ تمام قرآن کو قبول کرے اور یہ بھی اعلان کرے ''کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا'' جو کچھ بھی نازل ہوا ہے وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ (آل عمران ۷)

آیت نمبر ۹۲۔ ۹۳

فَوَرَبِّكَ لَنَسۡـَٔلَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۹۲﴾

عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ (۹۲)
ان اعمال کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۹۳)

پیغام:

۱۔ کفار کو اس دنیا میں ملنے والا عذاب ان کے اُخروی عذاب کو نہیں ٹال سکتا۔ (اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۞ ...فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ)

۲۔ تربیت کے لوازم میں سے ہے سوال بھی کیا جائے اور جھڑکا بھی جائے۔ (فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ)

۳۔ یہ بھی بیداری کے عوامل میں سے ہے کہ جب یہ ذہن میں ہو کہ قیامت کے دن سوال بھی ہوگا حساب کتاب کی جانچ پڑتال بھی ہوگی (اَجْمَعِيْنَ ۞) ہر کام کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ (عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞)

۴۔ انبیاء کا کام صرف بیدار کرنا اور متنبہ کرنا ہے حساب لینا خدا کا کام ہے۔ (اَنَا النَّذِيْرُ ... لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ)

آیت نمبر ۹۴۔۹۵۔۹۶

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۞
اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۞
الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞

ترجمۃ الآیات

آپ کو جس چیز کا حکم ملا ہے اس کا واشگاف الفاظ میں اعلان کریں اور مشرکین کی پرواہ نہ کریں۔ (۹۴)
ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کیلئے کافی ہیں۔ (۹۵)
جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنا لیتے ہیں عنقریب انہیں اپنے (انجام کا) علم ہو جائیگا۔ (۹۶)

نکات:

(الف) ''صدع'' کا معنیٰ ہے شگافتہ کرنا اور ظاہر کرنا۔

(ب) پیغمبر اکرمؐ نے ابتدائی تین سالوں میں لوگوں میں خفیہ تبلیغی تحریک چلائی۔ جب آپ پر یہ آیت ''فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ'' نازل ہوئی تو آپ نے اپنی دعوت اعلانیہ شروع کر دی۔ اور آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: اگر تم لوگ میری اس دعوت کو قبول کرو گے تو دنیا و آخرت کی حکومت اور عزت تمہارے ہاتھوں میں ہوگی۔

لیکن ان لوگوں نے آپ کی اس دعوت کا مذاق اڑایا اور وہ لوگ آپ کے چچا حضرت ابو طالبؑ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ شکایت کی کہ محمد ہمارے جوانوں کو دھوکے میں ڈال رہا ہے اگر اُسے مال و زر جادہ و مقام یا بیوی کی ضرورت ہو تو ہم اس کے تمام مطالبات ماننے کو تیار ہیں یہ سن کر رسول اکرمؐ نے اپنے چچا بزرگوار سے فرمایا تھا: چچا جان! میری باتیں الٰہی پیغام ہیں اور میں اپنی اس دعوت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔''

کافروں نے حضرت ابو طالبؑ کے حضور عرض کیا کہ ''محمدؐ کو ان کے حوالے کر دیں'' لیکن حضرت ابو طالبؑ نے ان کے مطالبے کو مسترد کر دیا تھا۔ (تفسیر کنز الدقائق)

پیغام:

۱۔ تبلیغ کے مختلف مراحل ہیں کبھی کھلم کھلا کی جاتی ہے اور کبھی چھپ کر کی جاتی ہے۔ تو ایسے مواقع پر تقیہ سے کام لیا جاتا ہے۔ (فَاصۡدَعۡ)

۲۔ مبلغ کو مخالفین کی مخالفت سے نہیں گھبرانا چاہئے (وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴿۹۴﴾)

۳۔ جب کسی کو ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپی جائے تو پھر اس کی نصرت اور حفاظت بھی کرنا چاہئے۔ (فَاصۡدَعۡ ... اِنَّا كَفَيۡنٰكَ)

۴۔ الٰہی نصرت قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ (كَفَيۡنٰكَ)

۵۔ اے رسول! اگر یہ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو اس سے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ان لوگوں نے خدا کی حرمت و عظمت کا خیال بھی نہیں رکھا (يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ)

۶۔ وہ لوگ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں انہیں بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ (فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ﴿۹۶﴾)

۷۔ حق اور منطقی بات کے مخالف ضرور ہوتے ہیں۔ (الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ﴿۹۵﴾)

آیت نمبر ۹۷۔۹۸۔۹۹

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور بتحقیق ہمیں علم ہے جو باتیں یہ لوگ آپ پر بناتے ہیں ان سے آپ کے دل کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔(۹۷)

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔(۹۸)

اور اپنے رب کی عبادت کریں اُس آخری گھڑی تک جس کا آنا یقینی ہے۔(۹۹)

نکات:

(الف) مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں ''یقین'' سے مراد ''موت'' ہے جو انسان کے نزدیک ایک یقینی امر ہے۔ جس طرح کہ سورۃ مدثر کی آیت ۴۶۔۴۷ میں آیا ہے۔ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ ''ہم مرتے دم تک قیامت کو جھٹلاتے رہے۔

اگرچہ یقین کا معنیٰ موت نہیں لیکن یقین کے حاصل کرنے کا مقدمہ ضرور ہے۔ کیونکہ جب موت آتی ہے تو تمام حجابات ہٹ جاتے ہیں اور انسان کو یقین کی صورت حاصل ہو جاتی ہے۔

(ب) بعض ایسے گمراہ کن لوگ بھی ہیں جو ''وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ'' والی آیت کو ایک دستاویز قرار دے کر کہتے ہیں کہ جب یقین کے مرحلے پر پہنچ جاؤ تو پھر عبادت کی کوئی ضرورت نہیں لیکن وہ لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ اس آیت کے مخاطب رسول اکرمؐ ہیں اور وہ پہلے دن سے ہی یقین کے مرحلے پر پہنچ چکے تھے۔ جب انہیں کفار دھمکیاں دیتے تو آپؐ فرماتے تھے:

اگر تم لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دو پھر بھی میں اپنے فریضہ کی بجا آوری کو نہیں چھوڑوں گا۔

ان تمام حالات کے باوجود بھی آپ اپنی زندگی کے آخری لحات میں بھی عبادت خداوندی میں مصرف رہے۔

پیغام:

۱۔ اگر ہم اس منزل پر پہنچ جائیں کہ ہم اپنے خدا کے سامنے ہیں اور وہ ہماری تکالیف کو دیکھ رہا ہے تو ہمارے تمام مشکلات آناً فاناً دور ہو جائیں۔ (نَعْلَمُ)

۲۔ تمام افراد حتیٰ کہ تمام انبیاء کی ظرفیت محدود ہے۔ (يَضِيقُ صَدْرُكَ)

۳۔ بعض اوقات ہٹ دھرمی وسیع الظرف لوگوں کو بھی تنگ دل کر دیتی ہے۔ (يَضِيقُ صَدْرُكَ) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے (اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ)

۴۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک لوگوں کی باتوں سے تنگ نہیں ہوا لیکن لوگوں کی باتوں نے آپ کا دل تنگ کر دیا تھا۔ (يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾)

۵۔ روحانی اور نفسیانی دباؤ کا علاج سجدہ، تسبیح اور حمد پروردگار ہے۔ (يَضِيقُ ... فَسَبِّحْ) ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرمؐ غمگین ہوتے تھے تو نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (تفسیر نمونہ)

۶۔ عبادت سے زیادہ اہم ترین مسئلہ اس کا پابندی کے ساتھ بجالانا ہے۔ (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾)

۷۔ جب انسان بندگی حق کرتا ہو تو اس کی پابندی اس سے بھی زیادہ لازم ہے یہی چیز منزل یقین تک پہنچا دیتی ہے۔ (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَۃُ النَّحۡلِ

سورہ: ۱۶

پارہ: ۱۴

آیات: ۱۲۸

کوع: ۱۶

سورت نحل کی ایک جھلک

قرآن کریم کی سولہویں سورت ہے۔ اس کی ایک سو اٹھائیس آیت ہیں۔ اس میں شہد کی مکھی کی خلقت کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام "نحل" رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ قرآن کریم ایک تشریعی کتاب ہے لیکن اس کی کئی ایک سورتوں کے نام تکوینی چیزوں کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ جیسے نجم، شمس، فیل، عنکبوت، اور نحل۔ ان ناموں کے پیچھے یہ راز ہوسکتا ہے کہ آسمان میں یا زمین میں جتنی بھی موجودات ہیں خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں قدرت خدا کیلئے برابر ہیں۔ کتاب شریعت کتاب طبیعت پر مبنی ہے اور یہ دونوں ایک ہی مبداء سے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے

آیت نمبر ا۔ ۲

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ①
يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ
اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

ترجمۃ الآیات

اللہ کا امر آ گیا پس تم اس میں جلدی نہ کرو وہ ارفع و اعلیٰ ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔(۱)

وہ اُس روح کو اپنے جس بندے پر چاہتا ہے ملائکہ کے ذریعے اپنے حکم سے نازل کر دیتا ہے اس حکم کے ساتھ کہ انہیں تنبیہ کرو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا تم مجھ سے ڈرو۔(۲)

نکات:

(الف) اگرچہ آیت کا نزول کفار کے عذاب کے بارے میں ہے جس میں جلد بازی سے منع کی گئی ہے لیکن ''اتی امر اللہ'' کا جملہ صرف عذاب الٰہی کے امر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اور تمام فرامین الٰہی کو شامل ہے۔مثلاً امر جہاد ہے، امر ظہور امامؑ ہے، امر قیام قیامت ہے۔ان سب میں جلد بازی سے منع کی گئی ہے۔

(ب) ''روح'' اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کا نام قرآن مجید میں ایک جداگانہ انداز میں ملائکہ کے ذکر کے ساتھ آیا ہے۔مثلاً ''يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ'' اس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہونگے۔(نبا ۳۸) تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ، ملائکہ اور روح اس کی طرف اوپر چڑھتے ہیں۔(معارج ۴) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ، ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں (قدر۔۴)

زیر بحث آیت میں حرف واو کی بجائے دو کلموں کے درمیان حرف ''با'' استعمال ہوا ہے۔(ینزل الملائکۃ و

الروح) شاید یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں روح سے مراد وہ فرشتہ نہ ہو بلکہ روح کا لغوی معنیٰ ''حیات معنوی'' ہو تو اس صورت میں آیت کا معنیٰ و مفہوم یہ ہوگا ''اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو اسباب زندگی کے ہمراہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتار دیتا ہے جس طرح کی یہ آیت کریمہ ہے۔(وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ)

اس طرح ہم نے اپنے امر میں سے ایک روح آپ کی طرف وحی کی ہے۔(شوریٰ ۵۲) اس آیت کریمہ میں جس روح کا ذکر ہے اس سے مراد قرآن کریم ہے جو معنوی زندگی کا سرمایہ ہے۔(اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) اس نے تمہیں پکارا ہے تاکہ تمہیں زندہ کردے۔(انفال ۲۴)

پیغام:

۱۔ فرامین خداوندی قطعی ہیں اور اُس کے عذاب کا نزول حتمی ہے (اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ) کلمہ ''اَتٰى'' فعل ماضی ہے گویا کہ عذاب آچکا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے (اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ) سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۹ اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا (حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ) یہاں تک کہ خدا کا امر 'عذاب'' آجائے اور اس آیت میں فرما رہا ہے (اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ) خدا کا امر (عذاب) آچکا ہے۔

۳۔ کار خداوندی میں جلد بازی سے کام نہ لو اس کے سارے اُمور حکمت کے تحت ہوتے ہیں اور اپنے وقت پر انجام پذیر ہوتے ہیں۔(فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ)

۴۔ نزول فرشتہ وحی، مضامین وحی اور جس پر وحی نازل ہوتی ہے یہ سب کے سب الٰہی ارادہ کے مدار کے اندر ہوتے ہیں۔ (مِنْ اَمْرِهٖ)

۵۔ امر رسالت انتصابی ہے، اکتسابی نہیں یعنی یہ منصب خداوندی ہے، کوشش سے ملنے والا نہیں (مَنْ يَّشَآءُ) خداوند تعالیٰ حکیم ہے۔ وہ بغیر کسی وجہ کے کسی کو مقام نبوت عطا نہیں کرتا (اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ) اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے؟ (انعام ۱۲۴)

۶۔ وحی کے حصول کی پہلی شرط انبیاء علیہم السلام کے اندر موجود بندگی اور عُبودیت کی رُوح ہوتی ہے۔(مِنْ عِبَادِهٖ)

۷۔ لوگوں کا انتباہ انبیاء علیہم السلام کے اولین فرائض میں سے ہے (اَنْذِرُوْۤا)

۸۔ تمام عقائد کی بنیاد توحید ہے اور عمل صالح کی بنیاد تقویٰ ہے۔(لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲)

۹۔ خوف خدا اور تقویٰ زیر سایہ توحید حقیقت کا روپ دھارتا ہے۔(لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲)

آیت نمبر ۳۔ ۴

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

ترجمۃ الآیات

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور جو شرک یہ لوگ کرتے ہیں اُس سے وہ ارفع واعلیٰ ہے۔ (۳)

اس نے انسان کو ایک ذراسی بوند سے پیدا کیا پھر وہ اچانک ایک جھگڑالو بن گیا۔ (۴)

نکات:

(الف) اس سورۃ کی چوتھی آیت کا مضمون سورۃ یٰسین کی ۷۷ ویں آیت کے مشابہ ہے جس میں کہا گیا ہے (اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ) (یٰس۔۷۷۔۷۸) ہم نے اُسے ایک نطفے سے پیدا کیا لیکن وہ اس قدر مغرور ہو گیا ہے کہ ہمارے مقابلے میں دشمنی پر اُتر آیا ہے اور ہمارے لئے یہ مثال بیان کرنے لگا کہ گلی سڑی ہڈیاں کیسے دوبارہ زندہ ہونگی گویا اُس نے اپنی خِلقت کو بُھلا دیا ہے۔

پیغام:

۱۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق بے مقصد نہیں بلکہ حق وحقیقت پر استوار ہے (خَلَقَ...بِالْحَقِّ)

۲۔ وہ کونسا بُت ہے اور کونسا معبود ہے جو تخلیق خداوندی میں شرکت رکھتا ہے؟ (تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③)

۳۔ شرک کے خلاف جنگ مسلسل اور مستقل ہونا چاہئے (تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③) کا جملہ پہلی اور تیسری آیت میں دھرایا گیا ہے۔

۴۔ انسان اپنے غرور وتکبر میں اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ وہ اپنے خالق کے سامنے لڑائی جھگڑے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ (خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ)

آیت نمبر ۵ ـ ۶

وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَـكُمۡ فِيۡهَا دِفۡءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۝۵
وَلَـكُمۡ فِيۡهَا جَمَالٌ حِيۡنَ تُرِيۡحُوۡنَ وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ ۝۶

ترجمۃ الآیات

اوراس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور فوائد بھی ہیں اوران میں سے تم کھاتے بھی ہو۔(۵)

اوران میں تمہارے لئے جمال ہے جبکہ صبح تم انہیں چرنے کیلئے بھیجتے ہو اور جبکہ شام انہیں واپس لاتے ہو۔(۶)

نکات:

(الف)''تَسۡرَحُوۡنَ'' کالفظ''سرح'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے''جانوروں کو چراگاہ کی طرف بھیجنا'' لفظ''تُرِيۡحُوۡنَ''''روح'' سے نکلا ہے۔اس کا معنیٰ ہے جانوروں کا اپنے باڑوں کی طرف لوٹنے کا وقت،

(ب) حیوانات میں انسان کیلئے بہت سے منافع ہیں ان کا دودھ اور گوشت خوراک کیلئے ان کی کھال چمڑا اوراُون جوتوں اور لباس کیلئے ان کی پشت سواری کیلئے، ان کے پاؤں کاشتکاری کیلئے حتیٰ کہ ان کا فضلہ بھی قیمتی ہے جو بطور کھاد کے استعمال ہوتا ہے ان تمام برکات کے مقابلے میں ان کی طرف سے انسان جتنی مشقت اُٹھاتا ہے وہ نہایت ہی معمولی ہے۔

(ج) روایات میں آیا ہے کہ کھیتی باڑی کے بعد جانوروں کا پالنا بہترین کاروبار ہے لیکن شرط یہ ہے کہ زکواۃ کی ادائیگی اور طبقہ محرومین پر نظر بھی رہے۔

پیغام:

۱۔ چوپائے بھی دوسری مخلوقات کی طرح انسان کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔(وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَـكُمۡ)

۲۔جب انسان نعمات خداوندی میں غور وفکر کرتا ہے تو اس میں اپنے خالق کے لئے محبت اور بندگی کی روح بیدار ہوتی ہے۔(وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَـكُمۡ)

۳۔سبزی ترکاری کھانا کوئی بڑی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کا گوشت کھانے کو بھی ان کے فوائد میں سے ایک فائدہ شمار کیا ہے۔(وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٥﴾)

۴۔معاشرتی حسن یہ ہے کہ وہ مستقل ہو خود کفیل ہو اور جانوروں کی تولید اور افزائش میں پیش پیش ہو۔(لَكُمْ فِيهَا ... جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ)

۵۔حسن و جمال فطرت اور معاشرہ کی اہم ترین ضرورت ہے(وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ)

۶۔معاشرتی حسن و جمال سعی وکوشش میں ہے نا کہ جمود و آرام طلبی میں ہے اور وہ بھی اجتماعی کوششوں سے نا کہ انفرادی کوشش سے۔(فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ)

۷۔حقیقی حسن اس امر میں ہے کہ لوگوں کی خدمت کی جائے نا کہ صرف اپنا طواف کیا جائے۔حسن و جمال بھی ایک صاحب عقل چرواہے کے زیر نظر ہوتا ہے نا کہ جانوروں کو آوارہ چھوڑ دینے میں۔(فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ)

آیت نمبر ۷

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٧﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ تمہارے بوجھ اُٹھا کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے تمہارا رب یقیناً بڑا شفیق، مہربان ہے۔(۷)

پیغام:

۱۔ چوپائے نہ صرف انسان کو بلکہ اس کے ساز و سامان کو بھی اٹھاتے ہیں۔(وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ)

۲۔اگر چہ چوپائے انسان سے بہت زیادہ طاقتور ہیں لیکن قدرت الٰہی کی وجہ سے انسان کے تابع فرمان ہیں۔(وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ)

۳۔چوپائے انسانی زندگی کیلئے سرمایہ آرام و راحت ہیں۔(إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ) اس نعمت کی عزت وعظمت جاننے کیلئے اگر ہم یہ فرض کریں اگر یہ چوپائے نہ ہوتے تو پھر انسان کا کیا حال ہوتا؟

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ نعمات اپنے لطف و رحمت کی بنا پر عطا کی ہیں نہ کہ وہ ہمارا مقروض تھا اور ہم نے اُس سے قرض لینا تھا۔ (اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۙ‏)

آیت نمبر ۸

وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً‌ ؕ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ‏ ۸

ترجمۃ الآیات

اُس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہارے لئے زینت بنیں اور وہ بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کیلئے) پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔(۸)

نکات:

(الف) کلمہ ''خَيۡل'' کا معنیٰ ہے تکبر، لیکن آیت میں مذکور اس خیل سے مراد گھوڑا ہے گویا گھوڑے کی سواری میں ایک قسم کی بڑائی اور تکبر کا اظہار ہوتا ہے۔

(ب) ''بِغَال'' کا معنیٰ خچر ہے جو گدھے اور گھوڑے کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ''حَمِيۡر'' حمار کی جمع ہے جس کا معنیٰ گدھا ہے۔

پیغام:

۱۔ سامان اور مسافروں کی بار برداری و نقل و حمل انسان کی بنیادی ضرورت رہی ہے اور اسی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کو پیدا فرمایا۔ (وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا)

۲۔ سواری پر سوار ہونا جہاں آرام و سکون کا باعث ہے وہاں ایک قسم کا حسن و جمال بھی ہے۔ (لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً‌ ؕ)

۳۔ زیب و زینت انسان کی ایک فطری ضرورت ہے ۔

۴۔ پہلے مرحلہ میں سواری کو بطور سواری استعمال کیا جائے اور دوسرے مرحلہ میں اس کو اپنی زینت سمجھا جائے (لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ) برعکس ان لوگوں کو جو سواری کو صرف زینت اور دکھاوے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی وہ واقعی ضرورت نہیں ہوتی۔

۵۔ میدان آفرینش میں اللہ تعالیٰ خود ہی مختار کل ہے۔ (وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ⑧)

۶۔ دور جدید کے ذرائع ٹرانسپورٹ خواہ وہ موٹر گاڑیاں ہوں یا ہوائی و بحری جہاز درحقیقت تخلیق خداوندی ہیں نہ کہ انسانی تخلیق (وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ⑧)

آیت نمبر ۹

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ⑨

ترجمۃ الآیات

اور اللہ ہی کیلئے ہے سیدھا راستہ بنانا بعض راستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا۔ (۹)

نکات:

(الف) جن اُمور کو اللہ نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے ان میں سے ایک انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی ہے جیسا کہ اُس کا فرمان ہے (اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى) راستہ دکھانا یقیناً ہماری ذمہ داری ہے (اللیل ۱۲) اور زیر بحث آیت میں فرمایا ہے۔ (عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ)

(ب) ''قصد'' کا معنیٰ ہے اعتدال اور میانہ روی اور ''قَصْدُ السَّبِيْلِ'' کا مطلب ہے ''سیدھا راستہ'' جیسا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا ''وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ'' چلنے میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔ (لقمان ۱۹۔)

پیغام:

۱۔ مادی نعمات کے ساتھ ساتھ (جن کا گزشتہ آیات میں ذکر ہوا ہے) معنوی نعمتوں کی طرف توجہ مرکوز رکھنی چاہیے جن میں سب سے اہم ترین نعمت ہدایت و رہبری ہے۔(وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ)

۲۔ اللہ تعالیٰ تو صرف راہ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے انحرافی راستوں کا انتخاب انسان خود کرتا ہے۔(وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ)

۳۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ لوگ زبردستی ایمان لائیں۔ بعض لوگوں کا انحراف یا ان کی گمراہی الٰہی ارادے پر غلبے کا نتیجہ نہیں ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ انہیں ہدایت دینے سے عاجز آ گیا ہے۔(وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۹)

۴۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو راستے کے انتخاب میں آزاد رکھا ہے۔(لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۹)

آیت نمبر ۱۰

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۝۱۰

ترجمة الآيات

وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کیلئے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔(۱۰)

نکات:

(الف)''تُسِيْمُوْنَ'' کا لفظ ''سَامَة'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے ''جانوروں کو چراگاہ میں چرانا'' اور لفظ ''شجر'' زبان عربی میں ہر قسم کے نباتات پر بولا جاتا ہے خواہ وہ درخت ہوں یا پودے جیسا کہ سورۃ صافات کی آیت ۱۴۶ میں ''کدو'' کیلئے لفظ شجر استعمال ہوا ہے ''شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ'' حالانکہ کدو کا درخت نہیں ہوتا بلکہ بیل ہوتی ہے۔

پیغام:

۱۔ بارش کا برسنا اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ ارادہ خداوندی کے تابع ہوتا ہے۔(هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ)

۲۔ باران رحمت کا نزول انسانی فائدے کیلئے ہوتا ہے (لَّکُمۡ)

۳۔ پانی ایک ہے اس سے انسان بھی فائدہ اٹھاتے ہیں حیوانات بھی اور نباتات بھی۔ (مِّنۡہُ شَرَابٌ وَّمِنۡہُ شَجَرٌ)

آیت نمبر ۱۱

یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالنَّخِیۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

وہ اس پانی کے ذریعے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور مختلف قسم کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس میں صاحبان فکر کیلئے یقیناً نشانی ہے۔ (۱۱)

نکات:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے تمام نباتات اور ثمرات میں صرف زیتون، کھجور اور انگور کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ماہرین خوراک کا بیان ہے کہ بہت کم پھل ایسے ہیں جو ان پھلوں کے بالمقابل انسانی بدن کیلئے مفید اور ضروری ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت نمبر ۳۵ میں زیتون کو ''شجرہ مبارکہ'' کے عنوان سے یاد فرمایا اور اس کے تیل کی طرف اشارہ فرمایا۔

پیغام:

۱۔ روئیدگی نباتات کار خداوندی ہے نہ کہ کاشتکار کا کام ہے (یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ)

۲۔ تمام نباتات ہوں یا اشجار یا ان کے اثمار سب انسان کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ (لَکُمۡ)

۳۔ زرعی محصولات و ثمرات نشان منزل ہیں نہ کہ منزل، عبورگاہ ہیں نہ توقف گاہ۔ (لَاٰیَۃً)

۴۔ اس کائنات کو صرف دیکھنا اور اس کا جاننا کافی نہیں ہے بلکہ اس میں تفکر و تدبر لازمی ہے۔ (لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾)

آیت نمبر ۱۲

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۙ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کیا اور تمام ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں اور صاحبان عقل کیلئے ان چیزوں میں یقیناً نشانیاں ہیں۔ (۱۲)

نکات:

آفتاب و ماہتاب کی تسخیر سے مراد انسان کا ان سے استفادہ کرنا ہے اور بس اُس کی کیا مجال کہ وہ سورج کو مسخر کر سکے جو ایک مکھی کی تخلیق پر قادر نہیں وہ اور کیا کر سکتا ہے؟ یہ تو لطف پروردگار ہے کہ ان چیزوں کو انسان کی خدمت کیلئے مقرر فرما دیا۔

پیغام:

۱۔ اس نظام ہستی میں خواہ آسمان ہوں یا زمین سب انسان کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ (وَسَخَّرَ لَكُمُ)

۲۔ یہ سارا نظام ہستی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ (مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ)

۳۔ اس نظام ہستی کا انسان کو فائدہ پہنچانا حکم خداوندی کے مطابق ہے (بِاَمۡرِهٖ)

۴۔ نظام آفرینش مدرسہ توحید ہے (اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ)

۵۔ یہ نظام ہستی صرف ان لوگوں کیلئے باعث رُشد و ہدایت ہے جو دانش و بینش رکھتے ہیں اور فکر و تدبر کرتے ہیں نہ ان لوگوں کیلئے جو صرف دیکھنے کی حد تک محدود ہیں۔ (لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۲﴾)

آیت نمبر ۱۳

وَمَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ

يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ جو زمین میں تمہارے لئے رنگ برنگ کی مختلف چیزیں پیدا کر رکھی ہیں نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے ان میں یقیناً نشانی ہے۔(۱۳)

پیغام:

۱۔ رنگ ہائے مختلف ومتنوع کو اللہ نے انسان کیلئے پیدا فرمایا (ذَرَاَ لَكُمْ ... مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ)

۲۔کائنات میں رنگوں کا اختلاف بھی اللہ کی قدرت کاملہ اوراس کی حکمت کی نشانی ہے۔(لَاٰيَةً) کیونکہ کسی کارخانہ کی مصنوعات جس قدر مختلف نوعیت کی ہوں گی تو اس قدر اس کی تخلیقی صلاحیت کی شاہکار ہونگی۔

۳۔رنگوں کا اختلاف افراد اور پیداوار کی شناخت کیلئے الٰہی نعمات میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔(لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ﴿۱۳﴾)

آیت نمبر ۱۴

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

اوراُس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اُس سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنتے ہو۔تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس طرح سے شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔(۱۴)

نکات:

(الف) حیات انسانی کیلئے سمندروں اور دریاؤں کی ایک بہت بڑی اہمیت ہے۔ ان کا پانی آبی بخارات بادلوں اور بارش کا منبع ہے ان کی گہرائی خوراک کی فراہمی کا مخزن ہے جس کے اندر لذیذ ترین مچھلیاں موجود رہتی ہیں۔ اور ان کی سطح سامان اور مسافروں کی نقل وحمل کیلئے ارزاں ترین اور کشادہ ترین راستہ ہے یہ سب کچھ مدبر ہستی کی تدبیر اور قدرت کی بدولت ہے۔ ورنہ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے۔

(ب) کلمہ "مَوَاخِر" "مِاْخِرَة" کی جمع ہے۔ جو لفظ "مخر" سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے دائیں اور بائیں جانب سے چیرنا۔

پیغام:

۱۔ سمندر اپنی وسعت اور عظمت کے باوجود انسان کی خدمت کیلئے ہر وقت کمر بستہ ہے (سَخَّرَ الْبَحْرَ)

۲۔ سمندر تر و تازہ اور صحیح وسالم گوشت کی فراہمی کا اہم ترین منبع ہے۔ (لَحْمًا طَرِيًّا)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی بنیادی ضروریات مثلاً پانی اور خوراک کو پورا نہیں کیا بلکہ اس کی زیب وزینت کی ضروریات کو بھی پورا فرمایا (حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا)

۴۔ دریائی حیوانات کے بارے میں قانون کلی یہ ہے کہ وہ سب حلال ہیں مگر کوئی خاص دلیل ان کی حرمت پر قائم ہو۔ (لِتَاْكُلُوْا)

۵۔ گوشت کا تر و تازہ ہونا بھی ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ (لَحْمًا طَرِيًّا)

۶۔ اگرچہ تلاش معاش کار انسانی ہے لیکن رزق رسانی کار خداوندی ہے۔ (وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ)

۷۔ کامیابی کو ہدف دار ہونا چاہئے (وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۱۴﴾)

۸۔ سمندر انسان کو بہت سی طبیعی چیزیں اس کی زینت کیلئے دیتا ہے۔ (حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا)

آیت نمبر ۱۵

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴿۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو گاڑ دیا تا کہ زمین تم کو لیکر ڈھلک نہ جائے اس لئے دریا جاری کئے اور قدرتی راستے بنائے تا کہ تم راہ پاتے رہو۔(۱۵)

نکات:

(الف) یہ وسیع وعریض پہاڑ زمین کے اعتدال اور سکون کا ذریعہ ہیں۔''مِیۡدَ'' کا معنی ہے دائیں بائیں ہچکولے کھانا اور جملہ''اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ'' کا مطلب ہے پہاڑ تمھارے سکون اور زمین کے زلزلوں سے حفاظت کا سبب ہیں۔حضرت امام علیؑ نے پہاڑوں کے بارے میں نہج البلاغہ میں ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے زمین کو بڑے بڑے پتھروں اور بھاری بھرکم پہاڑوں کے ذریعے محکم اور پائیدار بنادیا ہے۔(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۱) پہاڑوں کی جڑیں زمین کی ہر جگہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔

(ب) جس طرح زمین کو اضطراب سے بچانے کیلئے گہرے اور مضبوط پہاڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح زمین پر رہنے والوں کو بھی اضطراب سے بچانے کیلئے کچھ مضبوط ومحکم اللہ والے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح روایات میں آیا ہے۔(جَعَلَهُمُ اللهُ اَرۡکَانَ الۡاَرۡضِ اَنۡ تَمِیۡدَ بِاَهۡلِهَا) اللہ تعالیٰ نے اہل بیت رسول کو زمین کیلئے ستون قرار دیا ہے تا کہ اہل زمین کو اضطراب اور لغزشوں سے نجات دلائیں (نور الثقلین، ج۳، ص ۴۴)

(ج) پہاڑوں کے انسانی حیات پر بہت گہرے اور اہم ترین اثرات ہیں۔مثلاً جب موسم سرما آتا ہے تو وہ سرما کی سوغات برف کو اپنے ہاں ذخیرہ کر لیتے ہیں تا کہ وہ موسم بہار میں پگھل کر دریاؤں اور نہروں کی روانی کا سبب بن سکے۔ راستوں کی علامات کی طرح ان کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جن سے مسافروں کی راہنمائی ہوتی ہے۔یہ نقطہ اس وقت سمجھ میں آیا ہے جب ہم یہ تصور کریں کہ اگر زمین سپاٹ شکل میں ہوتی اور بالکل صاف ہوتی تو اس وقت مسافروں کا کیا حال ہوتا؟

پیغام:

پہاڑ ایک بے سوچے سمجھے اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ خدائے مدبر وحکیم کی تدبیر کا نتیجہ ہیں۔

(وَاَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ)

۲۔پہاڑ چونکہ خود ثابت واستوار ہوتے ہیں اس لئے اہل زمین کے اضطراب کو روکتے ہیں اور ان کے آرام وسکون کا سبب بنتے ہیں۔(رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ) جی ہاں! معاشرتی اضطراب اور اس کی حیرانیوں اور پریشانیوں کو وہی شخص کنٹرول کرسکتا ہے جو خود ثابت قدم اور استوار ہو۔

۳۔ پہاڑ اپنی ڈھلانوں کی وجہ سے دریاؤں اور نہروں میں پانی کی روانی کا سبب بنتے ہیں۔ (اَنۡهٰرًا)

۴۔ جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے کہ پہاڑ سدراہ نہیں بلکہ راہنما ہیں (وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ﴿۱۵﴾)

۵۔ پہاڑ مادی ہدایت کا سبب بھی ہیں اور معنوی ہدایت کا سبب بھی ہیں (لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ﴿۱۵﴾) وہ جنگلوں اور بیابانوں میں راستے کی بہترین علامت ہیں اسی طرح معرفت خداوندی اور خالق کی عظمت اور قدرت کے بہترین مظہر ہیں۔

آیت نمبر ۱۶

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ﴿۱۶﴾

ترجمة الآيات

اور اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامات مقرر کیں اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ پاتے ہیں۔ (۱۶)

نکات:

(الف) جب انسان بیابانوں اور جنگلوں میں سفر کرتا ہے تو اسے راستوں کی نشانیوں اور علامات کی اشد ضرورت ہوتی ہے دن کو طبعی علامات موجود ہوتی ہیں اور رات کو رات کی تاریکی میں سفری مشکلات کو دور کرنے کیلئے ستاروں سے مدد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(ب) ہمیں صرف سفر میں راستوں کی شناخت کیلئے علامات کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حق و باطل کی پہچان کیلئے اس سفر معنوی میں جو رذائل مانع ہیں جیسے ہوا و ہوس غرائز اور طاغوتوں کی طرف سے جاری کردہ اشتبہات ہیں ان کیلئے بھی روشن نشانیوں کی ضرورت ہے اس لئے رسول اکرمؐ نے اپنے بعد انہیں معنوی حیرانیوں اور سرگردانیوں کے سفر کو طے کرنے کیلئے کچھ علامات مقرر فرمائی تھیں کہ انہیں حالات میں ان علامات کو دیکھ لینا تو تمہیں حقیقی راستے کا علم ہو جائیگا۔ ان علامات میں سے پہلی علامت حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں جن کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا: ان کی رضا میری رضا ہے اور اُن کی ناراضی میری ناراضی ہے۔

آپؐ نے ایک اور علامت بتائی تھی وہ ہیں حضرت ابوذر غفاری۔ آپؐ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: اس آسمان نے ابوذرؓ سے زیادہ سچے اور صادق پر سایہ نہیں ڈالا''

آپؐ نے جناب ابوذر کو علامت قرار دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جناب ابوذر کی سچی زبان کس کی حمایت کرتی ہے اور وہ کس کی طرف سے جلاوطن کئے جاتے ہیں اور اسی جلاوطنی میں وہ موت سے ہم کنار ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور علامت حضرت عمار یاسرؓ ہیں جن کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا'' چنانچہ دنیا نے دیکھا جنگ صفین جو حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان واقع ہوئی حضرت عمار، معاویہ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت رسول اکرمؐ کے بعد روشن ترین علامت حضرت امام حسینؑ ہیں جن کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔'' حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: نحن العلامات'' وہی علامات ہم ہی ہیں۔

(ج) ستارگان قبلہ کی شناخت کا ذریعہ بھی ہیں۔ سمندروں اور بیابانوں میں جہاں کوئی اور علامات نہیں ہوتیں وہاں ستاروں کے ذریعے راہوں کا تعین کیا جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ کیا جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دنیوی ہدایت کا اتنا سامان کیا کہ علامات مقرر کر دیں تاکہ وہ اپنی منازل سے بھٹک نہ جائیں تو پھر اُس نے لوگوں کی معنوی ہدایت کا انتظام نہیں کیا ہوگا؟ (وَعَلٰمٰتٍ ... يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾)

۲۔ علم ہیئت اور ستارہ شناسی پر اسلام نے بے پناہ کام کیا۔ (وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾)

آیت نمبر ۱۷

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اُس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرتا کیا تم اس میں فکر نہیں کرتے؟ (۱۷)

نکات:

سورہ نحل کے آغاز سے یہاں تک کی پندرہ آیات میں خدا کی نعمتوں کو شمار کیا گیا ہے اور اس آیت میں ایک کلی نتیجہ نکالا گیا ہے اور اس نتیجے کو ایک سوال کی صورت میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا جو ذات خلق کرتی ہے وہ ان بتوں یا طاغوتوں کی مانند

ہے جن میں خلق کی قدرت نہیں؟ تو پھر تم لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کے پیچھے کیوں جاتے ہو؟

پیغام

۱۔اشارہ فرمایا ہے پہلے پندرہ آیات میں نعمات کا ذکر فرمایا۔آخر میں اس سوال کے ذریعے نتیجہ سامنے رکھا (اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ)

۲۔میدان تبلیغ میں مخاطب کے ضمیر کو خوب جھنجھوڑا جائے تاکہ وہ فیصلہ پر آمادہ ہو جائے اور اس کی عقل اور فطرت کو بیدار کیا جائے۔(اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ﴿۱۷﴾)

۳۔عقل اور وحی کے درمیان ہم آہنگی ہے جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا عقل نے اسے قبول کیا۔ (اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ﴿۱۷﴾)

۴۔تخلیقات کائنات کا سلسلہ جاری وساری ہے بند نہیں ہوا۔(یَخۡلُقُ)

۵۔خداشناسی اور اس کی بندگی ہر انسان کے ضمیر میں رچی بسی ہوئی ہے صرف یاددھانی کی ضرورت ہے۔(اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ﴿۱۷﴾)

آیت نمبر ۱۸

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔(۱۸)

نکات:

(الف) اسی سے مُشابہ سورۃ ابراھیم کی آیت نمبر ۳۴ ہے اس آیت کے آخر میں ہے''اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ﴿۳۴﴾'' یقیناً انسان بڑا ظالم اور بہت ہی ناشکرا ہے جبکہ اس آیت کے آخر میں فرماتا ہے''اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴿۱۸﴾'' بے شک اللہ بہت ہی بڑا بخشنے والا ہے اور مہربان ہے''جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی نعمات اس کے لطف وکرم کی علامات ہیں لیکن یہ انسان ہے جو اس کی نعمتوں کا کفران کرتا ہے اس طریقے سے وہ اپنے آپ پر اور پورے معاشرے پر ظلم کرتا ہے۔

(ب) اگرچہ نعمات خداوندی کا شمار ناممکن ہے لیکن ان کا تذکرہ ضروری ہے جیسا کہ سورۃ ضحیٰ کی آیت نمبر ۱۱ میں آیا ہے "وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾" اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کیا کرو۔ اور ہم زیارت امین اللہ میں پڑھتے ہیں (ذَاكِرَةً لِسَوَابِغِ آلَائِكَ)

(ج) جب انسان نعمات الٰہیہ کے شمار پر قادر نہیں تو پھر ان نعمات کے نزول پر قادر مطلق کا کہاں شکر ادا کر سکتا ہے۔

بقول شاعر:

از دست و زبان کہ بر آید
کز عہدہ ی شکرش بہ در آید
بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بہ درگاہ خدای آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش
کس نتواند کہ بجای آورد

کسی زبان میں وہ طاقت کہاں اور کس ہاتھ میں وہ جرات کہاں کہ اس کی ذات کا شکر بجا لائے صرف وہی انسان ہی قابل تعریف وتوصیف ہے جو اپنی کوتاہی اور خطا پر اللہ کی ذات سے معذرت طلب کرتا ہے ورنہ اس ذات والا صفات کا کون شکر ادا کر سکتا ہے۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نعمات کا شمار ممکن ہی نہیں (لَا تُحۡصُوۡهَا)

۲۔ جن نعمات کو تم جانتے ہو تو ان کا شکر ادا کرو اور جنہیں نہیں جانتے تو وہ خدا غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۸﴾)

آیت نمبر ۱۹

وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

حالانکہ وہ اللہ سب کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ رکھتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ (۱۹)

پیغام:

۱، علم خداوندی چاہے ظاہر ہے یا باطن سب کیلئے یکسان ہے۔ (مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ)

۲۔ اگر ہم اس منزل یقین پر پہنچ جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر کام سے ہر وقت آگاہ ہے تو ہم متقی بن جائیں۔ (وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ)

۳۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں اور ہمارے تمام اہداف کو جانتا ہے (یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ)

آیت نمبر ۲۰۔۲۱

وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾

اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمة الآيات

اور اللہ کو چھوڑ کر جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو خلق نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ (۲۰)

مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائیگا۔ (۲۱)

نکات:

(الف) بت پرست، بتوں کو انسانی شکل وصورت میں تراشتے ہیں اور اپنے خیال میں ان کے ساتھ صاحبان شعور کی مثل سلوک کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتوں کو مُردہ کہا ہے جیسا کہ صاحب حیات مخلوق کیلئے کہا جاتا ہے۔

(ب) جاہل لوگوں کیلئے مطلب کا تکرار لازم ہوتا ہے ''لَا یَخۡلُقُوۡنَ'' کے ساتھ ''یُخۡلَقُوۡنَ'' اور ''اَمۡوَاتٌ'' کے ساتھ ''غیر احیاء'' کے جملے استعمال ہوئے ہیں جبکہ ہر ایک جملے کا معنیٰ ایک ہے۔

پیغام:

۱۔ بتوں میں نہ طاقت ہے اور نہ حیات نہ ان میں علم ہے اور نہ شعور جبکہ عبادت و بندگی کی شرط علم قدرت اور حیات ہے (لَا يَخْلُقُوْنَ۔۔اَمْوَاتٌ۔۔۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ)

۲۔ غیر اللہ کے علاوہ معبود کوئی بھی ہو وہ مردہ ہے خواہ جمادات ہوں یا انسان ''اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ''

۳۔ روز قیامت بت بھی محشور ہوں گے (وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾) جیسا کہ سورہ انبیاء کی آیت ۹۸ میں فرمایا ہے (اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ)

آیت نمبر ۲۲

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمۃ الآیات

تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے لیکن جو آخرت کو نہیں مانتے ان کے دل انکار پر ڈٹ گئے ہیں اور وہ تکبر کر رہے ہیں۔ (۲۲)

نکات:

(الف) سابقہ آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ غیر اللہ سے تخلیق ناممکن ہے اور وہ ہر قسم کے شعور سے بھی عاری ہیں اور اس زیر بحث آیت میں فرمایا ہے۔ ''تمہارا حقیقی معبود خدائے واحد و یکتا ہے۔''

(ب) ''کِبر'' کا معنیٰ ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور ''تکبر'' کا معنی ہے کبر کے آثار پر عمل کرنا اور ''استکبار'' کا معنیٰ ہے ''بڑائی کی صلاحیتوں کے فقدان کے باوجود مختلف ذرائع کے ساتھ اپنی بڑائی کا اظہار کرنا''۔

(ج) روایات کے مطابق ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ کہیں جا رہے تھے راستے میں آپ کا گزر فقیروں کے ایک گروہ سے ہوا جو کھانا کھانے میں مصروف تھے ان کی جب آپ پر نظر پڑی تو انہوں نے آپؑ کو کھانے کی دعوت دی آپ نے ان کی دعوت کو قبول فرمایا اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور یہ بیان بھی جاری کیا ''اللہ تعالیٰ مستکبرین کو اچھا نہیں سمجھتا''

(تفسیر نور الثقلین، ج ۳ ص ۴۷)

پیغام:

۱۔ معاد کا انکار مبدأ کا انکار ہے کیونکہ توحید اور معاد لازم ملزوم ہیں۔ (اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ)

۲۔ کفر کا سرچشمہ تکبر ہے، جہالت نہیں۔ انکار حقیقت ہے، حقیقت سے جہالت نہیں۔ (قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ۝۲۲)

۳۔ آخرت پر ایمان سے تکبر واستکبار کا خاتمہ ہوجاتا ہے (لَا يُؤۡمِنُوۡنَ... قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ)

آیت نمبر ۲۳

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ۝۲۳

ترجمۃ الآیات

حقیقت یہی ہے کہ وہ جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ اسے جانتا ہے وہ تکبر کرنے والوں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔ (۲۳)

نکات:

(الف) لفظ ''جَرَم'' کا معنیٰ ہے پھلوں کا درختوں سے توڑنا اور چننا۔ ''لا جرم'' قطعی اور حتمی بات جو شک وشبہ سے پاک وصاف ہو۔

(ب) اس آیت میں کفار کیلئے تنبیہ وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے آگاہ ہے اور اہل ایمان کیلئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں سے باخبر ہے اور انہیں سزا دینے پر قادر ہے۔

آیت نمبر ۲۴

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۴

ترجمة الآيات

جب ان سے کہا جاتا ہے تمہارے رب نے کیا چیز نازل کی ہے تو کہتے ہیں وہ تو پرانے زمانے کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔(۲۴)

نکات:

(الف) کلمہ ''اَسَاطِيْرُ'' ''اُسطورة'' کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے وہ حکایات اور افسانے جو خرافات پر مبنی ہوتے ہیں اور کتابی صورت میں ہوتے ہیں۔ یا پھر یہ ''اسطار'' کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے وہ ''سطور'' جو گزشتہ ادوار کی کتب سے نقل کی جائیں۔ قرآن کریم میں یہ کلمہ کفار کی زبانی نو مرتبہ نقل ہوا ہے اور ہر جگہ پر لفظ ''اَوَّلِيْنَ'' کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ان کا بیان تھا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ سابقہ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

(ب) دور حاضر کے بعض سماجی ماہرین مذہب کو جہالت اور خرافات کا حاصل خیال کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اپنا یہ نظریہ اس لئے پیش کیا ہو کہ انہوں نے دین کے حقیقی اُصولوں کے درمیان داخل کی گئی خرافات کو دیکھا ہو حالانکہ ان خرافات کا مذہب کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ انبیاء اور آسمانی کتب کا بھیجا جانا لوگوں کی ہدایت اور تربیت کیلئے ایک شان ربوبی ہے۔(اَنْزَلَ رَبُّكُمْ)

۲۔ مستکبرین کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ ہر موقع ومحل پر حقارت سے کام لیتے ہیں کبھی تو وہ مذہب وملت کی تحقیر کرتے ہیں اور کبھی رہبر کی اور کبھی اُمت کی تحقیر وتذلیل کرتے ہیں۔(اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ۔۔۔)

۳۔ اگرچہ قرآن کریم کا صرف ایک حصہ داستانوں پر مشتمل ہے نہ کہ سارا قرآن اور جن داستانوں کی طرف کفار اشارہ کرتے تھے وہ داستانیں بھی انبیاء اور گزشتہ اقوام کی داستانیں ہیں جن سے پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے لوگ بے خبر تھے تو پھر کفار سارے قرآن کی طرف یہ نسبت کیوں دیتے تھے۔(اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۴)

آیت نمبر ۲۵

لِيَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ۙ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِيۡنَ يُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ‌ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ ۝۲۵

ترجمة الآیات

یہ باتیں وہ اس لئے کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں اور اس کے ساتھ کچھ ان کا بوجھ بھی اٹھانا چاہتے ہیں جنہیں وہ نادانی میں گمراہ کرتے ہیں۔ دیکھو کتنا بڑا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔ (۲۵)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ کفر کے وڈیروں کے بارے میں ہے جو دنیا میں جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس لئے بروز قیامت انہوں نے دو قسم کے بوجھ اٹھانے ہیں ایک تو اپنے گناہوں کے بوجھ اور دوسرا ان لوگوں کا بھی جن کے لئے وہ گمراہی کا سبب تھے۔

روایات میں آیا ہے کہ جو شخص گمراہی کا طریقہ ایجاد کرتا ہے اور جتنے لوگ اس کی وجہ سے گمراہ ہوئے وہ ان تمام گمراہوں کی سزا میں شریک ہوگا۔ اور جو نیکی کا راستہ بتاتا ہے تو وہ راہ ہدایت پر چلنے والے تمام لوگوں کے ثواب میں شریک ہوتا ہے اور اچھے اعمال کرنے کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں ہوگا۔

پیغام:

۱۔ کفر و ضلالت کے وڈیروں کے عذاب میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کی جائے گی (لِيَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةً)

۲۔ جو شخص دوسروں کو گناہ کی دعوت دیتا ہے وہ خود بھی ان کی سزا میں شریک ہوتا ہے۔ (وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِيۡنَ يُضِلُّوۡنَهُمۡ)

۳۔ کفر کے وڈیرے اپنے گناہوں کی مکمل سزا اور اپنے پیروکاروں کے گناہوں کی کچھ سزا بھی جھیلیں گے۔ (كَامِلَةً ...وَمِنۡ اَوۡزَارِ)

۴۔ بہت سے انحرافیوں اور ضلالت کا سبب جہالت ہے اس لئے دشمن لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں گمراہ کر دیتے ہیں۔ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

۵۔ گناہ ایک بوجھ ہے اور وہ بھی بدترین بوجھ (سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾)

آیت نمبر ۲۶

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمة الآيات

ان سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے مکاریاں کی ہیں لیکن اللہ نے ان کے مکر کی عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی۔ اور اس کی چھت اوپر سے ان کے سر پر آ رہی اور ایسی طرف سے ان پر عذاب آیا جدھر سے اس کے آنے کا ان کو خیال تک نہ تھا۔ (۲۶)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ بھی فریب کاروں اور سازشی لوگوں کیلئے تہدید ہے اور پیغمبر اکرمؐ کیلئے تسلی خاطر ہے۔

پیغام:

۱۔ حق کے مقابلے میں ہمیشہ سے سازشوں کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ (قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ)

۲۔ جب دین کو اساسی خطرات لاحق ہو جاتے ہیں تو خداوند تعالیٰ اس کی حفاظت کے تمام پروگرام اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ (فَاَتَى اللّٰهُ)

۳۔ دین و مذہب کے مخالفین کو سوچ لینا چاہئے کہ ان کا مقابلہ خدا سے ہے۔ (فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ)

۴۔ جب دین کی بنیادوں کو خطرات لاحق ہو جائیں (گزشتہ آیت میں آیا ہے کہ کفار وحی کو "اساطیر" یعنی قصے کہانیوں سے تعبیر کرتے تھے۔ لہٰذا ان کے خلاف ردعمل بھی اصولی اور اساسی ہونا چاہئے (فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ)

۵۔ دین کے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ بھی بنیادی ہونا چاہئے نہ کہ سطحی تا کہ ان کی ذہنی اور سماجی تمام تحریکوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا جائے۔ (فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ ... فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ)

٦۔ عذاب خداوندی صرف آخرت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔ (فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ)

٧۔ بعض اوقات مضبوط ترین عمارتیں بجائے اس کے کہ وہ انسان کی حفاظت کریں وہی انسان کیلئے قبرستان بن جاتی ہیں۔ (فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ)

٨۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا نہ کوئی خاص زمان ہے اور نہ خاص مکان (مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۝۲۶)

آیت نمبر ۲۷

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝۲۷

ترجمۃ الآیات

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں ذلیل و رسوا کرے گا اور ان سے کہے گا ''کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم جھگڑتے تھے۔ جن لوگوں کو دنیا میں علم حاصل تھا وہ کہیں گے آج کافروں کیلئے یقیناً رسوائی اور بدبختی ہے۔ (۲۷)

نکات:

(الف) علم اور جہالت کے معنی بظاہر تو جاننا اور نہ جاننا ہے لیکن قرآن کریم کی زبان میں ان کے معانی میں بہت زیادہ وسعت پائی جاتی ہے عالم وہ شخص ہوتا ہے جس کی سوچ اور عمل حق و حقیقت پر مبنی ہو اگرچہ وہ پڑھ اور لکھ نہ بھی سکتا ہو۔ اور وہ آدمی جاہل ہوتا ہے کہ جس کی فکر اور اس کا عمل باطل کی اساس پر ہو خواہ وہ تمام علوم پر مہارت ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ قرآن کریم شرک و بت پرستی کی سوچ کو جہالت کی علامت سمجھتا ہے جیسا کہ ''قوم لوط کی بدکاریوں کے سرچشمہ کو جہالت قرار دیا گیا ہے۔''

اور اس آیت میں بھی ''اولوا العلم'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر و شرک کے مقابلے میں ڈٹ گئے ہوں۔ اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ حقیقی علم انسان کو توحید اور ایمان کی بلند منازل پر فائز کر دیتا ہے۔

پیغام:

۱۔ مجرموں کو ان کے اعمال کی حقیقی سزا تو قیامت کے دن ملے گی ان کی دنیاوی ہلاکتیں تو ان کا مقدمہ ہیں (ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُخۡزِیۡہِمۡ)

۲۔ جو لوگ دنیا میں اہل ایمان کو ذلیل وحقیر سمجھتے تھے وہ قیامت کے دن خود ذلیل ورسوا ہوں گے۔ (یُخۡزِیۡہِمۡ)

۳۔ جس کسی کی پیروی کرو قیامت کے دن اُس کی جواب دہی ضروری ہے۔ (اَیۡنَ شُرَکَآءِیَ)

۴۔ عدالت محشر میں مشرکین کے پاس خدائی سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ (اَیۡنَ شُرَکَآءِیَ)

۵۔ جو علم ایمان وعمل کی منزل عطا کرتا ہے وہ تحفہ الٰہی ہے۔ (اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ)

آیت نمبر ۲۸۔۲۹

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۪ فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ بَلٰۤی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾

فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

فرشتے جن کی روحیں اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم ڈھا رہے ہوں تب وہ کافر تسلیم کا اظہار کریں گے اور (کہیں گے) کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کرتے تھے۔ جی ہاں! جو کچھ تم کرتے تھے اللہ یقیناً اسے خوب جانتا ہے۔ (۲۸)

پس اب جاؤ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ وہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے تکبر کرنے والوں کا

ٹھکانہ بہت برا ہے۔(۲۹)

نکات:

جب ملائکہ کفار کی روح قبض کریں گے تو وہ اس وقت اسلام وتسلیم کا اظہار کریں گے اور اپنی بداعمالیوں اور مظالم کا انکار بھی کریں گے لیکن اس وقت نہ تو یہ ایمان ان کو فائدہ دے گا کیونکہ اس وقت وہ از راہ اختیار ایمان نہیں لا رہے ہونگے بلکہ از راہ اضطرار اظہار کر رہے ہوں گے اور نہ ہی ان کا بداعمالیوں سے انکار قبول ہوگا کیونکہ خداوند تعالیٰ ان کے تمام کاموں سے آگاہ ہے۔

پیغام:

۱۔ موت نابودی وفنا کا نام نہیں بلکہ روح کے قبض کرنے اور روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام موت ہے ۔ (تَتَوَفّٰهُمُ)

۲۔سنت الٰہی ہے کہ وہ اپنے کام بالواسطہ انجام دیتا ہے(تَتَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ)

۳۔کفر وشرک خود اپنی انسانیت پر ظلم ہے(ظَالِمِيۡٓ اَنۡفُسِهِمۡ)

۴۔آخر ایک دن انسان نے اپنے خالق کو تسلیم کرنا ہے لیکن اس وقت کیا فائدہ؟(فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ ...فَادۡخُلُوۡٓا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ)

۵۔جان کنی کے لمحات مومن وکافر دونوں کیلئے حساس ہیں اللہ نے کافر کے بارے میں فرمایا ہے (تَتَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيۡٓ)اور مومن کے بارے میں سورۃ نحل کی آیت ۳۲ میں فرمایا ہے(تَتَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيۡنَ)

۶۔جہنم کے بہت زیادہ دروازے ہیں ہر مجرم اپنے جرم کے حساب سے ایک خاص دروازے سے جہنم میں داخل ہوگا۔(اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ)

۷۔تکبر ہی کفر کی بنیاد ہے۔(الۡكٰفِرِيۡنَ﴿۲۷﴾ ...الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ﴿۲۹﴾)

آیت نمبر ۳۰

وَقِيۡلَ لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا مَاذَآ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ‌ؕ قَالُوۡا خَيۡرًا‌ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ‌ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ‌ؕ وَلَنِعۡمَ

دَارُ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور دوسری طرف صاحبان تقویٰ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے کہ جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بہترین چیز اتری ہے۔ نیکی کرنے والوں کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہترین ہی ہے اور صاحبان تقوی کیلئے یہ کتنا اچھا گھر ہے۔ (۳۰)

نکات:

(الف) اسلام کے ابتدائی ایام میں جو لوگ مکہ آتے تھے انہوں نے قرآن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام توسن رکھا تھا۔ اس لئے جب وہ لوگوں سے ملتے تھے تو ان سے پوچھتے تھے (مَّاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ) تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ مشرکین ان کے جواب میں کہتے تھے "اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۴﴾" "گزشتہ لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں اور مومنین ان کے جواب میں کہتے (خیراً) خیر ہی خیر۔

(ب) جب کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں "حسنہ" کی درخواست کرتے ہوئے کہتا ہے "رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡيَا حَسَنَةً) تو اسے چاہئے پہلے وہ خود اہل حنات سے بنے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ) جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کیلئے اس دنیا میں نیکی ہے۔

(ج) اس سورۃ کی آیات ۲۳ تا ۲۸ اور ۳۰ تا ۳۲ کے مطابق مستکبرین اور متقین کے درمیان تقابلی جائزہ۔

۱۔ قرآن اور رسول کے بارے میں فیصلہ:

اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ مَّاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۴﴾ (نحل۔ ۲۴)

جب ان کیلئے کہا گیا تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو جواب دیا گزشتہ لوگوں کے قصے اور کہانیاں۔

قِيۡلَ لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا مَاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوۡا خَيۡرًا ؕ

اور جب متقین سے پوچھا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو انہوں نے کہا "خیر"

۲۔ دنیا میں انجام

''فَاَتَى اللّٰهُ بُنۡيَانَهُمۡ مِّنَ الۡقَوَاعِدِ''

پس خدا کا قہر وغضب ان کی بنیادوں تک پہنچ گیا۔

''لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا''

جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کیلئے اس دنیا میں نیکی ہے۔

۳۔ اُخروی عذاب

''ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُخۡزِيۡهِمۡ ... فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ''

پھر قیامت کے دن رسوا کرے گا۔۔۔ جہنم کے دروازوں میں سے داخل ہو جاؤ۔

''وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ ؕ ... جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا تَجۡرِىۡ''

آخرت کا گھر تو یقیناً سب سے بہتر ہے۔ ان کیلئے جنت عدن ہے اس میں داخل ہونگے۔

۴۔ ہنگام مرگ

''تَتَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۖ''

فرشتے جن کی جان لیں گے کہ وہ خود پر ظلم کرنے والے ہونگے۔

''الَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ طَيِّبِيۡنَ ۙ''

وہ لوگ جو گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہیں فرشتے ان کی جان لیتے وقت۔۔۔۔۔

پیغام:

۱۔ حق وحقیقت پر مبنی فیصلہ وہ کرتے ہیں جن کی روح پاک و پاکیزہ ہوتی ہے اور وہ صاحب تقویٰ ہوتے ہیں (لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا ... قَالُوۡا خَيۡرًا)

۲۔ قرآن کے تعارف کیلئے صرف ایک کلمہ ''خیر'' ہی کافی ہے۔ یعنی خوبی، نیکی اور سعادت کا سرمایہ ایک کلمہ ہزاروں کلمات پر بھاری ہے (قَالُوۡا خَيۡرًا) قرآن کریم خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے۔

۳۔ نیک اور صالح لوگوں کیلئے اس جہان میں بھی اچھائیاں ہیں اور اس جہان میں بھی اچھائیاں ہیں (لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ)

۴۔ جزائے الٰہی انسانی عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ (لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا ... لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا .... دَارُ الۡمُتَّقِيۡنَ ۙ﴿۳۰﴾)

آیت نمبر ۳۱

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ ؕ کَذٰلِکَ یَجۡزِی اللّٰہُ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

یہ لوگ دائمی جنت میں داخل ہونگے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی اور سب کچھ وہاں ان کی خواہش کے مطابق ہوگا۔ اللہ تقویٰ والوں کو ایسا اجر دیتا ہے۔ (۳۱)

پیغام:

۱۔ بہشت میں مختلف قسم کے متعدد باغات اور نہریں ہیں (جَنّٰتُ ... الۡاَنۡہٰرُ)

۲۔ بہشت کے باغات ہمیشہ سرسبز و شاداب اور سدا بہار ہونگے خشک سالی اور خزاں کا وہاں تصور تک بھی نہیں ہوگا۔ (جَنّٰتُ عَدۡنٍ)

۳۔ دنیوی حرام لذتوں سے پرہیز کی جزا، عالم آخرت کی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔ (مَا یَشَآءُوۡنَ)

۴۔ ''مَا یَشَآءُوۡنَ'' کا جملہ ''مَا تَشۡتَہِیۡہِ الۡاَنۡفُسُ ○ وَ تَلَذُّ الۡاَعۡیُنُ'' سے بہت بلند و بالا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات انسان ایسی چیز کو بھی چاہتا ہے جس میں نہ نفس کی لذت کا سامان ہوتا ہے اور نہ آنکھ کی لذت کا سامان اور وہ مقام عرفان و معنویت ہے (لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ)

۵۔ یہ خدا کی سنت ہے کہ وہ صالح لوگوں کو جزا دیتا ہے (کَذٰلِکَ یَجۡزِی اللّٰہُ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۱﴾)

آیت نمبر ۳۲

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیۡنَ ۙ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ ۙ ادۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۃ الآیات

جن کی روحیں ملائکہ پاکیزہ حالت میں قبض کرتے ہیں اور (وہ انہیں) کہتے ہیں تم پر سلام ہو اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (۳۲)

نکات:

(الف) ''طَيِّبِيْنَ'' کا ذکر ان لوگوں کے مقابلے میں آیا ہے۔ جن کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے ''الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ'' ''طیبین وہ لوگ ہیں جو شرک و گناہ سے پاک و پاکیزہ ہیں یہی لوگ صاحب تقویٰ ہیں۔ یعنی وہ لوگ ہر طرح کی کدورت اور ناخالصی سے پاک ہیں اور ہر قسم کے کمالات و محاسن سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

پیغام:

۱۔ بعض لوگوں کی سزا اور جزا کا سلسلہ ان کی موت کے اولین لمحہ سے شروع ہو جاتا ہے (تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ... ادْخُلُوا الْجَنَّةَ) روایات میں آیا ہے کہ قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۲۔ موت فنا و نابودی کا نام نہیں بلکہ روح کے قبض کرنے کا نام ہے (تَتَوَفّٰىهُمُ)

۳۔ فرشتے الٰہی احکام کے پابند ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی مختلف کاموں پر ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں۔ (تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ)

۴۔ جب پاک لوگوں کی موت آتی ہے تو درود و سلام کے ملکوتی ترانے ملائکہ کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ (تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ... يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ)

۵۔ سلام کرنا شعار ملائکہ ہے اور آسمانی ادب ہے (يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ)

۶۔ سلام میں دعا کا نور ہے سلامتی و ایمان کی بہار ہے۔

۷۔ جنت اپنی ایک قیمت رکھتی ہے، حیلوں، بہانوں سے نہیں خریدی جاسکتی (ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۳۲)

آیت نمبر ۳۳

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰۤـئِكَةُ اَوۡ يَاۡتِىَ اَمۡرُ رَبِّكَ‌ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ‏ ﴿۳۳﴾

ترجمۃ الآیات

کیا یہ لوگ اس بات کی انتظار میں ہیں کہ فرشتے (ان کی جان لینے کیلئے) ان کے پاس آئیں یا آپ کے رب کا فیصلہ آئے ان سے پہلے والے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کرر ہے ہیں۔ (۳۳)

نکات:

(الف) اس آیت سے مشابہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۰ اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۵۸ ہیں۔

(ب) جن لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کا انذار بیدار نہیں کرتا آخر کار عذاب الٰہی کے تازیانے انہیں ضرور بیدار کریں گے لیکن اس وقت بیداری کا کیا فائدہ؟

پیغام:

۱۔ کفار جب تک قہر خداوندی کی زد میں نہیں آئیں گے اس وقت تک انکار سے باز نہیں آئیں گے۔ (هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ)

۲۔ اس دنیا میں قہر خداوندی انتقام کیلئے نہیں ہے تربیت کے لیئے ہے۔ اس لئے فرمایا: (اَمۡرُ رَبِّكَ) یہ نہیں فرمایا (اَمۡرُ اللّٰهِ)

۳۔ شرک وکفر اور استکبار کی تحریک تاریخی تحریک ہے جو ازل سے فعال چلی آرہی ہے (كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ)

۴۔ عذاب الٰہی ہم پر ظلم نہیں ہے بلکہ ہمارے اعمال سراپا ظلم تھے (كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ)

۵۔ کفر اور تکبر کو اپنانا اپنی ذات پر ظلم کے مترادف ہے۔ (اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ۝۳۳)

۶۔ جو چیز سب سے زیادہ خوفناک و خطرناک ہے وہ ظلم و طغیان کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ (کَانُوْٓا ... یَظْلِمُوْنَ۝۳۳)

۷۔ پیغمبران گرامی کے بھیجے جانے اور اتمام حجت کے بعد عذاب الٰہی کا نزول ظلم نہیں بلکہ عین عدل و انصاف ہے۔ (وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ)

آیت نمبر ۳۴

فَاَصَابَھُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۝۳۴

ترجمۃ الآیات

آخر کار ان کے اعمال کی خرابیاں ان کی دامنگیر ہوئیں اور وہ چیز ان پر مسلط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (۳۴)

نکات:

(الف) (سَیِّئَۃٌ) گناہان کبیرہ کے مقابلے میں چھوٹے گناہ کو کہا جاتا ہے جس طرح کہ سورہ نساء کی آیت ۳۱ میں آیا ہے (اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ)

بلکہ دنیا میں جو سزا انسان کو ملتی ہے وہ اس کی بداعمالیوں کا ایک حصہ ہوتا ہے اصل سزا تو قیامت کے دن ملے گی۔

(ب) ''حَاقَ بِھِمْ'' کا معنیٰ ہے ''حَلَّ بِھِمْ'' یعنی وہ لوگ جس چیز کا مذاق اڑاتے تھے وہی چیز ان پر آنازل ہوئی اور انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

پیغام:

۱۔ اعمال بد کے دھوئیں کی بازگشت خود انسان کی اپنی آنکھوں کی طرف سے ہے جو اسے اندھا کر دیتا ہے۔ (فَاَصَابَھُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا)

۲۔ دوسروں سے تمسخر و استہزا کرنے کی سزا اس دنیا میں انسان کو مل جاتی ہے۔ (وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ

يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۳۴)

۳۔ دوسروں کا مذاق مت اڑاؤ کہیں خود اس میں گرفتار نہ ہو جاؤ (وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۳۴)

آیت نمبر ۳۵

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۝۳۵

ترجمۃ الآیات

اور مشرکین کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے اور نہ اس کے امر کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو کیا رسولوں پر واضح انداز میں تبلیغ کے سوا اور بھی کوئی ذمہ داری ہے۔ (۳۵)

نکات:

(الف) مشرکین کی مشرکانہ توجیہات میں سے ایک مسئلہ جبر ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے لئے اللہ کی مشیت یہی ہے کہ ہم غیر اللہ کی عبادت کریں اگر وہ چاہتا تو ہم مشرک نہ ہوتے۔ ''سورۃ انعام ۱۴۸'' میں اور سورۃ زخرف ۲۰۔ میں مشرکین کے اس قول کو بیان کیا گیا ہے۔

(ب) سوال: جب خداوند تعالیٰ لوگوں کو گمراہی کی طرف جانے سے نہیں روکتا تو کیا وہ اس امر پر راضی ہے۔؟

جواب: نہیں ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے لوگوں کی ہدایت کے سامان کر دیئے ہیں انبیاء علیہم السلام بھیجے اور کتابیں بھی بھیجیں وہ تو نہیں چاہتا کہ کوئی گمراہ ہو البتہ وہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا۔ کیونکہ اجباری ایمان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ جو چیز کفر و شرک سے زیادہ خطرناک ہے وہ ان کی توجیہ ہے جس کی نسبت وہ خدا کی طرف دیتے ہیں۔ (وَقَالَ

الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا)

۲۔ مشرکین میں بھی عقیدہ ''جبر'' ہے (لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ)

۳۔ گمراہ لوگ جہاں اپنے کاموں کی توجیہ کرتے ہیں وہ اپنے بزرگوں اور ہم عقیدہ لوگوں کے کاموں کی بھی توجیہ کرتے ہیں (نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا)

۴۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آباؤاجداد کے رسم ورواج اور عقائد کو خواہ وہ کیسے ہی ہوں تسلیم کر لیتے ہیں اور انہیں حق سمجھتے ہیں (نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا)

۵۔ جس طرح اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں بنایا جا سکتا اس طرح اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہیں بنایا جا سکتا۔ (حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ)

۶۔ گناہ کی توجیہات کرنا گمراہ لوگوں کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آ رہا ہے (كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ)

۷۔ تبلیغ صاف وشفاف اور واضح انداز میں ہونا چاہئے (الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾)

۸۔ انبیاء کا کام صرف اور صرف دعوت وتبلیغ ہے لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا نہیں۔ (فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾)

آیت نمبر ۳۶

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمة الآيات

اور بتحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔ پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت

دی اور بعض پر ضلالت مسلط ہوگئی۔ لہٰذا تم لوگ زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا تھا۔(۳۶)

نکات:

(الف) کلمہ ''اُمَّةٍ'' ''اُمّ'' سے لیا گیا ہے۔جس کا معنیٰ ''ایسی چیز جو کسی دوسری چیز کو آپس میں ملائے'' ہر وہ جماعت جس میں وحدت اور اشتراک ہوا سے ''امت'' کہا جاتا ہے یہ کلمہ قرآن مجید میں ۶۴ بار آیا ہے۔

(ب) کلمہ ''طاغوت'' ''طُغیان'' کے مبالغہ کیلئے استعمال ہوتا ہے یہ لفظ قرآن مجید میں ''شیطان، ستم پیشہ افراد، مستکبرین اور بتوں کیلئے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ تمام اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کا سبب بنتے ہیں یہ لفظ واحد وجمع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اس کی کوئی علیحدہ جمع کی صورت نہیں ہے جیسے ''يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ'' یہاں مفرد کیلئے استعمال ہوا ہے اور ''اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ'' جمع میں بطور جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے اسباب رشد وہدایت سب کیلئے فراہم کئے ہیں ''بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا'' لیکن کچھ افراد نے انہیں قبول کیا اور ہدایت پالی ''فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ'' اور کچھ افراد نے انکار کیا تو وہ گمراہ ہوگئے ''وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ'' ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن گمراہی ہماری طرف سے ہے۔

اس بیان کی اس مثال کے ذریعے مزید توضیح یوں پیش کی جاتی ہے۔زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔زمین کا ایک حصہ سورج کے سامنے رہتا ہے وہ روشن رہتا ہے اور دوسرا حصہ سورج کے سامنے نہیں رہتا اس لئے وہ تاریک رہتا ہے۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ زمین کا جو حصہ روشن ہوتا ہے وہ خورشید کی وجہ سے روشن رہتا ہے اور جو حصہ تاریک رہتا ہے وہ زمین کی اپنی وجہ سے تاریک رہتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ انسانوں کی گمراہی کی نسبت اپنی طرف نہیں دیتا لیکن اگر انسان اس کے اسباب خود فراہم کرے تو پھر فرماتا ہے۔''يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ'' اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے'' وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ'' (بقرہ۔۲۶) اللہ تعالیٰ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کسی خاص نسل، قوم قبیلے اور علاقے سے مخصوص نہیں (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا)

۲۔انبیاء علیہم السلام کے برنامہ کا سرفہرست کام لوگوں کو توحید کی دعوت دینا اور طاغوت سے دوری کا درس دینا ہے۔ (اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ)

۳۔خدا کی بندگی اور طاغوتوں اور ظالموں کی غلامی کا کوئی باہمی جوڑ نہیں ہے۔(اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ)

۴۔انسان خدا کی عبادت اور اس سے عبدیت کا رشتہ جوڑ کر طاغوتوں اور ظالموں کے ساتھ نبرد آزما ہوسکتا ہے۔(اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ)

۵۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے چاہے وہ جس راستے کو اپنائے (فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ ... وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ)

۶۔سیر وسیاحت کالازمی عنصر عبرت آموزی ہے۔(فَسِيْرُوْا ... فَانْظُرُوْا)

۷۔تاریخ اپنا نافذ العمل حکم رکھتی ہے جو ہر معاشرے پر جاری وساری رہتا ہے (فَسِيْرُوْا ... فَانْظُرُوْا .. عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴿۳۶﴾)

۸۔قرآن کریم نے لوگوں کو ہدف دار سیر وسیاحت کی دعوت دی ہے (فَسِيْرُوْا فِي ... فَانْظُرُوْا)

آیت نمبر ۳۷

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴿۳۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر آپ کو ان کی ہدایت کی شدید خواہش ہو بھی تو اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا جنہیں وہ گمراہی میں ڈال چکا ہو اور نہ ہی ان کا کوئی ناصر ہوگا۔(۳۷)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگوں کی گمراہی ان کے کفر وانکار کی وجہ سے حتمی ہو چکی ہے۔اس آیت کریمہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہو رہا ہے:''آپؐ ان لوگوں کیلئے دل سوزی نہ کریں کیونکہ آپؐ کی اس دل سوزی کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ان کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگ چکی ہے اب وہ قابل ہدایت نہیں رہے۔

(ب) اصل بات لوگوں کی صلاحیت اور قابلیت کی ہے مُبلغ کی نہیں۔پیغمبر معصوم تھے ان میں کوئی کمزوری نہ تھی وہ بہترین اخلاق کے مالک تھے ان کے دل میں اُمت کا درد تھا لیکن پھر بھی لوگوں نے انہیں قبول نہ کیا۔

پیغام:

ا۔ بعض اوقات انسان اتنا پست ہو جاتا ہے کہ نہ اس دنیا میں ہدایت کے قابل رہتا ہے اور نہ آخرت میں نصرت کے قابل رہتا ہے۔(لَا یَهْدِیْ ... مِّنْ نّٰصِرِیْنَ)

۲۔مبلغ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر زمانے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی دلیل و منطق کو قبول نہیں کرتے لہٰذا تمام لوگوں کے ایمان کی توقع نہیں رکھنی چاہئے (اِنْ تَحْرِصْ ... لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ)

۳۔قیامت کے دن شفاعت بھی قابلیت کی بنیاد پر کی جائے گی اس سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکے گا(وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۝۳۷)

آیت نمبر ۳۸

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۝۳۸ۙ

ترجمۃ الآیات

یہ لوگ اللہ کے نام کی سخت قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ”اللہ کسی مرنے والے کو دوسری بار زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا“ وہ کیوں نہیں اٹھائے گا؟ یہ تو ایک وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کر رکھا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔(۳۸)

نکات:

(الف) روضہ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے ”آپؑ نے فرمایا اس آیت کے مصادیق میں سے اس کا ایک مصداق ”رَجعت“ ہے کہ ظہور امام کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کچھ گروہوں کو زندہ فرمائے گا۔“ لیکن شیعوں کے مخالفین اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔

پیغام:

۱۔ قسم ہر جگہ صحت وصداقت کی علامت نہیں ہوتی (وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ ۔۔۔ لَا يَعْلَمُوْنَ۞)

۲۔ کفر و جہالت سے بدتر، ان پر ڈٹے رہنا ہے (جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ)

۳۔ توحید کو قیامت سے جدا سمجھنے کا عقیدہ جہالت کا عقیدہ ہے۔ (اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ ۔۔۔ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ)

۴۔ قیامت الٰہی سزا و جزا کی وعدہ گاہ ہے (وَعْدًا عَلَيْهِ)

۵۔ قیامت کے دن مُردوں کا زندہ ہونا حق ہے۔ (حَقًّا)

۶۔ قیامت کے انکار کی بنیاد جہالت ہے (لَا يَعْلَمُوْنَ۞)

آیت نمبر ۳۹

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ۝۳۹

ترجمۃ الآیات

اور ایسا کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ ان کے سامنے اس حقیقت کو کھول دے جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور کافر لوگ بھی جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ (۳۹)

نکات:

کفار کو اللہ کی وحدانیت، انبیاء کی حقانیت، قیام قیامت اور اعمال کے حساب وکتاب میں اختلاف واشتباہ تھا۔ اس زیر بحث آیت کا پیغام ہے۔ ''قیامت کے دن ان پر سب کچھ واضح ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں کن کن باطل عقائد کے حامل تھے لیکن اس وقت اس علم کا کیا فائدہ۔

پیغام:

۱۔ قیامت تمام حقائق کے روشن اور واضح ہونے کا دن ہے (لِيُبَيِّنَ ۔۔۔ لَهُمُ ۔۔۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ)

۲۔کفر کی بنیاد کذب اور تکذیب پر ہے(الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... كَانُوْا كٰذِبِيْنَ﴿۳۹﴾)

آیت نمبر ۴۰

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

رہا اس بات کا امکان تو ہمیں کسی شئے کو وجود میں لانے کیلئے اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں ہوتا کہ اسے حکم دیں ''ہو جا'' تو وہ بس ہو جاتی ہے۔(۴۰)

نکات:

(الف)اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے(اِنَّمَا قَوْلُنَا) فرمایا ہے جبکہ سورۃ یٰسٓ کی آیت نمبر ۸۲ ''اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ'' آیا ہے اور سورۃ آل عمران کی آیت ۵۹ میں حضرت عیسیٰ کی تخلیق کے بارے میں فرمایا ''قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ'' اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو امر ہے یا اس کا قول ہے دونوں سے مراد 'ارادہ الٰہی' ہے۔

(ب)''كُنْ'' کا معنیٰ ہے ہو جا۔ اللہ تعالیٰ کو ''كُنْ'' کہنے کی بھی ضرورت نہیں یہ صرف ہمارے سمجھانے کیلئے ہے۔

(ج)جب انسان کچھ چاہتا ہے تو اس کا تصور ذہن میں لاتا ہے تو وہ اسے اپنے ارادہ سے اپنے ذہن میں پیدا کر لیتا ہے اسے کسی اور امر کی ضرورت نہیں ہوتی اسی صورت میں اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔

پیغام:

۱۔ ہم قیامت کے وقوع کے بارے میں کس طرح شک کر سکتے ہیں۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ اس کے ارادے سے ہر چیز معرض وجود میں آجاتی ہے۔(كُنْ فَيَكُوْنُ﴿۴۰﴾)

۲۔اللہ تعالیٰ موجودات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے نہ کہ موجودات کو آپس میں ملا کر یا ان میں تغیر و تبدل پیدا کر کے ایک نئی چیز کو پیدا فرماتا ہے۔(كُنْ فَيَكُوْنُ﴿۴۰﴾)

آیت نمبر ۴۱۔ ۴۲

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمة الآیات

اور جن لوگوں نے ظلم برداشت کر لینے کے بعد اللہ کیلئے ہجرت کی انہیں ہم اس دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے روز آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔(۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر سے کام لیا اور جو اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔(۴۲)

نکات:

(الف) قرآن مجید کی متعدد آیات میں ہجرت اور اس کے دنیوی و اُخروی برکات بیان ہوئے ہیں سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۰۰ میں آیا ہے۔"وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ"۔یعنی جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کرتا ہے وہ زمین میں بہت زیادہ اور کُشادہ جگہ حاصل کر لیتا ہے۔

(ب) اس آیت کریمہ میں ہجرت کو"هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلَ اللّٰهِ" سے تعبیر کیا گیا ہے جو"هجرت فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" سے بہت زیادہ پُرمغز خالص تر ہے۔

پیغام:

۱۔ جو لوگ دین کی نشر و اشاعت یا اس کی حفاظت کیلئے یا اپنی جان کی حفاظت کیلئے اپنے وطن اور اموال کی قربانی دینے کیلئے ہجرت کرتے ہیں تو وہ بے پناہ ثمرات سے بہرہ مند ہوتے ہیں (وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ... لَنُبَوِّئَنَّهُمْ)

۲۔اگر آپ ظالم و جابر سے مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر آپ کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ اس کے مظالم کو برداشت کرتے ہوئے وہیں پڑے رہو بلکہ فوراً ہجرت کو اختیار کرو۔(هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا)

۳۔ہجرت صبر اور توکل بر خدا کا نام ہے اور دشمن کے مقابلے میں کامیابی کی علامت ہے۔(هَاجَرُوْا ....

صَبَرُوۡا ... یَتَوَکَّلُوۡنَ(۴۲)

۴۔ستم پیشہ افراد کے مقابلے میں اپنے ایمان، توکل اور اپنی استقامت پر بھروسہ کیجئے نہ کہ اجنبی اور خارجی طاقت پر (صَبَرُوۡا وَعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ(۴۲))

۵۔آرام وسکون اور امن وآسایش ہجرت کی سختیوں کے بغیر حاصل نہیں ہوتے (ھَاجَرُوۡا ... لَنُبَوِّئَنَّہُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً)

آیت نمبر ۴۳

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۙ‏(۴۳)

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردان (حق) رسول بنا کر بھیجے ہیں جن پر ہم وحی بھیجا کرتے ہیں اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔(۴۳)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ ایک ایسے بنیادی کلیے کی توضیح فرما رہی ہے۔ جسے ہر انسانی عقل قبول کرتی ہے اور وہ کلیہ یہ ہے کہ کسی مسئلہ کے حل کیلئے اہل علم اور اہل خُبرہ کی طرف رجوع کیا جائے یعنی جب تمہیں کسی بات کا علم نہیں تو اس علم کے ماہرین کی طرف رخ کرو لیکن جب دین کے مسائل کی بات ہو تو ''اَھۡلِ ذِکۡر '' کا بہترین مصداق رسول اکرمؐ کے اہل بیتؑ ہیں۔ چاہے روایات کا تعلق اہل تشیع سے ہو یا اہل سنت سے ان سب نے یہی نقل کیا ہے مزید تفصیلات کیلئے کتاب احقاق الحق جلد ۳ ص ۲۸۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔

(ب) طبری ہو یا ابن کثیر یا علامہ آلوسی ان سب نے اپنی اپنی تفاسیر میں اسی آیت کے ذیل میں ''اھل الذ کر '' کا مصداق رسول اللہؐ کے اہل بیت کو ٹھہرایا ہے۔

(ج) بحارالانوار ج ۲۳ صفحہ ۱۷۲ کے بعد تقریباً ۶۰ روایات اسی مضمون پر مشتمل ہیں۔ جن میں سے بعض روایات میں آئمہ معصومین کا فرمان ہے ''نحن و اللہ اھل الذ کر المسئولون'' بخدا ہم ہی وہی اہل ذکر ہیں کہ جن سے لوگوں کو سوال کرنا چاہیے۔

پیغام:

۱۔ حضرات انبیاء علیہم السلام انسانی جنس سے تھے نہ کہ وہ فرشتوں سے تھے (وَمَآ اَرْسَلْنَا۔۔۔اِلَّا رِجَالًا)

۲۔تمام انبیاء علیہم السلام مرد تھے وہ کامل بالغ بھی تھے اور راشد بھی تھے۔(رِجَالًا) حضرت عیسیٰ ؑ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن ہی سے عہدہ نبوت پر فائز تھے۔

۳۔کسی کامل انسان پر وحی کا نزول کسی کیلئے مقام تعجب نہیں ہونا چاہئے ہدایت بشر کیلئے یہ الٰہی سنت چلی آ رہی ہے۔ (رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ)

۴۔جہالت ایسا عذر نہیں ہے جو قابل قبول ہو پوچھنا اور جاننا انسان کا وظیفہ شرعی ہے۔(فَسْـَٔلُوْٓا۔۔۔۔)

۵۔دین کے مسائل دین کے ماہرین سے پوچھنا چاہئے نہ کہ ان سے جن کو مہارت حاصل نہیں ہے۔(فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ)

۶۔جن باتوں کا انسان کو علم ہے ان کے بارے میں سوال کرنا بے معنی سی بات ہے (فَسْـَٔلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝۴۳)

۷۔اگر اہل ذکر سے سوال کرنا ضروری ہے تو پھر ان کے جواب کو قبول کرنا بھی ضروری ہے ورنہ سوال لغو ہوگا۔ (فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ)

۸۔سوال وہاں پر کرنا چاہئے جہاں ہمارے لئے اس کا جاننا مشکل ہو جائے ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ نہیں جانتے اس کے بارے میں سوالات کرتے پھریں بلکہ اس میں خود بھی غور وفکر کریں۔آیت یہ نہیں فرماتی (فَسْـَٔلُوْٓا ۔۔۔اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝۴۳) یعنی اگر نہیں جانتے تو پھر سوال کرو بلکہ یہ فرمایا ہے (فَسْـَٔلُوْٓا ۔اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝۴۳) یعنی اگر تمہارے لئے کوئی مسئلہ مشکل ہو جائے اور تم اُسے حل نہ کرسکو تو پھر اس کے حل کیلئے سوال کرو۔

آیت نمبر ۴۴

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۴۴

ترجمۃ الآیات

پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور اب یہ ذکر آپ پر نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی وضاحت کرتے جائیں جو ان کیلئے اتاری گئی ہے تا کہ لوگ ان میں غور وفکر کریں۔ (۴۴)

نکات:

(الف) ''بینات'' کا معنیٰ ہے نبوت کے روشن دلائل اور معجزات اور ''زُبُرِ'' ''زبور'' کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں'' آسمانی کتاب''

(ب) یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت کا دوطرح کی وحی کی طرف اشارہ ہو ایک وحی تو قرآن کریم ہے جس کے مخاطب تمام لوگ ہیں۔ اور دوسری وحی سے مراد قرآن کریم کی تفسیر اور اس کا بیان ہے جو صرف اور صرف پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو اب حالات میں آیت کا معنیٰ کچھ یوں ہوتا ہے۔''ہم نے آپؐ کی طرف ذکر کو بھیجا ہے تا کہ جو قرآن لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے آپ اس کی تفسیر بیان کریں۔

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے پاس معجزے بھی تھے اور کتاب بھی تھی تا کہ لوگوں کو حق و باطل کی شناخت میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔ (بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ)

۲۔ انبیاء کے پاس تمام عقلی دلائل موجود تھے معجزات بطور گواہ موجود تھے اور کتاب بطور سند کے تھی۔ (بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ)

۳۔ اگر چہ قرآن کریم رسول اکرمؐ کی ذات اقدس پر نازل ہوا ہے لیکن اس کے مخاطب تمام لوگ ہیں (اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ ..مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ)

۴۔ قرآن کریم پہلی مرتبہ یکجا صورت میں رسول اکرمؐ کے قلب مبارک پر نازل ہوا اور دوسری مرتبہ تدریجاً نازل ہوتا رہا۔ جس سے لوگ آگاہ ہوتے رہے۔ (وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ ...مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ) عربی زبان میں انزال کا معنیٰ ہے یکبارگی نازل ہونا اور تنزیل کا معنیٰ ہے تدریجی نزول۔

۵۔ قرآن مجید کیلئے پیغمبر اکرمؐ کے بیان اور تفسیر کی ضرورت ہے لہٰذا قرآن اور سنت کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ (لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ)

۶۔ پیغمبر اکرمؐ کا کام صرف قرآن بیان کرنا ہے اور لوگوں کا کام ہے کہ وہ غور وفکر کریں اور اس بنیاد پر اس کو قبول کریں (لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ... يَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۴﴾)

۷۔ قرآن ذکر ہے تمام انسانیت کیلئے سرمایہ غور وفکر ہے۔ انسان کو اس سے وعظ ونصیحت حاصل ہوتی ہے، غفلت اور نسیان کا خاتمہ ہوتا ہے۔ (اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ)

آیت نمبر ۴۵۔۴۶۔۴۷

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾
اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾
اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

ترجمۃ الآیات

پھر کیا وہ لوگ جو بدترین مکاریاں کر رہے ہیں اس بات سے بالکل ہی بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی طرف سے ان پر عذاب آئے جدھر سے ان کے آنے کا ان کو وہم وگمان تک نہ ہو۔ (۴۵)

یا انہیں آتے جاتے ہوئے (عذاب الٰہی) پکڑ لے پس وہ اللہ کو تو عاجز کر نہیں سکے۔ (۴۶)

یا انہیں خوف و ہراس میں رکھ کر گھیر لیا جائے؟ پس تمہارا رب یقیناً بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (۴۷)

نکات:

(الف) اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اس کے دین کے خلاف سازش کرنے والوں کیلئے چار قسم کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے

۱۔ زمینی عذاب ''يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ'' اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے۔

۲۔آسمانی عذاب ’’يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ‘‘ ان کے پاس عذاب آجائے۔

۳۔ناگہانی عذاب ’’يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ‘‘ انہیں اچانک اس حال میں آلے کہ وہ چل پھر رہے ہوں۔

۴۔روحانی عذاب ’’يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ‘‘ یا ان کے خوف کی حالت میں انہیں اپنی گرفت میں لے لے۔

پیغام:

۱۔ عذاب خداوندی اتمام حجت کے بعد آتا ہے (سابقہ آیات میں نبوت کے موضوع کے تذکرے میں اس آیت کو بیان کیا گیا ہے جس میں مخالفین کو تنبیہ کی گئی ہے۔

۲۔عذاب خداوندی اور اس کی سزاؤں کا احتمال سازشوں سے باز آجانے کیلئے کافی ہے۔(أَفَأَمِنَ)

۳۔اللہ کے دین کے خلاف سازش کرنے والوں کو جان لینا چاہئے کہ ان کی عیاریوں و مکاریوں کی اللہ کے علم و قدرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔(أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ)

۴۔اس دنیا میں عذاب خداوندی کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی کہ وہ کب اور کہاں آجائے تاکہ از راہ فرار اس سے بچا جاسکے (يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۵﴾)

۵۔کوئی بھی فرد یا کوئی عامل اللہ کے عذاب کو نہیں روک سکتا۔(فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۴۶﴾)

۶۔نزول عذاب اچانک اور ہر حال میں ممکن ہے (فِي تَقَلُّبِهِمْ) چاہے انسان سفر میں ہو یا حضر میں ہو سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو کھڑا ہو یا بیٹھا ہو۔

۷۔کبھی خوف اور ہیبت پروردگار تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔(يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ)

۸۔اللہ تعالیٰ عذاب کو مؤخر کر دیتا ہے اور گناہگاروں کو ڈھیل دے دیتا ہے تو یہ اس کا لطف و کرم ہے تاکہ وہ توبہ کر لیں۔(فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۴۷﴾)

۹۔قہر و غضب خداوندی اور اس کی تنبیہ اس کی رحمت اور تربیت کی بنیادوں پر استوار ہے۔(يَأْخُذَهُمْ ....فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۴۷﴾)

آیت نمبر ۴۸

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿۴۸﴾

ترجمۃ الآیات

کیا انہوں نے اللہ کی پیدا کردہ چیزوں میں ایسی چیز نہیں دیکھی جس کے سائے دائیں اور بائیں طرف سے عاجز ہوکر اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے جھکتے ہیں؟ (۴۸)

نکات:

(الف) لفظ ''فَیْئ'' بعد از ظہر کے سائے کو کہا جاتا ہے جو پلٹنے کی حالت میں ہوتا ہے ''ظِلّ'' ہر سائے کو کہا جاتا ہے

(ب) ''دٰخِرُ'' کا معنیٰ ہے خشوع وخضوع کرنے والا، آیت میں یمین وشمال کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں ان سے مراد دن کے دونوں کنارے یعنی صبح اور شام ہیں۔

(ج) چونکہ سایہ ہمیشہ زمین پر پڑا رہتا ہے اس لئے اسے سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حالانکہ از راہ تکوین کائنات کی ہر چیز اللہ کے آگے سجدہ ریز ہے۔

پیغام:

۱۔ نہ صرف اشیاء بلکہ ان کے آثار، لوازمات اور خصوصیات جیسے ان کا سایہ ہے سب اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں۔(ظِلٰلُهٗ...سُجَّدًا)

۲۔ تخلیقات خداوندی اور ان میں تغیر وتبدل میں غور وفکر کے بارے میں قرآن کریم نے بھرپور انداز میں دعوت دی ہے۔(اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ...)

۳۔ اگر تمام موجودات حتیٰ کہ ان کے سائے بھی بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہیں تو پھر انسان کو کیا ہے کہ سربسجود نہ ہو؟(سُجَّدًا...دٰخِرُوْنَ۝۴۸)

۴۔ تمام موجودات کا سجدہ اور ان کی تسبیح از راہ شعور ہے ہم ان کا ادراک نہیں کرسکتے (هُمْ دٰخِرُوْنَ۝۴۸) فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ ''دٰخِرُوْنَ۝۴۸'' کا لفظ باشعور مخلوق کیلئے استعمال ہوتا ہے تو معلوم ہوا تمام مخلوق اور ان کا سایہ باشعور ہے۔

آیت نمبر ۴۹۔۵۰

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمۃ الآیات

زمین اور آسمانوں میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ ہیں سب اللہ کے آگے سر بسجود ہیں وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے۔(۴۹)

اور وہ اپنے رب سے جو ان پر بالا دست ہے ڈرتے ہیں اور جو حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کرتے ہیں۔(۵۰)

نکات:

(الف)''دَآبَّةٍ'' کا لفظ ہر اس جاندار کیلئے استعمال ہوتا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرے یہ لفظ، انسان، حیوان اور جنات کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن فرشتوں کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔

(ب) تمام زمینی اور آسمانی موجودات کے سجدہ سے مراد قوانین ہستی کے آگے ان کا تکوینی سجدہ ہے یا شعور و ادراک کی بنا پر ان کا سجدہ ہے آیت کا ظاہر دوسرے معنیٰ کی سفارش کرتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اس کا شعور و ادراک نہیں رکھتے۔ جب موجودات ہستی اس کی بارگاہ میں جھکی ہوئی ہیں تو پھر ہم انسانوں کو کیا ہے کہ اس کا سجدہ نہ کریں۔ اور تکبر بھی نہ کریں۔!!

بقول شاعر:

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نہ بری

اس کی پوری کائنات تیرے سامنے سرتسلیم خم کئے ہوئے ہے یہ انصاف نہیں ہوگا کہ تم اس ذات کی فرمانبرداری نہ کرو۔

پیغام:

۱۔ یہ کائنات یہ ہست و بود صرف اور صرف خدائے واحد کی مطیع اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہے۔(لِلّٰهِ يَسْجُدُ)

۲۔آسمانوں میں بھی زندہ اور متحرک مخلوق آباد ہے(مَا فِي السَّمٰوٰتِ ...مِنْ دَآبَّةٍ) جو متحرک اور جاندار اس نے آسمانوں اور زمین میں پھیلا رکھے ہیں۔

۳۔ملائکہ بارگاہ خداوندی میں تسلیم ورضا کے پیکر ہیں۔(هُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ۝۴۹)

۴۔ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے خدا سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ فرشتے پروردگار کی عزت وعظمت اور ارفع واعلیٰ مقام کی وجہ سے خوفزدہ ہوتے ہیں (يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ) اللہ نے مومنین کے خوف کو بھی بیان کیا ہے۔''وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ''جو اپنے پروردگار کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے خوفزدہ ہوتے ہیں (نازعات ۴۰)

۵۔ملائکہ اللہ کی وہ عظیم مخلوق ہیں نہ وہ اپنی ذات پر تکبر کرتے ہیں اور نہ اپنے عمل پر تکبر کرتے ہیں (لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ۝۴۹ ۔۔وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ۝۵۰)

۶۔قوانین الہیہ کی خلاف ورزی کی بنیاد استکبار ہے اگر یہ نابود ہوجائے تو عمل صالح سے مربوط حیات انسانی اپنے سفر پر گامزن ہوجائے (لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۔۔ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ۝۵۰)

۷۔ملائکہ بھی مکلف ہیں امر بی کے پابند ہیں (وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ۝۵۰)

آیت نمبر ۵۱

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوۡۤا اِلٰهَيۡنِ اثۡنَيۡنِ‌ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ۚ فَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ۝۵۱

ترجمۃ الآیات

اللہ کا فرمان ہے''دو خدا نہ بنالو' خدا تو بس ایک ہی ہے پس تم صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔(۵۱)

نکات:

(الف) آیت میں آیا ہے''دو خدا نہ بناؤ''اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو خدا بنانے ممنوع ہیں اور تین خدا بنانے جائز ہیں۔تو اس بات سے دو مقصد سامنے آتے ہیں''ایک مقصد تو یہ ہے کہ''تھوڑی چیز کی نفی'' زیادہ کی بھی نفی ہے۔دوسرا مقصد یہ ہے شاید آیت کا مقصد مشرکین کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک خدا خلق کرتا ہے اور دوسرا خدا رب مدبر ہے تو وہ خدائے رب مدبر کی پوجا کرتے تھے (تفسیر المیزان)

(ب) گزشتہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ''مشرکین کہتے تھے''اگر خدا چاہتا تو ہم مشرک نہ ہوتے۔یہ آیت کہہ رہی

ہے کہ خدا نے تمہیں شرک سے روکا ہے جب اس نے روکا ہے تو پھر کیوں کہے گا کہ تم مشرک بن جاؤ۔

پیغام:

۱۔ جب تربیتی ماحول کا آغاز ہوا چاہتا ہو تو سب سے پہلے ان عقائد کا خاتمہ کیا جائے جو خرافات پر مبنی ہیں پھر عقائد حقہ کو بیان کرنا چاہئے تاکہ بات موثر ہو جائے (لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ ... اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ)

۲۔ جب دو معبودوں کی پرستش باطل ہے تو کئی خداؤں کی کیسے باطل نہ ہوگی (لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ)

۳۔ کائنات کو چلانے کیلئے دو خداؤں کا عقیدہ باطل ہے یعنی ایک خیر کا خدا (یزدان) اور دوسرا شر کا خدا (اھریمن) (لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ)

۴۔ باطل کی نفی کیلئے اور حق کے اثبات کیلئے تاکید ضروری ہے (اِلٰهَيْنِ) اگرچہ آیت میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ لفظ اثنین کو بطور تاکید لایا گیا ہے ''اِلٰهٌ'' مفرد کا صیغہ ہے اس کے ساتھ واحد کو بطور تاکید لایا گیا ہے۔

۵۔ غیر اللہ سے خوفزدہ ہونا شرک ہے (هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾)

آیت نمبر ۵۲

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمة الآیات

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور خالصاً اسی کا دین (ساری کائنات میں) چل رہا ہے تو پھر کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہو؟ (۵۲)

نکات:

(الف) اس آیت کریمہ میں کلمہ ''دِيْن'' سے مراد عبادت اور بندگی ہے جو دین اور مکتب حق کی قبولیت کیلئے ضروری ہے۔

''وَاصِب'' کا معنی ہے ''دائم اور شدید'' سورۃ صافات کی آیت نمبر ۹ میں آیا ہے ''وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ'' اور

ان کفار کیلئے مسلسل اور شدید عذاب ہے۔

پیغام:

۱۔ مشرکین کے انحرافی عقائد کہ وہ ہر نوع کیلئے ایک علیحدہ رب فرض کرنے کے برعکس عقیدہ حق یہ ہے کہ تمام موجودات کا خدا ایک ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہیں یا زمین میں (وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)

۲۔ عبادت اور بندگی صرف خالق یکتا کیلئے جائز ہے (وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا)

۳۔ شرعی امور کا تقرر اور قانون سازی صرف اسی ہستی کا کام ہے جس کے قبضہ قدرت میں تکوین و آفرینش ہے (وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ...وَلَهُ الدِّيْنُ) کائنات کا خالق ہی اپنی مخلوقات کیلئے قوانین وضع کرسکتا ہے۔

۴۔ شرک کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی توجیہ (وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ...وَلَهُ الدِّيْنُ .. اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ﴿۵۲﴾)

آیت نمبر ۵۳۔ ۵۴

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴿۵۳﴾

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴿۵۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف دوڑتے ہو۔ (۵۳)

پھر جب اللہ اسے ٹال دیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ (۵۴)

نکات:

(الف) کلمہ ''ضُر'' ایسی پریشانی اور مصیبت کا معنیٰ دیتا ہے جو نعمتوں کے فقدان کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے اور ''تَجْـَٔرُوْنَ'' کا لفظ ''جؤار'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے ''نالہ وفریاد''

(ب) اس آیت کا پیغام: قرآن کی دوسری آیات میں بھی دُہرایا گیا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۶۷ میں ہے (وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝۶۷) جب تم سمندر کے درمیان کسی خطرے کا سامنا کرتے ہو تو اس کے علاوہ جن جن کو تم پکارتے تھے وہ سب ناپید ہو جاتے ہیں جب اللہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑنے لگے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ثابت ہوا ہے۔

(ج) رسول اکرمؐ فرماتے ہیں ''من لم يعلم ان لله عليه نعمةً الا فی مطعم او ملبس فقد قصر عمله و دنیٰ عذابه'' جو شخص خدا کی نعمت کو صرف خوراک اور لباس ہی میں محدود سمجھے وہ ایک تو اپنے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہوا اور دوسرا عذاب الٰہی کے قریب ہوا (تفسیر نور الثقلین، ج ۳ ص ۶۱)

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اپنی سعی وکوشش یا صلاحیتوں یا اتفاق کا نتیجہ نہ سمجھو (وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ)

۲۔ تمام نعمتیں اس کی طرف سے ہیں حتیٰ کہ وہ جنہیں تم حقیر خیال کرتے ہو وہ بھی ارادہ خداوندی سے تم تک پہنچتی ہیں۔ (مِّنْ نِّعْمَةٍ)

۳۔ صرف یہ نعمات اس کی طرف سے نہیں بلکہ خطرات کے موقع پر واحد پناہ گاہ وہی ہے۔ (فَمِنَ اللّٰهِ ... فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝۵۳)

۴۔ مصائب وآلام فطری خدا پرستی کو زندہ کرتی ہیں (اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝۵۳)

۵۔ انسان کس قدر کمزور و ناتوان ہے کہ معمولی مصیبت کو دیکھ کر بھی چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے۔ (اِذَا مَسَّكُمُ ....)

۶۔ نعمتوں کا نزول اس کی طرف سے ہے مصائب وآلام کا سبب ہم خود ہیں (نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ .. اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ)

۷۔ بارگاہ خداوندی میں نالہ وفریاد وقتی اور عارضی نہیں ہونا چاہئے۔ (ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ ... فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ ... يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴)

۸۔ مال و دولت وعیش پرستی اور آرام طلبی یاد خدا سے غفلت اور شرک کے میلان کا سبب بن سکتے ہیں (كَشَفَ

الضُّرَّ ۔۔ يُشْرِكُوْنَ﴿۵۴﴾)

۹۔ اللہ کی طرف توجہ ایک فطری اور طبعی امر ہے (الیہ تجئرون) شرک صرف بعض صورتوں میں لاحق ہوتا ہے۔ (فَرِيْقٌ، يُشْرِكُوْنَ﴿۵۴﴾)

۱۰۔ مشکلات و مصائب سے چھٹکارا اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے سمجھنا شرک ہے (كَشَفَ الضُّرَّ ۔۔ يُشْرِكُوْنَ﴿۵۴﴾)

آیت نمبر ۵۵

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴿۵۵﴾

ترجمة الآيات

اسی طرح وہ اللہ کے احسان کی ناشکری کرنے لگتے ہیں جو ہم نے ان پر کیا ہے۔ اچھا مزے کرلو عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ (۵۵)

نکات:

(الف) گزشتہ آیات سے لیکر اس زیر بحث آیت تک کا خلاصہ اور جائزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت اور تربیت کی یوں نشاندگی کی گئی ہے کہ وہ خدا واحد ہے ''انما هو اله واحد'' وہ ہر چیز کا مالک ہے ''له ما فی السموات و الارض'' وہ تربیت کرنے والا ہے ''له الدين'' وہی نعمتیں عطا فرماتا ہے ''ما بكم من نعمة فمن الله'' وہ فریادرسی کرنے والا ہے ''اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ﴿۵۳﴾'' ان تمام عزتوں اور عظمتوں کے باوجود پھر بھی ہم غیر اللہ کی پرستش کریں؟

پیغام:

۱۔ شرک کا نتیجہ یہ ہے کہ مشرک، خدا اور اس کی نعمات کا منکر ہوجاتا ہے۔ (يُشْرِكُوْنَ ۔۔۔ لِيَكْفُرُوْا)

۲۔ غیر اللہ کی طرف میلان اس کی نعمتوں کا کفران ہے (يُشْرِكُوْنَ ۔۔۔ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ)

۳۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے لوگ مسلسل کفران نعمت کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ اپنی نعمات کو نہیں روکتا۔ (لِيَكْفُرُوْا ۔۔۔ فَتَمَتَّعُوْا)

۴۔ کفر آلود کامیابیوں کا انجام قہر الٰہی ہے (فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴿۵۵﴾)

۵۔جیسا کہ سورۃ ابراھیم کی آیت نمبر ۳۰ میں آیا ہے(قُلۡ تَمَتَّعُوۡا فَاِنَّ مَصِیۡرَکُمۡ اِلَی النَّارِ ﴿۳۰﴾) کہ دو فائدہ اٹھا لو تحقیق تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت نمبر ۵۶ ـ ۵۷

وَیَجۡعَلُوۡنَ لِمَا لَا یَعۡلَمُوۡنَ نَصِیۡبًا مِّمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ ؕ تَاللّٰہِ لَتُسۡـَٔلُنَّ عَمَّا کُنۡتُمۡ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۶﴾

وَیَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ الۡبَنٰتِ سُبۡحٰنَہٗ ۙ وَلَہُمۡ مَّا یَشۡتَہُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ لوگ ہمارے عطا کردہ رزق میں سے ان کیلئے حصے معین کرتے ہیں جنہیں یہ جانتے تک بھی نہیں اللہ کی قسم اس افترأ کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔(۵۶)

اور انہوں نے اللہ کیلئے بیٹیاں تجویز کر رکھی ہیں جس سے وہ پاک و پاکیزہ ہے اور یہ لوگ اپنے لئے وہ (پسند کرتے ہیں) جن کو یہ چاہتے ہیں (یعنی لڑکے)۔(۵۷)

نکات:

(الف) ممکن ہے کہ یہ آیت سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۳۶ کے پیغام: کی طرف اشارہ کررہی ہو کہ جس میں آیا ہے کہ بت پرست اپنی زراعت اور مال مویشیوں میں سے ایک حصہ اپنے بتوں کیلئے مقرر کر دیا کرتے تھے۔''وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا فَقَالُوۡا ہٰذَا لِلّٰہِ بِزَعۡمِہِمۡ وَہٰذَا لِشُرَکَآئِنَا'' اور یہ لوگ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں، مثلاً کھیتی اور چوپاؤں میں اللہ کا ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے زعم میں کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے''

یہاں ایک اور احتمال ہے جسے استاذ علامہ طباطبائیؒ نے اختیار فرمایا ہے وہ یہ کہ لوگ نعمتوں کے حصول کے بعد اور مصائب کے ختم ہونے کے موقع پر خدا کا کوئی تعلق نہیں سمجھتے اور یہ سب کچھ غیر اللہ کی طرف سے جانتے ہیں۔

(ب) مشرک لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ زخرف کی آیت نمبر ۱۹۔ میں فرمایا ہے ''وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا،، ان کے اس عقیدے میں تین طرح کی انحرافیاں تھیں۔

۱۔ وہ اللہ کیلئے اولاد کا عقیدہ رکھتے تھے حالانکہ وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔

۲۔ وہ ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے حالانکہ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ بیٹی۔

۳۔ خود اپنی بیٹیوں کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے تھے اور خدا کیلئے بیٹیوں کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا ''اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا'' کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں تو چن چن کر بیٹے دیے ہیں اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے (بنی اسرائیل ۴۰)

پیغام:

۱۔ ہم جو کچھ رکھتے ہیں اسی کا دیا ہوا ہے اسی کے علاوہ کسی اور کے لئے حصہ مقرر نہ کریں کہ کہیں جواب دہ ہونا پڑے (وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا ... تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ)

۲۔ اللہ کا اس دنیا سے مربوط لطف و کرم گمراہ لوگوں کے شامل حال بھی رہتا ہے۔ (مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ)

۳۔ جن اسباب ظاہری اور بشری کے ساتھ تم نے دل لگا رکھا ہے ان کے پاس نہ تو روزی اور نعمت دینے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی کسی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں (وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا)

۴۔ کسی ایک نعمت کو بھی غیر اللہ کی طرف سے خیال کرنا بھی شرک ہے (نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ)

آیت نمبر ۵۸۔ ۵۹

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ (۵۸)

اس بری خبر کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ (اور خیال کرتا ہے) کیا اسے ذلت کے

ساتھ زندہ رہنے دے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ دیکھو کیسا برا فیصلہ ہے جو یہ کر رہے ہیں؟(۵۹)

نکات:

(الف) جاہل عربوں کی اپنی بیٹیوں سے نفرت کی چند وجوہات تھیں۔

۱۔وہ سمجھتے تھے کہ لڑکیوں کا اقتصادی ومعاشی امور میں کوئی کردار نہیں ہوتا بلکہ وہ سراپا بوجھ ہوتی ہیں۔

۲۔قبائلی لوگوں کی سرنوشت جنگ وجدل سے مربوط تھی لڑکیوں میں عسکری صلاحیت کا فقدان ہوتا ہے۔

۳۔دوران جنگ لڑکیوں کو قیدی بنالیا جاتا تھا اور وہ دشمن کی زیادتیوں کا شکار ہوجاتی تھیں۔

(ب) جاہلی سوچ کے برعکس اسلام نے عورت کو عزت وعظمت کا مقام عطا فرمایا اس کی وضاحت کیلئے چند ایک یہ ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:''نِعْمَ الْوَلَدِ الْبَنَات'' بیٹیاں کیا ہی اچھی اولاد ہیں (بحار الانوار، ج ۱۰۴، ص ۹۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نسل ان کی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ میں قرار دی۔

ایک آدمی اپنی بیٹی کی پیدائش پر سخت پریشان دکھائی دے رہا تھا، حضرت امام صادق علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا ''ارے تم بہتر سمجھتے ہو یا اللہ! امام نے فرمایا ''اللہ نے جو تمہارے لئے بہتر سمجھا وہ تمہیں عطا کیا'' (وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۰۳)

پیغام:

۱۔ بیٹی کو حقیر اور پست سمجھنا زمانہ جاہلیت کی سوچ ہے (وَاِذَا بُشِّرَ ... بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ)

۲۔اولاد کی پیدائش بذات خود ایک خوشخبری ہے لیکن خرافاتی سوچ اس خوشخبری کو ذلت سمجھتی ہے (بُشِّرَ ... بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ)

۳۔غم وغصے سے پیچ وتاب کھانا کہ جس کی وجہ سے چہرے پر سیاہی پھیل جائے تو اس کا کیا فائدہ؟ (ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾)

۴۔خرافات اور عقائد باطلہ قبائل اور خاندانوں کی دھمکیوں کا سبب بنتے ہیں۔ (ظَلَّ وَجْهُهٗ ... يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ)

۵۔بعض اوقات بدترین جرائم مقدس ترین نعروں کی آڑ میں انجام پاتے ہیں (اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ) جھوٹی عزت کے تحفظ کیلئے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔

۶۔ادیان آسمانی لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کے خرافاتی عقیدے کی سخت مذمت کرتے ہیں (سَآءَ مَا

یَحۡکُمُوۡنَ﴿۵۹﴾

آیت نمبر ۶۰

لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوۡءِ ۚ وَ لِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو وہ بری صفات سے متصف کئے جانے کے لائق ہیں اللہ کیلئے تو ارفع واعلیٰ صفات ہیں اور وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔(۶۰)

نکات:

سوال: اس سورۃ کی آیت نمبر ۷۴ میں ہے۔"فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰہِ الۡاَمۡثَالَ" خدا کیلئے مثال بیان نہ کیا کرو تو پھر اس زیر بحث آیت میں کیوں فرمایا ہے "لِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی"

جواب: اللہ کیلئے مثال بیان نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے مشابہ نہ سمجھو یہاں مثل اعلیٰ سے مراد اس کی بہترین صفات ہیں۔

پیغام:

۱۔ تمام برائیوں کا سرچشمہ قیامت کا انکار ہے (لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوۡءِ)

۲۔ ارفع واعلیٰ کمالات اللہ ہی کیلئے ہیں۔(وَ لِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی)

۳۔ انسان کی زینت اور اس کا حسن و جمال ایمان کے ساتھ ہے جب ایمان رخصت ہو جاتا ہے تو انسان برائیوں اور گندگی کا ڈھیر بن جاتا ہے (لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوۡءِ)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت اور طاقت وقدرت اس کی حکمت کے ساتھ ہے (وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۶۰﴾)

آیت نمبر ۶۱

وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلۡمِهِمۡ مَّا تَرَكَ عَلَيۡهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

اگر کہیں اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک معین وقت تک مہلت دیتا ہے جن کا معین وقت آ جاتا ہے تو وہ نہ ایک لمحہ کیلئے پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ (۶۱)

نکات:

(الف) اللہ تعالیٰ کا قانون کلی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتے ہوئے عذاب کو مؤخر کر دیتا ہے لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ ظالموں کی گوشمالی کیلئے فوراً عذاب بھیج دیتا ہے۔ تاکہ دوسرے لوگوں کیلئے وہ نشان عبرت بن سکیں جس طرح حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ کی کو قوموں کو عذاب دیا گیا یا قوم ثمود کو معذب کیا گیا۔

سوال: آیت اپنے پیغام میں یہ کیوں کہتی ہے کہ انسان کے گناہ کی وجہ سے تمام متحرک جاندار تباہ ہو جاتے ہیں؟

جواب: اس آیت میں ''دابۃ'' سے مراد انسان ہے جس طرح کہ یہ آیت ہے (اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ) (انفال ۲۲) اور یہ بھی ہے کہ نسل انسانی کی نابودی کے ساتھ وہ بھی نابود ہو جائیں گے کیونکہ ان کو انسانوں کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔

(ب) امام معصوم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ '' آخر کیا وجہ ہے کہ بعض مُردوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور بعض کی کھلی ہوئی ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا '' جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو بوقت موت اس کی آنکھیں کھلی تھیں اس لئے وہ کھلی رہ گئیں اسے بند کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی اور جن کی آنکھیں بند تھیں انہیں کھولنے کی فرصت ہی نہیں ملی (لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۶۱﴾)

(ج) بعض مظالم ایسے ہیں کہ جن کے خطرات اور اثرات وسیع تر ہوتے ہیں کہ جن کی لپیٹ میں تمام انسان اور حیوان آ جاتے ہیں ارشاد خداوندی ہے ''وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً'' ان گناہوں سے بچو جن کے اثرات صرف ظالموں تک محدود نہیں رہتے۔

پیغام:

۱۔ عذاب خداوندی کی بنیاد خود ہمارا اپنا کردار ہوتا ہے (يُؤَاخِذُ اللّٰهُ۔۔۔ بِظُلْمِهِمْ)

۲۔ ظلم وہ جرم ہے جو آبادیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے اور نسل انسانی کی واہی وتباہی کیلئے شدید ترین خطرہ ہے۔ (بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ)

۳۔ یہ خدائی طریقہ کار ہے کہ وہ مہلت دے دیتا ہے اور عذاب کو مؤخر کر دیتا ہے۔ (يُؤَخِّرُهُمْ) خدا کے کاموں میں اِمھال ہے اہمال نہیں ہے وہ مہلت دیتا ہے چھوڑتا نہیں ہے۔

۴۔ خدائی مہلت کا وقت معین ہے۔ (يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)

۵۔ الٰہی مہلت اس کے لطف وکرم پر مبنی ہے یہ صرف گناہوں سے توبہ اور ان کی تلافی کیلئے ہے لہٰذا اس پر اپنے آپ کو دھوکے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ (وَلَوْ يُؤَاخِذُ۔۔۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ)

۶۔ ظالموں کو ان کے مظالم پر ڈھیل ملنا ان کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔ (يُؤَخِّرُهُمْ)

۷۔ انسانی اجل قابل تغیر نہیں۔ (لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾)

آیت نمبر ۶۲

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ لوگ اللہ کیلئے وہ چیزیں مقرر کرتے ہیں جو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ ان کیلئے بہتری ہے۔ جبکہ ان کیلئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے اور یہ لوگ سب سے پہلے پہنچائے جائیں گے۔ (۶۲)

نکات:

یہ آیت کریمہ بھی اس خرافاتی سوچ کی طرف اشارہ کررہی ہے جس سوچ کا ذکر گزشتہ آیات میں آیا ہے اور مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ اپنے لئے بیٹیوں کو ننگ و عار سمجھتے تھے اور اولاد نرینہ پر فخر کرتے تھے اور انہیں بیٹیوں سے بہتر سمجھتے تھے۔ (وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى)

پیغام:

۱۔ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ اللہ کیلئے بھی پسند نہ کرو۔ (يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ)

۲۔ بعض اوقات انسان اس قدر اپنے خیالات کی دنیا میں گم ہوتا ہے کہ خود کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگتا ہے (تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى) ایسے افراد کا دوسری آیات میں یوں ذکر ہوا ہے۔ (يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴿۱۰۴﴾) (کہف۔ ۱۰۴) ایک دوسری آیت میں آیا ہے (لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى)

آیت نمبر ۶۳

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۶۳﴾

ترجمۃ الآیات

خدا کی قسم! آپ سے قبل بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں لیکن شیطان نے ان کے اعمال انہیں خوشنما بنا کر دکھائے پس آج وہی ان لوگوں کا سرپرست ہے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۶۳)

نکات:

(الف) اس آیت کے ذریعے پیغمبر اسلام کو تسلی دی جارہی ہے کہ اے پیغمبرؐ! آپ ان لوگوں کی بے التفاتی سے پریشان نہ ہوں کیونکہ تمام پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔

پیغام:

۱۔ گزشتہ اقوام کی تاریخ سے صبر اور تحمل کا درس ملتا ہے (اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ)

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسم مبارک کی قسم بھی کھاتا ہے (تَاللّٰهِ)

۳۔ انبیاء کی بعثت تاریخی تسلسل ہے اور الٰہی طریقہ کار ہے (اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ)

۴۔ شیطان بدترین کاموں کو حسن و جمال سے آراستہ کر کے پیش کرتا ہے اور انحرافی کاموں کی توجیہ کر کے انسان کے اندر نفوذ کر لیتا ہے (فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ)

۵۔ شیطانی جلووں کا استقبال اس کے تسلط کا مقدمہ ہوتا ہے (فَزَيَّنَ لَهُمُ ... فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ)

۶۔ شیطانی ولایت کوئی لمحہ بھر کیلئے نہیں ہوتی وہ ہر آئے دن اپنے تسلط کیلئے لوگوں کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے (فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ)

۷۔ شیطانی ولایت کا دائرہ اس دنیا تک محدود ہے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ)

آیت نمبر ۶۴

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمۃ الآیات

ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دیں جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں اور ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ثابت ہو۔ (۶۴)

پیغام:

۱۔ قرآن کے نزول کا مقصد حق کو باطل سے جدا کرنا ہے (وَمَآ اَنْزَلْنَا ... اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ)

۲۔ سرچشمہ اختلافات انبیاء کی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے (اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنی حجت تمام فرمادی ہے (لِتُبَيِّنَ لَهُمُ)

۴۔ قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، ہدایت وارشاد کا وسیلہ ہے اور رحمت خداوندی ہے۔ (لِتُبَيِّنَ، هُدًى، رَحْمَةً)

۵۔ ہدایت اور رحمت خداوندی کے حصول کی شرط یہ ہے کہ انسان اپنی اندرونی سعادت کی راہوں کو مسدود نہ کرے۔ (لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴿۶۴﴾)

آیت نمبر ۶۵

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴿۶۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا سننے والوں کیلئے یقیناً اس میں نشانی ہے۔ (۶۵)

نکات:

(الف) اس سے پہلی آیت میں آسمانی کتاب کے نزول کا ذکر ہے جو قلوب کے زندہ کرنے کا سبب ہے اور اس آیت کریمہ میں باران رحمت کے نزول کا ذکر ہے۔ جو مردہ زمینوں کے زندہ کرنے کا سبب ہوتی ہے۔

پیغام:

۱۔ قدرتی اور طبعی طور پر پیدا ہونے والی اشیاء (بارش و بادل وغیرہ) کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہیں الٰہی ارادے سے معرض وجود میں آتی ہیں۔ (وَاللّٰهُ اَنْزَلَ)

۲۔ زمین بھی انسان کی طرح موت وحیات سے دوچار ہوتی رہتی ہے (فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا)

۳۔ برنامہ ہائے الٰہی کا اجرا طبعی اور عمومی ذرائع سے ہوتا ہے۔ (فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ)

۴۔ پانی زمین اور اہل زمین کیلئے سرمایہ حیات ہے۔ (فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ)

۵۔عالم فطرت میں تدبیر خداوندی اس کی وحدانیت کی عظیم نشانی ہے(اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً)

٦۔خدا شناسی کا بہترین راستہ یہ ہے کہ انسان آیات خداوندی کو غور سے سنے اور پھر ان سے نصیحت حاصل کرے (لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴿۶۵﴾)

آیت نمبر ٦٦

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴿۶۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے شکم میں موجود گوبر اور خون کے درمیان ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے نہایت خوشگوار ہے۔(٦٦)

نکات:

(الف) خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا احاطہ کتنا وسیع ہے جہاں وہ آسمانی بادلوں سے بارش نازل کرتا ہے جو سرمایہ حیات ہے وہاں حیوانات کے شکموں سے صاف وشفاف دودھ کو بھی جاری کرتا ہے جو لازمہ حیات ہے۔

(ب)''فَرْثٍ'' کا معنیٰ ہے''معدے میں ہضم شدہ غذا''''عِبْرَةً''اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے جہالت سے عبور کرکے علم تک رسائی حاصل کی جائے۔

(ج) اگرچہ کلمہ''اَنْعَامِ''جمع ہے لیکن جو''بُطُوْنِهٖ''میں ضمیر ہے وہ واحد ہے یہ اس لئے ہے کہ یہاں چوپاؤں کی صرف ایک اکائی مراد ہے نہ کہ تمام جانور۔

(د) دودھ ایک مکمل غذا ہے جہاں مشروب کے طور پر استعمال ہوتا ہے وہاں بطور غذا بھی استعمال ہوتا ہے۔اور تمام جسمانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔روایات میں آیا ہے''دودھ حافظے کو تیز کرتا ہے۔ذہن کو جلا بخشتا ہے آنکھوں کو روشن کرتا ہے،دل کو طاقت دیتا ہے۔کمر کو مضبوط کرتا ہے۔اور نسیان کو کم کرتا ہے۔

(ذ) جانور صرف ہماری مادی ضروریات کو پورا نہیں کرتے بلکہ ہماری ایمانی ترقی اور روحانی ارتقاء کا سبب بھی بن سکتے ہیں یعنی جو خدا اپنی قدرت سے گھاس چارے کے اندرون سے دودھ نکال سکتا ہے تو کیا وہ قیامت کے دن انسان کو مٹی کے

اندر سے باہر نہیں نکال سکتا۔ جو خدا خالص اور صاف وشفاف دودھ کو ہضم شدہ غذا (گوبر) اور خون کے درمیان سے باہر نکال سکتا ہے تو کیا وہ ہمارے اعمال صالحہ کو دوسرے کاموں سے علیحدہ نہیں کرسکتا ؟

(ر) جانور گھاس چارہ کھاتا ہے تو اس کے جسم کے اندر سے دودھ بنتا ہے اس کارخانے میں ضرورت کی ہر شئے موجود ہے دودھ کشید کرنے کی مشینری صاف وشفاف رکھنے کی مشینری، جراثیم کش مشینری، مٹھاس پیدا کرنے والی، گرم رکھنے والی اور رنگ دینے والی مشینری حتیٰ کہ دودھ کو اپنے مرکز میں پہنچانے کا خود کار نظام بھی رکھ دیا گیا ہے۔ جب ہم اس کارخانہ قدرت کو دیکھتے ہیں تو ہماری نگاہ تیل صاف کرنے والے کارخانے پر جا پڑتی ہے تو اس کارخانے کو چلانے کیلئے ایک ماہر انجینئر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس کے بغیر کارخانہ نہیں چل سکتا۔ تو کیا یہ دودھ کا، کارخانہ بغیر خالق کے چل سکتا ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً)

(س) خالص و مخلص انسان وہ ہوتے ہیں جو زندگی کا سفر طے کرتے ہوئے ہر نشیب وفراز سے سیاسی ومعاشرتی مسائل سے اور مختلف الطبع دوستوں کے ماحول سے کچھ اس طرح گزر جاتے ہیں کہ نہ تو ان پر اُن کا رنگ چڑھتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اثر لیتے ہیں (مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا)

(ش) کسی مشروب کے خوش گوار ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ خالص ہو پینے کا پانی بھی اس وقت اچھا لگتا ہے جب وہ ہر قسم کی آلودگی سے پاک وصاف ہو (خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۝۶۶)

(ص) کسی چیز کی اچھائی تو اُس وقت ہے کہ اس کا استعمال ہر ایک کیلئے پسندیدہ ہو صرف انسان کیلئے نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ''سَآئِغًا لَّكُمْ'' بلکہ فرمایا ہے ''سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۝۶۶'' موجودہ دور کی نام نہاد مہذب دنیا میں یہ سنا اور دیکھا جا رہا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جن اشیاء کے مصرف کی تاریخ ختم ہوجاتی ہے تو اُسے مہاجرین، پناہ گزینوں اور دیگر ضرورت مند لوگوں کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

(ض) انسانی ذرائع سے دودھ کا استعمال اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ جس ذات نے جانوروں کو خلق فرمایا ہے اور ان کے اندر دودھ پیدا فرمایا ہے وہ وہی ذات ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور پھر اسے ہماری ضروریات کا علم بھی ہے (نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ)

(ط) نہج البلاغہ میں امام علیؑ کا مکتوب ۲۵ ملاحظہ کیجئے آپ نے یہ خط زکوٰۃ وصول کرنے والے کے نام جاری فرمایا تھا۔ آپ نے لکھا تھا ''جب تم زکوٰۃ کی وصولی کیلئے جاؤ تو چند اصولوں پر نظر رکھو جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ کچھ دودھ جانوروں کے تھنوں میں باقی رہنے دینا تاکہ اس کا شیر خوار بچہ بھوکا نہ رہ جائے۔ جانور اور اس کے شیر خوار بچے کے درمیان جدائی نہ ڈالنا دوران سفر تھکے ماندہ جانوروں کو آرام کرنے دینا اور انہیں گھاس اور پانی سے محروم نہ کرنا۔

(ظ) جانوروں کو مارنا، لمبے ناخنوں سے ان کے دودھ دوھنا، ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا، اس کے علاوہ کوئی

اور ظلم کرنا ممنوع ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی عزت وعظمت کو کون نہیں جانتا کہ جن وانس، جن کے تابع فرمان تھے۔قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانوروں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان کی گردنوں اور ٹانگوں پر دست شفقت پھرتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ''فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ ﴿۳۳﴾ ''(ص۔۳۳)۔

پیغام:

ا۔ جانوروں کے شکم میں گوبر خون اور دوسرے فضلہ جات کے ماحول میں دودھ کا پیدا ہونا اور پھر صاف وشفاف صورت میں باہر آنا انسان کیلئے درس عبرت ہے (لَعِبۡرَۃً ؕ نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہٖ مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا ۔۔۔۔)

آیت نمبر ٦٧

وَ مِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ وَ الۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡہُ سَکَرًا وَّ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس طرح کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی تم ایک نشے کی چیزیں بناتے ہو اور پاک رزق بھی بنا لیتے ہو عقل سے کام لینے والوں کے لئے اس میں ایک نشانی ہے۔(٦٧)

نکات:

(الف) کلمہ ''سُکر'' کا معنیٰ ہے ''عقل کا ضائع کر دینا'' اور کلمہ ''سَکر'' کا معنیٰ ہے جن اشیاء کی وجہ سے عقل ضائع ہو جاتی ہے۔

(ب) گزشتہ دو آیات میں ''پانی اور دودھ'' کا ذکر تھا جو پینے کیلئے طبعی طور پر استعمال ہوتے ہیں لیکن زیر بحث آیت میں ان مشروبات کا ذکر ہے جنہیں ہم پھلوں کو نچوڑ کر اپنے ہاتھوں سے مشروبات بناتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ جو چیزیں قدرت کے عظیم الشان کارخانے میں بنتی ہیں وہ اپنی لطافت اور پاکیزگی کے اعتبار سے منفرد ہوتی ہیں۔ بارش کے پانی اور دودھ کی طرف نظر کر لیجئے لیکن جہاں تک انسانی مصنوعات کا تعلق ہے کبھی تو اُس سے جو رزق حاصل ہوتا ہے وہ بہترین ہوتا ہے لیکن جب اس کے ہاتھ سے ''ام الخبائث'' جیسی چیز بنتی ہے تو فساد اور واہی تباہی کا موجب بنتی ہے۔

پیغام:

۱۔ جو چیز مستی اور نشے کا سبب ہو وہ اچھا رزق نہیں کہلاتی۔(سَکَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا)

۲۔ جو چیز خدا نے پیدا کی ہے وہ ہر اعتبار سے اچھی ہے۔لیکن پھر یہ انسان ہے جو ان نعمتوں کو اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہے اور اس میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔(تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَکَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا)

۳۔ ان تمام پھلوں اور میوہ جات کی تخلیق میں خالق کائنات کی طرف متوجہ ہونے کی علامات موجود ہیں ان کے مختلف رنگ مختلف ذائقے مختلف خواص کسی کی مدت لمبی کسی کی مدت کوتاہ۔ان سے انسانی ضروریات کی کفالت ان کی پیداواری مقدار انسان کی ان تک رسائی یہ وہ تمام عوامل ہیں جن میں غور وفکر کر کے انسان اپنے خالق تک پہنچ سکتا ہے۔(اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً)

آیت نمبر ۶۸

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور دیکھیں آپ کے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں اپنا گھر (چھتے) بنا۔(۶۸)

نکات:

''وحی'' کا معنیٰ ہے ''اِشارہ اور ایسا انتقال جو جلدی ہو اور مخفی ہو'' اس لفظ کا اطلاق اللہ کے نبیوں کی طرف الٰہی پیغام: پر ہوتا ہے اِس کے علاوہ وحی کا اطلاق فطری الہام پر بھی ہوتا ہے۔اس پر دلیل زیر بحث آیت کے علاوہ سورۃ قصص کی آیت ہے (وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰی) ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی۔اس طرح شیطانی وسوسوں کو بھی وحی کا نام دیا گیا ہے۔''اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِھِمۡ'' ''شیطان اپنے دوستوں کو پڑھاتے ہیں۔''(انعام ۱۲۱)

پیغام:

۱۔ جانوروں کی نقل وحرکت اور دوڑ دھوپ اور گھر بنانے کی کوششیں اس غریزے کی بنیاد پر ہوتی ہے جسے خدا نے

ان کے اندر پیدا فرمایا ہے۔(وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ)

۲۔شہد کی بہترین قسم وہ ہے جو پہاڑوں میں شہد کی مکھیاں بناتی ہیں۔وہ پہاڑی پھولوں اور نباتات سے استفادہ کرتی ہیں اور نہ وہ مصنوعی میٹھا مواد جو شہد کے چھتہ کے پاس رکھا جاتا ہے اور شہد کی مکھیاں اسے اپنی غذا بنا کر شہد تیار کرتی ہیں (اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ۔۔وَّمِنَ الشَّجَرِ۔۔۔)

آیت نمبر ۶۹

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۃ الآیات

پھر ہر (قسم کے) پھل (کا رس) چوس لے اور اپنے رب کی ہموار کردہ راہوں پر چلتی رہ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفاء ہے لوگوں کیلئے۔ یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو فکر سے کام لیتے ہیں۔(۶۹)

نکات:

(الف) اس آیت میں اور اس آیت سے پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے پیٹ سے باہر آنے والے دو قسم کے مواد کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو انسانی زندگی کیلئے سرمایہ حیات ہیں جن کو پینے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک دودھ ہے اور دوسری شہد ہے۔

(ب) گزشتہ دو آیات میں ہم نے پڑھا ہے کہ انسان میوہ جات سے نشہ آور چیزیں بناتا ہے (تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا) (نحل۔۶۷) لیکن جانور اِن میوہ جات سے شہد بناتے ہیں جس میں شفاء ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے اپنی دانش و حکمت سے بھرپور اپنے با مقصد نظام میں غفلت و بیکاری اور کاہلی کو قابل نفرت شمار کیا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں جہاں بھی خورد و نوش کی بات آئی ہے تو وہاں پر کچھ ذمہ داریوں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔مثلاً

"کُلُوۡا ۔۔ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا" اور نیک اعمال بجالاؤ (مومنون ۵۱)

"فَکُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوۡا ۔۔۔ ○ خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔ (حج ۲۸)

"کُلُوۡا ۔۔ وَاشۡکُرُوۡا لِلّٰهِ ۔۔۔ ○ کھاؤ اور خدا کا شکر بجالاؤ۔ (بقرہ ۱۷۲)

"کُلُوۡا ۔۔۔ وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۔۔۔ ○ کھاؤ اور اسراف نہ کرو۔ (انعام ۱۴۱)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں شہد کی مکھی کو کھانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن اس حکم کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس مقصد اور ہدف کیلئے تجھے خلق کیا گیا ہے اس کے مطابق خوراک کھانا۔

(د) "اولیاء اللہ "نحل کی مانند ہیں اور زندگی کے سفر میں پستیوں اور ذلتوں سے دور رہتے ہیں روحانی بلندیوں کو اپناتے ہیں معارف الٰہیہ سے استفادہ کرتے ہیں اپنے رب کے مقرر کردہ راستوں کو نہایت ہی تواضع اور انکساری سے طے کرتے ہیں ان کے دھن اقدس سے علم وحکمت اور حلاوت معنوی کے صاف وشفاف چشمے جاری ہوتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ جانوروں کی نقل وحرکت فرمان الٰہی کے مطابق ہوتی ہے جو غریزے کی صورت میں ان کے خمیر میں داخل ہے (ثُمَّ کُلِیۡ) ۲۔ شہد مختلف قسم کے ثمرات کا جوہر ہے۔ (کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ)

۳۔ جانوروں کی صرف جائے رہائش اور خوراک کا انتخاب الٰہی ہدایت کے مطابق نہیں بلکہ ان کی زندگی کے تمام اموراسی کی رضا کے مطابق ہیں۔ (سُبُلَ رَبِّكِ)

۴۔ جس راہ کو اللہ نے جانوروں کیلئے منتخب فرمایا تو وہ اس راہ پر عاجزانہ انداز میں چل رہے ہیں۔ (سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا عظیم الشان معجزہ کہ ایک ننھے منے جانور کے پیٹ کے اندر "شھد سازی" کا عظیم کارخانہ ہے۔ (یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا)

۶۔ قدرتی طور پر شھد کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ (مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ) کسی کا رنگ سفید ہے تو کسی کا سرخ اور کسی کا زرد شاید یہ اختلاف پھولوں کے مختلف رنگوں کی وجہ سے ہو۔

۷۔ نباتات اور پھولوں میں علاج کیلئے طبی خواص موجود ہیں۔ شھد کے ذریعے ھمارے امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ (فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ) یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ شھد تمام بیماریوں کا علاج نہیں ہے اس لئے اسم نکرہ کی صورت میں "شفاء" کہا گیا ہے۔

۸۔ شھد کی مکھی ایک ننھا منا سا جانور ہے جب ہم غور کرتے ہیں تو اس کا ذمیہ کام بہت زیادہ نظر آتا ہے وہ گھر بناتا ہے وہ موم بناتا ہے وہ دفاع کیلئے زھر بھی بناتا ہے شھد بھی پیدا کرتا ہے اس جانور میں اللہ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔ (لَاٰيَةً)

۹۔ یہ تمام درس اور عبرتیں ان افراد کیلئے ہیں جو فکر ونظر رکھتے ہیں (لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۶۹) اور نہ ایسے لوگ کثرت

کے ساتھ ہیں جو ساری زندگی اللہ کی اس نعمت شھد کو استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن لحہ بھر کیلئے بھی اس میں غور وفکر نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۷۰

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۧ

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے اور تم میں سے بعض انتہائی لمبی عمر تک پہنچائے جاتے ہیں یہاں تک کہ دانائی کے بعد ایسے ہو جاتے ہیں کہ کچھ جانتے سمجھتے نہیں اور حق یہ ہے کہ اللہ ہی علم میں بھی کامل ہے اور قدرت میں بھی۔(۷۰)

نکات:

(الف) ''اَرْذَل،، کا لفظ ''رَذْل'' سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''پست اور بے قیمت''

زندگی کا پست ترین دور وہ ہوتا ہے جس میں انسان کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور اُس کی فراموشی اپنی آخری حدود کو چھونے لگتی ہے۔سورۂ حج کی آیت ۲۰ بھی اس آیت سے مشابہت رکھتی ہے۔

(ب) بڑھاپے کی عمر میں فراموشی اور نسیان عام افراد کو لاحق ہوتا ہے جبکہ اولیاء اللہ جیسے حضرت نوحؑ اور حضرت امام محمد مھدیؑ ہیں اتنی طویل عمر کے باوجود غفلت، سستی اور فراموشی، ان کے نزدیک نہیں آسکتی۔

پیغام:

۱۔موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔(وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ)

۲۔انسان کی قیمتی ترین اور فائدہ مند عمر وہ ہوتی ہے جس میں وہ علم وآگاہی سے وابستہ ہوتا ہے جس عمر میں فراموشی اور غفلت ہو وہ عمر بے کار رہوتی ہے۔(اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ)

۳۔طولانی عمر ہر ایک کے مقدر میں نہیں ہے۔(وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ)

۴۔انسانی زندگی میں تغیر وتبدل پیدا ہوتے رہتے ہیں کبھی انسان شہ زور ہوتا ہے اور کبھی کمزور،کبھی وہ صاحب علم ہوتا

ہے اور کبھی اس سے یہ نعمت لے لی جاتی ہے کبھی وہ بھرپور حافظہ رکھتا ہے اور کبھی اس پر نسیان کا غلبہ ہوجاتا ہے یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کاملہ کے مطابق ہوتا ہے۔(اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ﴿۷۰﴾)

آیت نمبر ۷۱

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ‌ۚ فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ‌ ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ‏ ﴿۷۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے پھر جنہیں فضیلت دی گئی ہے تو وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیا کرتے ہوں تاکہ دونوں اس رزق میں برابر ہوجائیں تو کیا اللہ ہی کا احسان ماننے سے ان لوگوں کو انکار ہے۔(۷۱)

نکات:

(الف) ہر موقع ومحل پر مختلف سلوک کے مختلف نتائج ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر رحم کرنا اچھی بات ہے لیکن کبھی اچھا نہیں ہے۔

بقول شاعر

ترحم بر پلنگاں تیز دندان
ستم کاری بود بر گوسفندان

خونخوار چیتے پر رحم کرنا بھیڑ بکریوں پر ظلم ہی ظلم ہے۔

کسی کو زیور علم سے آراستہ کرنا ایک قابل تعریف کام ہے لیکن بعض لوگوں کو تعلیم دینا ایسے ہے جیسے بدمست زنگی کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔لیکن ایک صفت عدل ہے جس کا اپنانا ہر جگہ قابل تعریف ہے۔عدل وانصاف کرنا ہمیشہ اور ہر جگہ پسندیدہ ہے۔لیکن عدالت کا یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک ہی درجہ کی استعداد دے دے کیونکہ اگر دنیا کے تمام لوگ

مال و دولت میں برابر ہوجائیں۔ تو پھر تعاون و ہمکاری ایک دوسرے کی خدمت گذاری کا نظام نیست و نابود ہوجائے جو کہ معاشرتی زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے۔ خداوندتعالیٰ نے سورۃ زخرف کی آیت ۳۲ میں فرمایا ہے: (وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا) ہم نے بعض انسانوں کوایک دوسرے پر فوقیت دی ہے تاکہ اس طریقے سے ایک دوسرے سے کام لے سکو۔ کلمہ ''سُخۡرِيًّا'' کا معنی ہے تسخیر اور خدمت کرنا اور کلمہ 'سِخریا'' کا معنیٰ ہے ٹھٹھہ مذاق کرنا۔

(ب) مال و رزق کے لحاظ سے انسانوں کے درمیان تفاوت اللہ تعالیٰ کا ایک حکیمانہ نظام ہے کیونکہ اگر تمام لوگ معاشی طور پر یکساں ہوتے تو ان سے معنوی کمالات ظاہر نہ ہوسکتے مثلاً سخاوت، صبر، ایثار، حمایت، شفقت اور تواضع جیسی عظیم الشان صفات ان کا اظہار تو اس وقت ممکن ہے جب لوگوں کے درمیان تفاوت موجود ہو۔

(ج) ممکن ہے آیت کا معنیٰ کچھ اس طرح ہو'' کہ خداوندتعالیٰ لوگوں کے بخل پر تنقید کررہا ہو کہ تم مالدار لوگ کس بنا پر اپنے ماتحت افراد کو اپنی آسانیوں اور سہولتوں میں کیوں شریک نہیں کرتے ؟''

یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا معنی یہ ہو'' کہ بعض نعمتیں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کو منتقل نہیں کی جاسکتیں مثلاً چہرے کا حسن و جمال، آواز کی شیرینی، عقل کی بلندی، نابغہ بننے کی صلاحیت، لوگوں کے دلوں میں ہر دلعزیزیت، تاثیر کلام ایسی نعمتیں ہیں جو منتقل نہیں کی جاسکتیں۔ یہ تفاوت تکامل کی علامت ہے اور الٰہی نعمات میں سے ایک نعمت ہے۔ تم اس کا کیوں انکار کرتے ہو؟''

(د) بعض اوقات کچھ کامیابیاں ظلم، حق کشی اور استثمار سے حاصل ہوتی ہیں۔ اسلام نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

بعض اوقات رزق کی وسعت سو فیصد حلال ذرائع سے قدرتی طور پر ہوتی ہے اس امر کو مثال کے ذریعے سمجھایا جاسکتا ہے کہ دو آدمی مچھلی پکڑنے کیلئے دریا میں جال ڈالتے ہیں جب وہ دونوں اپنا اپنا جال کھینچتے ہیں تو ایک کا جال مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلتا ہے جبکہ دوسرے کا بالکل خالی یا اس میں چند ایک مچھلیاں ہوتی ہیں۔ ایسے مقام پر فقر و غنا اللہ کی طرف سے ہے جو امیر اور غریب کی آزمائش اور ان کی صلاحیتوں کے اظہار کیلئے ہوتا ہے اور اس میں کوئی منفی پہلو نہیں ہوتا اور یہ آیت اس قسم کی صورتوں کو بیان کررہی ہے۔ (وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ ۚ) اللہ نے تم میں سے بعض کو دوسرے بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔

(ذ) حضرت ابوذر غفاری نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم اپنے غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ مساوات کا سلوک کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جو لباس تم خود پہنتے ہو انہیں بھی پہناؤ اور جو کھانا خود تم کھاتے ہو انہیں بھی کھلاؤ (انما هو اخواتکم فا کسوهم مما تکسون و اطعموهم مما تطعمون) (تفسیر کنز الدقایق)

پیغام:

۱۔ انسان کو ہمیشہ رزق اپنی کوششوں اور ذاتی صلاحیتوں سے حاصل نہیں ہوتا۔ (وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ) ایک اور

مقام پر فرمایا (نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ) ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت تقسیم کردی (سورہ زخرف ۳۲)

۲۔ جب انسان اس بات پر آمادہ نہیں ہوتا کہ اپنی معاش میں اپنے ماتحتوں کو شریک کرے۔ تو پھر وہ بتوں کو خدا کا شریک قرار دینے پر کیسے آمادہ وہ جاتا ہے۔ (فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا ... فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ)

۳۔ لوگوں سے بے غوری اوران کی مدد نہ کرنا کفران نعمت خداوندی ہے (اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ﴿۷۱﴾)

آیت نمبر ۷۲

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِيۡنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ يُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ ۙ﴿۷۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں اور اُس نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کئے اور اچھی چیزیں تمہیں کھانے کیلئے دیں پھر کیا یہ لوگ یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی باطل پر ایمان لائیں گے اور اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے؟ (۷۲)

نکات:

(الف) تفسیر طبری میں لفظ ''حَفَدَةً'' کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ اس لفظ کے بہت سے معانی ہیں اور وہ یہ ہیں داماد، اولاد، پوتے، نواسے حتیٰ کہ معاونین اور خدمت گاروں اور بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد پر بھی بولا جاتا ہے۔

تفسیر المیز ان میں ہے ''حَفَدَةً'' ''حافدٌ'' کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے کام میں تیزی'' کیونکہ انسان کے قریبی رشتہ دار جلدی کے ساتھ تعاون کیلئے پہنچتے ہیں اس لیے انہیں ''حَفَدَةً'' کہا جاتا ہے۔

(ب) سوال: اس آیت میں بیٹوں کا ذکر آیا ہے بیٹیوں کا ذکر نہیں آیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ بھی تو ممکن ہے کہ لفظ ''بنون'' میں بیٹوں کے ساتھ بیٹیاں بھی شریک ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں لفظ''

طیبٰت سے بیٹیاں مراد ہوں۔ جیسا کہ سورۃ نور کی آیت ۲۶ میں ہے ''الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ'' اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ ''حَفَدَةً'' کے ہوتے ہوئے بیٹیوں کے نام لینے کی ضرورت بھی نہ ہو کیونکہ نواسوں کے ذکر سے بیٹیوں کا ذکر خود بخود آ جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ بیوی اور اولاد اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بیوی باعث سکون اور اولاد سرمایہ اُمید ہے (وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ... اَزْوَاجًا... بَنِيْنَ)

۲۔ بیوی اور شوہر کا ہم جنس ہونا اللہ کی مہربانی اور حکمت ہے۔ (وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ)

۳۔ ازدواجی زندگی خدا کا ایک مدبرانہ نظام ہے۔ (وَاللّٰهُ جَعَلَ... اَزْوَاجًا)

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے روحانی اور نفسیاتی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ (مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا... حَفَدَةً) اور مادی ضروریات بھی عطا فرماتا ہے۔ (وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ)

۵۔ رزق کی مرغوبیت اور اس کا لذت سے بھرپور ہونا یہ بھی اللہ کی مہربانیوں میں سے ہے۔ (وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ)

۶۔ ازدواجی زندگی نہ اپنانا اولاد نہ ہونے دینا اللہ کی حلال کردہ چیزوں سے استفادہ نہ کرنا کفران نعمت ہے اور حق سے دُوری ہے۔ (جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ... اَزْوَاجِكُمْ... وَّرَزَقَكُمْ... اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ)

۷۔ شوہر یا بیوی کی موجودگی میں زنا کاری اور رزق حلال کی موجودگی میں حرام خواری کفران نعمت ہے۔ (وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ۝)

۸۔ انسان کو اپنی بقا سے یا اپنی یادگار کی بقاء سے شدید محبت ہوتی ہے۔ (جَعَلَ لَكُمْ... مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ... بَنِيْنَ وَحَفَدَةً)

۹۔ سب سے پہلے اپنے مخاطب کو اللہ کی نعمتوں اور اُس کے لطف وکرم کے ذکر کے سننے پر آمادہ کیا جائے پھر اُس پر تنقید کی جائے۔ (جَعَلَ لَكُمْ... مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ... وَّرَزَقَكُمْ... اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ)

آیت نمبر ۷۳۔۷۴

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۝

فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰہِ الۡاَمۡثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ ان کو پُوجتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ آسمانوں سے انہیں کچھ بھی رزق دیتا ہے نہ زمین سے اور نہ ہی وُہ اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔(۷۳)

پس اللہ کیلئے مثالیں نہ بنایا کرو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔(۷۴)

نکات:

(الف) مشرکین اللہ تعالیٰ کو بادشاہ سمجھتے تھے اور بتوں کو اُس کا وزیر خیال کرتے تھے۔ یہ آیت اس طرح کی تشبیہات کی نفی کرتی ہے۔

فارسی شاعر قاآنی نے کیا خوب کہا ہے۔

اے ہمه ہستی تو پیدا شده

خاک ضعیف از تو توانا شده

زیر نشینت ہمی کائنات

ما به تو قائم چه تو قائم به ذات

ہستی تو ہستی پیوند، نه

تو به کس و کس به تو مانند، نه

اے وہ عظیم ذات کہ تونے پوری کائنات کو خلق فرمایا اس کمزور و بے توانا مٹی کو تونے ہی توانائی عطا فرمائی۔

تمام کائنات تیرے زیر نگین ہے۔ ہمارا وجود تیری وجہ سے ہے اور تو اپنے ہونے میں کسی کا محتاج نہیں تو کسی کے مشابہ نہیں ہے اور نہ تیرے کوئی مشابہ ہے۔

پیغام:

۱۔ معبود کو رازق اور قادر ہونا چاہئے لیکن مشرکین نے جو معبود بنائے ہوئے ہیں اور جنہیں وہ خدا کا شریک سمجھتے ہیں وہ ان صفات سے عاری ہیں (وَيَعۡبُدُوۡنَ... مَا لَا يَمۡلِكُ...)

۲۔ بت اور ان کے خود ساختہ معبود نہ تو اس وقت رزق دے سکتے ہیں اور نہ آیندہ اس پر قدرت مند ہیں (لَا

يَسْتَطِيْعُوْنَ﴿۷۳﴾)

۳۔تمہارے خیالی معبود نہ تو آسمان سے بارش برسانے پر قادر ہیں اور نہ ہی زمین سے نباتات اگانے پر۔ (رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)

۴۔خود ساختہ معبود نہ صرف بڑے بڑے کام ہی انجام دے سکتے ہیں بلکہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتے۔ (رِزْقًا ... شَيْئًا)

۵۔اللہ کے ساتھ تشبیہ دینے کا اصل سبب جہالت ہے (فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ... وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴿۷۴﴾)

آیت نمبر ۷۵۔۷۶

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴿۷۵﴾

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۷۶﴾

ترجمة الآیات

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے ایک شخص غلام ہے جو دوسرے کی ملکیت ہے اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتا دوسرا (شخص) ایسا ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق دے رکھا ہے پس وہ اس رزق میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ تعریف کامل تو اللہ کیلئے ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۷۵)

اللہ ایک اور مثال دیتا ہے دو شخص ہیں ایک گونگا بہرا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اپنے آقا پر بوجھ

بنا ہوا ہے جدھر بھی وہ اسے روانہ کرے کوئی بھلائی کا کام اس سے بن نہ آئے دوسرا شخص ایسا ہے کہ انصاف کا حکم دیتا ہے اور خود صراط مستقیم پر قائم ہے بتاؤ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ (۷۶)

پیغام:

۱۔ جب تم لوگ دو انسانوں (آقا و غلام) کو برابر نہیں سمجھتے تو پھر خالق اور مخلوق کو کیسے برابر سمجھتے ہو؟(هَلْ يَسْتَوِيْ)

۲۔سوال و مثال کے ذریعے لوگوں کے ضمیروں کو بیدار کیا جائے اور انہیں غور و فکر پر آمادہ کیا جائے (ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا... هَلْ يَسْتَوٗنَ)

۳۔لوگوں کے شرک کی بنیاد جہالت ہے۔(بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴿۷۵﴾)

۴۔آزادی خدا کی ایک نعمت ہے(لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ)

۵۔''رزق حسن'' اس وقت خوبصورت ہے اور قابل قدر ہے جب اسے خرچ بھی کیا جائے (رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ)

۶۔بولنے والی زبان بھی اس وقت قابل تعریف ہے جب عدالت سے کام لے (وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ)

۷۔چھپا کر خرچ کرنا اعلانیہ خرچ کرنے سے بہتر ہے۔لفظ''سر''لفظ''جهر''سے پہلے ہے۔

۸۔زبان روزی کی چابی ہے۔(لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ... لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ)

۹۔امر بالمعروف اس وقت مؤثر ہوتا ہے جب وہ صراط مستقیم کیلئے ہو۔(يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۷۶﴾)

۱۰۔جو لوگ دوسرے لوگوں کے آقا و مالک ہیں وہ اپنی طرف سے کسی چیز کے بھی مالک نہیں یہ سب رزق الٰہی ہے۔ آیت میں لفظ''مملوك''کے مقابلے میں لفظ''مالك''نہیں بلکہ''رزقناه''آیا ہے جس کے معنی ہیں''ہم نے اُسے رزق دیا ہے''۔

آیت نمبر ۷۷

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴿۷۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور زمین و آسمان کے سر بستہ حقائق کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ تو ایسا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی قریب تر یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۷۷)

نکات:

(الف)''غَیۡبُ'' کا لفظ''شھود'' کے مقابلے میں ہے اور ایک نسبتی امر ہے۔ ممکن ہے کہ ایک چیز کسی کیلئے غیب ہو مگر وہی چیز کسی دوسرے کیلئے ظاہر اور حاضر ہو۔

(ب)''اَمۡرُ السَّاعَۃِ'' کا معنیٰ ہے''قیامت کا واقع ہونا'' جو''غیب'' کے اہم ترین مصداقوں میں سے ہے اور یہ بھی اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے قیامت کے معاملے کو ہم سے مخفی رکھا ہوا ہے۔

(ج) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آیت مشرکین کی ان تشبیہات کا جواب ہو جن کا ذکر سابقہ آیات میں ہے یعنی اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کا کوئی شریک ہوتا تو وہ اسے ضرور جانتا کیونکہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(د) انسانی بدن موت کے بعد منتشر ہو جاتا ہے اور اس کے ذرات زمین پر بکھر جاتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں اور اللہ غیب کو جانتا ہے لہٰذا اسے دوبارہ زندہ کردے گا۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف عالم غیب ہے بلکہ مالک غیب بھی ہے(وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ)

۲۔اُس پر کوئی کام سخت نہیں ہے، حتیٰ کہ قیام قیامت بھی (وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ)

۳۔امور باطنی اور غیبی قیامت کے دن ظاہر ہو جائیں گے۔(وَلِلّٰہِ غَیۡبُ... عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴿۷۷﴾)

۴۔قیامت کا وقوع حتمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور وہ دوبارہ اُٹھانے پر بھی قادر ہے(وَلِلّٰہِ غَیۡبُ... عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴿۷۷﴾)

۵۔اللہ تعالیٰ ہر کام کے مقدمات کو حذف بھی کر سکتا ہے اور اسے مختصر بھی اور اسے تیز بھی کر سکتا ہے۔(کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ)

(مقدمات حذف کرنے کی مثال حضرت عیسیٰؑ کا گہوارہ میں کلام کرنا مقدمات میں تیزی کی مثال حضرت سلیمانؑ کے پاس ملکہ بلقیس کے تخت کا پلک جھپکنے میں آنا۔)

۶۔دنیا پر غرور نہ کریں اس لئے کہ قیامت دور نہیں ہے لہٰذا خود کو آمادہ رکھیں۔(کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ)

آیت نمبر ۷۸

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اس نے تمہیں تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے اس لئے کہ تم شکر گزار بنو۔ (۷۸)

نکات:

(الف) لفظ ''اُمہات'' ''اُم'' کی جمع ہے ''اُمات'' کو ''اُمہات'' کہا جاتا ہے حرف ''ھا'' جمع میں زائد ہے۔

پیغام:

۱۔ بچے کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا اللہ کے حکم کے تحت ہوتا ہے (وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ)

۲۔ انسان کے اندرونی نقائص اور گزشتہ چیزوں کے فقدان کی یاد اس کے دل میں شکر گزاری کے جذبات کو بیدار کرتی ہے۔ (لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸)

۳۔ یہ الٰہی حکمت وسنت ہے کہ ہر کام وسیلہ سے طے ہو اس لئے علم کے حصول کیلئے آنکھ، کان اور دل کو خلق فرمایا (جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ...)

۴۔ آنکھ سے قبل کان اپنا کام شروع کرتے ہیں (کان ماں کے پیٹ میں بھی اپنا کام اپنی تخلیق کے ساتھ شروع کر دیتے ہیں جبکہ آنکھیں ولادت کے بعد بھی کچھ دیر تک بند رہتی ہیں۔ شاید اسی بنا پر آیت میں کان کا ذکر پہلے ہے اور آنکھ کا بعد میں ہے۔ (جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ)

۵۔ ہر نعمت کا شکر یہ ہے کہ اسے الٰہی حدود کے اندر استعمال کیا جائے کیونکہ قرآن کریم نے ان لوگوں پر شدید نکتہ چینی کی ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور حقائق کو نہیں دیکھتے کان بھی رکھتے ہیں لیکن حق بات نہیں سنتے۔ (جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸)

۶۔ آنکھ اور کان جیسی عظیم نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ ان کے ذریعے تحصیل علم کیا جائے کیونکہ آیت کا ابتدائی پیغام: یہ ہے کہ ''' تم نہیں جانتے تھے ہم نے تمہیں آنکھ، کان دیئے تا کہ تم شکر ادا کرو یعنی تحصیل علم کرو۔ (جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۷۸﴾)

آیت نمبر ۷۹

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴿۷۹﴾

ترجمة الآيات

کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں اللہ کے سوا کس نے انہیں تھام رکھا ہے اہل ایمان کیلئے یقیناً ان میں نشانیاں ہیں۔ (۷۹)

نکات:

(الف) اس سورۃ کی جھلک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں اللہ کی نعمات کا ذکر ہے اور ان نعمتوں کے ذریعے ان کے خالق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مثلاً آب باران، جانوروں کا دودھ، ثمرات، شہد، ازدواجی زندگی اور اولاد جیسی نعمات کا تذکرہ گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے اب اس آیت اور بعد کی آیات میں پرندوں، چوپاؤں کی کھال، اون اور پشم جیسی نعمات کا ذکر ہے علاوہ ازیں پہاڑوں سے فوائد حاصل کرنے کا تذکرہ بھی ہے۔

(ب) کبھی پرندے اکیلے اکیلے اڑتے ہیں اور کبھی اجتماعی صورت میں اڑتے ہیں کبھی منظم ہو کر اڑتے ہیں اور کبھی غیر منظم ہو کر کبھی بھاگنے کیلئے اور کبھی خوراک سے حصول کیلئے اڑتے ہیں ہر پرندہ اپنے مناسب پروں اور مخصوص وزن اور اپنی ضرورت کے مطابق پرواز کرتا ہے یہ تمام اُمور صاحبان عقل کیلئے خالق کی طرف توجہ کا سبب بنتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور جو لوگ غور و فکر نہیں کرتے ان پر تنقید فرماتا ہے۔ (اَلَمْ يَرَوْا)

۲۔ پرندے ہر حالت اور ہر جگہ میں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ (مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ)

۳۔ یہ سائنسی آلات و وسائل کی موجودگی ہمیں الٰہی طاقت سے غافل نہ کر دے یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے ۔(مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ)

(میں ایک دن ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا کہ دوران سفر کیپٹن نے اعلان کیا کہ ہم چند منٹوں میں ائر پورٹ پر اترنے والے ہیں میں نے اس سے کہا کہ آپ نے انشا اللہ کیوں نہیں کہا، اس نے کہا، جہاز کے کمپیوٹر نے ہمیں وقت، سفر اور فاصلے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اب انشاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا: یہ جو آئے دن جہاز گرتے رہتے ہیں کیا ان میں کمپیوٹر نہیں ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے کمپیوٹروں کا محتاج نہیں ہے۔ اُس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اعلان کیا۔ ہم انشاء اللہ تھوڑی دیر بعد ائر پورٹ پر اترنے والے ہیں‘‘ اس پر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا)

۴۔ پرندوں کی حیران کن پرواز میں ایک دو نشانیاں نہیں ہیں بلکہ کئی نشانیاں ہیں (لَاٰيٰتٍ) لیکن ان آیات سے فائدہ اٹھانا صرف اہل ایمان کا کام ہے۔

آیت نمبر ۸۰

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُيُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا يَوۡمَ ظَعۡنِكُمۡ وَيَوۡمَ اِقَامَتِكُمۡ‌ ۙ وَمِنۡ اَصۡوَافِهَا وَاَوۡبَارِهَا وَاَشۡعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ‏ ﴿۸۰﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور اُس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے گھر بنائے جنہیں تم سفر اور قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو اس نے جانوروں کی اُون صوف اور بالوں سے تمہارے لئے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کیں جو ایک مدت تک تمہارے کام آتی ہیں۔ (۸۰)

نکات:

لفظ ’’بیت‘‘ ’’بُيُوۡتِكُمۡ ‘‘ سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے ایسا مقام استراحت جہاں پر انسان رات بسر کرے

''ظَعۡنِكُمۡ'' کا معنیٰ ہے ''کوچ کرنا اور چلنا'' ''اَثَاثًا'' کا معنیٰ ہے ''گھر کا اضافی سامان'' ''تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا'' سے مراد ایسے خیمے جن کی نقل وحمل آسان ہوتی ہے۔

پیغام:

۱۔ گھر ''سکھ اور چین کی جگہ ہے۔(بُيُوۡتِكُمۡ سَكَنًا)

۲۔ جانوروں کے فوائد یعنی ان کی کھال، پشم، اون اور بالوں سے غافل نہیں رہنا چاہیے یہ تمام چیزیں زندگی کے اسباب ہیں اور ان سے خیمے بھی بنائے جاتے ہیں۔(مَتَاعًا)

۳۔ نعمتوں سے استفادہ کرنے کا زمانہ محدود ہے۔(اِلٰى حِيۡنٍ﴿۸۰﴾)

۴۔ انسانی ضروریات اور نعمات خداوندی میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے انسانی جسم کی جانوروں کی کھالوں، پشم اور اون وغیرہ سے مناسبت الٰہی تدابیر میں سے ایک اہم تدبیر ہے۔(جَعَلَ لَكُمۡ ، جَعَلَ لَكُمۡ)

۵۔ جانوروں کی کھال ہو یا ان کی پشم اور اون کتنے نرم ونازک ہوتے ہیں ان کی نزاکت اور نرمی بھی الٰہی نعمت ہے۔ (تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا)

آیت نمبر ۸۱

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ سَرَابِيۡلَ تَقِيۡكُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِيۡلَ تَقِيۡكُمۡ بَاۡسَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ﴿۸۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ بہت سی چیزوں سے تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسی پوشاکیں بنائیں تاکہ وہ تمہیں گرمی سے محفوظ رکھیں اور ایسی پوشاکیں جو تمہیں جنگ سے بچائیں اس طرح اللہ تم پر اپنی نعمات کی تکمیل کرتا ہے شاید تم فرمان بردار بن جاؤ۔(۸۱)

نکات:

(الف) لفظ ''اَكْنَانًا'' ''کن'' کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ''چھپنے کا وسیلہ'' اس آیت کریمہ میں اس سے مراد ''پہاڑوں کے اندر موجود غار اور سرنگیں ہیں''۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت کے اندر شہر میں بسنے والے لوگوں کیلئے گھر کی نعمت کو بیان فرمایا ہے۔(جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا) اور خانہ بدوشوں کیلئے خیمے کی نعمت کو بیان فرمایا (وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا) اور اس آیت میں غار میں رہنے والوں کیلئے غار کی نعمت کو بیان فرمایا (وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا)

(ج) ویسے تو لباس کی مختلف قسمیں ہیں ان میں صرف ''سرابیل (قمیص) کا ذکر آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرد و زن اور بوڑھے جوان سب کیلئے ہر حال میں ضروری ہوتا ہے اور تمام بدن کو چھپائے رکھتا ہے۔

(د) صاحب تفسیر المیز ان نے فرمایا ہے کہ یہ عربوں کی عادت رہی ہے کہ وہ دو متضاد چیزوں میں سے صرف ایک کا نام لیتے ہیں حالانکہ ان کی مراد دونوں چیزیں ہوتی ہیں چنانچہ اس آیت میں بھی ''تَقِيْكُمُ الْحَرَّ'' سے مراد وہ لباس ہے جو انسان کو سردی اور گرمی دونوں سے محفوظ رکھتا ہے اگر چہ آیت میں تذکرہ صرف گرمی کا ہے۔

پیغام:

۱۔ جب انسان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے اور ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کا ولی نعمت کے ساتھ تعلق بڑھ جاتا ہے اور اس کے اندر تسلیم و رضا اور بندگی و عبادت کی روح زندہ ہو جاتی ہے۔(کلّ آیه)

۲۔ سائے کی اہمیت و افادیت روشنی اور نور سے کچھ کم نہیں ہے (جَعَلَ لَكُمْ ... ظِلٰلًا)

۳۔ نعمتوں سے استفادہ ان کے خالق سے ہمیں غافل نہ کر دے۔(اس آیت میں ''جَعَلَ'' کا لفظ تین بار آیا ہے اور ''خَلَقَ'' کا لفظ ایک بار آیا ہے۔)

۴۔ ''زرہ اور جنگی دفاع'' کا لفظ جو لوہے کا نرم ہو جانے کے ساتھ اور تکنیک سے تیار کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں سے ہے (جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ .... تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ)

۵۔ لوگوں کی نعمتوں کی طرف اور ان کے خالق کی طرف متوجہ کرنا سرکشی اور غرور و تکبر سے بچانے کا بہترین راستہ ہے۔(يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴿۸۱﴾)

۶۔ گفتگو کرتے وقت مخاطب کی نفسیات اور اس کے ماحول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، ہوتا ہے۔(اگر چہ لباس سردی سے بچاتا ہے حسن اور جمال میں اضافہ بھی کرتا ہے لیکن حجاز کے علاقہ کی سب سے بڑی مشکلات وہاں کی گرمی اور جنگ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت میں ان دو فوائد گرمی سے بچاؤ اور جنگ میں محفوظ رہنے کی طرف اشارہ فرمایا (سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

الْحَرَّ ۔۔۔ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ)

آیت نمبر ۸۲

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾

ترجمۃ الآیات

اب اگر یہ منہ موڑتے ہیں تو (اے رسول) تم پر واضح انداز میں پیغام حق پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ (۸۲)

پیغام:

۱۔ انسان مکتب اور عقیدے کے انتخاب میں خودمختار ہے جس کی دلیل انبیاء کی دعوت کے مقابلے میں انسانی سرکشی اور روگردانی ہے۔(فَاِنْ تَوَلَّوْا ۔۔۔)

۲۔انبیاء کا وظیفہ ابلاغ ہے اجبار نہیں ہے۔(فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ)

۳۔تبلیغ ہمیشہ روشن اور واضح ہونا چاہئے اس میں کسی قسم کا شک وابہام نہ ہو۔(الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾)

۴۔اگر انسان کے اندر روح سلیم نہ ہو تو واضح ترین تبلیغ (الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾) اور انبیاء جیسے پاکیزہ ترین افراد کی تعلیم بھی اثر نہیں کر سکتی (فَاِنْ تَوَلَّوْا ۔۔۔)

آیت نمبر ۸۳

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۃ الآیات

یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچان لیتے ہیں، پھر اس کا انکار کر دیتے ہیں ان میں سے اکثر تو کافر ہیں۔ (۸۳)

نکات:

(الف) قرآن مجید نے اس امر کا بار بار ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود حق سے انکاری ہیں اور ہمیشہ ہٹ دھرمی کو اپنانے والے ہیں۔ اس لئے ایک مقام پر فرمایا: (وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ) اندر سے یقین رکھتے ہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں (نمل ۱۴)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: یہ لوگ پیغمبرؐ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں، پھر بھی انکار کرتے ہیں۔ (يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ) (بقرہ ۱۴۶) کبھی کہا: "يَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ" حق کو جانتے ہیں پھر بھی اسے چھپاتے ہیں (بقرہ ۱۴۶) اور کبھی فرمایا: (فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ) بات کو سمجھتے ہیں لیکن اسے چھپاتے ہیں۔ (بقرہ ۸۹)

(ب) حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "کہ جب امام علیؑ نے مسجد نبوی میں حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی تھی تو اس پر سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۵۵ آیت ولایت نازل ہوئی" کہ تمہارا اولی صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ ہیں جو حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں" اس واقعہ کے بعد لوگوں نے اپنے آقا و مولا (امام علیؑ) کو پہچان لیا تھا لیکن بعد میں منکر ہو گئے تھے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا) (تفسیر کنز الدقائق)

(ج) حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "نحن واللہ نعمت اللہ التی انعم بہا علی عبادہ و نبا یفوز من فاز" خدا کی قسم ہم ہی وہی نعمت ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کو بطور انعام عطا کی ہے اور صرف ہماری وجہ سے لوگوں کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ (بحار الانوار، ج ۸، ص ۲۴۵)

پیغام:

۱۔ صرف علم و شناخت رکھنا ہی کافی نہیں اسے قبول کرنا اور عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ (يَعْرِفُونَ ... يُنْكِرُونَهَا)

۲۔ کفر کے بنیادی اسباب جہالت کے علاوہ ملی تعصب ہٹ دھرمی اور مادی مفادات کا تحفظ ہیں۔ (يَعْرِفُونَ ... يُنْكِرُونَ ... الْكٰفِرُونَ﴿۸۳﴾)

۳۔ حق کی شناخت کے بعد ایک عرصہ اندرونی کشمکش جاری و ساری رہتی ہے بالآخر بدبختی غالب آجاتی ہے اور انسان کفر کی وادی میں گم ہو جاتا ہے۔ (ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا) کا پیغام: دیا ہے (فینکرونہا) کی بات نہیں کی۔

آیت نمبر ۸۴

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ﴿۸۴﴾

ترجمة الآيات

اور اس روز ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے پھر کافروں کو نہ حجتیں پیش کرنے کا موقع دیا جائیگا اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ (۸۴)

نکات:

(الف) قرآن مجید نے متعدد مقامات پر قیامت کے گواہوں کی بات کی ہے کہ اس دن انبیاء، فرشتے، اولیاء اللہ، زمین اور آسمان گواہ ہوں گے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر امت اور ہر زمانے کا ایک گواہ ہوتا ہے جس کے ساتھ لوگوں کو محشور کیا جائے گا۔ (تفسیر مجمع البیان)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''نحن الشهود على هذه الامة'' ہم اس امت کے گواہ ہیں۔

(ب) اگر چہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور وہ ہر چیز سے آگاہ و باخبر ہے لیکن متعدد گواہوں کا ہونا اہل ایمان کیلئے حیا اور تقویٰ کے پیدا ہونے اور مجرمین کی مزید رسوائی کا سبب ہے۔

(ج) گواہی اور شہادت کیلئے جہاں علم اور آگاہی کی ضرورت ہے وہاں عدالت بھی ضروری ہے اس لئے جو اولیاء اللہ قیامت کے دن ہم پر گواہ ہونگے انہیں اس دنیا میں ہمارے اعمال کا ناظر ہونا چاہئے اور ہمارے اعمال ان کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ یہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو متعدد روایات اور آیات میں بیان ہوا ہے جیسے یہ آیت مبارکہ ہے۔ (فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ) عنقریب اللہ اور اس کا رسول اور مومنین دیکھیں گے'' (سورہ توبہ ۱۰۵) انہیں روایات کی رو سے ہمارے اعمال ہر ہفتے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور اس عقیدے کے بغیر شہادت (گواہی) کی آیات کی کوئی اور توجیہ نہیں ہوسکتی جو شخص ہمارے اعمال سے بے خبر ہے اور صفت عدالت سے بھی عاری ہے وہ قیامت کے دن کیسے گواہ بن سکتا ہے؟

(د) لفظ ''استعتاب'' ''عتاب'' سے لیا گیا ہے اس کا معنیٰ ہے ایک مجرم صاحب حق سے عتاب اور سرزنش کا خواہاں ہوتا ہے۔ تاکہ اس طریقے سے اس کا غصہ ٹھنڈا ہو اور وہ راضی ہو جائے۔

(ر) اس دنیا میں توبہ بھی کی جاسکتی ہے اور معذرت بھی علاوہ ازیں جرم کی تلافی بھی ممکن ہے لیکن قیامت کے دن نہ تو

توجیہہ وتاویل سے کام لیا جائے گا اور نہ معذرت وتلافی ممکن ہوگی۔ توجیہہ اس لئے ناممکن ہوگی کیونکہ جب کچھ جہنمی اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہیں گے (لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ) اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ (سبأ ۳۱) تو انہیں جواب میں کہا جائے گا۔ (بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ) بلکہ تم خود مومن نہیں تھے (صافات ۲۹)

گناہ کی تلافی اس لئے ناممکن ہوگی کہ جب گناہ گار خدا سے درخواست کریں گے۔ (فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا) ہمیں دنیا میں پلٹا دے تا کہ ہم نیک عمل بجا لائیں۔ (سجدہ ۱۲) تو جواب میں کہا جائے گا (كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا) یہ سب زبانی باتیں ہیں۔ (مومنون ۱۰۰)

پھر اس مضمون پر مشتمل سورۃ سجدہ کی آیت ۱۴ میں ہے (فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِيۡتُمۡ) اب اپنے کئے کا مزہ چکھتے رہو۔

معذرت اس لئے ناممکن ہوگی کیونکہ قرآن نے اس بارے میں فرما دیا ہے (وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ) انہیں معذرت کی اجازت نہیں ہوگی۔ (مرسلات ۳۶)

پیغام:

۱۔ ہر قوم پر گواہی دینے والا اسی قوم سے ہونا چاہئے تا کہ اس پر حجت تمام ہو جائے (مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا)

۲۔ اللہ کی طرف سے ہر قوم میں اور ہر زمانے میں لوگوں پر ایک حجت اور گواہ کا ہونا لازم ہے (مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا)

۳۔ عدالت الٰہیہ کیلئے حساب وکتاب اور گواہ اور شہادت لازمی اُمور ہیں۔ (شَهِيۡدًا)

۴۔ جب گواہ اور حجت موجود ہوں تو پھر توجیہہ وتاویل یا معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (لَا يُؤۡذَنُ ...لَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ﴿۸۴﴾)

آیت نمبر ۸۵

وَاِذَا رَاَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الۡعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ﴿۸۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور ظالم لوگ جب ایک مرتبہ عذاب دیکھ لیں گے تو اس کے بعد نہ ان کے عذاب میں کوئی کمی

کی جائے گی اور نہ انہیں ایک لمحہ بھر کی مہلت دی جائے گی۔ (۸۵)

نکات:

(الف) ہم نے اس سے قبل والی آیت میں پڑھا ہے کہ قیامت کے دن نہ تو توجیہہ وتاویل کی اجازت ہوگی اور نہ رضا طلبی کی اجازت ہوگی۔ اور اس آیت کا پیغام: ہے کہ اس دن نہ تو عذاب میں کمی ہوگی اور نہ ہی کسی قسم کی تاخیر ہوگی۔

پیغام:

۱۔ سزا اور اس کی نوعیت گناہ سے دور رکھنے کا مؤثر عامل ہے (رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ)

۲۔ اللہ کے عذاب حقیقی کا سبب انسان کا اپنا ظلم ہے۔ (اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا)

۳۔ قیامت کے دن ظالموں کی سزا میں نہ تو کمی ہوگی اور نہ تاخیر ہوگی۔ (الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔۔۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ ۔۔۔)

آیت نمبر ۸۶

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے پروردگار! یہی ہیں وہ ہمارے شریک جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے اس پر ان کے وہ معبود انہیں صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ (۸۶)

نکات:

(الف) روایات کے مطابق قیامت کے مختلف مواقف ہیں۔ کسی مقام پر جہنمیوں کو روک کر ان کے لبوں پر مہر لگا

دی جائے گی اس وقت ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ دوسرے مقام پر وہ چیخیں گے اور چلائیں گے آہ وفریاد بلند کریں گے۔ کسی اور مقام پر انسان کی یہ کوشش ہوگی کہ اپنے گناہ دوسروں کی گردن پر ڈالے مثلاً وہ شیطان سے کہے گا: تو نے ہی مجھے کفر وشرک اختیار کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ لیکن شیطان اُس کے جواب میں کہے گا: میں تو پہلے ہی دن سے تمہارے شرک کا مخالف تھا(اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ) (ابراھیم ۲۲) کسی مقام پر بتوں کو قصور وار ٹھہرایا جائے گا۔ لیکن وہ بھی اس بات سے اظہار برأت کریں گے۔ (وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ) (فاطر ۱۴) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے خطاب فرمائے گا۔ ''کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ وہ تمہیں اور تمہاری والدہ کو معبود بنائیں'' تو وہ جواب میں عرض کریں گے۔

''تو ہر شریک سے پاک و پاکیزہ ہے'' میں نے ہرگز کسی کو تیرے علاوہ عبادت کی دعوت نہیں دی(قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ) (مائدہ ۱۱۶)

زیر بحث آیت میں بھی موجودات کا تذکرہ ہے جنہیں اللہ کا شریک قرار دیا گیا ہوگا اور وہ مشرکین سے اظہار برأت کریں گے اور انہیں جھوٹا قرار دیں گے۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے مشرکین اس کیلئے شریک قرار دیتے ہیں۔ (شُرَكَآءَهُمْ) کہا ہے۔ (شُرَكَآءَ اللهِ) نہیں فرمایا۔

۲۔ قیامت کی وحشت کچھ اس طرح ہوگی کہ انسان اپنے بچاؤ کیلئے اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ (هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا)

۳۔ جھوٹے معبود بھی قیامت کے دن محشور کئے جائیں گے۔ (هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا)

۴۔ قیامت کے دن بت بھی اپنے دفاع کیلئے بولیں گے۔ (فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ)

۵۔ بت اپنی معبودیت کی صلاحیت کی خود نفی کریں گے۔ اور بت پرستوں سے کہیں گے۔ ''درحقیقت تم اپنے خیالات کی پوجا کرتے تھے۔ (اَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾)

آیت نمبر ۸۷

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَىِٕذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۃ الآیات

اُس وقت یہ سب اللہ کے حضور جھک جائیں گے اور ان کی وہ ساری افترا بازیاں ختم ہو جائیں گی جو یہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔(۸۷)

پیغام:

۱۔اگر آج اس کی بارگاہ میں سر تسلیم خم نہیں کرتے تو کل بروز قیامت ہر حال میں اس کے حضور جھکنا پڑے گا۔لیکن اُس وقت کیا فائدہ۔(وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ السَّلَمَ)

۲۔قیامت کے دن تصوراتی نظریئے مٹ جائیں گے۔(غیر اللہ.....شفاعت)

۳۔تقرب وعزت ونصرت سب اُمیدیں خاک میں مل جائیں گی۔(ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۸۷﴾)

آیت نمبر ۸۸

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

جن لوگوں نے خود راہ کفر کو اختیار کیا اور دوسرے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا انہیں ہم عذاب پر عذاب دیں گے اس فساد کے عوض جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔(۸۸)

نکات:

(الف) الٰہی راستے کے بارے میں لوگوں کا ردعمل مختلف ہوتا ہے کسی کا ردعمل مثبت اور کسی کا منفی ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لئے مختلف درجات ومراحل ہیں۔

مثبت ردعمل

۱۔کچھ لوگ وہ ہیں جو الٰہی راستے کو سمجھنے اور اُس پر چلنے کے منتظر ہیں۔(عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ)

(قصص ۔ ۲۲)

۲۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو خدا کیلئے ہجرت کرتے ہیں ۔ (وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (نساء ۔ ۱۰۰)

۳۔ کچھ لوگ وہ ہیں جن کا محاصرہ صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ الٰہی راستے پر قائم ہیں ۔ (اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (بقرہ ۔ ۲۷۳)

۴۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو راہ خدا میں مشکلات برداشت کرتے ہیں ۔ (اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ) (آل عمران ۔ ۱۹۵)

۵۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو راہ خدا میں دعوت دیتے ہیں ۔ (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ) (نحل ۔ ۱۲۵)

۶۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو راہ خدا میں ہرگز سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے ۔ (فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (آل عمران ۔ ۱۴۶)

۷۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں (يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (آل عمران ۔ ۱۱۱)

۸۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو راہ خدا میں قتل ہوجاتے ہیں ۔ (قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (آل عمران ۔ ۱۶۹)

منفی ردعمل

۱۔ کچھ لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ الٰہی راستے پر قائم ہیں ۔ (وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ) (اعراف ۳۰)

۲۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے راستے میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ (يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا) (اعراف ۴۵)

۳۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسروں کیلئے اللہ کے راستے کو بند کردیتے ہی ۔ (يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ) (اعراف ۴۵)

۴۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو الٰہی راستے کو بند کرنے کیلئے اپنا مال بھی خرچ کرتے ہیں ۔ (يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (انفال ۳۶)

پیغام:

۱۔ کفر ''فساد'' کا مقدمہ ہے (كَفَرُوْا وَصَدُّوْا ... يُفْسِدُوْنَ﴿۸۸﴾) اور اسی طرح ایمان، عمل صالح کا مقدمہ ہے (امنوا وعملوا الصالحات) جو متعدد آیات میں مذکور ہے۔

۲۔ کفر کے وہ وڈیرے جو اپنے قلم، بیان اور دوسرے ذرائع سے اللہ کے راستے کو بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا حساب و کتاب عام لوگوں سے جداگانہ ہے ۔ (زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ)

۳۔ صرف وہی لوگ زمین میں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں جو معاشرے کے امن و امان کو نہس نہس کردیتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی کردیتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی مفسد ہیں جو کسی صورت میں معاشرے کی معنوی ترقی میں مانع ہوتے ہیں (اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا ... بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴿۸۸﴾)

آیت نمبر ۸۹

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول! انہیں اس دن کے بارے میں بتا دو) جب کہ ہم ہر اُمت میں خود اُسی کے اندر سے ایک گواہ کھڑا کریں گے جو اس پر شہادت دے گا اور ان لوگوں کے مقابلے میں گواہی دینے کے لئے ہم تمہیں لائیں گے۔ اس لئے ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور ہدایت ورحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تسلیم کیا ہے۔ (۸۹)

نکات:

(الف) اس آیت سے قبل جو پانچ آیات گزری ہیں ان میں اُمتوں پر گواہ کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔ اور یہ ہمارے قطعی عقائد میں شامل ہے کہ قیامت کے دن ہر امت کیلئے ایک گواہ اور شاہد ہے۔ رسول اکرمؐ اس اُمت کے اور دوسری امت کے گواہوں پر شاہد ہیں۔ یہاں پر جو اہم نکتہ قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جو گواہی اولیاء اللہ کی ہے وہ حسی ہو اور آنکھوں سے دیکھی گئی ہو اور علم کے ساتھ ہو اور جو گواہ ہیں وہ ہر طرح کے گناہ اور کذب سے معصوم ہوں۔ تاکہ ان کی گواہی قیامت جیسے حساس دن میں تمام لوگوں کیلئے ایک طرح کی اتمام حجت کا کام دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کے حاضر و غائب اور باطنی اعمال سے جو لوگ آگاہ ہو سکتے ہیں اور قیامت کے دن جن کی بات اللہ اور امت کیلئے قابل قبول ہو سکتی ہے وہ یا تو انبیاء ہو سکتے ہیں یا آئمہ معصوم، جو غیبی امداد کے ذریعے انسانوں کے چال چلن اور ان کے باطن سے واقف ہوتے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(ب) تفسیر صافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! جو کچھ آسمانوں اور زمین اور اس کے

درمیان میں ہے اور جو کچھ جنت اور جہنم میں ہے ہم اس کو بخوبی جانتے ہیں۔'' پھر آپ نے اس آیت کی تین دفعہ تلاوت فرمائی۔(تفسیر کنز الدقائق)

(ج) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ''اُمت کو جس چیز کی بھی ضرورت درپیش ہوتی ہے اس کا بیان قرآن کریم میں موجود ہے اور تم لوگ مجھ سے جو بات سنتے ہو اگر تم اس کا قرآن سے ثبوت چاہتے ہو تو میں پیش کر سکتا ہوں۔(تفسیر کنز الدقائق)

(د) امام علیؑ فرماتے ہیں: ''تم لوگوں کے تمام احوال، اس دنیا سے چلے جانے والے اور آنے والے لوگوں کے حالات، آسمان اور زمین کے مفصل احوال قرآن مجید میں موجود ہیں۔'' (تفسیر کنز الدقائق)

(ر) مختلف ادیان کی ایک سربراہی مجلس میں امام رضاؑ نے فرمایا تھا ''رسول اکرمؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپؐ ایک غریب اور یتیم فرد تھے۔ انہوں نے کسی سے کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ باوجود اس کے ان کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو ''تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ'' ہے اور زمانہ ماضی اور قیامت تک آنے والے کی خبریں اس میں موجود ہیں۔''

(ز) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جس کسی مسئلے میں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہو تو کتاب اللہ میں وہ اصل موجود ہے جو مسئلے کا حل ہے۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ لوگوں کی عقلیں وہاں تک رسائی حاصل کر سکیں۔(تفسیر نور الثقلین)

(س) قرآن کریم میں ہر چیز کا ذکر ہے لیکن ہر شخص کو یہ رسائی حاصل نہیں جو وہاں تک پہنچ سکے۔ امام علیؑ کا فرمان ہے ''کہ قرآن کی ظاہری عبارت عوام کیلئے ہے جو خواص ہیں ان کیلئے اس میں رموز و اشارے موجود ہیں۔ جو اولیاء اللہ ہیں ان کیلئے لطائف الٰہی اور جو انبیاء ہیں ان کیلئے اس میں حقائق موجود ہیں۔(تفسیر فرقان)

(ش) ہر چیز کا ''تِبۡیَانًا'' ہونا یا تو براہ راست ہے یا پھر ان آیات کے ذریعے ہے جن میں اس کے اصول بیان کئے گئے ہیں اور وہ اصول ہمارے لئے مفید ہیں مثلاً یہ آیت کریمہ ''مَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ٭ وَمَا نَہٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا'' جو چیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس لے آئیں ہیں اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکا گیا ہے اس سے رک جاؤ۔(حشر ۷)

اس طرح سورۃ نحل کی آیت ۴۴ میں کہا گیا ہے ''لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ'' جو چیز لوگوں کیلئے نازل ہوتی ہے آپؐ، اُسے وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

پیغام:

۱۔ اولیاء اللہ کی ہمارے اعمال پر دائمی نظارت قرآنی مسلمات میں سے ہے۔(شَہِیۡدًا عَلَیۡہِمۡ)

۲۔ قیامت کے دن گواہوں کا سلسلہ مراتب ہے ہر امت کا امام اس امت کا شاہد ہوتا ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ ان تمام گواہوں پر شاہد ہیں۔(جِئۡنَا بِکَ شَہِیۡدًا عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ)

۳۔ رسول اکرمؐ تمام انبیاء پر شاہد ہیں اور ان کی کتاب تبیان کل شیء ہے۔ (نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ)

۴۔ قرآن کریم تمام معاشرتی ضروریات کی جامع کتاب ہے۔ (تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ)

۵۔ جب انسان منزل تسلیم پر آجائے تو ہدایت اس کیلئے لازم ہو جاتی ہے۔ (هُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ﴿۸۹﴾)

آیت نمبر ۹۰

اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِيۡتَآئِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَيَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَالۡبَغۡىِ ۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ﴿۹۰﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور برائی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔ (۹۰)

نکات:

(الف) یہ آیت کریمہ ایک عالمی منشور پر مکمل طور پر محیط ہے اس آیت کو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نماز جمعہ کے خطبے میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ علامہ فیض کاشانی نے تفسیر صافی میں لکھا ہے ''اگر قرآن مجید میں صرف یہی آیت ہوتی تو ہمارے لئے کافی تھی کہ قرآن (تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ) ہے'' اس آیت کے اوامر اور نواہی تمام ادیان میں موجود چلے آرہے ہیں اور کسی زمانے میں منسوخ نہیں ہوئے۔

ولید بن مغیرہ اس آیت پر اس قدر فریفتہ ہوگیا کہ کہنے لگا: اس آیت کی شیرینی، جاذبیت، حسن و جمال اور اس کے مضامین اتنی وسعت رکھتے ہیں کہ انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

جناب عثمان بن مظعون کا بیان ہے کہ جب میں نے اس آیت کو سنا تو اسلام میری رگ رگ میں اتر گیا اور میرے دل میں گھر کر گیا۔

(ب) ''عدل'' ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی برابری بصیرت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ اور عدل ایک ایسی چیز ہے کہ

جس کی برابری کو بصارت سے بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔عدل جزا کے علاوہ پیش کی جائے۔(مفردات راغب)

''عدل'' نظام تکوین میں اس کے پائیدار ہونے کی دلیل ہے "بالعدل قامت السموات و الارض" عدل کے ذریعے کائنات کا نظام باقی ہے اور نظام تشریع میں تمام انبیاء کی دعوت کا سرنامہ ہے۔

(ج)''احسان'' ایک ایسا مبارک کلمہ ہے جو تمام اقتصادی، فکری، ذہنی، علمی اور ثقافتی خدمات پر محیط ہے۔

''فحشا'' ایسے گناہ کو کہا جاتا ہے جو بڑا بھی ہو اور رسوا کن بھی ہو۔

''منکر'' ایسے کام کو کہا جاتا ہے کہ جس کا عقل، شریعت اور فطرت انکار کریں۔

(د) تفسیر ظلال القرآن میں ہے ''جب طاغوت اپنے غلط پروپیگنڈے گناہ کی برائیوں کو لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا کر کے پیش کرے اور لوگوں کے نزدیک گناہ کی حیثیت کو بالکل کم کر دے تو یہیں سے معروف اور منکر کا آغاز ہو جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ کیا وہ خدا جو اپنے بندوں کو عدل و احسان کی دعوت دیتا ہے وہ خود عادل نہیں ہوگا۔(اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ)

۲۔عدل و احسان جب باہم ملتے ہیں تو پرکشش بن جاتے ہیں۔ورنہ خشک قوانین دلوں کو جذب نہیں کر سکتے (يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ) عدل واجب ہے اور احسان مستحب ہے۔

۳۔سب سے اولین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا خود خدا ہے (اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ۔۔۔ وَيَنۡهٰى)

۴۔احسان کی صورت میں قریبی رشتہ داری اور صلہ رحمی کو اولویت حاصل ہے۔(الۡاِحۡسَانِ وَاِيۡتَآئِ ذِى الۡقُرۡبٰى)

۵۔امر بالمعروف نہی عن المنکر پر مقدم ہے اور دل احسان پر مقدم ہے۔(يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ۔۔۔ وَيَنۡهٰى)

۶۔امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ صدق وصفا محبت والفت کے ماحول میں اور وعظ ونصیحت اور خیر خواہی کے قالب میں ادا ہونا چاہیئے۔(يَاۡمُرُ۔۔۔۔۔ وَيَنۡهٰى۔۔۔۔ يَعِظُكُمۡ)

۷۔امر بالمعروف کا فریضہ انجام دینے والوں کو لوگوں سے یہ توقع نہیں رکھنا چاہیئے کہ وہ ان سے سو فیصد متاثر ہوں گے (لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ۝۹۰)

۸۔لوگ فطری طور پر عدل و احسان کی طرف میلان رکھتے ہیں اور فحشاء اور منکر سے نفرت رکھتے ہیں۔لیکن وسوسے اور غرایز غفلت کا موجب بن جاتے ہیں لہٰذا انہیں وعظ ونصیحت سے بیدار کرنا چاہیئے (لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ۝۹۰)

۹۔نہی عن المنکر کرتے وقت پہلے رسوا کرنے والے گناہوں سے روکنا چاہیئے اسی طرح امر بالمعروف کے موقع پر

پہلے واجبات کی ادائیگی کی نصیحت کی جانی چاہیے (يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ۔۔۔۔ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ)

۱۰۔ عدل کا حکم دینا اور فحشاء سے روکنا اللہ تعالیٰ کا ابدی طریقہ ہے (يَأْمُرُ۔۔۔۔ وَيَنْهٰى۔۔۔۔ يَعِظُكُمْ) تینوں فعل مضارع کے صیغے ہیں جو استمرار پر دلالت کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۹۱

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد انہیں توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمھارے تمام افعال سے باخبر ہے۔ (۹۱)

نکات:

(الف) روایات کے مطابق اس آیت کریمہ میں اللہ کے ساتھ جس عہد و پیمان کا ذکر ہوا ہے اُس سے مراد الٰہی رہبروں کے ساتھ عہد و پیمان ہے (تفسیر صافی، تفسیر دُر منثور)

(ب) اگر لوگ اپنے عہد و پیمان کو ادا کریں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے لطف و کرم کے وعدہ کو پورا فرمائے گا۔ (وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ)

پیغام:

۱۔ الٰہی وعدوں اور قسموں کو پورا کرنا لازمی ہے۔ (وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ)

۲۔ اس قسم اور عہد کو پورا کرنا نہایت ضروری ہے جن کا قصد سنجیدگی کے ساتھ کیا گیا ہو۔ (بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا) کیونکہ ہم نے سورۃ مائدہ کی آیت ۸۹ میں پڑھا ہے کہ خداوند تعالیٰ تمہاری لغو قسموں سے مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ)

۳۔تمہاری عہد شکنی کو خدا بخوبی جانتا ہے وہ اس کی سزا ضرور دے گا تم خواہ اسے سمجھو یا نہ سمجھو۔(اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴿۹۱﴾)

آیت نمبر ۹۲

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴿۹۲﴾

ترجمۃ الآیات

تمہاری حالت اُس عورت کی طرح نہ ہو جائے جس نے محنت سے سوت کا تا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔تم اپنی قسموں کو۔آپس کے معاملات میں مکروفریب کا ہتھیار بناتے ہوتا کہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ کر فوائد حاصل کرے حالانکہ اللہ اس عہد کے ذریعہ سے تم کو آزماتا ہے اور وہ ضرور قیامت کے دن تمہارے تمام اختلافات کی حقیقت تم پر واضح کر دیگا۔(۹۲)

نکات:

(الف) تاریخ میں ایک پاگل عورت آدھے دن تک سوت یا اُون کا تا کرتی تھی۔اور دن کے باقی آدھے حصے میں اپنے کاتے ہوئے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔اس کا یہ کام ضرب المثل بن گیا۔قرآن مجید نے بھی اس ضرب المثل کو بیان کیا ہے ان لوگوں کیلئے جو اپنی محنتوں کو ضائع کر دیتے ہیں اور عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے ہیں۔

(ب) حضرت فاطمہ زہرؑا نے مسجد مدینہ میں حکام وقت کے خلاف اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔''غدیر خم میں تم نے علی بن ابطالبؑ کے ساتھ جو بیعت کا عہد باندھا تھا اب اُسے توڑ ڈالا ہے۔تم اس عورت کی مثل

ہو گئے ہو جو اپنے کاتے ہوئے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔ (تفسیر فرقان)

(ج) قرآنی مثالیں اور ضرب الامثال ہر زمان اور ہر مکان میں تر و تازہ میں کیونکہ وہ فطرت کے عین مطابق ہیں اس لئے ایک پرائمری کلاس کے بچے سے لیکر ایک فلاسفر تک کے لوگوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں۔

(د) ما(اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ) کی دو طرح سے تفسیر کی جاسکتی ہے۔

۱۔ جب تم ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ عہد باندھ چکے ہو۔ تو ایک بڑے گروہ کی خاطر عہد مت توڑو۔

۲۔ جب تم ایک چھوٹے گروہ سے عہد باندھ چکے ہو تو طاقت ور گروہ کیلئے عہد مت توڑو۔

پیغام:

۱۔ عہد شکنی اپنی ساری محنت کو برباد کرنے کے مترادف ہے (نَقَضَتْ غَزْلَهَا)

۲۔ عہد و پیمان جتنا محکم و مضبوط ہوگا اس کا توڑنا بھی اس قدر معیوب ہوگا۔ (مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ)

۳۔ مسلسل عہد توڑتے رہنا انتہاء درجے کا ننگ و عار ہے (اَنْكَاثًا) ''نکث'' کی جمع ہے۔

۴۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے مقدسات سے نہیں کھیلنا چاہئے (ان مقدسات کو اپنے مکر و فریب اور دھوکہ بازی کا وسیلہ نہیں بنانا چاہئے (تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا)

۵۔ اقتدار، افرادی طاقت، سیاسی اور اقتصادی غلبہ عہد شکنی کا سبب بنتے ہیں۔ (اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ)

۶۔ الٰہی آزمائش کا ایک اور وسیلہ معاہدے کی پابندی ہے۔ (يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ)

۷۔ قیامت کی یاد تقویٰ کی سبب ہے اور معاہدوں کی پابندی کا موجب ہے۔ (وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)

آیت نمبر ۹۳

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

اگر اللہ چاہتا کہ (تم میں کوئی اختلاف نہ ہو) تو وہ تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ جسے

چاہتا ہے، گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے اور ضرور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (۹۳)

نکات:

(الف) خداوند تعالیٰ تمام لوگوں کو فطری طور پر ہدایت فرماتا ہے لیکن لوگ اپنی آزادی اور اختیار کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ ان راستوں پر چل نکلتا ہے جو عقل و فطرت کے خلاف ہے اور توبہ بھی نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

لیکن دوسرا گروہ راہ فطرت و اطاعت کو اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی انکی مدد فرماتا ہے۔ اور انہیں ہدایت بھی کرتا ہے۔ بنابریں اللہ کا گمراہ کرنا یا ہدایت کرنا انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ وہ جس راہ کو اپنائے گا اسی کے مطابق نتائج کو پائے گا۔ مثلاً جب استاد اپنے شاگردوں کی تعلیم کا آغاز کرتا ہے تو وہ پہلے دن جو درس دیتا ہے اور جو شاگرد اس کے درس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو استاد انہیں خصوصی وقت بھی دیتا ہے اور جو شاگرد نالائق ہوتے ہیں، استاد انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ یہی وہ سبب ہے کہ اگر انسان کا ہدایت پانا یا گمراہ ہونا اس کے اختیار میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آیت کے آخر میں یہ نہ فرماتا ''تم سے ضرور پوچھا جائیگا'' اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا ہم سے سوال کرنا ہی ہماری آزادی کی دلیل ہے کیونکہ ایک مجبور انسان سے سوال نہیں کیا جاتا۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مجبور نہیں کرتا اس نے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ (وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ)
۲۔ انسان اپنے عقیدے اور مکتب کے انتخاب میں آزاد ہے۔ (لَتُسْـَٔلُنَّ)
۳۔ روز قیامت کے سوال و جواب کو نہایت ہی سنجیدگی سے لینا چاہئے۔ (وَلَتُسْـَٔلُنَّ)
۴۔ انسان سے اس کے تمام کاموں کے بارے میں سوال ہوگا۔ (عَمَّا كُنْتُمْ)

آیت نمبر ۹۴

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

ترجمۃ الآیات

تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالینا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قدم مضبوط ہونے کے بعد اُکھڑ جائیں اور تم اس جرم کی پاداش میں برا نتیجہ دیکھو کیونکہ تم نے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے۔(۹۴)

نکات:

(الف) بقول راغب اصفہانی ''صَدَدْتُّمْ'' کے معنیٰ ہیں خود بھی رکنا اور دوسروں کو بھی روکنا'' کلمہ ''دخل'' ''دغل'' کے وزن پر ہے اور اسی کے معنیٰ میں ہے یعنی ''فریب اور دھوکہ''

پیغام:

۱۔ جب خطرہ ہر اعتبار سے یقینی ہو جائے تو پھر وعظ و نصیحت کے عمل کا تکرار کرو۔ (اسی مضمون پر مشتمل ۱۹۔ویں آیت میں بھی قسم سے ناجائز مفاد اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔)

۲۔عہد شکنی اور مقدسات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا انجام برا ہوتا ہے۔(فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا)

۳۔کبھی ایک گناہ دوسرے گناہوں کا مقدمہ بن جاتا ہے (عہد شکنی بدترین انجام کا سبب بن جاتی ہے۔علاوہ ازیں اپنے آپ کو اور دوسروں کو راہ خدا سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے۔(صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)

آیت نمبر ۹۵

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ کے عہد کو معمولی فائدے کے بدلے میں نہ بیچ ڈالو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔(۹۵)

نکات:

(الف) آیت ۹۱ سے ۹۵ تک پیمان شکنی اور اس کی سزا کے بارے میں اہم باتیں بیان ہوئی ہیں۔ وہ بذات خود اس گناہ کے خطرناک ہونے کی علامات ہیں۔لوگوں کی کثرت یا تمہاری لوگوں کے مقابلے میں قدرت مندی عہد شکنی کا سبب نہ بنے۔ (اُمَّةٌ هِيَ اَرۡبٰى) اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے (اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے پوچھے گا۔ (لَتُسۡـَٔلُنَّ)

عہد شکنی ''بہت سے گناہوں کا سبب بن سکتی ہے۔(فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ) اور اس آیت میں فرمایا ہے: ''معمولی قیمت میں الٰہی معاہدوں کو نہ توڑو۔(ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ)

پیغام:

۱۔ عہد شکنی حصول زر کا موجب بن جاتی ہے۔(لَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا)

۲۔ چاہے کسی چیز کی قیمت کتنی ہی زیادہ ہو پھر بھی عہد شکنی کے مقابلے میں اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔(ثَمَنًا قَلِيۡلًا)

۳۔معمولی سے فائدے کیلئے الٰہی معاہدوں کو توڑنا اور الٰہی لطف وکرم سے محروم ہو جانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ (هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۝۹۵)

آیت نمبر ۹۶

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۝۹۶

ترجمۃ الآیات

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے اور ہم ضرور صابرین کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔(۹۶)

پیغام:

۱۔ خدا کے علاوہ کسی فرد کو اور کسی چیز کو بقا حاصل نہیں (مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ۔۔۔۔)

۲۔ مادیات سے انقطاع، ہمیشہ یاد خدا میں محو رہنا، الٰہی معاہدوں سے وابستگی، وعدوں کو پورا کرنا، صبر کو اپنائے رکھنا، اور نفس کی خواہشات کی مخالفت کرنا، یہ تمام صفات لازمہ حیات ہیں (وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا)

۳۔ دنیا سے دوری محرومی نہیں کامیابی ہے۔ (وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا)

۴۔ خدا سے بہتر اور کوئی خریدار نہیں کیونکہ وہ معمولی قیمت کی جنس کو بھی بھاری قیمت میں خریدتا ہے۔ (بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۹۶)

آیت نمبر ۹۷

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۹۷

ترجمۃ الآیات

جو شخص بھی نیک عمل بجالائے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں اس طرح کے لوگوں کو ان کی جزا ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔ (۹۷)

نکات:

''حیات طیبہ'' کی تعریف یہ ہے کہ انسانی دل مطمئن اور پر سکون ہو اور اس کی روح مومن ہو'' کیونکہ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ ملائکہ کی دعائیں اس کے شامل حال ہوتی ہیں تائید خداوندی اسے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے لوگ خوف و ہراس میں حیران و پریشان نہیں ہوتے۔

پیغام:

۱۔ معیار جزا سن و سال، جنس، معاشرتی اور سیاسی مقام و منزلت نہیں ہے۔ (مَنْ عَمِلَ)

۲۔معنوی کمالات کے حصول میں زن ومرد برابر ہیں(مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی)

۳۔عمل صالح کی قبولیت کی شرط ایمان ہے (وَهُوَ مُؤۡمِنٌ)

۴۔عمل صالح چاہے جتنا کم ہو اس کی جزا ضرور ملے گی۔(مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا)

۵۔جس جاہل معاشرے میں عورت کو نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے وہاں عورت کا نام اور مقام وضاحت کے ساتھ مذکور ہونے چاہئیں۔(مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی)

۶۔ صرف اچھے کام ہی کفایت نہیں کرتے بلکہ انسان کو خود بھی اچھا ہونا چاہئے (مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا ....وَهُوَ مُؤۡمِنٌ)

۷۔انسان ایمان اورعمل صالح کے بغیر گویا مردہ ہے۔(فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً)

آیت نمبر ۹۸۔۹۹

فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾

اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۃ الآیات

پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔(۹۸)

اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہے جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔(۹۹)

نکات:

(الف) ممکن ہے کہ ہر کار خیر کی کوئی نہ کوئی آفت ہو جس طرح کہ عزت کی آفت غرور وتکبر ہے۔خدمت خلق کی آفت لوگوں پر احسان جتانا ہے۔ممکن ہے اس طرح قرائت قرآن کی بھی آفت ہو مثلاً خودنمائی، کسب زر، منفی رقابت لوگوں کو دھوکہ دینا، قرآن کا غلط سمجھنا تفسیر بالرائے کرنا وغیرہ وغیرہ انسان کو چاہئے کہ دوران تلاوت قرآن ان تمام آفات سے بچنے کیلئے خدا کی پناہ طلب کرے۔

(ب) حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔تلاوت قرآن کیلئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔خشوع وخضوع رکھنے والا دل، فارغ بدن اور خالی ذہن یعنی ایسی حالت کہ جس میں پہلے سے فیصلہ نہ کیا ہوا ہو۔(تفسیر فرقان)

(ج) اگر قرآن مجید آئمہ معصومینؑ کی تفسیر اور نظریات کے ہمراہ (کتاب اللہ و عترتی لن یفترقا) اور ایسے دل کے ساتھ جو پاک اور متقی ہو۔ (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ) پڑھا جائے تو رُشد و ہدایت اور ایمان و عمل کے اضافے کا سبب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں فرماتا ہے ''اے پیغمبرؐ جب آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہو تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے (سورہ بنی اسرائیل ۴۵)

(د) روایات میں آیا ہے جب رسول اکرمؐ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے تو ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھا کرتے تھے (تفسیر کنز الدقائق)

پیغام:

۱۔ کائنات کے مقدس ترین اور بہترین افراد کو مقدس کاموں میں شیطانی خطرات سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ کیونکہ رسول اکرمؐ جیسی ذات کو بھی دوران تلاوت قرآن استفادہ کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ شیطان ہر ایک کے پیچھے جاتا ہے پر اس کا بس ہر ایک پر نہیں چلتا۔ (لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا)

۳۔ ایمان اور توکل بر خدا ایسے قلعہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہو۔ (لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کا حصول اس پر ایمان اور بھروسے کی علامت ہے۔ (فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ.... اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾)

۵۔ آپ کا پناہ کا مطالبہ خدا کی پناہ دینے کے ساتھ مربوط ہے۔ آپ کا کام پناہ کا مطالبہ ہے۔ (فَاسْتَعِذْ) تا کہ وہ تمہیں پناہ دے اگر وہ پناہ نہ دے تو تمہارا پناہ مانگنا بے فائدہ ہے۔

۶۔ اس کی پناہ کے علاوہ کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں (فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ)

آیت نمبر ۱۰۰

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمة الآيات

اس کا زور تو انہی لوگوں پر ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک

کرتے ہیں۔(۱۰۰)

نکات:

(الف) شیطان نے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ اپنے حزب اور قبیلے کے ساتھ راستے کو بنا سجا کر، جھوٹے وعدوں کے ساتھ غلط پروپیگنڈے اور وسوسے ڈال کر گمراہ افراد کے ذریعے، انسان کو اپنا شکار بنانے کیلئے ہر طرف سے حملے کرے گا۔

افراد کی اقسام

۱۔انبیاء علیہم السلام کہ شیطان ان بزرگواروں کے اہداف ومقاصد اور خواہشات کے آگے بند باندھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ان کی ذات پر اُس کا بس نہیں چلتا (اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ) یعنی شیطان پیغمبر اکرمؐ کی آرزوں اور اہداف میں کسی چیز کا القأ کرتا ہے لیکن اللہ تعالی اُس کی سازشوں کو ناکام کر دیتا ہے (حج ۵۲)

۲۔مومنین کو شیطان اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اپنے اللہ کو یاد کر کے اس کے پھندوں سے بچ نکلتے ہیں۔ (اِذَا مَسَّھُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا) جب انہیں شیطانی خیال عارض ہوتے ہیں تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔(اعراف ۲۰۱)

۳۔عوام الناس کہ شیطان ان کی روح میں داخل ہو کر وسوسے ڈالتا ہے۔(یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ) لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔(سورۃ الناس ۵)

۴۔فاسق وفاجر لوگ، کہ شیطان ان کے قلوب کی گہرائیوں میں داخل ہو جاتا ہے اور باہر نہیں نکلتا اور ان کے اعضاء وجوارح اور افکار وقلوب پر مسلط ہو جاتا ہے (فَھُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ) پس وہ ان کا ہمیشہ کا ساتھی ہوتا ہے۔(زخرف ۳۶)

پیغام:

۱۔ شیطان کے تسلط کے مقدمات ہم خود فراہم کرتے ہیں (اِنَّمَا سُلۡطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَہٗ) جب تک لوگ منحرفین کی ولایت تسلیم نہیں کرتے اس وقت تک وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔

۲۔حقیقی موحدین اللہ کی یقینی حفاظت کے حصار میں ہوتے ہیں اور جو لوگ غیر اللہ کے پیچھے جاتے ہیں وہ ان کے رگ وریشے میں رچ بس جاتا ہے۔(اِنَّمَا سُلۡطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ ... ھُمۡ بِہٖ مُشۡرِکُوۡنَ﴿۱۰۰﴾)

آیت نمبر ۱۰۱

وَ اِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ ۙ وَّ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ

اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ہم ایک آیت کو کسی اور آیت سے تبدیل کرتے ہیں تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے تو یہ لوگ کہتے ہیں تم تو یہ قرآن خود ہی گھڑلاتے ہو اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۱۰۱)

نکات:

(الف) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مریض کے حالات کی تبدیلی سے وہ اپنے نسخے تبدیل کرتا رہتا ہے اور یہی صورت آیات و احکام کی ہے۔ اسی صورت کو ''نسخ'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جب کوئی حکم تبدیل ہوتا تو پیغمبرؐ کے مخالفین آپ سے کہنے لگتے ''تم نے اپنے دوستوں سے مذاق بنا رکھا ہے۔ اور آئے دن نیا قانون پیش کرتے رہتے ہو اور جھوٹ گھڑلاتے ہو اور سابقہ حکم کو تبدیل کر دیتے ہو۔''

پیغام:

دین خداوندی کے قوانین کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ثابت، ۲۔ متغیر اور ان کی تبدیلی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (بَدَّلْنَآ)

۲۔ تمام احکام الٰہی کی اپنے اپنے زمانے اور حالات کے مطابق اہمیت مسلم ہے۔ (اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ)

۳۔ لوگ احکام الٰہیہ کے اسرار کو نہیں جانتے (وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔۔۔۔ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾)

۴۔ جب احکام الٰہیہ میں تبدیلی ہوتی ہے تو یہ تبدیلی کسی شک، پشیمانی علمی ترقی یا تجرباتی نتائج یا قانون سازی میں غلطی کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ تدبیر و حکمت اور حالات کے تقاضوں کی وجہ سے عمل میں لائی جاتی ہے۔ (وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ)

۵۔ دشمن ہر فرصت سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرتا رہتا ہے اور ہر چیز کو سند قرار دیتا ہے (بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا ۔۔۔۔)

۶۔ بہت سی نکتہ چینیوں اور تہمتوں کا سرچشمہ جہالت ہے (بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾)

آیت نمبر ۱۰۲

قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۃ الآیات

ان سے کہہ دیجئے اسے تو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کیا ہے تا کہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو مستحکم کرے اور اطاعت گزاروں کیلئے ہدایت اور بشارت (ثابت) ہو۔ (۱۰۲)

نکات:

(الف) ''رُوۡحُ الۡقُدُسِ'' سے مراد روح الامین اور حضرت جبرائیلؑ ہیں۔ جو ہر قسم کی خطا اور انحراف سے پاک و پاکیزہ ہونے کی وجہ سے ''رُوۡحُ الۡقُدُسِ'' کہلاتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ تہمتوں کا جواب دینا چاہئے (قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ) یہ سابقہ آیت میں ذکر ہونے والی تہمت کا جواب ہے۔

۲۔ آیات الٰہیہ بتدریج نازل ہوتی رہی ہیں (نَزَّلَهٗ)

قرآن مجید کے نزول کے بارے میں لفظ ''انزلنا'' کو استعمال کیا گیا جیسے (اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ) اور جملہ ''انزلہ'' بھی آیا ہے۔ یہ اس لئے آیا ہے کیونکہ قرآن کے دو نزول ہیں ایک دفعہ پیغمبر اکرمؐ کے قلب مبارک پر شب قدر میں دفعۃً نازل ہوا اور دوسری بار تیئیس سال کے عرصے میں تدریجاً نازل ہوا۔

۳۔ قرآن مجید کے تمام مطالب اور خاص حالات میں ان میں تغیر و تبدل حق ہے۔ (بِالۡحَـقِّ)

۴۔ نزول وحی اللہ کی ربوبیت کی شان ہے اور تربیت الٰہی کا خاصہ ہے (نَزَّلَهٗ ... مِنۡ رَّبِّكَ)

۵۔ نزول وحی مسلمانوں کی پائیداری کیلئے ایک موثر عامل ہے۔ (نَزَّلَهٗ ... لِيُثَبِّتَ)

۶۔ پائیداری واستحکام کی توفیق اوراس کے عوامل کی اللہ سے درخواست کرنی چاہئے۔(نَزَّلَهٗ لِيُثَبِّتَ)

۷۔ جو چیز ایمان کو جلادے اوراسے پرعظمت بنادے اس پر پابندی سے قائم رہنا ضروری ہے۔(لِيُثَبِّتَ)

۸۔ ہدایتوں اور بشارتوں کے حصول کی شرط یہ ہے کہ روح صحیح وسالم ہو اور سرمو انحراف نہ ہو۔(لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾)

آیت نمبر ۱۰۳

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمة الآيات

اور بتحقیق ہمیں معلوم ہے یہ لوگ (آپ کے بارے میں) کہتے ہیں اس شخص کو ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ ان کا اشارہ جس شخص کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) تو صاف عربی زبان ہے۔(۱۰۳)

نکات:

(الف) گویا کہ مکہ میں ایک غیر عربی شخص (عجمی) رہتا تھا مکہ کے کفار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ الزام دیتے تھے کہ آنحضرتؐ قرآن اس سے حاصل کر کے اللہ کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہیں۔

حالانکہ:

۱۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہوں پھر وہ ایک دوسرے کو کس چیز کی تعلیم دیں گے؟

۲۔ اُس زمانے میں کسی فرد نے اس بات کا دعویٰ کیوں نہیں کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استاد اور معلم ہے؟

۳۔ جو باتیں تیس سال کے عرصے میں مختلف حالات کے تحت نازل ہوتی رہیں۔ ان کا آپس میں اختلاف کیوں نہیں ہے؟

۴۔ اُس معلم نے خود نبوت کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟

۵۔ آج تک قرآن مجید کے اس چیلنج کا جواب کسی نے کیوں نہیں دیا تھا کہ جب اس نے کہا تھا اگر اس کی ایک سورت

کی مثل بھی لے آئیں تو وہ اپنے دعویٰ سے دستبر دار ہو جائے گا۔

۶۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسی باتیں کہی جائیں کہ آج تک کے دانشوراس کے سربستہ رازوں کی ایک جز تک بھی نہیں پہنچ پائے؟

۷۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے تمام مخالفین مل کر بھی ایک سورت کی مثل بنا کر پیش نہیں کر سکے تو ایک عجمی شخص یہ سارا قرآن لے آئے اور پیغمبر اکرمؐ کو اس کی تعلیم بھی دے یہ کیسے ممکن ہے؟

پیغام:

ا۔ مخالفین کی گفتار کو اس کے جواب کے ساتھ ذکر کرنے سے اہل ایمان کے اذہان کا روشن ہونا یہ قرآنی کارنامہ ہے۔ (يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ)

۲۔ یہ استدلال کہ جب تک لوگ کسی امر کو تسلیم نہ کریں اس وقت وہ امر نہیں بنتا درست نہیں ہے (يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ)

آیت نمبر ۱۰۴

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے یہ حقیقت ہے اللہ ان کی ہدایت نہیں فرماتا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۰۴)

نکات:

(الف) شاید یہ آیت گزشتہ آیت کے جواب کے سلسلے ہیں ہے یعنی پیغمبر اکرمؐ کو تعلیم دینے سے مراد ''زبان کی تعلیم'' ہے تو جس معلم کی بات کی گئی ہے وہ خود عرب نہیں تھا جو خود عرب نہیں وہ ایک عرب کو کیسے تعلیم دے سکتا ہے؟

لیکن اگر اس سے مراد قرآن مجید کے مضامین و مطالب ہیں تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بے دین لوگوں کو

ہدایت نہیں کرتا جو معلم اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتا تو ایسے آدمی کو اس قدر بلند و بالا اور برحق معارف پر کیسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے جب اس کو رسائی حاصل نہیں تو وہ کسی اور کو ان کی تعلیم کس طرح دے سکتا ہے۔ (تفسیر المیزان)

البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کیلئے خطرے کی علامت ہو جو رسول اکرمؐ کیلئے کوئی معلم فرض کرتے ہیں تو اللہ ایسے لوگوں کو ہرگز ہدایت نہیں دے گا۔

پیغام:

ا۔ جھوٹے لوگ دوسروں کو بھی جھوٹا سمجھتے ہیں (اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ ۔۔۔ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝۱۰۵)

آیت نمبر ۱۰۵

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝۱۰۵

ترجمة الآيات

جھوٹ تو صرف وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (۱۰۵)

نکات:

(الف) گزشتہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ کفار نے پیغمبر اکرمؐ پر تہمت لگائی تھی کہ وہ ایک عجمی آدمی سے یہ آیات سیکھتا ہے اور ان کی آیات کی جھوٹی نسبت خدا کی طرف دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے ''جس معلم کی یہ لوگ بات کرتے ہیں وہ تو عرب ہی نہیں ہے۔ علاوہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے اتنے ارفع و اعلیٰ معارف کسی غیر مسلم کو نہیں دیتا۔ اس زیر بحث آیت میں فرماتا ہے ''میرا پیغمبرؐ ایسا نہیں ہے کہ لوگوں کی باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرے بلکہ یہ ایسے لوگوں کا کام ہے جو دولت ایمان سے خالی ہیں۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ''اگر وہ کسی بھی کلام کو ہماری طرف جھوٹ کے ساتھ منسوب کریں گے تو ہم ان کی رگ حیات کاٹ ڈالیں گے۔ (حاقہ ۴۶)

(ج) تفسیر در منثور اور المیزان میں ہے کہ رسول اللہ ؐ کا فرمان ہے "ممکن ہے کہ مومن زنا کرے یا چوری کا ارتکاب کرے لیکن وہ جھوٹ نہیں بولتا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

آیت نمبر ۱۰۶

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ وَلٰـكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ‌ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

ترجمۃ الآیات

جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے (اس کیلئے دردناک عذاب ہے) سوائے اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (تو کوئی حرج نہیں) لیکن جنہوں نے واضح طور پر کفر اختیار کیا ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔(۱۰۶)

نکات:

(الف) اسلام کے ابتدائی ایام میں کفار مکہ نے حضرت عمار یاسر کے والدین کو اسلام لانے کی وجہ سے شہید کر دیا تھا بعد ازیں انہوں نے حضرت عمار کو گرفتار کر لیا اور انہیں بھی اذیتیں دینا شروع کر دیا اور بزور کفریہ کلمات ان کی زبان پر جاری کروائے۔ جان تو ان کی بچ گئی لیکن لوگوں نے ان کی سرزنش شروع کر دی کہ عمار کافر ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر عمار رسول اللہؐ کی بارگاہ میں آئے روتے ہوئے پیش ہوئے اور رسول اللہؐ نے ان کے سر پر دست شفقت و نوازش پھیرا اور فرمایا: "اگر پھر کبھی تمہاری جان خطرے میں ہو تو اس طریقے سے اپنی جان بچا سکتے ہو کیونکہ تم سراپا ایمان ہو۔"

شرعی اصطلاح میں اس عمل کو "تقیہ" کا نام دیا گیا ہے۔ اسلام میں اس کے متعلق بہت سے احکام موجود ہیں البتہ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ تقیہ کے مواقع مختلف ہوتے ہیں بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے اور بعض اوقات آخری دم تک استقامت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس وقت اظہار حق واجب ہو جاتا ہے جس طرح فرعونی دربار میں اس کے جادوگروں نے کارنامہ انجام دیا تھا۔ انہوں

نے جب حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھا تھا۔ تو انہوں نے سرِ تسلیم خم کر لیا تھا اور دل و جان سے ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے فرعونی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی تھی بلکہ اس کی طرف سے دی جانے والی سزا کی بھی پرواہ نہ کی تھی۔ انہوں نے اعلان کر دیا تھا۔ ''جو چاہو کر لو ہم اپنے ایمان سے دستبردار نہیں ہونگے۔'' فرعون نے انہیں شہید کرا دیا تھا۔ قرآن مجید نے ان کی اس استقامت کو قابل تعریف ٹھہرایا ہے۔

تقیہ، ارتداد یا ضعف اور خوف و ہراس یا اپنے موقف سے دستبرداری یا فریق مخالف کو تسلیم کرنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دین اسلام کی ایک حکمت عملی ہے تاکہ اس کے ذریعے وقتی طور پر اپنے منصوبوں یا اپنی جان یا کسی دوسرے کی جان کو بچایا جاسکے اس امر پر کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں جن میں اسے ''سپر'' ڈھال سے تشبیہ دی گئی ہے۔

پیغام:

۱۔ مرتد کی سزا دنیا اور آخرت میں قہر الٰہی ہے (مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ ۔۔۔ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۶)

۲۔ انسان کو ہمیشہ خطرات لاحق ہیں اور انجام بد سے دو چار ہونے کا خطرہ بھی لاحق ہے (كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ)

۳۔ اسلام میں اضطراری حالات میں استثنائی احکام موجود ہیں (اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ)

۴۔ اضطراری حالات میں انسانی فرائض بدل جاتے ہیں۔ (اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ)

۵۔ جبر و اکراہ کی صورت میں اقرار و اعتراف کی کوئی حیثیت نہیں (وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ)

۶۔ روح اسلام قلب سے مربوط ہے (وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ)

۷۔ جبر و اکراہ جسم سے مربوط ہے نہ کہ دل سے (اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ)

۸۔ کفر کی بدترین قسم مسلمانوں سے جدائی اختیار کر کے کفر کیلئے کام کرنا ہے (شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا)

۹۔ ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی جس کے ساتھ انسان کا قلبی و روحانی تعلق ہے (وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ) ایک وہ جو عارضی ہوتا ہے۔ (كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ)

آیت نمبر ۱۰۷

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا

يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۃ الآیات

یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا اور اللہ کافروں کی ہدایت نہیں فرماتا۔ (۱۰۷)

پیغام:

۱۔ دنیا کی طرف میلان رکھنا اور اسے آخرت پر ترجیح دینا، ایمان کو چھوڑ دینے، ارتداد کو اختیار کرنے اور غضب خداوندی میں گرفتار ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (اسْتَحَبُّوا ...) مادیت پرستی کی طرف رغبت کا ایک سبب آرام طلبی اور اسلامی حدود سے فرار کے مترادف ہے۔ (اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا)

۲۔ دنیا سے محبت انسانی روح کو کفر کے قبول کرنے کیلئے آمادہ کر دیتی ہے۔ (ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ)

آیت نمبر ۱۰۸

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۃ الآیات

یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے، یہ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ (۱۰۸)

پیغام:

۱۔ دنیا پرستی اور اسے آخرت سے برتر سمجھنا آخرت سے غفلت اور حقائق کو نہ سننے اور نہ سمجھنے کا سبب ہے۔

آیت نمبر ۱۰۹

لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ‏ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۃ الآیات

یہ لازمی امر ہے کہ آخرت میں بھی یہی خسارے میں رہیں گے۔ (۱۰۹)

پیغام:

ا۔جس کسی نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تو اس کی اخروی زندگی تباہ و برباد ہوگئی اور اس نے سرمایہ رشد و ہدایت کو ضائع کر دیا۔ (هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾)

آیت نمبر ۱۱۰

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَصَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

برعکس ان کے جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب (ایمان لانے کی وجہ سے) ستائے گئے تو انہوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے ہجرت کی اور راہ خدا میں سختیاں جھیلیں اور صبر سے کام لیا ان کیلئے یقیناً تیرا رب غفور و رحیم ہے۔ (۱۱۰)

نکات:

(الف) گزشتہ آیات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کئی حصوں میں تقسیم ہیں۔

ا۔ایک قسم وہ ہے جو کفار کے تشدد اور اذیتوں کے باوجود اپنی زبان پر کسی قسم کا کوئی کفر آمیز جملہ نہیں لاتے خواہ ان

کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے جیسے حضرت عمار کے والدین۔

۲۔ایک وہ ہیں جو دل میں ایمان تو رکھتے ہیں لیکن اپنی جان بچانے کیلئے تقیہ سے کام لیتے ہیں جیسے حضرت عمار یاسرؓ۔

۳۔ایک وہ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتے ہیں یعنی مرتد ہو جاتے ہیں۔

۴۔ایک وہ جو آزمائشی مراحل میں پڑتے ہیں اور انحرافی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ پھر ہجرت و جہاد اور صبر کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر ایمان کی طرف لوٹ آتے ہیں اور توبہ کر کے اپنے دین کو بچا لیتے ہیں۔(تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔وہ ہجرت قدر و قیمت رکھتی ہے جس کے ساتھ جہاد اور صبر و استقامت بھی ہو بصورت دیگر فرار ہے ہجرت نہیں۔ (هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَصَبَرُوۡٓا ۙ)

۲۔رحمت اور مغفرت الٰہی کے حصول کی شرط جہاد اور استقامت ہے۔(هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَصَبَرُوۡٓا ۙ ...مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝١١٠)

۳۔اسلام نے ہمیشہ اپنے دروازے کھلے چھوڑے ہیں وہ انحراف اور فتنے کا سد باب کر سکتا ہے۔(لہٰذا ایک مرتد ایمان لا سکتا ہے اور توبہ کر سکتا ہے)

آیت نمبر ۱۱۱

يَوۡمَ تَاۡتِىۡ كُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝١١١

ترجمۃ الآیات

(ان سب لوگوں کا فیصلہ اس دن ہوگا) جبکہ ہر آدمی اپنے ہی بچاؤ کی فکر میں لگا ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔(۱۱۱)

نکات:

(الف) عرصہ محشر اس قدر ہیبت ناک اور پر ہول ہوگا کہ گناہگار اپنے بچاؤ کیلئے ہر لمحہ نت نئی بات کہے گا۔ کبھی تو وہ کہے گا (وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ﴿۲۳﴾) خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے (انعام ۱۲۳) کبھی وہ کہے گے (هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا) ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے۔ (اعراف ۳۸) کبھی وہ کہے گا (لَوۡلَآ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ﴿۳۱﴾) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔ (سبا ۳۱)

پیغام:

۱۔ قیامت اپنے دامن میں عالمگیریت رکھتی ہے اس دن تمام انسان حاضر کئے جائیں گے۔ (كُلُّ نَفۡسٍ)

۲۔ قیامت کے دن انسان ہر چیز اور ہر شخص کو بھول چکا ہوگا اسے صرف اپنی نجات کی فکر ہوگی۔ (تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِهَا)

۳۔ ہمارے اعمال اس دنیا میں نابود نہیں ہوجاتے وہ خود بھی باقی رہتے ہیں اور ان کے آثار بھی باقی رہتے ہیں۔ (تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ)

۴۔ قیامت کی سزائیں انسانی اعمال کا نتیجہ ہیں یہ نہ تو ظلم ہے اور نہ انتقام۔ (مَّا عَمِلَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ﴿۱۱۱﴾)

آیت نمبر ۱۱۲

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡيَةً كَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ﴿۱۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو امن وسکون سے تھی اور ہر طرف سے اس کو وافر رزق مل رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا تو اللہ نے ان کی حرکتوں کی وجہ سے انہیں بھوک اور خوف کا ذائقہ چکھایا۔ (۱۱۲)

نکات:

(الف) بھوک اور خوف کو ''لباس'' کا نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں نے تمام انسانوں کے وجود اور زندگی کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ جس طرح لباس جسم انسانی کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔

مزہ چکھانے کی تعبیر اس لئے استعمال کی گئی ہے کیونکہ بھوک اور خوف انسانی وجود کی گہرائیوں میں اتر کر انہیں حیران و پریشان کر دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ تاریخ بشریت اپنے دامن میں قوانین وضوابط رکھتی ہے اور اس کی عمارت سنت الٰہیہ کی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ (ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا)

۲۔اسلاف کی تاریخ جو قرآنی مثالیں بیان ہوئی میں ان سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے (ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا)

۳۔امن وسکون تمام نعمتوں کی بنیاد ہے اگر یہ نعمت ہے تو پھر معاشرے کے اقتصادیات و معاشیات میں توسیع ہوتی رہتی ہے۔(اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا)

۴۔ضروری نہیں ہے کہ صرف ایک علاقہ ہی اپنی تمام ضروریات کو پورا کرے بلکہ دوسرے مقامات سے بھی اس کی ضروریات آتی رہتی ہیں۔ (فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ)

۵۔دنیوی عذاب کی نسبت اخروی عذاب سے اس طرح ہے جس طرح چکھنے کو پینے سے نسبت ہے۔ کہاں چکھنا اور کہاں پینا؟ (فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ)

۶۔کفران نعمت کی سزا اس دنیا میں مل جاتی ہے۔(فَكَفَرَتۡ ... فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ)

۷۔کفران نعمت باعث زوال نعمت ہے۔ (فَكَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ)

۸۔اقتصادی بحران اور معاشرتی بدامنی دین سے دوری کے نتائج ہیں۔(فَكَفَرَتۡ ... فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ)

۹۔کفران نعمت کا جسمانی عذاب بھی ہے (بھوک وافلاس) روحانی اور نفسانی عذاب بھی ہے (خوف اور بدامنی) (فَكَفَرَتۡ ... فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ)

آیت نمبر ۱۱۳

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴿۱۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور بتحقیق ان کے پاس خود انہیں میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی بس انہیں عذاب نے اس صورت میں آلیا کہ وہ ظالم تھے۔(۱۱۳)

نکات:

(الف) یہ آیت سابقہ آیت کے تسلسل میں یہ پیغام: دے رہی ہے کہ ناشکرے لوگوں نے نہ صرف مادی نعمات کا کفران کیا بلکہ انہوں نے بزرگ ترین معنوی نعمات کا بھی انکار کیا انہوں نے پیغمبران الٰہی کی تکذیب کی اس جرم کی پاداش میں عذاب خداوندی میں گرفتار ہو گئے۔

پیغام:

۱۔ پیغمبران گرامی الٰہی لوگوں میں سے ہی تھے انہیں کے فرد تھے کفار انہیں اچھی طرح سے جانتے تھے مگر اپنی ضد پر ڈٹے رہے (رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ)

۲۔عذاب الٰہی اتمام حجت کے بعد آتا ہے۔(جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ)

۳۔انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اپنے اوپر ظلم ہے، مذہب پر ظلم ہے اور رہبر پر ظلم ہے۔(فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴿۱۱۳﴾)

آیت نمبر ۱۱۴

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ

كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ﴿۱۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

پس اے لوگو! اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو عطا کیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکرادا کرو اگر واقعی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔ (۱۱۴)

نکات:

(الف) اسلام نے ان چیزوں کے کھانے کی اجازت دی ہے جو طیب و طاہر ہوں اور حلال بھی ہوں۔ شراب اور خنزیر کا گوشت کھانا منع ہے کیونکہ یہ ذاتی طور پر نجس و ناپاک ہیں اور وہ اشیاء جو غصبی رقم سے خریدی جائیں اگر چہ وہ پاک ہیں مگر حرام ہونے کی وجہ سے ان کا کھانا حرام ہے۔

اب جب کہ کفران نعمت اور تکذیب انبیاء قہر الٰہی کا سبب ہیں تو تمہیں چاہئے کہ کفر اور کفران نعمت کی بجائے حلال نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکرادا کرو۔

پیغام:

۱۔ اسلام میں ریاضت اور رہبانیت کی نفی کی گئی ہے۔ (فَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ)

۲۔حلال کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو چاہو استعمال کرو یہ جائز نہیں ہے کہ جو ہاتھ لگے اسے کھا جاؤ۔ (فَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا)

۳۔دین کے احکام فطرت کے عین مطابق ہیں جو خوردنی اشیاء انسانی طبعیت سے سازگار ہیں ان کا کھانا جائز ہے (فَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا)

۴۔دین خداوندی ایک جامع دین ہے اس کے احکام بھی جامعیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کھانے کیلئے ظاہری طہارت اور پاکیزگی کی شرط بھی ہے (طیباً) اور قانونی و باطنی طہارت کی شرط بھی ہے۔ (حَلٰلًا)

۵۔رزق اور روزی کو نعمت اور ہدیہ الٰہی سمجھیں نہ کہ اپنی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ (رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ)

۶۔خوردن برائے خوردن نہیں ہے خوردن برائے انجام وظایف ہے۔ (فَكُلُوۡا ... وَّاشۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ﴿۱۱۴﴾)

۷۔ نعمتوں کے شکر کی ادائیگی کے بغیر حق عبادت و بندگی ادا نہیں ہوتا۔ (وَّاشۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ﴿۱۱۴﴾)

آیت نمبر ۱۱۵

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُہِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ پس اگر کوئی مجبور ہو کر ان چیزوں کو کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانون الٰہی کی خلاف ورزی کا خواہشمند ہو اور نہ (ضرورت) سے تجاوز کا مرتکب ہو تو اللہ یقیناً بڑا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۱۵)

نکات:

(الف) آیت کا یہ حکم معمولی سے فرق کے ساتھ سورۃ انعام اور نحل جو مکی سورتیں ہیں میں اور سورۃ بقرہ اور مائدہ جو مدنی سورتیں ہیں میں آیا ہے۔

(ب) کلمہ ''اُہِلَّ'' کو ''اہلال'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے پہلی رات کا چاند دیکھنے کے موقع پر آواز کو بلند کرنا۔

مشرکین جب جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو بتوں کا نام بلند آواز سے لیتے تھے اس لئے اس مقصد کو ''اہلال'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

(ج) اگرچہ اس آیت میں کھائی جانے والی حرام چیزوں کا ذکر آیا ہے لیکن حرام چیزیں صرف انہیں تک محدود نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی رسول اللہؐ نے ان کی تفصیلات بیان کی ہیں جن کو نص قرآنی کے مطابق قبول کرنا ضروری ہے۔ (مَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَمَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ) جو کچھ رسول تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ (سورۃ حشر ۷)

پیغام:

۱۔ کسی چیز کا حرام کرنا الٰہی حکم سے مربوط ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ازخود یا خرافات کی بنیاد پر کسی چیز کو حلال کردے یا حرام کردے (اِنَّمَا حَرَّمَ ..)

۲۔ کھائی جانے والی بعض اشیاء کے حرام ہونے کی دلیل اور فلسفہ صرف طبی اور مادی اسباب ہی نہیں بلکہ معنوی نجاستوں مثلاً شرک سے دوری بھی ایک معیار ہے۔ (حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ)

۳۔ ماکولات و مشروبات میں بھی توحید کو مدنظر رکھنا چاہئے (حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ)

۴۔ الٰہی قوانین اور اس کے تبصروں سے سوء استفادہ نہیں کرنا چاہئے (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ)

۵۔ اسلام نے ہمیشہ اپنے دروازے کھلے چھوڑے ہیں۔ اضطراری صورت میں اس کے احکام بدل جاتے ہیں۔ (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾)

آیت نمبر ۱۱۶۔ ۱۱۷

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگاتی ہیں ان کے بارے میں نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام، تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت نہ دیا کرو جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت دیتے ہیں وہ یقیناً فلاح نہیں پاتے۔ (۱۱۶)

دنیا کا عیش چند روزہ ہے آخرکار ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۱۷)

نکات:

یہ دونوں آیات الٰہی قوانین کو اساس بنائے بغیر اپنی طرف سے کسی چیز کے حلال یا حرام قرار دینے کی مذمت کر رہی ہیں اور اس اقدام کو دنیا کی بے قیمت متاع تک رسائی کیلئے اللہ پر افتراء پردازی قرار دے رہی ہیں۔

پیغام:

۱۔ حلال و حرام کے موارد میں ہمیں بے جا اور بغیر کسی دلیل کے اپنی طرف سے رائے نہیں دینا چاہئے یا تو ہم خود مجتہد ہوں یا کسی مجتہد کے مقلد ہوں۔(وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ)

۲۔ دین اور اُس کے احکام میں بدعت ممنوع ہے۔(وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ)

۳۔ جھوٹا آدمی کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔(اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۱۱۶)

۴۔ دین میں بدعات کی ترویج کا مقصد دولت کا حصول ہے(مَتَاعٌ قَلِيْلٌ)

۵۔ حلال و حرام کی حدود کو توڑنا دنیاوی بدبختی کا موجب ہے اور اخروی عذاب الٰہی کا ذریعہ(لَا يُفْلِحُوْنَ ۱۱۶ ... وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱۱۷)

آیت نمبر ۱۱۸

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۱۱۸

ترجمۃ الآیات

اور وہ اشیاء ہم نے خصوصاً یہودیوں پر حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم نے اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں یہ ان پر ہمارا ظلم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا ہی ظلم تھا جو وہ اپنے اوپر کر رہے تھے۔(۱۱۸)

نکات:

(الف) اس سے قبل ہم چند آیات ''انما حرم'' کے جملے کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ مسلمانوں پر چار، چیزیں حرام

کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔ ا۔ مردار، ۲۔ خون، ۳۔ سور کا گوشت، ۴۔ وہ ذبیحہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اگر حرام غذا صرف چار چیزیں ہیں تو پھر سورۃ انعام کی آیت ۱۴۶ جو کہ سورۃ نحل سے پہلے نازل ہوئی ہے اس میں ہر ناخن والا جانور اور گائے بھیڑ بکری کی چربی یہودیوں پر کیوں حرام ہوئی ہیں؟ یہ آیت گویا اس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ جو چیزیں یہودیوں پر حرام کی گئیں تھیں۔ وہ صرف ان کے اقتصادی محاصرے وتنبیہ اور گوشمالی کیلئے تھیں ان پر یہ اشیاء مطلقاً حرام نہیں کی گئی تھیں۔

(ب) اسلام میں کسی چیز کو حرام کیا جاتا ہے یا اُس کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں ایک دائمی جو تمام لوگوں کیلئے ہوتا ہے اور دوسرا عارضی ہوتا ہے جو خاص لوگوں کیلئے ہوتا ہے (حَرَّمْنَا .. كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾)

پیغام:

ا۔ خوردنی اشیاء پر اقتصادی رکاوٹیں از راہ تحریم اُمم سابقہ پر الٰہی سزاؤں میں سے ایک سزا تھی (حَرَّمْنَا ... كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾)

آیت نمبر ۱۱۹

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

ترجمۃ الآیات

البتہ جن لوگوں نے نادانی کی بنا پر برا عمل کیا اور پھر توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو یقیناً توبہ واصلاح کے بعد تیرا رب ان کیلئے غفور اور رحیم ہے۔ (۱۱۹)

نکات:

''جھل'' کا معنی ہے ''نہ جاننا'' جبکہ ''جھالت'' کا اطلاق وہاں ہر ہوتا ہے۔ جس مقام پر انسان جانتا ہے لیکن اس پر ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ سورۃ انعام کی آیت ۵۴ ہے (كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ ...)

تمہارے رب نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے کہ تم میں سے جو نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے۔۔۔(انعام ۵۴) اور سورۃ نساء میں بھی جہالت سے یہی مراد ہے (اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ) اللہ کے ذمے صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو نادانی میں گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔(نساء ۱۷)

پیغام:

۱۔ اسلام نے اپنے دروازوں کو بند نہیں رکھا بلکہ انسانی تعمیر کیلئے اس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔(ثُمَّ تَابُوْا)

۲۔توبہ کا قبول کرنا شان ربوبیت الٰہیہ ہے اور انداز تربیت ہے (رَبَّكَ۔۔۔)

۳۔حقیقی توبہ وہ ہے جو اصلاح احوال کیلئے ہو اور جس کے ذریعے خلاف ورزیوں کی تلافی ہو جائے۔(تَابُوْا۔۔۔ وَاَصْلَحُوْٓا)

۴۔توبہ کا دروازہ سب پر کھلا ہوا ہے۔(لِلَّذِيْنَ)

۵۔جو گناہ نفسانی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے ہوتے ہیں ان کی توبہ جلد قبول ہو جاتی ہے نہ وہ گناہ جو انکار اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کئے جائیں (عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا۔)

۶۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی قبولیت یقینی ہے۔(اِنَّ۔۔۔لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾) یہ جملہ اسمیہ ہے۔

۷۔اللہ تعالیٰ گناہ گار کی توبہ قبول کرنے کے علاوہ اس پر مہربان بھی ہے (لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾)

آیت نمبر ۱۲۰

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمة الآيات

ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک اُمت تھے۔اللہ کے مطیع فرمان اور (اللہ کی طرف) یکسوئی رکھنے والے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔(۱۲۰)

نکات:

۱۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضرت ابراھیمؑ کی ذات کو ایک ''امت'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ تمام مفسرین نے اس جملہ کی تفسیر وتحلیل میں مختلف اقوال پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

چونکہ جناب ابراھیمؑ ایک ایسے دین پر قائم تھے جس پر ان کے علاوہ کوئی اور فرد قائم نہ تھا لہٰذا انہیں ایک امت کے ساتھ تعبیر کیا گیا (تفسیر صافی)

۲۔ان کے اندر ایک پورا امت کے کمالات اور خوبیاں موجزن تھیں وہ اس شعر کے مصداق تھے۔

(آنچہ خوبان همه دارند تو تنها داری) (تفسیر مراغی)

۳۔لفظ اُمت کا معنیٰ ہے ''خیر کے معلم'' اور آپ نیکی اور اچھائی کے معلم تھے۔(تفسیر طبری)

۴۔اُمت سے مراد تمام موحدین کے رہبر اور مقصود اور امام ہیں (تفسیر فرقان)

۵۔ان کی شخصیت اور شعاع وجود ایک اُمت کے برابر تھی (تفسیر نمونہ)

۶۔چونکہ ایک امت کا دارومدار آپ کی ذات پر تھا لہٰذا آپ ایک امت تھے۔

۷۔آپ ایک عالم تھے اور ہر عالم ایک امت کا رہبر ہوتا ہے لہٰذا آپ ایک امت تھے۔

۸۔آپ نے اپنی زندگی میں وہ کارنامے انجام دیئے جو ایک پوری امت کو انجام دینے چاہئیں۔آپ نے یہ سارا کام یکا وتنہا کیا۔ لہٰذا آپ ایک امت تھے (تفسیر مجمع البیان)

پیغام:

۱۔ مردان خدا کی شان بیان کرنا اور موحدین کو بطور نمونہ پیش کرنا تربیت انسانی کا حصہ ہے۔(اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ)

۲۔کثرت اور کمیت مہم نہیں ہے بلکہ کیفیت اور حرکت آفرینی مہم ہے(اُمَّةً)

۳۔حق وحقیقت کے راستے میں تنہائی سے نہیں گھبرانا چاہئے (اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً)

۴۔انسان کو معاشرہ اور تاریخ مجبور نہیں کرسکتے(وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝۱۲۰)

۵۔حضرت ابراھیمؑ اپنے عمل میں خالص ومخلص تھے (حَنِيۡفًا) اس طرح عقائد میں بھی (وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝۱۲۰)

۶۔حکمت عملی سے عقیدہ توحید متاثر نہیں ہوتا۔حضرت ابراھیمؑ سورج پرستوں اور ستارہ پرستوں کے ساتھ کچھ دیر کیلئے حکمت عملی کے ساتھ چلتے رہے۔اس دوران فرمایا میرے پروردگار سورج اور ستارے ہیں۔لیکن جب وہ غروب ہوگئے تو فرمایا: ''میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے'' وہ ایک لحہ بھی

مشرک نہیں ہوئے (وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾)

۷۔ جو چیز انسانی قدر و منزلت کو پڑھاتی ہے اس کی خلوص و معرفت پر مبنی عبادت اور اطاعت ہے (قَانِتًا) اور اعتدال کے ساتھ ہر قسم کے انحراف سے پاک و پاکیزہ ہو۔ (حَنِيْفًا) اور خلوص قلب کے ساتھ ہو (وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾)

آیت نمبر ۱۲۱۔ ۱۲۲

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾
وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ

ترجمۃ الآیات

اللہ کی نعمات کے شکر ادا کرنے والے تھے اللہ نے انہیں برگزیدہ کیا اور صراط مستقیم کی طرف ان کی ہدایت فرمائی۔ (۱۲۱)

ہم نے انہیں دنیا میں اس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہیں۔ (۱۲۲)

نکات:

(الف) لفظ ''اجتبیٰ'' ''جبابة'' سے لیا گیا ہے اس کا معنیٰ ہے ''جمع آوری'' اور ایک مرکز پر اکٹھا کرنا'' اللہ تعالیٰ کے ''اجتبأ'' کا معنیٰ ہے ''افراد کو انتشار سے بچا کر اور مختلف اطراف کی توجہ سے محفوظ کر کے اپنی ذات کیلئے اسے مرکوز اور خالص کرنا۔

(ب) نام وری و حسن سیرت، پاک و پاکیزہ اولاد، بیت اللہ کی تعمیر طولانی عمر، مقبول و مستجاب دعا، مال کی کثرت حضرت ابراھیمؑ کیلئے دنیا میں ''حسنہ'' کے چند نمونے ہیں (اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً)

(ج) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیمؑ کے پانچ کمال بیان فرمائے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے پانچ مقامات عالیہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ پانچ کمال یہ ہیں۔ اُمَّةً، قَانِتًا، وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾، حَنِيْفًا، شَاكِرًا، اِجْتَبٰىهُ، وَهَدٰىهُ، فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ ... فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ... اور بعد والی آیت میں ہے (اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ)

پیغام:

۱۔ انتخاب خداوندی انسان کی اپنی شائستگی اور اہلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔(قَانِتًا، حَنِيْفًا، شَاكِرًا، حَسَنَةً)

۲۔ جسے اللہ چن لیتا ہے وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔(اِجْتَبٰىهُ... وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾)

۳۔ انبیاء علیہم السلام کی دعا مستجاب اور مقبول بارگاہ ہوتی ہے۔حضرت ابراھیمؑ نے دعا فرمائی تھی کہ وہ ”صالحین میں سے ہو جائیں(رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾) (شعراء ۸۳) اور اس آیت میں فرماتا ہے۔(اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾)

آیت نمبر ۱۲۳

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسوئی کے ساتھ ملت ابراہیمی کی پیروی کرو اور ابراھیم مشرکین میں سے نہ تھے۔(۱۲۳)

پیغام:

۱۔ اگرچہ انبیاء کے حالات ایک جیسے نہیں تھے لیکن ان سب کا راستہ ایک تھا وہ اپنے ماقبل انبیاء کی پیروی پر مامور تھے۔(اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ)

۲۔ پے در پے اور مسلسل چند آیات میں حضرت ابراھیمؑ کی تعریف وتوصیف ان کے کمال خلوص کی دلیل ہے۔ان آیات میں دو مرتبہ ”حَنِيْفًا“ اور ”مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾“ کا تکرار ہے۔

آیت نمبر ۱۲۴

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَى الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ‌ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ‏ ﴿۱۲۴﴾

ترجمۃ الآیات

رہی بات ''السَّبۡتُ'' کی تو وہ ہم نے ان لوگوں پر مسلط کیا تھا جنہوں نے اس کے احکام میں اختلاف کیا اور یقیناً آپ کا رب قیامت کے روز ان سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ (۱۲۴)

نکات:

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو انکی ہٹ دھرمی اور عداوت وعناد پر بار بار متنبہ کیا چنانچہ ان تنبیہوں میں سے ایک اسی سورہ کی آیت ۱۱۸ کا ذکر بھی ہو چکا ہے جو "عَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا مَا ..." کے ذیل میں ہے اور اس آیت کریمہ میں ایک دوسری تنبیہہ سینچر کے دن کی تعطیل کے بارے میں ہے ان میں سے کچھ لوگوں نے تو اس کی قدردانی کی اور کئی دوسرے لوگوں نے اس کی ناشکری کی اور مختلف حیلوں بہانوں پر اُتر آئے جس کے نتیجے میں شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

(ب) سابقہ آیت کی روشنی میں اگر اس آیت میں غور کیا جائے تو اس کے معنی کچھ اس طرح ہونگے۔ اے رسول آپ ملت ابراھیمی کی اتباع کرتے رہیں کہ جن کیلئے تعطیل کا دن جمعہ تھا اور ہفتہ کے دن کی تعطیل تو اہل یہود کیلئے بطور سزا کے تھی۔ ورنہ آئین حق کے مطابق تعطیل کا دن جمعہ ہے جو حضرت ابراھیمؑ کے زمانے سے چلی آ رہی تھی۔

پیغام:

۱۔ الٰہی بر نامے کبھی محبت کی ترویج کیلئے ہوتے ہیں اور کبھی عذاب شدید کیلئے ہوتے ہیں۔ (جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَى الَّذِيۡنَ ....)

آیت نمبر ۱۲۵

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ‌ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ‌ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

اے رسول! اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور لوگوں سے بہتر انداز میں بحث کرو یقیناً آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ (۱۲۵)

نکات:

(الف) اس آیت سے لیکر سورۃ کے آخر تک دس جالب نظر اخلاقی احکام بیان ہوئے ہیں۔

(ب) یہ آیت کریمہ تمام مسئولین، تربیت کرنے والوں، معلمین، اساتذہ، علماء کرام کو ایک جامع دستور دے رہی ہے کہ ان احکام کو اپنا کر مختلف قسم کے مخاطب افراد کے ساتھ مختلف طریقے اپنا کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جو خواص ہیں ان سے حکمت اور استدلال کے ساتھ گفتگو کی جاسکتی ہے اور جو عوام ہیں ان سے دلنشین نصیحت کے ساتھ اور جو مخالفین ہیں ان سے خوبصورت بحث ومباحثہ کے ساتھ تبلیغ کی جاسکتی ہے۔

(ج) "مَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" سے مراد یہ ہے کہ جو شخص واعظ ہے اور وہ جن اوامر کی نصیحت کرتا ہے وہ خود بھی اس پر عامل ہو "اَحۡسَنُ جَادِلۡ" یا خوبصورت بحث ومباحثہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں جذبات کی توہین نہ ہو اور جو تعبیرات پیش کی جائیں وہ بھی غلط نہ ہوں۔

پیغام:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کا اولین وظیفہ دعوت ہے (اُدۡعُ)

۲۔ دعوت اللہ کی طرف ہونی چاہئے (اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ)

۳۔ دعوت کے مختلف مدارج و مراتب ہیں، یعنی حکمت، موعظہ، جدال احسن، کیونکہ حکمت عقلی راستہ ہے اور موعظہ شفقت و محبت بھرے جذبات کا دوسرا نام ہے۔

۴۔ موعظہ کو ''حسن'' اور جدال کو ''احسن'' ہونا چاہئے (وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ... بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ) یعنی مطالب خوبصورت ہوں اور انداز بیان پیار و محبت سے لبریز ہو۔

۵۔ اچھائیوں کے اثرات و برکات اور برائیوں کے نقصانات و خطرات دعوت اور تبلیغ کے ذریعے جانے جاتے ہیں۔ (بِالْحِكْمَةِ) حکمت کے معنیٰ ہیں علم اور عقل کے ذریعے مختلف اُمور کی اچھائیوں اور برائیوں سے واقفیت۔

۶۔ آپ فرائض کی ادائیگی کے ضامن ہیں نتیجہ کے ضامن نہیں ہیں (اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾)

۷۔ حکمت و بُرھان ہمیشہ نا قابل شکست ہوتے ہیں لیکن موعظہ وجدال میں نشیب وفراز کے امکانات ہوتے ہیں۔ (کبھی انداز اچھا ہوتا ہے اور کبھی اس کا غیر بھی ہوتا ہے) اس لئے ''حسن اور احسن'' کا لفظ حکمت کے ساتھ استعمال نہیں ہوا۔

۸۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو فکری غذا بھی دیتا ہے (بِالْحِكْمَةِ) اور روحانی غذا بھی (الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ) اور مخالفین کے ساتھ منطقی طریقے سے پیش آنے کا درس دیتا ہے (جَادِلْهُمْ)

آیت نمبر ۱۲۶

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر آپ لوگ بدلہ لینا چاہیں تو اس قدر بدلہ لیں جس قدر تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور اگر آپ نے صبر کیا تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔ (۱۲۶)

نکات:

روایات میں آیا ہے کہ جب جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ شہید کر دیے گئے اور ان کے لاشے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تو اس موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا تھا: ''اگر ہم کفار پر غالب آ گئے تو ہم بھی ان کا مُثلہ کریں گے۔ (ان کی لاش کے ٹکڑے

ٹکڑے کریں گے)'' تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ بوقت انتقام صبر اور عدالت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو اور اس پر آپؐ نے فرمایا تھا۔ ''میں صبر کروں گا میں صبر کروں گا)

جی ہاں! اسلام کی حقانیت کے تعارف کیلئے جنگ اُحد اور فتح مکہ کا تقابلی جایزہ لینا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہؐ کے عفو درگزر کا موازنہ بھی کرنا چاہئے۔

پیغام:

۱۔ دشمنوں اور اذیت دینے والوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف سے کام لینا چاہئے (بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ)

۲۔ اَدلے کا بدلہ ایک طبعی اور قدرتی حق ہے۔ (فَعَاقِبُوْا)

۳۔ وہ لذت ومٹھاس جو صبر میں ہے وہ انتقام میں نہیں ہے (وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ)

۴۔ جہاں پر غم وغصہ کے طوفان برپا ہوں تو وہاں پر اپنے وعدوں کو تاکید کے ساتھ بیان کرنا چاہئے (لَهُوَ خَيْرٌ) جو تاکید ''لَهُوَ خَيْرٌ'' میں ہے وہ ''فَهُوَ خَيْرٌ'' میں نہیں ہے۔

۵۔ جنگ بھی اپنے دامن میں قوانین واخلاقیات رکھتی ہے (بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ۔۔۔)

۶۔ اکیلا قانون کفایت نہیں کرتا اس کے ساتھ اخلاق کا ہونا بھی ضروری ہے (بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ) قانون ہے اور (وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ) اخلاق ہے۔

۷۔ یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارا صبر تمہارے مخالف کو فائدہ دے رہا ہے بلکہ یہ خود تمہارے فائدے میں ہوتا ہے ایک دن ایسا آئے گا۔ فتح وکامیابی کا سہرا تمہارے سر ہوگا اور مخالفین کا ضمیر بیدار ہوگا اور کائنات تمہارے حسن سلوک کا نظارہ کرے گی اور تمہاری عظمت وبزرگی کی تعریف کرے گی اور تمہارا دشمن خائب وخاسر ہوگا۔ (لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾)

آیت نمبر ۱۲۷۔۱۲۸

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی نصرت سے ہے اور ان مشرکین کے بارے میں پریشان خاطر نہ ہوں اور نہ ہی ان کی مکاریوں سے تنگ ہوں۔(۱۲۷)

اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں۔(۱۲۸)

نکات:

(الف) دعوت وتبلیغ از راہ حکمت وموعظہ وجدال احسن نہایت ہی مشکل کام ہے۔ کیونکہ لوگ ضدی اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں اور دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ جبکہ کچھ لوگ ہٹ دھرمی کے علاوہ اپنی سازشوں کے ذریعے اس دعوت کو ناکام بنانے کی بھرپور کاوش کرتے ہیں علاوہ ازیں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کیلئے تہمت، استہزا، دھمکیاں سوشل بائیکاٹ جنگ وجدل وغیرہ جیسے وسائل استعمال کرنے سے ہرگز ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ دونوں آیات پیغمبر اکرمؐ کیلئے حوصلہ افزائی دلداری اور راہنمائی کی حیثیت رکھتی ہیں تاکہ آپ اپنی دعوت الٰہیہ کے پروگرام میں پریشان خاطر نہ ہوں۔

(ب) تفسیر نمونہ میں رقم ہے کہ اس سورۃ میں انسان کے اندر شکر گزاری کے جذبات کو تحریک دینے کیلئے بہت سی نعمتوں کا ذکر گیا ہے۔ ہم ان میں سے صرف چالیس نعمتوں کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

تذکرہ نعمات خداوندی:

۱۔ آسمان (خَلَقَ السَّمٰوٰتِ)

۲۔ زمین (وَالۡاَرۡضَ) (نحل۔۳)

۳۔ چوپائے (وَالۡاَنۡعَامَ)

۴۔ لباس (لَکُمۡ فِیۡہَا دِفۡءٌ)

۵۔ منافع حیوانات (وَّمَنَافِعُ)

۶۔ گوشت (مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ۪) (نحل۔۵)

۷۔ جمال وزیبائی (فِیۡہَا جَمَالٌ)

۸۔ نقل وحمل (تَحۡمِلُ اَثۡقَالَکُمۡ)

۹۔ ہدایت (عَلَی اللّٰہِ قَصۡدُ السَّبِیۡلِ)

۱۰۔ پانی (مِّنۡہُ شَرَابٌ)

۱۱۔مرغزار و چراگاہیں (فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۝۱۰)
۱۲۔میوہ جات (وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ)
۱۳۔شب و روز (سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ)
۱۴۔آفتاب و ماہتاب (وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ)
۱۵۔ستارگان (وَالنُّجُوْمُ)
۱۶۔زمین کے مختلف موجودات اور نعمات (وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ)
۱۷۔سمندر اور سمندری جواہرات (سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً)
۱۸۔کشتیوں اور بحری جہازوں کی آمدورفت (تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ)
۱۹۔پہاڑی سلسلے (وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ)
۲۰۔دریا وندی نالے (وَاَنْهٰرًا)
(۲۱) راستے (وَّسُبُلًا)
(۲۲) طبعی و قدرتی علامات (وَعَلٰمٰتٍ ؕ)
(۲۳) ستاروں کے ذریعے راستوں کی پہچان (وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۝۱۶)
(۲۴) زمینی سرسبزی و شادابی (فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ)
(۲۵) خالص دودھ (خَالِصًا)
(۲۶) پھلوں کی مصنوعات (تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ)
(۲۷) شہد (فِيْهِ شِفَآءٌ)
(۲۸) بیوی (اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا)
(۲۹) اولاد اور پوتے نواسے (مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً)
(۳۰) رزق و روزی (وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ)
(۳۱) کان (جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ)
(۳۲) آنکھ (وَالْاَبْصَارَ)
(۳۳) عقل و روح (وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ)
(۳۴) مستقل گھر (مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا)
(۳۵) خانہ بدوش (جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا)

(۳۶) مختلف قسم کے لباس (مِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا)

(۳۷) نعمت سایہ (جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا)

(۳۸) پہاڑوں کے اندر پناہ گاہیں (مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا)

(۳۹) سردی و گرمی سے بچانے والا لباس (سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ)

(۴۰) زرہ اور لباس جنگ (تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ)

یہ امر بھی پوشیدہ نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان نعمتوں کے بیان کرنے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اپنے احسانات جتلانا چاہتا ہے۔ یا اپنے نام کی بلندی چاہتا ہے یا اپنے آپ کو تسکین دینا چاہتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں سے مبرا اور منزہ ہے۔

بلکہ اُس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر شکر گزاری کی روح بیدار ہو تا کہ وہ ان نعمات پر غور وخوض کرے اور اپنے خالق حقیقی کی معرفت حاصل کرے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کردے۔

(لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۱۴) (آیت ۱۴)

(لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝۱۵) (آیت ۱۵)

(لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۴۴) (آیت ۴۴)

(لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ۝۸۱) (آیت ۸۱)

(لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝۹۰) (آیت ۹۰)

پیغام:

۱۔ صبر اور اس طرح کی ہر نعمت اسی کی طرف سے ہے (وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ)

۲۔ مبلغ کو بہت زیادہ صابر ہونا چاہئے (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَوَاصْبِرْ)

۳۔ صبر وظفر کی آپس میں از منہ قدیم سے یاری وہمکاری ہے۔ صبر کی بدولت کامیابی قدم چومتی ہے (وَاصْبِرْ وَ.... اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا)

۴۔ ایمان الٰہی نصرت سے حاصل ہوتا ہے اور وہ کشادہ دلی اور صبر کا موجب بن جاتا ہے (وَاصْبِرْ ... اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ)

۵۔ تقویٰ اور احسان نصرت پروردگار کے حصول کیلئے وسیلہ ہیں (اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ ... مُّحْسِنُوْنَ۝۱۲۸)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁❁❁